ظاہری وباطنی اَعمال کی اِصلاح کے لیے آیات واَحادیث پر مشتمل

شَیْخُ الْاِسْلَام اَلْحَافِظْ اَلْاِمَامُ مُحْیُ الدِّیْن اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی

کی مشہورِ زمانہ کتاب

کا اردو ترجمہ وشرح بنام

اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن

المعروف بہ

فیضانِ ریاض الصالحین

پیشکش

مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبۂ فیضانِ حدیث)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَانَبِیَّ اللّٰہ   وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَانُوْرَ اللّٰہ

نام کتاب : فیضانِ ریاض الصالحین (جلد سوم)

پیش کش : شعبۂ فیضانِ حدیث (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

پہلی بار : شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ، مئی 2018ء   تعداد: 5000 (پانچ ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

For More Books Click On Ghulam Safdar Muhammadi Saifi

تصدیق نامہ

تاریخ: ۱۱ جمادی الآخر ۱۴۳۹ ہجری   حوالہ نمبر: 218

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد سوم)

(مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب و رسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب و مفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تفتیشِ کتب و رسائل (دعوتِ اسلامی)

28-2-2018

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

مدنی التجاء: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”فیضانِ ریاض الصالحین“ کے سترہ حروف کی نسبت سے اِس کتاب کو پڑھنے کی ”17 نیّتیں“

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”**نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ** مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“ (معجم کبیر، یحیی بن قیس، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

دو مدنی پھول:

✿...بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

✿...جتنی اچھی نیّتیں زیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار حَمد و (2) صلوٰۃ اور (3) تعوُّذ و (4) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی عَرَبی عبارت پڑھ لینے سے ان نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) (5) رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (6) حتَّی الوَسْع اِس کا باوُضُو اور (7) قِبلہ رُو مُطالَعَہ کروں گا (8) قرآنی آیات اور (9) احادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا (10) جہاں جہاں ”**اللہ**“ کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ (11) اور جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا (12) شرعی مسائل سیکھوں گا (13) اس حدیثِ پاک ”**تَھَادَوْا تَحَابُّوْا** ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا (14) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (15) اس کتاب کا ثواب پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری اُمّت کو اِیصال کروں گا۔ (16) کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیت حُصُولِ عِلمِ دِین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علم دین حاصل کرنے کے ثواب کا حق دار بنوں گا۔ (17) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ (ناشرین کو کتابوں کی اَغلاط صرف زبانی بتا دینا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیۃ

از شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ”دعوتِ اسلامی“** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصَمَّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک **”المدینۃ العلمیۃ“** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی او راشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے[1] ہیں:

(1) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (2) شعبۂ درسی کُتُب (3) شعبۂ اصلاحی کُتُب

(4) شعبۂ تراجمِ کتب (6) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (6) شعبۂ تخریج

”المدینۃ العلمیۃ“ کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلَّت، حامی سنّت، ماحی بِدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خیر وبرکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اِشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ **”دعوتِ اسلامی“** کی تمام مجالس بَشُمُول **”المدینۃ العلمیۃ“** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ **اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

For More Books Click On
Ghulam Safdar Muhammadi
Saifi

[1] ......تادمِ تحریر (جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ) مزید شعبے قائم ہو چکے ہیں: (۷) فیضانِ قرآن (۸) فیضانِ حدیث (۹) فیضانِ صحابہ واہل بیت (۱۰) فیضانِ صحابیات وصالحات (۱۱) شعبہ امیر اہلسنت مَدَّظِلُّہٗ (۱۲) فیضانِ مدنی مذاکرہ (۱۳) فیضانِ اولیاء وعلماء (۱۴) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (۱۵) رسائل دعوتِ اسلامی (۱۶) عربی تراجم۔
مجلس المدینۃ العلمیۃ

پیش لفظ

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی وہ عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے آقائے دو جہاں، حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَفعال واَقوال کو اپنی مایہ ناز ومشہورِ زمانہ تصنیف **"ریاضُ الصالِحین"** میں نہایت ہی اَحسن انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں کہیں **مُنْجِیَات** (یعنی نجات دلانے والے اَعمال) مثلاً اِخلاص، صبر، اِیثار، توبہ، توکُّل، قناعت، بُردُباری، صلہ ٔ رحمی، خوفِ خدا، یقین اور تقویٰ وغیرہ کا بیان ہے تو کہیں **مُہلِکات** (یعنی ہلاک کرنے والے اَعمال) مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کا بیان۔ یہ کتاب راہِ حق کے **سَالِکِیْن** کے لئے مَشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ احادیث کی اس عظیم کتاب کی اسی افادیت کے پیشِ نظر تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** کی مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے اس کے ترجمے وشرح کا بیڑا اُٹھایا تاکہ عوام وخواص اس نہایت ہی قیمتی علمی خزانے سے مالامال ہوسکیں، چنانچہ مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے یہ عظیم کام **"شعبہ ٔ فیضانِ حدیث"** کو سونپا۔ اس شعبے کے اسلامی بھائیوں نے خالقِ کائنات پر بھروسہ کرکے فی الفور کام شروع کردیا۔ **ریاض الصالحین** کے اس ترجمے وشرح کا نام شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابوبلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے "اَنْوَارُالْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن المعروف **فیضانِ ریاض الصالحین**" رکھا ہے۔ بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی اِس کی پہلی اور دوسری جلد مکمل ہوکر زیورِ طبع سے آراستہ ہوچکی ہے اور **"فیضان ریاض الصالحین"** **(جلد سوم)** آپ کے ہاتھوں میں ہے جو 20 ابواب اور 159 اَحادیث پر مشتمل ہے، واضح رہے کہ اَبواب اور اَحادیث کی نمبرنگ پچھلی جلد کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس جلد پر **المدینۃُ العلمیۃ** کے شعبہ **فیضانِ حدیث** کے بالخصوص اِن مدنی علمائے کرام کَثَّرَہُمُ اللہُ السَّلَام نے خوب کوشش کی: (1) سید ابوطلحہ محمد سجاد عطاری مدنی (2) سید منیر رضا عطاری مدنی (3) ملک محمد علی رضا عطاری مدنی (4) محمد جان رضا عطاری المدنی (5) گلفراز مدنی سَلَّمَہُمُ اللہُ الْغَنِیّ۔

"فیضانِ ریاض الصالحین جلد سوم" پر کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1)ہر باب کے شروع میں تمہیدو نئے صفحے سے ابتداء، تمام ابواب، آیات، احادیث کی نمبرنگ، آیات کی سافٹ ویئر سے پیسٹنگ وحتی المقدور ترجمۂ کنزالایمان کا التزام کیا گیا ہے۔(2)احادیث کی آسان شرح، بعض احادیث کی باب کے ساتھ مطابقت، بامحاورہ ترجمہ، موقع کی مناسبت سے شرح میں ترغیبی وترہیبی ودعائیہ کلمات اور بعض جگہ مختلف الفاظ کے معانی بھی دیے گئے ہیں۔(3)مکرر احادیث میں مناسبت والے مواد کو تفصیلاً اور دیگر مواد کو اجمالاً بیان کرکے پچھلے باب یا جلد کی تفصیلی شرح کی طرف نشاندہی کردی گئی ہے۔(4)احادیث کی شرح کے بعد آخر میں مدنی گلدستے کی صورت میں اُن کا خلاصہ، اصل ماخذ تک پہنچنے کے لیے آیات، اَحادیث و دیگر مواد کی مکمل تخریج بھی کردی گئی ہے۔ (5)اجمالی و تفصیلی فہرست کے ساتھ آخر میں ماخذ ومراجع بھی دیے گئے ہیں، نیز کئی بار پروف ریڈنگ کے ساتھ ساتھ مفتیانِ کرام سے اس کی شرعی تفتیش بھی کروائی گئی ہے۔(6)واضح رہے کہ فیضانِ ریاض الصالحین جلد سوم میں بھی عمومی طور پر جلد اول اور جلد دوم کے مدنی پھولوں کے مطابق ہی کام کیا گیا ہے البتہ اختصار کے پیش نظر بعض جگہ مکررات کو حذف کردیا گیا ہے۔ بعض ابواب میں چند احادیث کی ایک ساتھ شرح بھی بیان کی گئی ہے۔ نیز فارمیشن میں بھی اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ کم سے کم صفحات میں زیادہ سے زیادہ مواد آجائے۔ ان تمام کوششوں کے باوجود اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا، اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السَّلَام کی عنایت اور امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُر خلوص دعا کا نتیجہ ہے اور جو بھی خامیاں ہوں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب خوب سے خوب تر ہو لیکن پھر بھی غلطی کا اِمکان باقی ہے، اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مفید مشوروں اور قیمتی آراء سے ہماری حوصلہ اَفزائی فرمائیں اور اس کتاب میں جہاں کہیں غلطی پائیں ہمیں تحریری طور پر ضرور آگاہ فرمائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری اِس کاوِش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِسے ہماری بخشش ونجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

شعبۂ فیضان حدیث، **مجلس المدینۃ العلمیۃ**

شوال المکرم ۱۴۳۸ ہجری بمطابق جولائی 2017ء

باب نمبر: 21

نیکی و پرہیز گاری پر باہم مدد کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! باہم مُعاوَنت یعنی ایک دوسرے کی مدد کرنا مُعاشرتی اُمور میں سے ایک اہم امر ہے، ہر شخص چاہے چھوٹا ہو یا بڑا کسی نہ کسی جگہ دوسرے کی مدد کرنے کا موقع ملتا ہی رہتا ہے۔ بعض لوگ عام حالات میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں تو کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو مشکل حالات میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اسی طرح کئی لوگ دُنیوی اُمور میں مدد کرتے ہیں تو بہت سے لوگ اُخروی اُمور میں بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ باہم مُعاوَنت اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی، نیکی و پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا یقیناً قابلِ تعریف امر اور باعثِ اجر و ثواب ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے، جبکہ بُرائی اور گناہ والے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرنا یقیناً قابل مذمت امر اور باعثِ عِتاب و عِقاب ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ناراض کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نیکی، تقویٰ و پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، دوسروں کو ترغیب دلاتے ہیں، اپنی آخرت کے لیے نیکیوں اور کثیر اجر و ثواب کا خزانہ اکٹھا کرتے ہیں۔ اور بہت بدنصیب ہیں وہ لوگ جو برائی اور گناہ والے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، یا دوسروں کو اُس کی ترغیب دلاتے ہیں، اپنی آخرت کے لیے گناہوں کا ذخیرہ اکٹھا کرتے ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون کرنے کے متعلق ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 4 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ اِس باب میں نیکی اور گناہ کی تعریف، نیکی پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کی فضیلت و دیگر مختلف اُمور کو بیان کیا جائے گا۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) نیک کام پر ایک دوسرے کی مدد کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک

دوسرے کی مدد کرو۔ (پ۶، المائدہ:۲)

نیکی اور پرہیزگاری کیا ہے؟

تفسیرِ طبری میں ہے: ”نیکی وہ عمل ہے جس کے کرنے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم فرمایا ہے اور پرہیز گاری یہ ہے کہ بندہ اُن تمام کاموں سے بچے جن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔“[1] حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سنت کی اتباع کو نیکی کہتے ہیں۔ حضور نبی رَحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”اچھے اَخلاق کو نیکی کہتے ہیں اور گناہ وہ ہے جو تیرے دِل میں کھٹکے اور لوگوں کا اُس پر مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو۔“[2]

صَدرُ الافاضل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیرِ خزائن العِرفان میں اِس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ بعض مفسِّرین نے فرمایا: ”جس کا حکم دیا گیا اُس کا بجالانا بِرّ (نیکی) اور جس سے منع فرمایا گیا اُس کو ترک کرنا تقویٰ اور جس کا حکم دیا گیا اُس کو نہ کرنا اِثْم (گناہ) اور جس سے منع کیا گیا اُس کو کرنا عُدْوَان (زیادتی) کہلاتا ہے۔“

(2) آدمی ضرور نقصان میں ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ الْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۠﴿۳﴾ (پ۳۰، العصر، ۱-۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اس زمانۂ محبوب کی قسم بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

---

1 ... تفسیر طبری، پ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ:۲، ۴/۴۰۵۔

2 ... تفسیر خازن، پ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ:۲، ۱/۴۶۱۔

عصر کے مختلف معانی:

(1)عصر سے مراد دَھَر یعنی زمانہ ہے کیونکہ اس میں عجائبات اور عبرت کی چیزیں ہیں۔حدیثِ پاک میں زمانے کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ لوگ مصیبتوں اور پریشانیوں کو زمانے کی طرف منسوب کر دیتے تھے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ زمانے کا خالق ہے، وہی اس میں تبدیلی کرنے والا ہے اور جسے جو بھی کوئی مصیبت یا پریشانی آتی ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی اور تقدیر سے آتی ہے۔(2)عصر سے مراد دن اور رات ہیں کیونکہ یہ دونوں بندوں کے اعمال کے لئے خزانہ ہیں۔(3)اس سے مراد نمازِ عصر ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے شرف کی وجہ سے اس کی قسم ارشاد فرمائی۔ (4)عصر سے مراد حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے تنبیہ فرمائی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا زمانہ تمام زمانوں سے افضل اور اشرف ہے۔[1] (اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے۔)

اِنسان اور اُس کے نقصان کی وضاحت:

انسان سے مراد اگر مطلق انسان ہو اور اس کی زندگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں گزری تب تو نقصان بالکل ظاہر ہے اور اگر اطاعت و فرمانبرداری میں گزری تو پھر یوں نقصان میں رہا کہ اس نے ایک چھوٹی نیکی پر عمل کیا جبکہ وہ اس سے بڑی نیکی پر عمل کر سکتا تھا۔اس طرح ہر انسان نقصان میں ہے۔ایک قول یہ ہے کہ انسان سے مراد کفار ہیں کیونکہ اگلے حصے میں مؤمنین کو نقصان والے حکم سے جدا کیا گیا ہے۔اب معنی یہ ہوئے کہ کفار نقصان میں ہیں لیکن مؤمنین نہیں۔البتہ مؤمنین کی عمر کا وہ حصہ جو اطاعت و فرمانبرداری میں گزرا وہ فائدے میں ہے اور جو نافرمانی میں گزرا وہ نقصان میں ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۳۰، العصر، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۴۰۵، ملتقطا۔

2 . . . تفسیر خازن، پ ۳۰، العصر، تحت الآیۃ: ۱، ۴/۴۰۵، ملتقطا۔

حدیث:177

مُجَاھِد کی مدد کرنے والے کا اجر

عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ نَبِیُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.“[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن زید بن خالد جُہَنِی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رَحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سازوسامان دیا تو گویا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے جہاد کرنے والے کے اہل وعیال کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔“

نیکی و گناہ پر مدد کرنے والا:

مذکورہ حدیثِ پاک سے یہ معلوم ہوتا ہے جس نے کسی بھی مسلمان کی نیکی کے کام میں مدد کی تو اس مدد کرنے والے کے لیے اس نیکی کرنے والے کے برابر اجر ہے اور تمام نیک اعمال میں یہی معاملہ ہے، اسی طرح جس نے کسی کی گناہ والے کام میں مدد کی تو اس مدد کرنے والے کو اس گناہ کرنے والے کے برابر گناہ ملے گا اور تمام گناہوں میں مدد کرنے کا یہی معاملہ ہے۔[2]

مجاہد کی مدد کرنے والے کو جہاد کا ثواب:

عَلَّامَه اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”مجاہد کی مدد کرنے والے کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا اور یہ ثواب ہر اس جہاد میں ملے گا جس میں اس نے مدد کی، نیز جہاد کا پورا پورا ثواب ملے گا چاہے اس نے کم مدد کی یا زیادہ۔ اسی طرح جو مجاہد کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرے گا اسے بھی اس جہاد کا ثواب ملے گا۔ البتہ یہ ثواب دیکھ بھال میں کمی یا زیادتی کے سبب کم یا زیادہ

---

1 . . . بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر، ۲/۲۶۷، حدیث: ۲۸۴۳۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجہاد، باب فضل من جهز غازیا او خلفه بخیر، ۵/۵۱، ملتقطا۔

ہو گا۔ اگر کم دیکھ بھال کرے گا تو کم ثواب ملے گا اور زیادہ کرے گا تو زیادہ۔"[1]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "غازی کو سامانِ سفر، سامانِ جنگ یا روٹی کپڑا، سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب۔ جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثوابِ جہاد میں شریک ہو گیا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہو گا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کر سکے گا تو گویا یہ شخص غازی کے اطمینانِ دل کا ذریعہ بنا۔"[2]

حدیث نمبر: 178

مُجاھِد کے ثواب میں شرکت

عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِی لَحْیَانَ مِنْ ھُذَیْلٍ فَقَالَ: "لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَھُمَا."[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ محبوب ربِّ داور، شفیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبیلہ ہذیل سے قبیلہ بَنُو لَحْیَان کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: "دو مَردوں میں سے ایک جہاد کے لیے جائے، ثواب میں دونوں برابر شریک ہوں گے۔"

مجاہد کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے والے کا اجر:

علامہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: اِس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ بَنُو لَحْیَان والے اُس وقت کافر تھے پس رحمتِ عالم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی طرف ایک لشکر جہاد کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان: "دو مَردوں میں سے ایک جہاد کے لئے جائے۔" سے مراد ہے کہ ہر قبیلے میں سے آدھے مَرد جہاد کے

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ المغازی فی سبیل اللّٰہ تعالی بمرکوب وغیرہ، ۷/۴۰، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۴۱۵۔

3 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللّٰہ بمرکوب وغیرہ الخ، ص ۱۰۵۱، حدیث: ۱۸۹۶۔

لئے جائیں۔ دونوں کو برابر اجر اس وقت ملے گا جب دوسرا شخص غازی کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرے۔“[1]

مجاہد کے خلیفہ کی ثواب میں شرکت:

مُفَسِّرشہیر، مُحدِّثِ کَبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”گھر کے سارے آدمی لشکر میں نہ جائیں، باپ بیٹے، بھائی بھائی، چچا بھتیجے میں سے ایک شخص تو جہاد میں جائے دوسرا شخص گھر میں رہ کر اسے سنبھالے۔ نفس ثواب مشترک ہو گا(یعنی دونوں کو ملے گا)۔ معلوم ہوا کہ مجاہد کا خلیفہ مجاہد کے ثواب میں شریک ہوتا ہے۔“[2]

”جہاد“ کے 4 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نیکی کے کام میں مُعَاوَنَت کرنے والے کو نیکی کرنے والے کی طرح اجر اور گناہ کے کام میں معاونت کرنے والے کو گناہ کرنے والے کے برابر گناہ ملتا ہے۔

(2) نیکی کے کام میں مدد کرنے پر نیکی کرنے والے کے برابر اجر ملنے کا معاملہ تمام نیک کاموں میں ہے، اسی طرح گناہ کے معاملے میں مُعاونت کرنے پر گناہ ملنے کا معاملہ بھی تمام گناہ والے کاموں میں ہے۔

(3) اسلام میں نیکی وپرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کی مدد کرنے والے کو بھی جہاد کا ثواب ملے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکی، تقویٰ وپرہیز گاری کے کاموں میں باہم مُعاوَنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب فضل اعانۃ المغازی فی سبیل اللہ بمرکوب، ۷/ ۴۰، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۷۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:179

چھوٹے بچے کا حج

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِیَ رَکْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوا الْمُسْلِمُوْنَ. فَقَالُوا مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ. فَرَفَعَتْ اِلَیْہِ امْرَاَۃٌ صَبِیًّا فَقَالَتْ: اَلِھٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ.''[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مقامِ رَوحاء پر ایک قوم سے ملے تو دریافت فرمایا: ''تم کون ہو؟'' ان لوگوں نے عرض کی: ''ہم مسلمان ہیں۔'' پھر ان لوگوں نے پوچھا: ''آپ کون ہیں؟'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں۔'' تو ایک عورت نے اپنے چھوٹے بچے کو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف بلند کرتے ہوئے عرض کی: ''کیا اس کا حج ہو سکتا ہے؟'' فرمایا: ''ہاں، اور تیرے لئے اجر ہے۔''

مسلمانوں کا رسولُ اللہ کو نہ پہچاننے کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے اس قافلے نے شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نہ پہچانا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ممکن ہے یہ ملاقات رات میں ہوئی ہو جس کی وجہ سے وہ لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نہ پہچان سکے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ملاقات دن میں ہوئی ہو لیکن ان لوگوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہلے کبھی نہ دیکھا ہو کیونکہ انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور وہ لوگ اپنے شہر میں ہی اسلام لائے تھے۔''[2]

---

1 ... مسلم، کتاب الحج، باب صحۃ حج الصبی واجر من حج بہ، ص۶۹۷، حدیث: ۱۳۳۶۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الحج، باب صحۃ حج الصبي وأجر من حج بہ، ۵/۹۹، الجزء التاسع۔

نابالغ بچے کے حج کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ حج کی شرائط میں سے ایک شرط عاقل ہونا بھی ہے، اسی وجہ سے نابالغ بچے پر حج فرض نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس خاتون نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ نہ پوچھا کہ ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا اس بچے پر حج فرض ہے۔“ نابالغی کی حالت میں کیا ہوا حج نفلی حج کہلائے گا اور بالغ ہونے کے بعد اگر حج کی شرائط پائی گئیں تو حج فرض ہو گا۔[1]

حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابالغ بچے کو حج کروانے والے کو بھی اس کا اجر وثواب ملے گا۔ وہ اجر بچے کو حج کی تعلیم دینے کی وجہ سے ہے یا اگر بچہ سمجھدار ہے تو اسے حج کے ارکان سکھانے کی وجہ سے ہے اور اگر بچہ ناسمجھ ہے تو اس کی طرف سے احرام باندھنے، رمی کرنے، وقوف کرنے اور سعی وطواف میں اسے اٹھانے کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے نابالغ بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ انہیں نماز روزہ وغیرہ نیک اَعمال کا پابند بنانا چاہیے۔[2]

”غوث“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حج اِسلام کا ایک اہم رُکن ہے، اور یہ ہر عاقل بالغ صاحِبِ اِستطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

(2) نابالغ بچوں کا حج نفلی حج ہے، اگر بالغ ہونے کے بعد حج کے فرض ہونے کی شرائط پائی گئیں تو حج فرض ہو گا، اگرچہ نابالغی کی حالت میں کتنے ہی حج ادا کر چکا ہو۔

(3) نابالغ اولاد کے نیک اعمال کا ثواب اُن کے والدین یا جو بھی اُن کو کروائے اُسے بھی ملتا ہے لہٰذا اپنے

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۵/۲۴۴، تحت الحدیث: ۲۵۱۰، بہار شریعت، ۱/۱۰۳۷، حصہ ۶۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناسک، الفصل الاول، ۵/۳۸۴، تحت الحدیث: ۲۵۱۰، مرآۃ المناجیح، ۴/۸۸۔

بچوں کو نماز، روزہ وغیرہ نیک اَعمال کا پابند بنانا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم سب کو حج کی سعادت نصیب فرمائے، میٹھا مدینہ دیکھنا نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:180

خزانچی کے لئے صدقے کا ثواب

عَنْ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ قَالَ: اَلْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْاَمِیْنُ الَّذِی یُنْفِذُ مَا اُمِرَ بِہٖ فَیُعْطِیْہِ کَامِلًا مُوَفَّرًا طَیِّبَۃً بِہٖ نَفْسُہُ فَیَدْفَعُہُ اِلَی الَّذِی اُمِرَ لَہُ بِہٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِیْنَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دو عالَم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”وہ امانتدار مسلمان خزانچی جسے کسی کو کچھ دینے کا حکم دیا گیا اور وہ پورا پورا خوش دلی سے اُسے دیتا ہے تو وہ صدقہ کرنے والوں میں سے ایک ہے۔“

خزانچی کے لیے حصولِ ثواب کی چھ شرائط:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک ایسے شخص کے صدقہ کرنے کے بارے میں ہے جو کسی کے مال کا امین ہو اور اُس کا مالک اُسے صدقہ کرنے کا حکم دے۔ اِس حدیث میں حصولِ ثواب کی چھ شرائط کو بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیث میں حصولِ ثواب کے لئے چھ قیودات لگائی ہیں: (1) وہ خزانچی ہو کیونکہ خزانچی کے علاوہ کسی اور کے لئے (مالک کے مال میں سے) صدقہ کرنا جائز نہیں۔ (2) وہ مسلمان ہو یعنی کافر کے لئے یہ ثواب نہیں کیونکہ وہ نیت کا اَہل نہیں۔ (3) وہ امانت دار ہو خائن (خیانت کرنے والا) نہ ہو۔ (4) وہ نافذ کرنے والا ہو، یعنی صدقہ کرنے کا جو حکم

[1] ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبہ غیر مفسد، ۱ / ۴۸۴، حدیث: ۱۴۳۸۔

اُسے ملا ہے وہ اُسے نافذ کرنے والا ہو۔ (5) اُس کا دل اُس صدقہ کرنے سے خوش ہو یعنی خوش دلی کے ساتھ صدقہ کرے تاکہ اس کی نیت قائم رہے ورنہ اجر مَفقُود ہو جائے گا۔ (6) جس کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اسی کو دے اس کے علاوہ کسی اور کو دیا تو یہ مالِک کی مُخالَفت ہوگی اور یہ خیانت ہو جائے گی۔ یہ تمام قیودات اس ثواب کو پانے کے لئے شرط ہیں۔"[1]

کسی دوسرے کے مال سے صدقہ کرنے کا حکم:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "خازِن اور غلام کو مالک کے مال سے صدقہ کرنے کے لیے اپنے مالک کی اجازت اور بیوی کو شوہر کے مال سے صدقہ کرنے کے لیے اپنے شوہر کی اجازت ضروری ہے، بلا اجازت صدقہ کرنے سے تینوں کو ثواب نہیں ملے گا بلکہ غیر کے مال میں بِلا اجازت تصرف کرنے کی وجہ سے گناہ ملے گا۔ پھر اِجازت دو طرح کی ہے کہ مالک صراحتاً اجازت دے دے۔ یا عُرفاً وعادَتاً اجازت ہو۔ جیسے کہ سائل کو روٹی کا ٹکڑا وغیرہ دینا اور ایسی چیز دینا جس کا عُرف وعادت میں بغیر اجازت دینے کا رَواج ہو۔[2]

کفار کو اپنا مشیر بنانے کی ممانعت:

مُفَسِّرشہِیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "بادشاہوں امیروں کے ہاں خزانچی بھی ملازم ہوتے ہیں، جن کے پاس مالک کا روپیہ جمع رہتا ہے، جس کا وہ لین دین کرتے ہیں اور حساب رکھتے ہیں۔ خزانچی مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔ اگلا اجر صرف مسلمان خزانچی کے لیے ہے کیونکہ کافر کسی نیکی کے ثواب کا مستحق نہیں۔ ثواب قبولیت پر ملتا ہے اور قبولیت کی شرط اسلام ہے۔ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ حتی الامکان خزانچی مسلمان رکھے اور کلیدی آسامیوں (یعنی بڑے بڑے عہدوں) پر مسلمان کو لگائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

---

1. ...عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخادم اذا تصدق بامر صاحبہ، ۶/ ۴۱۷، تحت الحدیث: ۱۴۳۸، ملتقطا۔
2. ...شرح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اجر الخازن والمراۃ اذا تصدقت من بیت زوجھا، ۴/ ۱۱۲، الجزء السابع۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ (پ۴، آل عمران: ۱۱۸) ترجمہ: یعنی کفار کو اپنا مشیر نہ بناؤ۔

اگر مسلمان امین خزانچی میں صدقہ دیتے وقت چار صفتیں جمع ہو جائیں تو مالک کی طرح اسے بھی صدقہ کا ثواب ملے گا: مالِک کے حکم سے صدقہ دے، پورا پورا صدقہ دے، حکم سے کم نہ دے، خوش دلی سے دے جَل کر نہ دے۔ جیسا کہ بعض خازِنوں کی عادت ہے کہ مالِک خیرات کرے اُن کی جان جلے۔ جہاں صدقہ دینے کو کہا گیا ہے وہاں ہی دے، مَصرف نہ بدلے۔ مسجد میں دینے کو کہا ہے تو مسجد میں دے، خانقاہ پر خرچ کرنے کو کہا ہے تو وہاں ہی خرچ کرے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"صِدق" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی شرح سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) صدقہ کے خزانچی یعنی کسی دوسرے شخص کے مال کو اس کی طرف سے صدقہ کرنے والے کو بھی صدقہ کرنے والے مالِک کی مثل ثواب ملتا ہے جبکہ مالِک کے حکم سے صدقہ دے، پورا پورا صدقہ دے، حکم سے کم نہ دے، خوش دلی سے دے، جَل کر نہ دے۔

(2) غلام اور خزانچی اپنے مالک کی اِجازت اور بیوی اپنے شوہر کی اِجازت کے بغیر صدقہ نہیں کر سکتی، بلا اِجازت صدقہ کرنے سے تینوں گنہگار ہوں گے۔

(3) اپنے مالی معاملات میں پڑھے لکھے سمجھدار اور اَہل مسلمان شخص کو ذمہ دار بنانا چاہیے، اِسی طرح دیگر عُہدوں میں بھی کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کو ہی ترجیح دینی چاہیے کہ اُن کے لیے اجر و ثواب کی اُمید ہے کفار کے لیے نہیں کہ ثواب کے لیے اِیمان کی شرط لازم ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۲۸۔

باب نمبر:22

خیر خواہی کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِین اِسلام محبت، بھائی چارہ اور خیر خواہی کا درس دیتا ہے جس میں بنی نوعِ اِنسانیت کی بقاء اور حُسنِ مُعاشَرت ہے، فِطرتاً اِنسان ہمدردی، حوصلہ اَفزائی اور خیر خواہی جیسے جذبات کا متمنی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی اُس کے ساتھ اچھا سلوک اور ہمدردی والا رَویہ اختیار کرتا ہے تو اُس کی محبت دِل میں گھر کر جاتی ہے، وہ بھی اُس کے ساتھ اچھے برتاؤ کی کوشش کرتا ہے نیز باہمی حُسنِ سُلوک، خیر خواہی اور رَواداری بہترین معاشرہ قائم کرنے میں بھی بہت معاوِن ہیں۔ جہاں دِینِ اسلام اپنی اِصلاح کے جذبے کو بیدار کرتا ہے، دیگر لوگوں کو نیکی کی دعوت دینے کی ترغیب دلاتا ہے وہیں اِس بات کا بھی درس دیتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، نرمی و خیر خواہی والا برتاؤ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والوں میں وہ باہمی اُلفت و محبت نہیں جتنی مسلمانوں کے مابین اُلفت و محبت پائی جاتی ہے، اور یقیناً یہ خیر خواہی کا ہی نتیجہ ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی خیر خواہی کے متعلق ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 آیات اور 3 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) تمام مسلمان بھائی ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (پ۲۶، الحجرات: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔

صَدرُ الافاضِل مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی اس آیت کے تحت خزائن العرفان میں فرماتے ہیں کہ ”(تمام مسلمان) آپس میں دینی رابطہ اور اسلامی محبت کے ساتھ مَربوط (جڑے ہوئے) ہیں، یہ رشتہ تمام دُنیوی رشتوں سے قوی تر ہے۔“[1] سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ خود اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے کسی

---

1 ... خزائن العرفان، پ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۰۔

ظالم کے حوالے کرتا ہے۔"[1]

ایک اہم وضاحت:

مُفَسِّرِ شَہِیر، حَکِیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیرِ نور العرفان میں اِس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ یہاں مؤمنوں کو مؤمن کا بھائی فرمایا گیا نہ کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، حضور تو عینِ ایمان ہیں، اُن کی نعلینِ پاک پر ہزاروں ماں باپ قربان، لہٰذا حضور کو بھائی کہنا ہر گز جائز نہیں۔[2]

(2) میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ (پ٨، الاعراف: ٦٢)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا۔

اس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا نوح عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کلام کو ذکر فرمایا ہے۔ **وَ اَنْصَحُ لَكُمْ** کا لغوی معنی ہے: "میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔" علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے آیت مبارکہ کا فقط یہی حصہ ذکر فرمایا ہے۔

نصیحت کی تین علامتیں:

حضرت علامہ شاہ کرمانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "نصیحت کی تین علامات ہیں: (1) مسلمانوں کے مَصائب پر دل میں دُکھی ہو۔ (2) اُن کی خیر خواہی کی کوشش کرے اور (3) اُن کی بہتری کے کاموں کی طرف اُن کی رہنمائی کرے اگرچہ وہ اس کو ناپسند کریں اور اس سے ناواقف ہوں۔"[3]

---

1 . . . بخاری، کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ۔۔۔الخ، ٣٨٩/٤، حدیث: ٦٩٥١۔

2 . . . نور العرفان، پ٢٦، الحجرات، تحت الآیۃ: ١٠۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی النصیحۃ، ٢٦٠/١۔

(3) میں تمہارا خیر خواہ ہوں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴿۶۸﴾ (پ۸، الاعراف: ۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا ھود عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کلام کو ذکر فرمایا ہے۔ تفسیرِ طبری میں ہے: "یعنی تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ معبودانِ باطلہ کو چھوڑ کر صرف اُس کی عبادت کا حکم دینے اور جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں سے تمہارے پاس لے کر آیا ان سب باتوں میں تمہیں اپنی رسالت کی تصدیق کی دعوت دینے میں تمہارا خیر خواہ ہوں، لہٰذا تم میری خیر خواہی قبول کرو۔ بے شک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحی کا امین ہوں اور جو رسالت اس نے مجھے بطورِ امانت دی ہے اس میں امین ہوں، نہ میں اس میں جھوٹ بولتا ہوں نہ اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہوں اور نہ ہی اس میں ردّ و بدل کرتا ہوں بلکہ جس طرح مجھے حکم دیا گیا اور جس چیز کا حکم دیا گیا وہی پہنچاتا ہوں۔"[1]

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "کفار کا حضرت ھود عَلَیْہِ السَّلَام کی جناب میں یہ گستاخانہ کلام کہ "تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں، جھوٹا گمان کرتے ہیں۔" انتہا درجہ کی بے ادبی اور کمینگی تھی اور وہ (کفار) اس بات کے مستحق تھے کہ انہیں سخت ترین جواب دیا جاتا مگر آپ نے اپنے اَخلاق و ادب اور شانِ حلم سے جو جواب دیا اس میں شانِ مقابلہ ہی نہ پیدا ہونے دیا اور نہ ان کی جہالت سے چشم پوشی فرمائی۔ اس سے دنیا کو سبق ملتا ہے کہ سُفَہَاء (یعنی بے وقوف) اور بدخِصال (یعنی بُرے) لوگوں سے اسی طرح مُخَاطَبہ (کلام) کرنا چاہیے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... تفسیر طبری، پ۸، الاعراف، تحت الایۃ: ۶۸، ۵/۵۲۳۔
2. ... تفسیر خزائن العرفان: پ۸، الاعراف: ۶۸، ص ۳۰۰۔

حدیث نمبر:181

دِین خیر خواہی کا نام ہے

عَنْ اَبِیْ رُقَیَّۃَ تَمِیْمِ بْنِ اَوْسٍ اَلدَّارِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا تمیم داری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''دِین خیر خواہی کا نام ہے۔'' ہم نے عرض کی: ''کس کے لئے ؟'' فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے، اُس کی کتاب، اُس کے رسول، ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لئے۔''

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے خیر خواہی:

علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ''دِین کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے خیر خواہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات پہ ایمان رکھنا، اُس سے شرک کی نفی کرنا، اُس کی صفات میں عیب نہ نکالنا، اسے کمال اور بزرگی کی صفات سے متصف کرنا، اسے تمام عیبوں سے پاک ماننا، اس کی فرمانبرداری کرنا، اس کی نافرمانی سے بچنا، اسی کے لیے محبت اور اسی کے لیے دشمنی رکھنا، اس کے فرمانبرداروں سے محبت اور اس کے نافرمانوں سے عداوت رکھنا، جو اس ذاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرے اس سے جہاد کرنا، اس کی نعمتوں کا اِعتراف اور اُن پر شکر بجا لانا، سچے دل سے اِن تمام اُمور کو ماننا، مذکورہ تمام اَوصاف کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، اُن پر اُبھارنا اور تمام لوگوں سے حتی الامکان نرمی کا برتاؤ کرنا۔''

(2) کتابُ اللہ کے لیے خیر خواہی:

دِین کا کتابُ اللہ کے لیے خیر خواہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ ''اِس بات پر ایمان لانا کہ بے شک یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے، اسی کا نازل کردہ ہے، مخلوق میں سے کسی کا کلام اس کے مشابہ نہیں، نہ ہی مخلوق میں سے کوئی اس جیسا کلام لانے پر قادر ہے، کتابُ اللہ کی تعظیم کرنا، کماحقہ اس کی تلاوت کرنا، اسے خوبصورت بنانا، جو کچھ اس میں ہے اس کی تصدیق کرنا، اس کے احکام پر عمل کرنا، اس کے علوم و امثال کو سمجھنا، اس کے

---

[1] . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ، ص ۴۷، حدیث: ۵۵۔

عجائبات میں غور و فکر کرنا، احکام والی آیات پر عمل کرنا، متشابہ آیات پر ایمان رکھنا، اُس کے عموم خصوص ناسخ و منسوخ سے بحث کرنا، اس کے علوم کو پھیلانا اور قرآن اور اُس کی نصیحتوں کی جانب لوگوں کو بلانا۔‘‘

(3) رسولُ اللہ کے لیے خیرخواہی:

دِین کے حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے خیر خواہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ ’’آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کی تصدیق کرنا اور جو کچھ آپ لے کر آئے اُس پر ایمان لانا، جس چیز کا حکم دیں اُس پر عمل کرنا اور جس چیز سے منع کریں اُس سے باز رہنا، حیاتِ ظاہری میں اور اُس کے بعد آپ کی مدد کرنا، آپ کے دشمنوں سے دشمنی اور دوستوں سے دوستی رکھنا، آپ کے حق کا لحاظ رکھنا، آپ کا ادب واحترام اور تعظیم و توقیر بجالانا، آپ کے طریقے و سنت کو زندہ کرنا، آپ کی دعوت اور شریعت کو پھیلانا، آپ کی شریعت سے تہمت کی نفی کرنا، شریعت کے علوم سے فائدہ حاصل کرنا، اُس کے معانی میں گہری سمجھ بوجھ حاصل کرنا، لوگوں کو اُس کی طرف بلانا، اُس کے سیکھنے سکھانے تعظیم و بزرگی میں نرم رویہ اختیار کرنا، اِن علوم کو پڑھتے وقت اُن کے اَدب کا خیال رکھنا، اگر علم نہ ہو تو اُس کے بارے میں کلام کرنے سے رکنا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نسبت کی وجہ سے اہل بیت کا احترام کرنا، آپ کے اَخلاق و آداب کو اپنانا، اَہلِ بیت اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے محبت کرنا، اُن لوگوں سے بُغض رکھنا جو سنت میں کوئی نئی وبُری چیز اِیجاد کریں یا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے کسی ایک صحابی سے بھی اِعراض کریں۔‘‘

(4) ائمہ مسلمین کے لیے خیرخواہی:

دِین کا ائمہ مسلمین کے لیے خیر خواہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ ’’حق پر اُن کی مدد کرنا، حق بات میں اُن کی اطاعت کرنا، اُن کے حکم کو ماننا، نرمی کے ساتھ اُن کو تنبیہ کرنا اور ڈرانا، وہ جس چیز سے غافل ہوں اُس کی انہیں خبر دینا، انہیں مسلمانوں کے وہ حقوق یاد دلانا جن سے وہ بے خبر ہوں، اُن کے خلاف بغاوت نہ کرنا، لوگوں کے دلوں کو اُن کی اطاعت کے لیے نرم کرنا، اُن کے پیچھے نماز پڑھنا، جہاد میں اُن کا ساتھ دینا اور اُن کو صدقات اَدا کرنا۔‘‘ یہ تمام معاملات اُسی صورت میں ہیں جب کہ آئمہ مسلمین یا تو خلفاء ہوں یا قوم کے خیر

خواہ حکمران ہوں۔ ائمہ مسلمین سے مراد علماءِ دِین بھی ہوتے ہیں تو اُن کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ جو وہ بیان کریں اُسے قبول کیا جائے اور اَحکام میں اُن کی تقلید یعنی پیروی کی جائے اور اُن کے ساتھ حسنِ ظن رکھا جائے۔

(5)عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی:

دِین کا عام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ ”دُنیوی واُخروی معاملات میں اُن کی رہنمائی کرنا، اُن کی تکالیف کو دُور کرنا، دِین کے بارے میں جو بات وہ نہیں جانتے اُنہیں سکھانا، قول وفعل سے اُن کی مدد کرنا، اُن کے عیبوں کو چھپانا، اُن کی ضرورت کو پورا کرنا، تکلیف دہ چیز کو اُن سے دُور کرنا، نفع دینے والی چیزوں کو اُن کے قریب کرنا، اِخلاص اور نرمی کے ساتھ اُنہیں بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اُن پر شفقت کرنا، اُن کے بڑوں کی عزت کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، انہیں اچھی نصیحت کرنا، اُن کے ساتھ دھوکہ اور حسد نہ کرنا، بھلائی میں سے جو اپنے لیے پسند کرے وہ ہی اُن کے لیے بھی پسند کرنا اور ناپسندیدہ چیزوں میں سے جو اپنے لیے ناپسند کرے وہ ہی اُن کے لیے بھی ناپسند کرنا۔“[1]

خیر خواہی کے لیے علم ضروری ہے:

شارِحِ حدیث علامہ اِبنِ بَطال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اِس بات کو نقل فرمایا ہے کہ کوئی بھی شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، **کتاب اللہ**، اُس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لئے اُس وقت تک خیر خواہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے آپ سے خیر خواہی اور طلب علم کے لیے کوشش نہ کرے، کیونکہ علم ہی کے ذریعے اُسے معلوم ہوگا کہ کیا چیز اُس کے لیے واجب ہے اور کیا نہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوگا کہ شیطان اُس کا دشمن ہے، اُس سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟ اور نفس کِن بُری باتوں کی طرف مائل ہوتا ہے جن سے بچنا چاہیے۔“[2]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدین النصیحۃ، ۱/ ۳۷-۳۹، الجزء الثانی۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب قول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۱۳۰۔

”نصیحت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دِین خیر خواہی کا ہی نام ہے، بغیر خیر خواہی کے دِین کی حقیقی رُوح کوئی نہیں پا سکتا۔

(2) دِین اسلام وہ پیارا دِین ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کا مبارک درس دیتا ہے۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے خیر خواہی دراصل بندے کی اپنے لیے ہی خیر خواہی ہے کہ جب وہ اَحکاماتِ اِلٰہِیّہ پر عمل کرے گا تو اُسے اُس کے دِینی و دُنیوی فوائد حاصل ہوں گے۔

(4) **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے خیر خواہی یعنی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِتباع کرنا، آپ کا ادب واِحترام اور تعظیم و توقیر کرنا عین اِیمان بلکہ اِیمان کی جان ہے۔

(5) کوئی بھی شخص مسلمانوں کے لئے اُس وقت تک خیر خواہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے آپ سے خیر خواہی اور طلب علم کے لیے کوشش نہ کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حقیقی خیر خواہی عطا فرمائے، کماحقہ اَحکاماتِ اِلٰہِیّہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، **کتابُ اللہ** کا ادب واِحترام اور اُس کی تلاوت کا ذوق وشوق عطا فرمائے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سچی پکی محبت عطا فرمائے، ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے ساتھ بھی حُسنِ سُلوک اور خیر خواہی کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:182

مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی پر بیعت

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَلٰی اِقَامِ الصَّلَاۃِ وَ

اِیْتَاءِ الزَّکَاةِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی۔"

بَیعتِ اَعمال:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ایمان و تقویٰ پر بھی بیعت لیا کرتے تھے اور نیک اعمال پر بھی جسے بیعتِ اَعمال بھی کہتے ہیں۔یعنی اے میرے صحابہ! میری معرفت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے وعدہ کرو کہ ہم نیک اعمال کریں گے اور گناہوں سے بچیں گے۔ بیعت کی بہت سی اقسام ہیں۔"[2]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند اہم باتیں:

شارِحِ حدیث علامہ ابنِ بطال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مذکورہ حدیث کے تحت چند باتیں بیان فرمائی ہیں:

❁ نصیحت یعنی خیر خواہی کا دوسرا نام دِین اور اسلام ہے۔ ❁ دِین کا اِطلاق جس طرح عمل پر ہوتا ہے اُسی طرح قول پر بھی ہوتا ہے۔ ❁ نصیحت یعنی خیر خواہی فرضِ کفایہ ہے، البتہ جو شخص خیر خواہی کرے گا اُسے اُس کا اَجر ملے گا۔ ❁ طاقت کے مطابق نصیحت لازم ہے، نصیحت کرنے والے کو اگر معلوم ہو کہ اُس کی نصیحت کو قبول کیا جائے گا، اُس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا، نیز اسے کسی نقصان پہنچنے کا بھی اندیشہ نہیں ہے تو اب نصیحت کرنا اُس پر لازم ہے اور اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر اختیار ہے۔[3]

سیدنا جریر بن عبد اللہ کی خیر خواہی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث کے راوی حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے

---

1 ... بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحہ، ۱/ ۳۵، حدیث: ۵۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۵۸۔

3 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب قول النبي صلي الله عليه وسلم الدين النصيحة، ۱/ ۱۲۹۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہاتھ پر مسلمانوں کی خیر خواہی کی فقط نیت ہی نہیں کی تھی بلکہ اس کو عملی جامہ بھی پہنایا تھا۔ چنانچہ ایک بار آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے غلام کو ایک گھوڑا خرید کر لانے کا حکم دیا۔اس غلام نے تین سو(300) درہم میں ایک گھوڑے کا سودا کیا اور گھوڑے کے مالک کو ساتھ لے آیا تاکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسے رقم ادا کر دیں۔ جب آپ نے وہ گھوڑا دیکھا تو اس کے مالک سے کہا کہ ”تمہارا گھوڑا تو تین سو(300) درہم سے زیادہ مالیت کا ہے، کیا تم اسے چار سو(400) درہم میں بیچو گے ؟“ مالک نے کہا:”جیسے آپ کی مرضی۔“ پھر آپ نے کہا:”یہ چار سو(300) درہم سے بھی زیادہ مالیت کا ہے۔“یوں آپ اس گھوڑے کی قیمت میں سو(100) سو(100) دِرہم کا اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے وہ گھوڑا آٹھ سو درہم(800) میں خریدا۔ جب آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا:”میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت کی ہے۔“[1]

مسلمانوں کی خیر خواہی کا عظیم جذبہ:

امیر اہلسنت مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اپنے رسالے **”احترام مسلم“** صفحہ ا پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ **ابو عبد اللہ** خَیَّاط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ایک آتش پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار اُجرت میں کھوٹا سکہ دے جاتا۔ آپ اس کو لے لیتے۔ ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹا سکہ نہ لیا، جب حضرت سیدنا شیخ **ابو عبد اللہ** خَیَّاط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ واپس تشریف لائے اور اُن کو معلوم ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے شاگرد سے فرمایا:”تو نے کھوٹا سکہ کیوں نہ لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کھوٹا سکہ ہی دیتا رہا ہے اور میں بھی چپ چاپ لے لیتا ہوں تاکہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے، پہلے کے بزرگوں میں مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ کس

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب العلم، باب بیان ان الدین النصیحۃ، ۱/ ۴۰، الجزء الثانی۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب ریاضۃ النفس وتھذیب الاخلاق، بیان علامات حسن الخلق، ۳/ ۸۷۔

قدر کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا ہوتا تھا۔ کسی انجانے مسلمان بھائی کو اتفاقی نقصان سے بچانے کے لیے بھی اپنا خسارہ گوارا کرلیا جاتا تھا، جبکہ آج تو بھائی اپنے بھائی کو ہی لوٹنے میں مصروف ہے۔ دعوت اسلامی دور اسلاف کی یاد تازہ کرنا چاہتی ہے۔ دعوتِ اسلامی نفرتیں مٹاتی اور محبتوں کے جام پلاتی ہے۔ ہر اسلامی بھائی کو چاہیے کہ وہ اپنا مدنی ذہن بنائے کہ **''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔** اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ'' اپنی اصلاح کے لیے مدنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کے لیے مدنی قافلوں میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ بطفیلِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی برکت سے مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ بیدار ہو گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہمارا معاشرہ ایک بار پھر مدینہ منورہ کے دلکش وخوشگوار، خوشبودار وسدا بہار رنگ برنگے پھولوں سے لدا ہوا حسین گلزار بن جائے گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

طیبہ کے سوا سب باغ پامال وفنا ہوں گے
دیکھو کے چمن والو جب عہدِ خزاں آیا

''ایمان'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس طرح اِیمان وتقویٰ پر بیعت لیا کرتے تھے، اِسی طرح نیک اَعمال پر بھی بیعت لیا کرتے تھے اِسے **بیعتِ اَعمال** کہتے ہیں۔

(2) نصیحت یعنی خیر خواہی کا دوسرا نام دِین اور اسلام ہے۔

(3) نصیحت کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ اگر معلوم ہو کہ سامنے والا میری نصیحت کو قبول کرلے گا اور کسی نقصان کا بھی اندیشہ نہ ہو تو نصیحت کرنا لازم ہے، ورنہ اختیار ہے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان مسلمانوں کے ساتھ بھرپور خیر خواہی کیا کرتے تھے، ہمیں بھی اُن کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ بیدار کرنا چاہیے۔

(5) بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن مسلمانوں کی خیر خواہی اور اُن کو نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنا نقصان بھی برداشت کرلیتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے اندر مسلمانوں کی خیر خواہی کا عظیم جذبہ بیدار کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:183

کامِل مُؤمِن کی عَلامَت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔[1] ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

کامل مؤمن ہونے کی نفی:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "اِس حدیثِ پاک میں کمالِ ایمان کی نفی کی ہے یعنی کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا۔ کسی چیز کے نام کی نفی سے اس کے کامل ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کا مقولہ ہے: "فُلَانٌ لَیْسَ بِاِنْسَانٍ یعنی فلاں شخص اِنسان نہیں ہے۔" مراد یہ ہے کہ وہ کامل انسان نہیں ہے۔"[2]

پسندیدہ چیز سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "اس سے مراد یہ ہے کہ خیر اور نیکی کی جو چیز بھی اپنے لئے پسند کرے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ خیر ایک جامع لفظ ہے جس میں تمام

1 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه مایحب لنفسه، ۱/ ۱۶، حدیث: ۱۳۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۵، تحت الحدیث: ۱۳۔

نیکیاں، دینی اور دنیاوی تمام مُباح یعنی جائز کام شامل ہیں اِس سے ممنوعہ یعنی ناجائز کام نکل گئے۔ "[1]

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا کہ اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے تکلیف دہ چیز اور ناپسندیدہ چیزوں کو دُور کرے جیسا کہ حضرت سیدنا اَحْنَف بِنْ قَیْس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اگر مجھے کسی کی کوئی بھی بات یا فعل ناپسند ہو تو میں بھی کسی اور کے ساتھ وہ بات یا فعل نہیں کرتا۔ "[2]

مسلمان بھائی کی پسند کی وضاحت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: یہ فرمانِ عالی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جامع کلمات سے ہے، اِن چند لفظوں میں دونوں جہاں کی خوبیاں جمع ہیں۔ کوئی شخص مؤمن کامل اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے دینی و دُنیاوی وہ چیز نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں خیر یعنی اچھائی و بھلائی مراد ہے یعنی ہر مسلمان کے لئے دنیا و آخرت کی خیر پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اپنے مسلمان بھائی کے لیے اچھائی و بھلائی کی پسند کا ظہور مختلف طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی کے لئے دولت مندی خیر ہے، کسی کے لئے فقیری خیر، کسی کے لئے خَلْوَت یعنی تنہائی خیر، تو کسی کے لئے جَلْوَت یعنی بِھیڑ خیر۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان فقیر ہو اور اپنے لیے فقیری کو پسند کرتا ہو مگر اپنے بھائی کے لیے دولت مندی کو پسند کرے کہ اُسے دولت مندی ہی پسند ہے تو یہ اِس فرمان کے خلاف نہیں، اِسی طرح اگر کوئی خلوت نشین ہو یعنی تنہائی پسند ہو مگر وہ اپنے بھائی کے لیے جلوت پسند کرے کہ اُسے جلوت ہی پسند ہے تو یہ بھی اِس فرمان کے منافی نہیں وَعَلٰی هٰذَا الْقِیَاس۔ دراصل تمام مسلمانوں میں خیر ہی خیر ہے مگر ہر مسلمان میں اِس کی صورت مختلف ہے جیسا کہ پاور یعنی بجلی ایک ہی ہوتی ہے مگر ہیٹر میں پہنچے تو گرمی دیتی ہے اور فِرج میں پہنچے تو ٹھنڈک۔ [3]

---

1. ... فتح الباری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ۔۔۔الخ، ۲/ ۵۵، تحت الحدیث: ۱۳۔
2. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ۔۔۔الخ، ۱/ ۶۵۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۵۵ ملخصاً۔

خیر خواہی سے متعلق تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے کہ میرے نزدیک بندے کی سب سے پسندیدہ عبادت لوگوں سے خیر خواہی کرنا ہے۔[1] (2) مؤمن اُس وقت تک اپنے دِین (یعنی رحمتِ الٰہی) کی وُسعت میں رہتا ہے جب تک اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی چاہتا ہے اور جب اُس کی خیر خواہی سے الگ ہو جاتا ہے تو اُس سے توفیق کی نعمت چھین لی جاتی ہے۔[2] (3) جو قیامت کے دن پانچ چیزیں لے کر آئے گا، اُسے جنت سے نہ روکا جائے گا: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ (2) اُس کے دِین (3) اُس کی کتاب (4) اُس کے رسول اور (5) مسلمانوں کی جماعت کی خیر خواہی۔[3]

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو اچھی چیز اپنے لیے پسند ہو وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرنا کامل مؤمن ہونے کی علامت ہے۔

(2) خیر خواہی کرنا نہایت ہی پسندیدہ عبادت ہے۔

(3) جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کا خیر خواہ رہتا ہے تب تک رحمتِ الٰہی کی وُسعت میں رہتا ہے۔

(4) اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت محبوب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جو اچھی چیز ہم اپنی ذات کے لیے پسند کریں اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند کریں، ہمیں نیکیاں کرنے، دوسروں کو اُن کی ترغیب دلانے، گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، جزء: ۳، ۱۲۲/۲، حدیث: ۷۱۹۷۔

2 . . . مسند الفردوس، باب اللام الف، حدیث: ۷۷۲۲، ۴۲۹/۲۔

3 . . . کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، جزء: ۳، ۱۲۲/۲، حدیث: ۷۱۹۹۔

باب نمبر:23

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف وَنَهْىٌ عَنِ الْمُنْكَر کا بیان

نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ خالِقِ جن و بَشَر ہے، مالکِ خشک و تر ہے، قادرِ مطلق و بے نیاز ہے، سبب و وسیلے سے بے پرواہ ہے لیکن اُس کی مَشِیَّت ہے کہ اُس نے معاملات کو اَسباب کے ساتھ مُعَلَّق فرمایا ہے۔ انسانوں کی اصلاح کے لیے وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن پھر بھی اُس نے اِس کاروانِ دنیا کو چلانے اور رُشد و ہدایت کی مہک کو پھیلانے کے لیے اپنے پاکباز بندوں یعنی انبیاء و رسول عَلَیْهِمُ السَّلَام کو مبعوث فرمایا۔ اُس کی مَشِیَّت تھی کہ میرے بندے نیکی کی دعوت دیں، بُرائیوں سے منع کریں، اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کریں، میری رضا اور اُمَّت کی اِصلاح کی خاطِر مَصائِب و تکالیف برداشت کریں اور میں اُس کے صلہ میں اُن کے درجات بلند کروں۔ نبی آخر الزماں صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ایسے میں امر بالمعروف یعنی نیکی کی دعوت دینے اور نہی عن المنکر یعنی بُرائی سے منع کرنے کا عظیم فریضہ مسلمانوں کو عطا فرمادیا گیا جسے وہ قیامت تک سَر اَنجام دیتے رہیں گے اور اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر و ثواب کے عظیم خزانے حاصل کر کے سُرخُرو ہوتے رہیں گے۔ ریاض الصّالحین کا یہ باب بھی نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کے بارے میں ہے۔ عَلّامہ نَوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 8 آیات اور 14 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) بھلائی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے والا گروہ

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے۔

اَبُو جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِيْر طَبَرِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی اِس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: "اے

مؤمنو! تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو لوگوں کو خیر یعنی اسلام اور اس شریعت کی طرف بلائے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع کی ہے اور وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دے یعنی انہیں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اُن کے اُس دِین کی پیروی کرنے کا حکم دے جو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے لائے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرے یعنی ہاتھوں اور جسم کے اَعضاء سے جہاد کرتے ہوئے انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کرنے سے اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تکذیب کرنے سے اور جو کچھ آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے لائے ہیں اُسے جھٹلانے سے منع کرے یہاں تک کہ وہ سرِ تسلیم خم کر کے تمہاری اِتباع میں آجائیں: ﴿ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ ﴾ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک یہی لوگ کامیاب ہیں اور اُس کی جنتوں میں باقی رہنے والے اور اُس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہیں۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اِس آیتِ کریمہ میں **اللہ** تعالیٰ نے تین چیزوں کا مکلف فرمایا: بھلائی کی دعوت دینا، اچھی باتوں کا حکم دینا، بُری باتوں سے حتی الامکان روکنا، اور اِن ہی تین چیزوں پر دارَین کی کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے۔“ مزید فرماتے ہیں کہ ”اے مسلمانو! نہ تو تم سب دنیا میں ہی مَشغول ہو جاؤ کہ تبلیغ چھوڑ دو اور نہ ہی دنیا چھوڑ کر مبلغ ہی بن جاؤ بلکہ تم میں ایک ایسی جماعت بھی رہنی ضروری ہے جو زندگی بھر تبلیغ اور دعوتِ خیر کرے، پوری عالم بنے اور اپنا مقصدِ زندگی اِسے بنائے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے، سارے مسلمانوں میں یہ مبلغ علماء کی جماعت بہت ہی کامیاب ہے کہ دنیا میں بھی اِس کی عزت ہو گی اور آخرت میں بھی اِسے عظمت ملے گی۔“[2] اِس آیت کی مزید تفسیر کے لیے باب نمبر 20 کی آیت نمبر 4 ملاحظہ فرمائیں۔

(2) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سبب بہترین اُمّت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

---

1. ... تفسیر طبری، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۳/ ۳۸۵۔
2. ... تفسیر نعیمی، پ ۴، آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۱۰۴، ۴/ ۷۲۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ۴، آل عمران: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُمت کو سب سے بہترین اُمت قرار دیا ہے لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ساتھ ہی اِس بات کی بھی صراحت فرمائی ہے کہ اِس اُمّت کو دیگر اُمتوں پر امتیازی حیثیت حاصل ہونے کی وجہ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔ چنانچہ اِمَام جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حضرت سیدنا مجاہد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”تم لوگوں میں سب سے بہترین امت اس شرط پر ہو کہ تم بھلائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔“ حضرتِ سَیِّدُنا عطیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”تم لوگوں کے لیے سب سے بہترین لوگ ہو اس وجہ سے کہ تم اُن انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے لیے گواہی دو گے کہ جن کی قومیں دعوتِ دِین پہنچانے میں اُن کی تکذیب کر دیں گی۔“[1]

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اے محبوب کی اُمّت، تاقیامت مسلمانو! تم ساری گزشتہ اُمّتوں سے بہتر ہو، تمہیں لوگوں کے بھلے کے لیے پیدا کیا گیا کہ تم ہی قیامت میں انبیائے کرام (عَلَیْہِمُ السَّلَام) کے حق میں گواہی دو گے اور گواہ مدعی کو بڑا پیارا ہوتا ہے تو تم سارے نبیوں کو پیارے ہو، تمہارے ذریعے لوگوں میں تبلیغ ہوگی اور کافر مسلمان ہوں گے، تمہارے ہی ذریعے لوگوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمتیں آئیں گی، تمہاری ہی بقاء سے لوگوں کا بقاء ہو گا، تمہاری شان یہ ہونی چاہیے کہ تم میں سے ہر شخص بقدرِ طاقت دنیا والوں کو بھلائی سکھائے، بتائے اور کرائے اور برائیوں سے بچائے، ہٹائے، تم **اللہ** تعالیٰ پر توکل و ایمان رکھو کہ اگر تبلیغ کے راستے میں تکالیف بھی ہوں تو برداشت کرو۔“[2]

---

1 ... درمنثور، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۲/ ۲۹۴، ۲۹۵ ملتقطا۔

2 ... تفسیر نعیمی، پ۴، آلِ عمران، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۴/ ۹۰۔

(3) بھلائی کا حکم نرمی کے ساتھ دینے کا حکم

ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ(۱۹۹) (پ ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

اِس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو عفو درگزر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **مُبَلِّغِ اَعظم ہیں، اسلام کی دعوت لوگوں تک پہنچانے والے آخری نبی ہیں، اگر آپ دِین اسلام کی دعوت دینے میں سختی کا مظاہرہ فرماتے تو لوگ آپ سے دور ہو کر اسلام سے دور ہو جاتے۔ اسی لیے** **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہترین صفات سے مزین فرمایا اور آپ کو نرمی کرنے کا حکم دیا تاکہ کفار آپ کی صحبت میں آئیں اور آپ کے لطف وکرم سے متاثر ہو کر اسلام قبول کریں۔ عَلَّامَہ اِسْمَاعِیل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ”جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدنا جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا کہ ”عفو اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے؟“ تو جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے نہیں معلوم مگر یہ کہ بارگاہِ رَبُّ العِزَّت میں اس بارے میں سوال کرلوں۔“ پھر جب بارگاہِ رَبُّ الاَنام سے لوٹے تو یوں عرض گزار ہوئے: ”اے محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بے شک آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ آپ کو حکم ارشاد فرماتا ہے کہ جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو تم سے تعلق توڑے تم اُس سے جوڑو، جو تم پر ظلم کرے تم اُسے معاف کرو اور جو تمہارے ساتھ بُرائی کرے تم اس کے ساتھ اِحسان یعنی بھلائی کرو۔“ اِس آیتِ مبارکہ میں عُرف یعنی بھلائی سے مراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا، صلہ رحمی کرنا، زبان کو جھوٹ اوراس جیسی بری خصلتوں سے محفوظ رکھنا، غیر محرموں سے نگاہوں کی حفاظت کرنا اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے بچانا ہے۔“[1]

---

1 ... روح البیان، پ ۹، الاعراف، تحت الایۃ: ۱۹۹، ۳/۲۹۸ ملتقطا۔

اِس آیت مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جو حکم ارشاد فرمایا وہ بالخصوص مبلغین اسلامی بھائیوں کے لیے اور بالعموم ہر ایک مسلمان کے لیے نہایت مفید ہے کہ معاف کرنا اختیار کرو، بھلائی کا حکم دو اور جب تمہارا سامنا ایسے شخص سے ہو جو جہالت کے اندھیروں میں گم ہونے کی وجہ سے تمہاری نصیحت قبول کرنے اور اپنی اِصلاح کرنے کے بجائے تم سے بحث و مباحثہ کرے، تمہیں اذیت پہنچائے یا تم پر تنقید کرے تو ایسے شخص سے اُلجھنے کے بجائے اُس سے اِعراض کرو اور اُس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرو۔ اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں کہ ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو جاہلوں سے اِعراض کرنے کا حکم دینا اِس طور پر ہے کہ وہ مشرکین کے بُرے اخلاق پر صبر کریں اور اُن کے جہالت پر مبنی اَقوال اور کمینگی پر مبنی اَفعال کے جواب میں اُن جیسا طریقہ اختیار نہ فرمائیں۔“[1] (بلکہ اُن سے اِعراض کریں اور در گزر فرمائیں۔)

(4) مسلمان بھلائی کا حکم دیں اور بُرائی سے منع کریں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (پ١٠، التوبة: ٧١)

ترجمۂ کنز الایمان: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی ایک صفت بیان کی ہے کہ یہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں اور دین کے معاملے میں ایک دوسرے کے مُعین و مددگار ہیں اسی لیے یہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ امام جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سَیِّدُنا ضَحَّاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں: ”مؤمنین ومؤمنات اللہ عَزَّوَجَلَّ اوراس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرنے کی اور ہر اس عمل کی دعوت دیتے ہیں جو

[1] ... تفسیر کبیر، پ٩، الاعراف، تحت الآیۃ: ١٩٩، ٥/٤٣٥۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت پر مبنی ہو اور کفر و شرک سے منع کرتے ہیں، پس نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فریضوں میں سے ایک فریضہ ہے جو اس نے مؤمنین پر فرض کر دیا ہے۔ حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب قیامت کا دن ہو گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اَوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا، پھر ایک منادی کو حکم فرمائے گا تو وہ یوں ندا کرے گا: سنو! دنیا میں بھلائی کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ حتی کہ وہ سب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے کھڑے ہونگے۔ پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: کیا تم دنیا میں بھلائی کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تم آخرت میں بھی بھلائی کرنے والے ہو، پس انبیا و رُسل عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جو تمہیں محبوب ہیں اُن کی شفاعت کرو اور انہیں جنت میں داخل کر دو حتی کہ آخرت میں بھی اُن کے ساتھ ایسے ہی بھلائی کرو جیسے دنیا میں تم نے اُن کے ساتھ بھلائی کی۔"[1]

(5) بُرائی سے منع نہ کرنے کا وبال

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

(پ٦، المائدة: ٧٨، ٧٩)

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بُری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی بُرے کام کرتے تھے۔

اِس آیتِ مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل پر لعنت کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنی قوم میں سے کسی کو گناہ کرتا دیکھتے تو اسے اس گناہ سے روکتے نہ تھے جس کی بناء پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے انبیاء

---

1 . . . درمنثور، پ١٠، التوبة، تحت الاية: ٧١، ٤/٢٣٤، ٢٣٦ ملتقطا۔

عَلَیْہِمُ السَّلَام کے ذریعے ان پر لعنت فرمائی۔ جلیل القدر مُفَسِّرِ قرآن علامہ طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی لکھتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”بنی اسرائیل پر ہر زبان میں لعنت کی گئی، حضرتِ سَیِّدُنا موسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں اُن پر تورات میں لعنت کی گئی، حضرتِ سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں اُن پر زبور میں لعنت کی گئی، حضرتِ سَیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانے میں اُن پر انجیل میں لعنت کی گئی اور حضور سرورِ دوعالَم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں اُن پر قرآنِ پاک میں لعنت کی گئی۔“حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے حضور نبی رحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے سختی سے منع کیا اور جب دوسرے دن اسے گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے اس گناہ سے منع نہ کیا بلکہ اس کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے میں مشغول ہو گیا۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے کی طرح کر دیا (یعنی نیک لوگوں کے دلوں کو بھی گناہ گاروں کے دل کی طرح سیاہ کر دیا) اوران پر ان کے نبی حضرتِ سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرتِ سَیِّدُنا عیسٰی بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلَام کی زبانوں سے لعنت کی۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا اور ضرور برائی کرنے والوں کے ہاتھ کو پکڑ لینا اور اسے حق پر عمل کرنے کے لیے مجبور کر دینا ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دلوں کو بھی ایک دوسرے کی طرح کر دے گا اور تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی۔“[1]

(6) ہدایت و گمراہی رب کی طرف سے ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ (پ۱۵، الکھف: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور فرمادو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

1 . . . تفسیر طبری، پ٦، المائدۃ، تحت الآیۃ: ٧٨، ٤/٢٥٦، ٢٥٧ ملتقطاً۔

سرداران کفار کی ایک جماعت نے سید عالَم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کیا کہ ہمیں غرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے، اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لانے سے خلقِ کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔[1]

جلیل القدر مُفَسِّرِ قرآن علامہ طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِس بات کا تذکرہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کے دِل ہماری یاد سے غافل ہیں اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، آپ اُن سے فرما دیجئے: اے لوگو! حق تمہارے رب ہی کی طرف سے ہے اور اسی کی طرف سے نیکی کی توفیق دینا اور چھیننا ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہدایت اور گمراہی ہے، وہ تم میں سے جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے تو وہ ایمان لے آتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت سے گمراہ کر دیتا ہے تو وہ کفر کرتا ہے۔ (رب تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے بغیر) ہدایت و گمراہی دینے کا اختیار میرے پاس نہیں اور نہ ہی تمہاری خواہشات کی وجہ سے ان غریب صحابہ کو دور کرنے کا اختیار ہے جو حق کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اور جو اس نے مجھ پر نازل کیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔ پس اگر تم چاہو تو ایمان لاؤ اور چاہو تو کفر کرو اور بے شک اگر تم کفر کرتے ہو تو تمہارے رب نے تمہارے انکار کے سبب ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی دیواریں تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور اگر تم اس پر ایمان لاتے ہو اور اس کی اطاعت گزاری والے اعمال کرتے ہو تو بیشک تمہارے لیے وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اطاعت گزاروں کے لیے وصف بیان کیا ہے۔“[2]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سردارانِ کفار کو یہ بات کہنے کا حکم ارشاد فرمایا کہ ”حق رب تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔“ اور یہ بھی امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے منع کرنا ہے۔ یہ باب بھی

---

1 ... خزائن العرفان، پ١٥، الکھف، تحت الآیۃ:٢٩۔

2 ... تفسیر طبری، پ ١٥، الکھف، تحت الآیۃ:٨، ٢١٦/٢٩۔

چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ہے اس لیے اسے اس باب میں ذکر کیا گیا۔ وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(7) اسلام کی دعوت اعلانیہ طور پر دو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ (پ ۱۴، الحجر: ۹۴) ترجمۂ کنزالایمان: تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے۔

اَبُوْ مُحَمَّد حُسَیْن بِنْ مَسْعُوْد بَغَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی آپ قرآنِ پاک کے ذریعے حق اور باطل کے درمیان فرق بیان کیجئے۔ اور حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ مسلمان اسلام کی دعوت پوشیدہ طور پر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اصحاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اعلانیہ طور پر اسلام کی دعوت دینے کے لیے نکلے۔[1] حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حکم دیا کہ تم اپنی قوم کو اور جن کی طرف تمہیں مبعوث کیا گیا ہے اُن تمام کو اپنی رسالت کا پیغام پہنچا دو۔"[2]

(8) برائی سے منع کرنے کی برکت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَ اَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۭ بَئِیۡسٍۭ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: ہم نے بچا لیے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو بُرے عذاب میں پکڑا بدلہ ان کی نافرمانی کا۔

مذکورہ آیت میں اس بات کا بیان ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل پر ہفتے کے دن شکار کرنا حرام کر دیا تو انہوں نے اس حکمِ رَبّانی کی مخالفت کی جس کی وجہ سے اُن پر عذاب نازل ہوا لیکن بنی اسرائیل

---

1 . . . تفسیر بغوی، پ ۱۴، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۴، ۳/ ۴۸۔

2 . . . درمنثور، پ ۱۴، الحجر، تحت الآیۃ: ۹۴، ۵/ ۹۹۔

میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اُنہیں اس فعل سے منع کرتے اور اُن کی مخالفت کرتے تھے۔ جب عذابِ الٰہی نازل ہوا تو یہ لوگ **نَھِیٌ عَنِ الْمُنْکَر** یعنی بُرائی سے منع کرنے کی برکت سے محفوظ رہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی سے منع کرنے والوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحم فرماتا ہے اور انہیں دنیا میں بھی اپنے عذاب سے امان عطا فرماتا ہے۔'' چنانچہ **مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل پر ہفتے کے دن شکار سخت حرام تھا، مگر ربّ کی طرف سے ان کا امتحان یہ ہوا کہ ہفتے کے دن مچھلیاں بہت زیادہ سمندر میں نمودار ہوتی تھیں، سطح سمندر مچھلیوں کے منہ سے سیاہ ہو جاتی تھیں، پھر جہاں ہفتہ گزرا کہ مچھلیاں غائب ہو گئیں۔ عرصے تک تو یہ لوگ صبر کیے رہے، پھر ان میں سے ایک آدمی نے ہفتے کے دن ایک مچھلی پکڑ کر اس کے منہ میں مضبوط دھاگہ باندھا اور اسے سمندر میں چھوڑ دیا۔ مگر دھاگے کا دوسرا کنارہ سمندر کے کنارے پر ایک کیل سے باندھ دیا جس سے وہ مچھلی دوبارہ نہ بھاگ سکی۔ پھر اسی دھاگے کے ذریعے اتوار کے دن اسے پکڑ لیا اور غور کیا کہ ہمارے اس کام پر عذاب آتا ہے یا نہیں۔ عذاب کوئی نہ آیا تو اگلے ہفتے دو مچھلیاں اسی طرح شکار کیں، پھر بھی عذاب نہ آیا۔ جب انہیں عذاب نہ آنے کا یقین ہو گیا تو عام طور پر لوگ اسی دھاگہ کے ذریعے شکار کرنے لگے اور مچھلی کی تجارت خوب چمک گئی۔ پھر انہوں نے خیال کیا کہ دھاگہ سے شکار کرنے میں دشواری ہوتی ہے تو سمندر کے قریب بڑے بڑے حوض کھودے اور ان کے ذریعے شکار کرنے لگے۔ ان شکاریوں کی تعداد میں بڑا اختلاف ہے، قوی یہ ہے کہ ستر ہزار تھے۔ بستی والے تین گروہ بن گئے، دوسرے دو گروہ یعنی سَاکِتِیْن (خاموش رہنے والے) اور نَاصِحِیْن (مچھلی کے شکار سے منع کرنے والے) ان شکاریوں کے محلے سے چلے گئے۔ علیحدہ اپنے محلے بنائے، بیچ میں دیوار کھینچ لی۔ ایک دن ان لوگوں نے دیکھا کہ دیوار کے پیچھے سے (شکار کرنے والے گروہ میں سے) نہ تو کوئی نکلا، نہ ان کے محلے میں کچھ کاروبار ہو رہا ہے، نہ چہل پہل ہے اور نہ کسی کی آواز۔ تب یہ دونوں جماعتیں دیوار پر چڑھیں، دیکھا کہ اس طرف نرے بندر بھرے پڑے ہیں، جو چوطرفہ (چاروں طرف) دوڑتے پھرتے ہیں، انہیں دیکھ کر وہ ان کے پاس دم ہلاتے آنسو بہاتے آئے، ان لوگوں نے کہا کہ بولو ہم تم کو منع کرتے تھے، تم سے بیزار تھے مگر تم نے ہماری ایک نہ مانی۔ یہ بندر سمجھتے جانتے پہچانتے تھے مگر منہ سے کچھ نہ بول سکتے تھے۔ آخر کار تین دن کے

بعد ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ واقعہ حضرت سیدنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کے زمانہ میں ہوا۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:184 **بُرائی کو اپنی اِستِطَاعَت کے مطابق روکو**

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ”تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل ہی میں بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

بُرائی کسے کہتے ہیں؟

”بُرائی سے مراد ہر وہ بات ہے جس کی شریعت نے مذمت بیان کی ہو، اسے حرام ٹھہرایا ہو اور اسے ناپسند کیا ہو۔ برائی سے کبھی قول کے ذریعے منع کیا جاتا ہے جیسے شراب نوشی سے منع کرنا۔ کبھی صرف فعل کے ذریعے جیسے شراب کو بہا دینا۔ جب بُرائی سے قول کے ذریعے منع کیا جائے تو اسے **نَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَر** (یعنی برائی سے منع کرنا) کہتے ہیں اور جب فعل کے ذریعے منع کیا جائے تو اس کو **تَغْیِیْرٌ لِلْمُنْکَر** (یعنی برائی کو بدلنا) کہتے ہیں۔“[3]

برائی کو روکنا کس پر لازم ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”تم میں سے جو برائی دیکھے یعنی اسے

1 ... تفسیر نعیمی، پ۹، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۶۵، ۹/ ۲۹۵۔

2 ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر۔۔۔الخ، ص ۴۴، حدیث: ۴۹۔

3 ... شعب الإیمان للصاغرجی، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ۴/ ۱۹۲۔

کسی برائی کے بارے میں علم ہوجائے تو اُس برائی کو روکے، کیونکہ نہی عن المنکر کے واجب ہونے کے لئے آنکھوں سے دیکھنا شرط نہیں بلکہ برائی سے منع کرنے کا دارومدار علم پر ہے۔ اب چاہے آنکھوں سے وہ برائی ہوتے ہوئے دیکھے یا نہ دیکھے۔ نیز حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ارشاد ”تم میں سے جو برا کام دیکھے۔“ سے مراد مُکَلَّف اور قدرت رکھنے والے مسلمان ہیں اور عمومی طور پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ خطاب ساری اُمَّت کے لیے ہے، حاضرین کے لئے بِالْمُشَافَہ اور غائبین کے لیے بِالتَّبَع۔“[1]

برائی کو ہاتھ سے روکنے کا طریقہ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جو کوئی ایسا کام ہوتے ہوئے دیکھے جس سے شریعت نے منع کیا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے۔ اس طور پر کہ اس شخص کو اس فعل سے منع کرے، اس گناہ کے آلات کو توڑ دے، شراب وغیرہ کو بہا کر ضائع کر دے اور اگر وہ چھینی ہوئی چیز ہے تو اس کے مالک تک پہنچا دے۔“[2]

برائی کو زبان سے روکنے کا طریقہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگر اپنی جان کو ضرر پہنچنے یا مال چھن جانے کے خدشے کی وجہ سے برائی کو ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اُسے روکے جس کے رک جانے کی امید ہو۔ روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے زور سے آواز دے، ڈانٹ ڈپٹ کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف دلائے، اس کے عذاب سے ڈرائے، الغرض نرمی اور سختی میں سے جو مفید ہو اس پر عمل کرے۔“[3]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”برائی کو زبان سے اس طرح روکے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس گناہ پر جو وعیدیں نازل فرمائی ہیں انہیں بیان کرے اور برائی کرنے والے کو اعمالِ بد کے نتائج سے باخبر کرے، گناہوں کے انجام سے ڈرائے اور نصیحت کرے۔“[4]

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ١/٢٦٦، ٢٦٧، تحت الحدیث ١٨٥۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب الامر بالمعروف، ٨/٨٢١، تحت الحدیث: ٥١٣٧۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ١/٢٦٧، تحت الحدیث ١٨٥۔

4 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب الامر بالمعروف، ٨/٨٢١، تحت الحدیث: ٥١٣٧۔

گناہ کو دل میں بُرا جاننے کا طریقہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”دل میں بُرا جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ناپسند کرے اور اس بات کا پختہ عزم کرے کہ جب کبھی ہاتھ یا زبان سے اس برائی کو ختم کرنے پر قدرت حاصل ہوگی تو ضرور اس گناہ کو ختم کروں گا۔ کیونکہ گناہ سے نفرت کرنا واجب ہے اور گناہ پر رضا مند رہنا ایسا ہے جیسے گناہ کرنے والے کے ساتھ گناہ میں شریک ہونا۔ نیز اس حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دل میں برائی کے لئے نفرت نہ ہونا دل سے ایمان نکل جانے کی دلیل ہے۔ (کیونکہ برائی کو فقط دل میں برا جاننا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے، تو دل میں نفرت نہ ہونا ایمان نکل جانے کی دلیل ہوئی۔) حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”ہلاک ہو گیا وہ شخص جو اپنے دل میں نیکی اور بُرائی کی معرفت نہیں رکھتا۔“[1]

نیکی کی دعوت ترک کرنے کی صورت:

علامہ ابو بکر بن علی رازی جَصَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جب کوئی بُرائی کو ہاتھ اور زبان سے مِٹا نہ سکے تو اُس وقت اُس پر لازم ہے کہ اُس بُرائی کو دل میں بُرا جانے اور اب اُس کے لیے خاموشی اختیار کرنا جائز ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (پ۷، المائدۃ: ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے منع کرو اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو تم اپنی جان کی فکر کرو۔“ اسی طرح حضرتِ سَیِّدُنا ابو ثَعْلَبَہ خُشَنِی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان کیا ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو حتی کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے، خواہش کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۶۸، تحت الحدیث: ۱۸۵ ملتقطاً۔

ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اتر رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔" اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قبول نہ کریں اور اپنی خواہشات وآراء کی اتباع کریں تو پھر تمہارے لیے اُن کو چھوڑنے کی گنجائش ہے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دو اور اس صورت میں تمہارے لیے بالقول نہی عن المنکر کو ترک کرنا مباح ہے۔"[1]

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: "امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں: (1) اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بُری بات سے باز آئیں گے، تو امر بالمعروف واجب ہے اس کا باز رہنا جائز نہیں اور (2) اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور (3) اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کرسکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہو گا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور (4) اگر معلوم ہے کہ وہ اگر اسے ماریں گے تو صبر کرلے گا تو ان لوگوں کو برے کام سے منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہے اور (5) اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل یہ ہے کہ امر کرے۔"[2]

اپنے منصب کے مطابق نیکی کی دعوت دو:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "بُرائی کو بدلنے کے لیے ہر طبقے کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری سونپی گئی کیونکہ اسلام میں کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ اربابِ اقتدار، اساتذہ، والدین وغیرہ جو اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کرسکتے ہیں وہ قانون پر سختی سے عمل کرا کے اور مخالفت کی صورت میں سزا دے کر برائی کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔ مبلغین اسلام، علماء ومشائخ، ادیب وصحافی اور دیگر ذرائع اَبلاغ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے سبھی لوگ اپنی تقریروں تحریروں بلکہ شُعَراء اپنی نظموں کے ذریعے بُرائی کا قلع قمع کریں

---

1 ... احکام القران للجصاص، سورۃ ال عمران، باب فرض الامر بالمعروف ونھی عن المنکر، ۲/ ۴۱۔

2 ... بہار شریعت، حصہ ۱۶، ۳/ ۶۱۵۔

اور نیکی کو فروغ دیں۔ بلسانہ (زبان سے روکنے) کے تحت یہ تمام صورتیں آتی ہیں۔ اور عام مسلمان جسے اقتدار کی کوئی صورت بھی حاصل نہیں اور نہ ہی وہ تحریر و تقریر کے ذریعے برائی کا خاتمہ کر سکتا ہے وہ دل سے اس برائی کو برا سمجھے، اگرچہ یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے۔ کیونکہ کوشش کر کے زبان سے روکنا چاہیے لیکن دل سے جب برا سمجھے گا تو یقیناً خود برائی کے قریب نہیں جائے گا اور اس طرح معاشرے کے بے شمار افراد خود بخود راہ راست پر آجائیں گے۔ حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو آدمی برائی کو دل سے بھی برا نہ جانے اسے اپنے آپ کو مؤمنین میں شمار کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ دل سے برا سمجھنے میں تو کسی کا ڈر نہیں، پھر بھی برا نہیں سمجھتا تو معلوم ہوا وہ اس پر راضی ہے۔"[1]

بُرائی سے منع نہ کرنے پر دو وعیدیں:

(1) حضرتِ سیِّدُنا حُذَیفہ بِن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کی دعوت دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا (اگر تم نے ایسا نہ کیا تو) قریب ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے، پھر تم اس سے دعا مانگتے رہو گے لیکن قبول نہ ہو گی۔"[2] (2) حضرتِ سیِّدُنا جریر بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک، صاحبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جس قوم میں گناہ ہوتے ہوں اور وہاں ایسے لوگ موجود ہوں جو انہیں بدلنے پر قادر ہوں اور پھر بھی نہ بدلیں تو اُن کی موت سے پہلے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔"[3]

"بھلائی" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۰۳ مکتبہ اسلامیہ۔

2 ... ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف۔۔۔الخ، ۴/ ۶۹، حدیث: ۲۱۷۶۔

3 ... ابوداود، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/ ۱۶۴، حدیث: ۴۳۳۹۔

(1) کسی بھی بُرائی کو دیکھ کر اُسے جس طرح ممکن ہو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(2) سب سے پہلے آدمی اپنے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے، ورنہ زبان سے روکے اور اگر زبان سے بھی روکنے پر قدرت نہ ہو تو پھر دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔

(3) زبان سے روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ گناہ کرنے والے سے کہے کہ فلاں گناہ سے باز آجا، مثلاً شراب پینے والے سے کہے کہ تو شراب نہ پی یا شراب پینے سے باز آجا، یا اسے گناہ سے متعلق وعید اور نقصان سے آگاہ کرے۔

(4) برائی کو دل میں برا جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً وہ خود اس گناہ یا برائی سے باز رہنے کا ارادہ کرے اور پھر یہ ذہن بنائے کہ جب بھی اس برائی کو ہاتھ یا زبان سے روکنے پر قدرت حاصل ہوئی تو اسے ضرور روکوں گا، نیز اس برائی کی اپنے دل میں نفرت پیدا کرے۔

(5) کسی کو گناہ سے روکنے کے لیے اس کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس پر اسے استطاعت ہو۔

(6) دل میں برائی سے نفرت کرنا ایمان کا کمزور درجہ ہے، تو جس کے دل میں نفرت نہیں گویا وہ ایمان کے کمزور درجے سے بھی محروم ہے، اسی وجہ سے فرمایا گیا کہ دل میں گناہ کی نفرت نہ ہونا دل سے ایمان نکل جانے کی علامت ہے، لہذا برائی کو کم از کم دل میں برا ضرور جاننا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم دینے و نہی عن المنکر یعنی برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی استطاعت کے مطابق بُرائیوں کا خاتمہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:185

ہاتھ، زبان اور دِل سے جِہاد کرو

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللہُ فِیْ اُمَّۃٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہُ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّہَا تَخْلُفُ مِنْ

بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا عبدُاللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی اس کی اُمَّت میں مبعوث فرمایا، اس کے اس اُمَّت میں سے ایسے حواری (یعنی مددگار) اور رفیق ہوئے، جو اس نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے طریقے پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی اِتباع کرتے۔ پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئے جو ایسی بات کہتے جس پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا۔ پس جس شخص نے ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے، جس نے اُن کے ساتھ زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے اور جس نے اُن کے ساتھ دل سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے۔ اور اس سے نیچے رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔''

انبیائے کرام اور اُن کے حواری:

(1) مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''ظاہر یہ ہے کہ یہاں شریعت اور تبلیغ والے نبی مراد ہیں جن کی باقاعدہ اُمَّت تھیں اور یہ اصحاب حواریوں کے علاوہ جماعت ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر صاحبِ شریعت پیغمبر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عام صحابہ بھی بخشے اور خاص صاحبِ اسرار بھی۔ ایسے ہی ہمارے حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں، جن میں بعض خاص صاحبِ اَسرار ہیں، جیسے خلفائے راشدین وغیرہم۔''[2]

(2) عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''حواری اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے طریقے پر عمل کرتے یعنی اس کی دی ہوئی ہدایت وسیرت پر چلتے ہیں، اس کے حکم کی اِتباع کرتے یعنی جن باتوں کا وہ حکم دیتا ہے اس پر عمل کرتے اور جن سے منع کرتا ہے ان سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔''[3]

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان۔۔۔ الخ، ص ۴۴، حدیث: ۵۰۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۱/۱۵۹۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/۳۹۳، تحت الحدیث: ۱۵۷۔

(3) مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ”پھر ان کے بعد کچھ ایسے لوگ آئے۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی ان صحابہ کے بعد بد عقیدہ اور بد عمل لوگ پیدا ہوتے تھے، ایسے ہی میرے صحابہ کے بعد بھی ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے فضل سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ بد عملی اور بد عقیدگی سے پاک رہے۔“[1]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تین طریقے:

اس مذکورہ حدیثِ پاک میں دراصل امر بالمعروف یعنی نیکی کی دعوت دینے اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے منع کرنے کے تین طریقوں کو بیان فرمایا اسے جہاد سے موسوم فرمایا گیا ہے، نیز اس کے عامل کو مؤمن فرمایا گیا ہے۔ شیخ عبدُ الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو شخص اپنے ہاتھ سے ان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور ان کے ظلم و فساد کو دَرہم برہم کر دیتا اور بدل کر رکھ دیتا ہے وہ کامل مؤمن ہے اور جو اپنی زبان کے ساتھ ان سے جہاد کرتا ہے کہ انہیں منع کرتا، بُرا بھلا کہتا اور زبان سے انہیں نصیحت کرتا ہے تو وہ بھی مؤمن ہے، ایمانِ کامل سے اسے بھی حصہ ملتا ہے اور جو شخص اپنے دل سے ان کے ساتھ جہاد کرتا ہے کہ دل سے انہیں بُرا جانتا ہے اور ان کے افعال و حالات کے مشاہدہ سے غم و الم اور دل میں اضطراب و بے چینی محسوس کرتا ہے وہ بھی مؤمن ہے، اگرچہ بالکل نچلے درجے کا مؤمن ہے اور اس نچلے درجے کے بعد ایمان کی مقدار رائی کا ایک دانہ بھی نہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ (دل میں برا جاننا) ایمان کے مَراتِب میں سب سے نچلا درجہ ہے۔“[2]

تین جماعتیں تین طرح اصلاح کریں:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بد عقیدہ اور بد عمل لوگوں کی اصلاح تین جماعتیں تین طرح کریں: حُکَّام طاقت سے کہ مجرموں کو سزائیں

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۱۵۹۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/۱۴۵۔

دیں۔ اہلِ علم زبان سے کہ انہیں وعظ کریں۔ عوام مؤمن دل سے کہ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں۔ تا قیامت یہ احکام جاری رہیں۔ جو انہیں دل سے برا بھی نہ جانے ان کے عقیدوں سے راضی ہو وہ انہیں کی طرح بے ایمان ہے۔ اسی لیے علماء پر فرض ہے کہ اپنی زبان اور قلم سے مسلمانوں کو بے دینوں سے نفرت دلائیں، ان کے عقائد بتائیں اور تردید کریں۔''[1]

ایمان کے تین مَراتِب:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''یہاں ایمان کے تین مرتبے بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا ایمان کے کامل ہونے پر اور آخری ایمان کے ناقص (کم) ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نیز ایمان کے یہ ہی تین درجے ہیں، اگر کوئی شخص ان تین درجوں میں سے کسی میں بھی نہ ہو یعنی وہ ہاتھ یا زبان سے برائی کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس برائی کو دل میں بھی برا نہیں جانتا تو وہ ایمان کے دائرے سے نکل گیا اور ان لوگوں میں داخل ہو گیا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال جانتے ہیں اور اُس کے اَحکامات کو باطل اِعتقاد کرتے ہیں۔''[2] مُفَسِّرشہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''خیال رہے کہ ضعیف ایمان کو رائی کے دانے سے مثال دینا بیانِ کیفیت کے لیے ہے، نہ کہ بیان مقدار کے لیے، کیونکہ ایمان باعتبار مقدار کم زیادہ نہیں ہوتا، ہر مؤمن پورا مسلمان ہے آدھا اور چوتھائی مسلمان نہیں۔''[3]

''حواری'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۱۵۹۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ۱/۳۹۴، تحت الحدیث: ۱۵۷ ملخصاً۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۱۵۹۔

(1) برائی کو ہاتھ سے روکنا ایمان کے قوی ہونے کی دلیل ہے اور برائی دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا اور فقط دل میں برا جاننا ایمان کے کمزور ہونے کی علامت ہے۔

(2) ہر انسان کے لیے اس کی طاقت کے مطابق بُرائی کو دور کرنا ضروری ہے اور ہر شخص سے اس کے بارے میں سوال ہو گا۔

(3) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بد عقیدگی اور بد عملی سے پاک وصاف ہیں۔

(4) نیک لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔

(5) جیسے جیسے زمانہ گزرتا ہے نئے آنے والے لوگ گزشتہ لوگوں سے نیک اعمال میں پیچھے اور برائیوں میں آگے ہوتے جاتے ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر طرح سے برائیوں کے خلاف جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں کی اتباع کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے اور نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:186

نیکی کی دعوت پر مُشْتَمِل اُمور پر بیعت

عَنْ اَبِی الْوَلِیْدِ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْہِ بُرْھَانٌ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔ [1]

---

1 ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء۔۔۔ الخ، ص ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، حدیث: ۱۷۰۹۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ولید عُبَادَہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ ہم نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خوشی، ناخوشی، تنگی، خوشحالی اور ہم پر (دوسروں کو) ترجیح دیئے جانے کی حالت میں (سلطان کی) بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر بیعت کی اور اس بات پر بیعت کی کہ ہم اقتدار کے معاملے میں اقتدار کے اہل لوگوں سے جھگڑا نہیں کریں گے۔" اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ہاں مگر اس صورت میں کہ تم ان میں ایسا واضح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے واضح دلیل ہو۔" (تو انکی مخالفت کرو) "اور ہم نے اس بات پر بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔"

بیعت کے پانچ نِکات:

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دست مبارک پر پانچ اُمور پر بیعت کی: (1) وہ تنگی و فراخی کی حالت میں حاکم کی اطاعت کریں گے۔ (2) خوشی ناخوشی میں حاکم کی اطاعت کریں گے۔ (3) دوسروں کو ترجیح دیئے جانے کی صورت میں حاکم کی اطاعت کریں گے۔ (4) اہل اقتدار کے معاملات میں اُن سے جھگڑا نہیں کریں گے جب تک کہ اُن سے واضح کفر نہ دیکھ لیں۔ (5) ہم ہر حال میں کلمۂ حق بلند کریں گے اور دِین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔

حاکم کی اطاعت کرنے کا سبب اور حکمت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حضرتِ سَیِّدُنا عُبادَہ بن صامِت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے تنگی و فراخی کی حالت میں حاکم کی بات سننے اور اُس کی اطاعت کرنے پر بیعت کی اور اُن معاملات میں اِطاعت کرنے پر بیعت کی جو ہمارے نفس پر شاق ہوں اور ہمارا نفس اُسے ناپسند کرے تو جب تک وہ گناہ کی حد تک نہ پہنچ جائیں اس وقت تک ہم ان کی اطاعت کریں گے۔ پس اگر اُمراء کے حکم معصیت یعنی گناہ پر مبنی ہوں تو ہم اس میں نہ ان کی بات سنیں گے اور نہ ہی ان کی اطاعت

کریں گے کہ حدیثِ پاک میں ہے: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔'' اور ان تمام امور میں حاکم کی اطاعت کرنے کی وجہ مسلمانوں کے کلمہ کا ایک ہونا ہے اور اس معاملے میں اختلاف کرنا دِین میں فساد پیدا ہونے کا سبب ہے۔''[1]

دوسروں پر ترجیح کی صورت میں بھی اطاعت:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اگر حُکَّام دنیاوی اُمور میں دوسروں کو تم پر ترجیح دیں اور اُن کو اُمورِ دنیا کے ساتھ مختص کریں اور تمہارے حقوق تمہیں نہ دیں تو تم ان کی نافرمانی نہ کرو، ان کی بات سنو اور جمیع اَحوال میں اُن کی اطاعت کرو کیونکہ حکام کے حکم کی خلاف ورزی مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی احوال میں فساد پیدا ہونے کا سبب ہے۔ حدیثِ پاک کا مفہوم ہے کہ: ''اگر تمہارا امیر کمزور نسب حبشی غلام ہو حتی کہ اس کے ناک کان بھی کٹے ہوئے ہوں، تب بھی تم پر اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔''[2]

اہل اقتدار سے جنگ نہ کرنا:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس بات پر بیعت کی کہ اقتدار جن لوگوں کے سپرد کیا جائے گا ان سے جنگ نہیں کریں گے، ان کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے، ان کے خلاف دنیا کے اموراور سلطنت کے احکام میں نہ کچھ کہیں گے اور نہ کریں گے لیکن جہاں تک احکامِ دِین اور شریعت کے حق کا تعلق ہے تو اس معاملے میں ہم خاموشی اختیار نہیں کریں گے اور نہ ہی چاپلوسی سے کام لیں گے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا کہ اقتدار کے سلسلہ میں نہیں جھگڑو گے جب تک تم ایسا کھلا ہوا کفر نہ دیکھ لو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے روشن دلیل ہو یعنی قرانِ پاک کی آیت اورآپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۷۱، تحت الحدیث: ۱۸۷۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء۔۔۔الخ، ۶/۲۲۵، الجزء الثانی عشر۔

وَسَلَّم کی سنت جس میں تاویل نہ کی جاسکے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم فسق اور ظلم کی بنا پر معزول نہیں ہوتا، اگر بغیر فتنہ وفساد کے اسے معزول کرنا ممکن نہ ہو تو اسے معزول نہیں کرنا چاہیے اور اگر فساد کے بغیر ممکن ہو تو اسے معزول کرنا اولیٰ اور زیادہ بہتر ہے۔"[1]

کفر کی صورت میں اہل اقتدار کی اطاعت نہ کرنا:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہاں کفر سے مراد معاصی (یعنی گناہ) ہیں۔ حدیث پاک کا معنیٰ یہ ہے کہ جو حکام تمہارے امور کے والی ہیں ان کی ولایت میں ان سے جھگڑا نہ کرو اور نہ ہی ان پر کوئی اعتراض کرو، ہاں اگر تم ان سے ایسا کھلا کفر دیکھو جس کے بارے میں تمہیں یقینی ہو کہ یہ قواعد اسلام کے خلاف ہے تو تم اس کا انکار کرو اور جہاں کہیں بھی ہو حق بات کہو۔"[2]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "یعنی کسی دنیاوی معاملہ میں اگر تمہاری رائے یہ ہو کہ اس میں تمہارا حق ہے تو تم اس رائے پر عمل نہیں کرو گے بلکہ حاکم کی بات سنو گے اور اس سے بغاوت کیے بغیر اس کی اطاعت کرو گے۔ البتہ اگر تم ان سے ایسی بری بات دیکھو جو قَوَاعِدِ اِسلَامِیَّہ کے خلاف ہو تو ایسی صورت میں تمہارے لیے ان سے نزاع یعنی جھگڑا کرنا جائز ہے اور تم پر ان کی اطاعت لازم نہیں۔"[3]

کافِر اور فاسِق کی خلافت کا حکم:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: "تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر حاکم کافر ہو جائے (**نَعُوْذُ بِاللہ**) تو وہ خلافت سے معزول کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس نے نماز قائم کرنا ترک کر دی یا کسی بدعت کو اختیار کر لیا تو بھی وہ معزول ہو جائے گا۔ نیز اگر خلیفہ کافر ہو جائے یا شریعت کو تبدیل کرے یا کسی بدعت کا ارتکاب کرے تو اس کی ولایت اور اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے خلاف کھڑے ہو جائیں

---

1. . . اشعۃ اللمعات، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ۳/۳۱۱ ملخصاً۔
2. . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء۔۔۔الخ، ۶/۲۲۹، الجزء الثانی عشر۔
3. . . عمدۃ القاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سترون۔۔الخ، ۱۶/۳۳۱، تحت الحدیث: ۷۰۵۲۔

اور اسے منصب سے ہٹا کر کسی دوسرے عادل شخص کو امام یا ولی مقرر کریں اور اگر ان سے یہ ممکن نہ ہو تو جس جماعت سے یہ ممکن ہو وہ اسے منصب سے ہٹانے کی جدوجہد کرے۔ بہر حال کافر کو معزول کرنا مطلقاً واجب ہے اور بدعتی کو ہٹانا اس وقت واجب ہے کہ جب اس پر غلبے کا یقین ہو اور اگر بدعتی پر قدرت نہ ہو اور اس پر غلبہ حاصل کرنے کا عجز متحقق ہو جائے تو اس کے خلاف خروج کرنا واجب نہیں اور ایسی حالت میں مسلمانوں کو چاہیے کہ اس جگہ سے دوسری جگہ کی طرف ہجرت کرلیں اور اپنے دِین کو بچائیں۔ نیز فاسق کو ابتداً خلیفہ بنانا جائز نہیں اور اگر خلیفہ بعد میں فاسق ہو جائے تو جُمہور اَہلسنّت، فُقَہا اور مُحَدِّثین نے یہ کہا ہے کہ ظلم، فِسق اور لوگوں کے حقوق ضبط کرنے سے خلیفہ معزول نہیں ہوتا اور اس کی بیعت توڑنا جائز نہیں اور نہ اس کے خلاف خُروج اور جنگ کرنا جائز ہے۔ البتہ اسے وعظ و نصیحت کرنا اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرانا چاہیے اور خلافِ شرع اُمور میں اس کی اطاعت ترک کرنی چاہیے۔"[1]

جہاں بھی ہو حق بات کہو:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس بات پر بھی بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں گے یعنی کسی بھی جگہ پر ہوں اور کسی بھی زمانے میں ہوں بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور دین کے معاملے میں نہ کسی کی خوشامد کریں گے، نہ کسی سے ڈریں گے اور نہ ہی کسی کے اقتدار کا لحاظ رکھیں گے۔ پس اس حدیثِ پاک میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کرنے کا حکم ہے۔"[2]

"طیبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 ... اکمال المعلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء...الخ، ۶/۲۴۶، تحت الحدیث: ۱۷۰۹۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۷۲، تحت الحدیث: ۱۸۷۔

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے مختلف نیک اُمور کی انجام دہی پر بھی بیعت فرمایا کرتے تھے۔

(2) تنگی وفراخی، خوشی وغمی ہر حال میں حاکمِ اسلام کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

(3) حاکم ایسے شخص کو بنانا چاہیے کہ جو عادل ہو، علمِ دِین کی صفت سے آراستہ ہو اور خوفِ خدا رکھنے والا ہو کیونکہ ایسا شخص لوگوں کے حقوق کا خیال رکھے گا۔

(4) جہاں بھی ہوں حق بات کہیں، نیکی کی دعوت دیتے رہیں اور برائی سے منع کرتے رہیں، دِین کے معاملے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کی قطعاً پرواہ نہ کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر حال میں حاکمِ اسلام کی اطاعت کرنے اور اس کے حکم کی بجا آوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، عادِل ومُنصِف حکمران عطا فرمائے، ظالِم وجابِر حکمرانوں سے محفوظ فرمائے، نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:187

بُرائی کو نہ روکنے والے لوگوں کی مثال

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ، وَالْوَاقِعِ فِیْہَا کَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَہَمُوْا عَلٰی سَفِیْنَۃٍ، فَصَارَ بَعْضُہُمْ اَعْلَاہَا وَبَعْضُہُمْ اَسْفَلَہَا، فَکَانَ الَّذِیْنَ فِیْ اَسْفَلِہَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقَہُمْ، فَقَالُوْا: لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِیْ نَصِیْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَاِنْ تَرَکُوْہُمْ وَمَا اَرَادُوْا ہَلَکُوْا جَمِیْعًا، وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰی اَیْدِیْہِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِیْعًا. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا نُعمان بن بَشِیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مقرر کردہ حدوں پر قائم رہنے والوں اور اس میں

---

1 . . . بخاری، کتاب الشرکۃ، باب ھل یقرع فی القسمۃ والاستھام فیہ، ۲/۱۴۳، حدیث: ۲۴۹۳۔

مبتلا ہونے والوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ایک بحری جہاز میں قرعہ اندازی کرکے اپنے حصے تقسیم کرلیے، بعض کے نصیب میں بالائی اور بعض کے نصیب میں نیچے کا حصہ آیا تو جو لوگ نچلے حصے میں تھے انہیں پانی لینے کے لیے اوپر والے حصے سے گزرنا پڑتا۔ نچلے حصے والوں نے کہا: کیوں نہ ہم اپنے حصے میں سوراخ کرلیں (تاکہ پانی لینے میں آسانی ہو) اور اوپر والوں کو تکلیف میں نہ ڈالیں۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو یہ ارادہ پورا کرنے دیں تو سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر یہ ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو خود بھی نجات پائیں گے اور دیگر لوگ بھی نجات پائیں گے۔"

حُدُوْدُاللہ پر قائم رہنے اور اس میں مبتلا ہونے والا:

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدود پر قائم رہنے والے سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی منع کردہ چیزوں میں پڑنے سے لوگوں کو روکنے کے لیے کمربستہ ہوجائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا شخص جو حکم خداوندی کو نافذ کرنے کے لیے کھڑا ہوجائے یعنی بھلائی کا حکم دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا شخص ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدود میں مبتلا ہونے والے سے مراد وہ شخص ہے جو بھلائی کا حکم دینا ترک کردے اور گناہوں کا ارتکاب کرے۔"[1]

چند اَفراد کا جُرم پورے مُعَاشرے کا ناسور:

مُفَسِّر شہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس حدیث شریف میں ایک مثال کے ذریعہ برائی سے روکنے اور نیکی کا حکم دینے کی اہمیت کو واضح کیا گیا اور بتایا گیا کہ اگر یہ سمجھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردیا جائے کہ برائی کرنے والا خود نقصان اٹھائے گا، ہمارا کیا نقصان ہے؟ تو یہ سوچ غلط ہے، اس لیے کہ اس کے گناہ کے اثرات تمام معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور جس طرح کشتی توڑنے والا اکیلا ہی نہیں ڈوبتا بلکہ وہ سب لوگ ڈوبتے ہیں جو کشتی میں سوار ہیں۔ اسی طرح برائی کرنے والے چند افراد کا یہ جرم تمام معاشرے میں ناسور بن کر پھیلتا ہے۔"[2]

---

1 ... عمدة القاری، کتاب الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة والاستهام فیه، ٩/ ٢٨٠، تحت الحدیث: ٢٤٩٣۔

2 ... مرآة المناجیح، ٦/ ٥٠٤ مکتبہ اسلامیہ۔

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:" اس حدیث میں دنیا کی مثال ایک کشتی سے دی گئی ہے کہ اگر کشتی کو نقصان پہنچے گا تو اس میں سوار سب ہی متاثر ہوں گے۔ یہی حال دنیا کا ہے کہ اگر مسلمانوں نے حدودِ الٰہیہ کو قائم کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کیا تو نجات پائیں گے ورنہ گناہگار گناہوں کی وجہ سے اور نیکوکار بھلائی کا حکم اور برائی سے نہ روکنے کی وجہ سے گرفتارِ بلا ہوں گے۔"[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند اہم اُمور کا بیان:

(1) فقیہ اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:"اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے دُنیوی بلائیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک طبقے کے گناہ کی وجہ سے پوری قوم بلا میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بشرطِ استطاعت امر بالمعروف، نہی عن المنکر واجب ہے۔ استطاعت ہوتے ہوئے اس سے اجتناب گناہ ہے۔"[2]

(2) شارحِ حدیث علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے واضح ہوا کہ تقسیم کے وقت محض تطییبِ نفس کے لیے قرعہ ڈالنا جائز ہے جیسا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام جب سفر کے لیے روانہ ہوتے تو جس بی بی کا نام قرعہ میں آجاتا اسے ہمراہ لے لیتے تھے۔"[3]

(3) عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:"جو شخص شرکاء کے درمیان عدل کے ساتھ تقسیم کرنا چاہتا ہو اس کے لئے قرعہ اندازی کرنا سنت ہے اور تمام فقہاء کا اس کے مسنون ہونے پر اتفاق ہے۔"

(4) جب کسی زمین یا مکان کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنا واجب ہو جائے تو ان پر لازم ہے کہ وہ دیانت داری کے ساتھ اس کی قیمت مقرر کریں، پھر قرعہ اندازی کریں اور ہر ایک کے لیے اس مشترک زمین سے وہ حصہ ہو جائے جو اس کے نام قرعہ سے نکلا ہے اور یہ حصہ اس کے لیے اس قیمت کے عوض ہو گا جو قیمت معین کی گئی ہے۔ اور قرعہ اندازی اس چیز کو منع کرتی ہے کہ شرکاء میں سے ہر ایک زمین کے کسی

---

1 ... فیوض الباری، ١٠/٢١۔

2 ... نزہۃ القاری، ٣/٧٠٨۔

3 ... فیوض الباری، ١٠/٢١۔

معین حصہ کو حاصل کرے۔ یہ قرعہ اندازی اس وقت کی جاتی ہے کہ جب زمین کے کسی حصہ میں سب شرکاء کی رغبت ہو اور اس حصہ کی قیمت متعین کر دی گئی ہو تو اس وقت قرعہ اندازی ہی کے ذریعے یہ فیصلہ ہو گا کہ کون زمین کے اس حصہ کو خریدے گا۔

(5) دو منزلہ مکان میں اوپر والی منزل کا مالک کوئی اور ہے اور نیچے والی منزل کا مالک کوئی دوسرا شخص۔ امام اَشْہَب مالکی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ اگر نیچے رہنے والا اپنی منزل کو منہدم کرنا چاہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی منزل کو منہدم کرے کیونکہ اس کے منہدم کرنے کی وجہ سے اوپر والی منزل منہدم ہو جائے گی ہاں بقدرِ ضرورت اتنا کام کرواسکتا ہے کہ جس سے اوپر والوں کو بھی فائدہ ہو۔ اسی طرح اوپر والوں کے لیے بھی اوپر ایک اور منزل بنانا جائز نہیں کیونکہ اس سے نیچے والی منزل کو نقصان پہنچ سکتا ہے البتہ ایسی معمولی تعمیر جائز ہے کہ جس سے نچلی منزل کو نقصان نہ پہنچے۔"[1]

(6) علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اسی حدیث کی روشنی میں یہ بھی واضح ہوا کہ ہر شخص اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے، دوسرے کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے، لیکن اگر کوئی ایسا تصرف کرے جس سے شریک کو یا ہمسایہ کو کھلا ہوا نقصان پہنچے تو اب اسے تصرف سے روک دیا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص اپنے مکان میں تنور گاڑنا چاہتا ہے جس میں ہر وقت روٹی پکے گی جس طرح دکانوں میں ہوتا ہے یا اجرت پر آٹا پیسنے کی چکی لگانا چاہتا ہے یا دھوبی کا پاٹا رکھوانا چاہتا ہے جس پر کپڑے دھلتے رہیں گے ان چیزوں سے منع کیا جاسکتا ہے کہ تنور کی وجہ سے ہر وقت دھواں آئے گا جو پریشان کرے گا، چکی اور کپڑے دھونے کی دھمک سے پڑوسی کی عمارت کمزور ہو گی اس لیے ان سے مالک مکان کو منع کر سکتا ہے۔"[2]

(7) حدیثِ پاک میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ عالِم مثالوں سے مسائل کو بیان کرے تاکہ عوام آسانی سے سمجھ سکیں۔ نیز اس حدیثِ پاک میں پڑوسی کی اذیت پر صبر کرنے کا درس ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الشرکۃ، باب ھل یقرع فی القسمۃ والاستھام، ١٢/٧، ١٣ ملتقطاً۔

2 ... فیوض الباری، ١٠/ ٢١، ٢٢۔

بے صبری کرنے کی وجہ سے اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے۔ ”[1]

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کوئی بھی اہم بات ذہن نشین کروانے کے لیے مخاطب کو ایسی چیز سے مثال دینا جس کا تعلق ہماری روز مرہ کی زندگی سے ہو بہت مفید ہے۔

(2) گناہوں کی نحوست صرف گناہگار کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے بلکہ بسا اوقات چند افراد کا جرم پورے معاشرے کا ناسور بن جاتا ہے اور جس طرح گناہوں کا اثر پورے معاشرے پر ہوتا ہے اسی طرح برائیوں کو ترک کرنے کا فائدہ بھی صرف ترکِ معاصی کرنے والے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کہ معاشرہ میں بے راہ روی نہیں پھیلتی۔

(3) دو افراد کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کے لیے قرعہ اندازی کرنا سنت ہے۔

(4) اپنے گھر میں ایسی کوئی تبدیلی نہ کریں جس سے پڑوسی کی عمارت کو نقصان پہنچے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کریں جس سے انہیں تکلیف ہو۔

(5) برائی کو مٹانے کی قدرت ہونے کے باوجود شرم، طمع اور گھبراہٹ کی بنا پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک کرنا شریعت میں ناپسندیدہ فعل ہے البتہ اگر کسی سے واقعی نقصان پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہے تو پھر اسے ترک کرنے میں مضائقہ نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حقوق العباد کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الشرکۃ، باب ھل یقرع فی القسمۃ والاستھام، ۷/۱۳۔

حدیث نمبر:188

حُکَّام کے بُرے اَعمال اور اُن پر رَدِّ عمل

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اُمِّ سَلَمَةَ هِنْدٍ بِنْتِ اَبِیْ اُمَيَّةَ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: اِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِیَ وَتَابَعَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ !اَلَا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلَاةَ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عنقریب تم پر ایسے حاکم بنائے جائیں گے کہ تم اُن کے کچھ اَعمال کو (شریعت کے موافق ہونے کی وجہ سے) اچھا سمجھو گے اور کچھ (خلاف شرع) اُمور کا انکار کرو گے، تو جس نے (اُن کے برے کاموں سے) نفرت کا اظہار کیا وہ بری الذمہ ہو گیا اور جس نے انکار کیا وہ سلامت رہا مگر جو راضی ہوا اور اُن کی اتباع کی (وہ ہلاک ہو گیا)۔“ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم اُن سے جنگ نہ کریں؟“ فرمایا: ”نہیں! جب تک وہ تم میں نماز ادا کرتے رہیں۔“

تین طرح کے لوگوں کا بیان:

اِس باب کی ابتدائی احادیث میں بھی بُرائی کو روکنے سے متعلق تین طرح کے لوگوں کا بیان ہوا: (1) برائی کو ہاتھ سے روکنے والے (2) برائی کو زبان سے روکنے والے اور (3) برائی کو دل میں برا جاننے والے۔ اور اس حدیث مبارکہ میں بھی تین قسم کے افراد کا بیان ہے: (1) برے کاموں سے نفرت کا اظہار کرنے والے (2) برے کاموں کا انکار کرنے والے اور (3) برے کاموں پر راضی رہنے والے۔

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا عِلمِ غیب:

اس حدیث پاک میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غیوب صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آنے والے زمانے کے متعلق غیب کی خبر ارشاد فرمائی جو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ربّ کریم کی طرف سے عطا کردہ عِلمِ غیب کا واضح ثبوت ہے۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عنقریب تم پر ایسے حاکم

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشرع ۔۔۔ الخ، ص ۱۰۳۱، حدیث: ۱۸۵۴۔

بنائے جائیں گے جن کے کچھ اَعمال خلاف شرع ہوں گے۔" عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان غیب کی خبروں سے متعلق ہے۔"[1] عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس حدیثِ پاک کے تحت شرح صحیح مسلم میں، عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے دلیل الفالحین میں اور اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے بھی یہی فرمایا ہے۔[2]

حُکّام کے مختلف اَعمال:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس فرمان عالی میں غیب کی خبر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اُن بادشاہوں اور حکام کے اَعمال مخلوط (یعنی ملے جلے) ہوں گے، کچھ اچھے، کچھ بُرے، کہ نماز بھی پڑھیں گے، داڑھی بھی منڈائیں گے، اِنصاف بھی کریں گے، شراب بھی پئیں گے۔"[3]

گناہ و سزا سے بَری ہونے کا طریقہ:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیث پاک کا معنٰی یہ ہے کہ جس نے محض اپنے دل میں حاکموں کے بُرے کام کو ناپسند کیا، جبکہ وہ ہاتھ یا زبان سے اس عمل بد کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اس برائی پر ملنے والے گناہ اور سزا سے بَری ہو گیا۔" مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ "جس نے ان کے برے کاموں کو پہچان لیا وہ بَری ہو گیا۔" علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جس نے بغیر کسی شک و شبہ کے حکام کے کسی فعل کا بُرا ہونا جان لیا تو اس کے

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ۷/۲۵۲، تحت الحدیث: ۳۶۷۱۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب وجوب الانکار علی الامراء... الخ، ۶/۲۴۳، الجزء الثانی عشر۔

دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۷۴، تحت الحدیث: ۱۸۹۔

شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، ۷/۲۲۶، تحت الحدیث: ۳۶۷۱۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۳۴۴ ملتقطاً۔

لیے گناہ اور سزا سے بَری ہونے کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ یا اپنی زبان سے اس برائی کو بدل دے اور اگر وہ اس گناہ کو روکنے سے عاجز ہے تو اسے چاہیے کہ اس فعل کو دل میں برا جانے۔“[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”انکار سے مراد زبان سے انکار کر دینا ہے اور بَری ہونے سے مراد نفاق اور مداہنت یعنی پِلپلاپَن ہے، کَرِہَ سے مراد دل سے ناپسندیدگی ہے، سلامتی سے مراد گناہ اور وبالِ فسق سے محفوظ رہنا ہے۔ یعنی ایسے بادشاہوں کے بُرے اعمال کو زبان سے برا کہہ دینے والا پختہ مسلمان ہے اور اُن کے اَعمال کو صرف دِل سے بُرا سمجھنے والا، زبان سے خاموش رہنے والا پہلے کی طرح پختہ تو نہ ہو گا مگر گناہ سے وہ بھی بچ جائے گا۔“[2]

گناہ کو روکنا، حق بات کہنا لازم ہے:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے اِنکار کیا وہ سلامت رہا۔“ یعنی گناہ پر اقرار کرنے کی بنا پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو عذاب اسے ملنے والا تھا، وہ اس سے محفوظ ہو گیا اور اس گناہ کو دل میں ناپسند کرنے اور اس کی پیروی نہ کرنے کے سبب گناہ سے بری الذمہ ہو گیا۔ نیز اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ گناہ کو روکنا اور حق بات کہنا لازم ہے۔“[3]

گناہ میں اِعانت کرنا گناہ ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جو شخص اُن فاسق حکام کے بُرے کاموں سے دل سے راضی ہوا اور عمل میں اُن کے ساتھ شریک ہو گیا کہ وہ بھی اُن کے سے کام کرنے لگا تو وہ بھی گناہ فسق و فجور وبال میں اُن کے ساتھ شریک ہو گیا۔“[4]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارة، باب وجوب الانکار علی الامراء۔۔۔الخ، ۲۴۳/۶، الجزء الثانی عشر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳۴۴/۵۔

3 . . . اکمال المعلم، کتاب الامارة، باب وجوب الانکار علی الامراء۔۔۔الخ، ۲۶۴/۶، تحت الحدیث: ۱۸۵۴۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۳۴۴/۵۔

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”جو شخص حکام کے گناہوں پر رضامند ہو اور اپنے قول، فعل یا پیروی کے ساتھ ان کے بُرے افعال میں ان کی اعانت کرے یا وہ اس برائی کو روکنے پر قدرت ہونے کے باوجود اسے نہ روکے تو وہ بھی انہیں کی طرح ہے۔“[1]

نماز کُفر و اِسلام میں فارِق ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے قول (کیا ہم ان سے جہاد نہ کریں؟) کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی ان بادشاہوں حاکموں کو ہاتھ سے اور بذریعہ قوت و طاقت گناہوں سے نہ رد کریں جو کہ تبلیغ کی اعلیٰ قسم ہے۔(تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز ادا کرتے رہیں) نمازی رہنے سے مراد ہے مسلمان رہنا کیونکہ نماز ہی کفر و اسلام میں فارِق (یعنی فرق کرنے والی) ہے۔ لہٰذا یہ مطلب نہیں کہ بے نمازی بادشاہ و حُکَّام کی بغاوت درست ہے، دوسرے گناہوں کی طرح ترک نماز بھی ایک گناہ ہے۔ قرآنِ کریم دوزخی کفار کا ایک قول نقل فرماتا ہے جو وہ فرشتوں سے کہیں گے: ﴿لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ﴾ (پ۲۹، المدثر:۴۳) ”ہم نمازیوں میں سے نہ تھے“ یعنی مسلمان نہ تھے۔ خیال رہے کہ سلطان کی بغاوت بڑے فتنوں، خون ریزیوں، ملک کی تباہیوں کا باعث ہے اس لیے بڑے اہتمام کے ساتھ اس سے روکا گیا۔“[2]

”تبلیغ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں، بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو غیب کی خبر دی تھی وہ بالکل سچ اور حق واقع ہوئی۔

---

1 ... اکمال المعلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الانکار علی الامراء۔۔۔الخ، ۶/ ۲۶۴، تحت الحدیث: ۱۸۵۴۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۴۔

(2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جملہ فضائل سے نوازا ہے، یہ بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معجزہ ہے کہ آپ غیب کی خبریں ارشاد فرماتے ہیں۔

(3) گناہ روکنے کی استطاعت نہ ہوتے ہوئے اسے دل میں برا جان کر خاموش رہنے والا گناہگار نہیں۔

(4) نماز کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی ہے، لہٰذا جب تک حکام کفر اختیار نہ کریں ان کے خلاف خروج یا بغاوت جائز نہیں۔

(5) اگر کوئی شخص حکام کے بُرے اور خلافِ شرع اَفعال کو روکنے کی استطاعت رکھتا ہو مگر پھر بھی نہ روکے تو وہ بھی ان کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں پر رضامند ہونے اور کسی بھی طرح اُن کی حمایت کرنے سے محفوظ فرمائے، اگر برائی کو روکنے کی استطاعت رکھتے ہوں تو اسے روکنے نہیں تو کم از کم دل میں برا جاننے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں خود بھی گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:189 گناهوں کی کثرت اور فتنوں کا نزول

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ الْحَکَمِ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْہَا فَزِعًا یَقُوْلُ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَیْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ مِثْلُ ہٰذِہٖ وَحَلَّقَ بِاُصْبُعَیْہِ الْاِبْہَامِ وَالَّتِیْ تَلِیْہَا فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَہْلِكُ وَفِیْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ اِذَا کَثُرَ الْخَبَثُ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ حَکَم زینب بنت جَحْش رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک دن گھبراہٹ کی حالت میں اُن کے ہاں تشریف لائے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرما رہے تھے: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی معبود نہیں، عرب کے

1 . . . بخاری، کتاب احادیث الانبیا، باب قصة یاجوج وماجوج، ۲/۴۱۹، حدیث: ۳۳۴۶۔

لیے اُس شر سے ہلاکت ہے جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل چکی ہے۔'' اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے انگوٹھے اور شہادت والی انگلی کا حلقہ بنایا۔ حضرتِ سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں: ''میں نے عرض کیا: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہیں۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''ہاں جب خبث (یعنی فسق وفجور اور کفر وشرک) کی کثرت ہو جائے گی۔''

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

اس حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ جب خبث یعنی فسق وفجور اور کفر وشرک کی کثرت ہو گی توسب قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ کثرت تبھی ہو گی جب لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیں گے، جب تک لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہیں گے عذابِ الٰہی سے بچے رہیں گے۔ یہ باب بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ہے اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث ذکر فرمائی۔

ہلاکت اور اُس کا اِستحقاق:

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''عرب کے لیے اس شر سے ہلاکت ہے۔'' ہلاکت کے لیے عربی میں ''**وَیْلٌ**'' اور ''**وَیْحٌ**'' دونوں استعمال ہوتے ہیں لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ ''**وَیْلٌ**'' اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اس ہلاکت میں پڑے جس کا وہ مستحق ہے اور ''**وَیْحٌ**'' اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو اس ہلاکت میں پڑے جس کا وہ مستحق نہیں۔[1]

تو مذکورہ حدیثِ پاک میں ''**وَیْلٌ**'' کے الفاظ اس بات پر دال ہیں کہ مسلمان جس ہلاکت میں مبتلا ہوں گے وہ اس کے مستحق بھی ہوں گے اور اس استحقاق کی وجہ کثرتِ خبث یعنی فسق وفجور اور کفر وشرک کا زیادہ ہونا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دیں تو وہ عذابِ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ویل للعرب۔۔۔ الخ، ۱۶/ ۳۳۴، تحت الحدیث: ۷۰۵۹۔

عرب سے کون مراد ہیں۔۔۔؟

شارِحِینِ حدیث نے مسلمانوں کو عرب کے ساتھ خاص کرنے کی مختلف وُجوہات بیان فرمائی ہیں: (1)مسلمانوں کی اکثریت عربوں اور اُن کے آزاد کردہ غلاموں کی ہے۔[1] (2)اِسلام میں پھیلنے والے بڑے بڑے فتنے اور فساد عرب میں پھیلیں گے اس لیے عرب کا خاص طور پر ذکر کیا۔[2] (3)عرب اِسلام میں داخل ہونے والی پہلی قوم ہے اور ڈرانے کے لیے بھی اُن کا نام لیا کیونکہ جب فتنہ واقع ہو گا تو ہلاکت و تباہی سب سے پہلے اُن کا رُخ کرے گی۔[3]

شر سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ”عرب کے لیے اُس شر سے ہلاکت ہے جو قریب آچکا ہے۔“شر کے بارے میں بھی شارحین حدیث کے مختلف اَقوال ہیں: (1)اِس شر سے مراد وہ جنگیں اور فتنے ہیں جو حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) بلکہ عہدِ فاروقی کے بعد عرب میں ظاہر ہوئے، حضور نے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے، حضور کی یہ گھبراہٹ اُن لوگوں پر شفقت کی وجہ سے تھی۔“[4] (2) اس سے مراد وہ فساد ہے جو عنقریب یاجوج ماجوج برپا کریں گے۔ (3) اس سے مراد وہ بڑا فساد ہے جو چنگیزی تُرکوں نے مسلمانوں کے شہروں میں کیا۔[5] (4)اِس شر سے وہ اختلاف مراد ہے جو امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے واقعے سے مسلمانوں کے درمیان پیدا ہوا اور وہ اختلاف جو امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم اور حضرتِ سَیِّدُنا امیرِ معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے درمیان وقوع ہوا۔[6]

---

1. . . . عمدة القاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ۱۱/۳۳۶، تحت الحدیث: ۳۵۹۸۔
2. . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۷۶، تحت الحدیث: ۱۹۰۔
3. . . . ارشاد الساری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ویل للعرب۔۔۔الخ، ۱۵/۱۳، تحت الحدیث: ۷۰۵۹۔
4. . . . مرآۃ المناجیح، ۷/۱۵۰۔
5. . . . عمدة القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصة یاجوج ماجوج، ۱۱/۴۹، تحت الحدیث: ۳۳۴۶، مرآۃ المناجیح، ۷/۱۵۰۔
6. . . . ارشاد الساری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ویل للعرب۔۔۔الخ، ۱۵/۱۳، تحت الحدیث: ۷۰۵۹۔

یاجُوج ماجُوج اور اُن کا خُرُوج:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں میں پھیلنے والے شر کے بارے میں خبر دینے کے بعد فرمایا: ”آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل چکی ہے۔“ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ دوسری آفت کی خبر ہے۔ دیوار سے مراد وہ آہنی دیوار ہے جو سکندر ذوالقرنین نے قوم یاجوج ماجوج کو بند کرنے کے لیے دو پہاڑوں کے درمیان بنائی تاکہ وہ لوگ اس دنیا میں نہ آسکیں۔ یاجوج ماجوج کافر انسان ہیں جو بہت قوی بڑے جسامت والے قد آور ہیں، قریب قیامت یہ دیوار گرے گی اور یاجوج ماجوج نکل کر اس دنیا میں آکر آفت ڈھادیں گے۔ آج اس دیوار میں سوراخ ہو جانا اس کے گرنے کا قُرب بتانا ہے یہ بھی علامت قیامت ہے۔ اس سے پتہ لگا کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی نظر سارے جہان پر ہے کہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے یاجوج ماجوج کی دیوار کا سوراخ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔“[1]

صالحین کی موجودگی میں عذاب آنا:

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانی مستقبل میں درپیش آنے والے حالات و واقعات کے بارے میں جاننے کے بعد اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کیا: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی موجود ہیں۔“ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ہاں! جب خبث کی کثرت ہو جائے گی۔“

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ سوال پہلے فرمان کے متعلق ہے کہ حضور نے فرمایا: شر قریب آگئی۔ سوال کا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل عرب میں مؤمنین صالحین ہیں اور رہیں گے تو کیا ان کے ہوتے ہوئے بھی عرب میں یہ شر پھیل جاوے گی؟ (فرمایا: ہاں جب خبث کی کثرت ہو جائے گی) یعنی جب مسلمانوں میں فسق و فجور عام ہو جاوے تو نیک بندوں کی

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۰۔

موجودگی انہیں ان آفات سے بچا نہ سکے گی، کبھی نیک لوگوں کی نیکی بُروں کو عذاب سے بچا لیتی ہے اور کبھی بُروں کی کثرت نیکوں کو عذاب میں گرفتار کر دیتی ہے۔“[1]

خَبَث سے کیا مراد ہے؟

اس کے بارے میں شارحین کے کئی اقوال ہیں: (1) خبث سے مراد فسق و فجور اور کفر و شرک ہے۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ جب آگ اپنی شدت پر ہوتی ہے تو خشک و تر کو کھا جاتی ہے، پاک و نجس پر غالب آجاتی ہے اور مؤمن و منافق، موافق و مخالف کے درمیان فرق نہیں کرتی۔[2] (2) جمہور علماء نے خبث کی تفسیر فسق وفجور سے کی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خاص طور پر بدکاری ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد بدکاری سے پیدا ہونے والی اولاد ہے۔[3] (3) عرب بدکاری کے لیے خبث کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ﴾ (پ۱۸، النور:۲۶) ترجمۂ کنزالایمان: ”گندیاں گندوں کے لیے ہیں۔“[4] (4) ظاہر اور واضح بات یہی ہے کہ خبث سے مراد مطلق گناہ ہیں۔ اب حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ جب لوگوں میں گناہ عام ہو جائیں تو ان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نازل ہوگا اور عام ہلاکت ہوگی اگرچہ اُس وقت اُن میں نیک لوگ بھی ہوں۔“[5]

آخرت میں اپنے اپنے اَعمال پر حشر:

اگر کسی قوم پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں عذاب نازل ہو تو اس کا تعلق فقط دنیا کے ساتھ ہی ہوتا ہے البتہ قیامت میں تمام لوگ اپنے اپنے اعمال پر اٹھائے جائیں گے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو وہ اس قوم

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۰۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، ۹/ ۲۰۰، تحت الحدیث: ۵۳۴۲۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/ ۴۷۷، تحت الحدیث: ۱۹۰۔

4 . . . اکمال المعلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اقتراب الفتن۔۔۔الخ، ۸/ ۴۱۲، تحت الحدیث: ۲۸۸۰۔

5 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، ۹/ ۳، الجزء الثامن عشر۔

کے ہر نیک وبد کو پہنچتا ہے لیکن بروز قیامت وہ سب لوگ اپنے اپنے اعمال پر اٹھائے جائیں گے۔“[1]

یاجوج ماجوج کے متعلق عجیب وغریب معلومات:

(1) یاجوج ماجوج بالاتفاق حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد ہیں لیکن نسب میں اختلاف ہے۔

(2) یاجوج اور ماجوج دو مرد ہیں جو سیدنا یافث بن نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے ہیں۔ مروی ہے کہ اگر تمام انسانوں کو دس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو ان میں سے نو حصے یاجوج ماجوج ہوں گے اور ایک حصہ بقیہ لوگ۔ یہ بھی مروی ہے کہ یاجوج ایک گروہ ہے اور ماجوج چار سو گروہ ہیں، ہر گروہ میں چار لاکھ افراد ہیں اور ان میں کوئی نہیں مرتا جب تک اپنی پشت سے ایک ہزار مرد نہ دیکھ لے اور وہ ہتھیار نہ اٹھالے۔ ایک قول کے مطابق یاجوج ماجوج بیس (20) قومیں ہیں۔ یایج، ایج، غیلانین، غسلین، قرانین، قوطنیین یہ وہ قبیلہ ہے جو اپنے کانوں کو لحاف بنا کر اوڑھتا ہے، قریطیین، کنعانیین، دفرانین، جاجونین، انطارنین، یعاسین وغیرہ۔ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک ایسی مخلوق ہیں جن کی سال میں بہت تیزی سے نشو ونما ہوتی ہے اتنی تیزی سے کسی دوسری مخلوق کی نشو ونما نہیں ہوتی۔[2]

(3) یاجوج ماجوج ربیع (یعنی موسم بہار) میں نکلتے تھے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے، خشک چیزیں لاد کر لے جاتے، آدمیوں کو بھی کھالیتے تھے، درندوں اور وحشی جانوروں، سانپوں اور بچھوؤں تک کھا جاتے تھے۔[3] یہ تمام حشرات الارض وغیرہ کھاجاتے ہیں، اسی طرح تمام جاندار پرندوں کو کھا جاتے ہیں۔ مروی ہے کہ جب کوئی اژدھا اہل زمین کو اذیت پہنچاتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس اژدھے کو یاجوج ماجوج کی طرف منتقل فرماتا ہے اور ان کی خوراک بناتا ہے تو وہ اسے اونٹ اور گائے کی طرح ذبح کر دیتے ہیں۔ ان کی غذا اکثر شکار ہیں یہ کچا گوشت کھاجاتے ہیں، بعض اوقات یہ ایک دوسرے کو بھی کھالیتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو کبوتروں کی طرح بلاتے اور کتوں کی طرح بھونکتے ہیں۔ ان کے چالیس گروہ ہیں جن کی خِلقت

---

1 ... مرقاة المفاتیح، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، ۹/۲۰۰، تحت الحدیث: ۵۳۴۲۔

2 ... عمدة القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصة یاجوج ماجوج، ۱۱/۴۱، ۴۲ملخصا۔

3 ... نزہۃ القاری، ۴/ ۳۸۳۔

ایک دوسرے سے نہیں ملتی اور ہر گروہ کا بادشاہ اور زبان الگ الگ ہے۔

(4) ان کے سر کتوں کے سروں کی طرح ہیں۔ ان میں بعض کے سینگ، دم، اور لمبے لمبے دانت ہیں۔ منقول ہے کہ ان کی ایک قسم کا قد صرف ایک بالشت ہے، ان کے چرندوں جیسے پنجے اور درندوں جیسے دانت ہیں اور ان کے لمبے لمبے بال ہیں جو انہیں گرمی، سردی سے بچاتے ہیں۔ ان کے کان لمبے لمبے ہیں، ایک کان میں گرمی اور دوسرے میں سردی بسر کرتے ہیں اور ایک قسم ایسی ہے جو سوتے وقت ایک کان نیچے بچھا لیتے ہیں اور دوسرا اوپر اوڑھ لیتے ہیں اور جو کوئی ان میں سے مر جائے اس کو کھا جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم ایسی بھی ہے جن کے قد بہت لمبے ہیں اور ان میں سے ایک قسم ایسی ہے کہ جو چار گز لمبے اور چار گز چوڑے ہیں۔[1]

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”معراج کی رات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے یاجوج ماجوج کی طرف بھیجا، میں نے انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے دِین کی دعوت دی تو انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا وہ جہنم میں حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی نافرمان اولاد اور ابلیس کی اولاد کے ساتھ ہوں گے۔“[2]

”طیبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جب کوئی قوم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کر دے اور اس قوم میں گناہوں و فسق و فجور کی کثرت ہو جائے تو پھر اس پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔

(2) جب کسی قوم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو اس قوم کے صالحین و فاسدین یعنی نیک و بد سب

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصۃ یاجوج ماجوج، ۱۱/۴۱، ۴۲ ملخصا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصۃ یاجوج ماجوج، ۱۱/۴۲۔

کو لپیٹ میں لے لیتا ہے لیکن قیامت کے دن سب کا حشر اُن کے اپنے اپنے اَعمال کے مطابق ہو گا۔

(3) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے غیب کا علم رکھتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آئندہ پیش آنے والے تمام حالات سے نہ صرف باخبر ہیں بلکہ آپ انہیں اپنی آنکھوں سے ملاحظہ بھی فرما رہے ہیں۔

(4) قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی یاجوج ماجوج کا خروج بھی ہے، یاجوج ماجوج اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت ہی عجیب وغریب مخلوق ہے، مگر کافر ہونے کے سبب یہ تمام جہنم میں جائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکی کی دعوت دینے، برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں خود بھی گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں یاجوج ماجوج کے فتنے سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:190

راستے میں بھی نیکی کی دعوت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ. فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْہَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہُ قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّہْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صاحِبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بعض اوقات ہمارے لیے ان مجالس میں بیٹھنا ضروری ہوتا ہے، ہم وہاں بیٹھ کر باہم گفتگو کرتے ہیں۔" رسولِ اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اگر

---

1 . . . بخاری، کتاب الاستئذان، باب بدء السّلام، ۴/۱۶۵، حدیث: ۶۲۲۹۔

تمہیں وہاں بیٹھنا ہی ہے تو پھر راستے کا حق ادا کرو۔‘‘ عرض کی: ’’**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! راستے کا حق کیا ہے؟‘‘ فرمایا: ’’نگاہیں نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔‘‘

راستے میں بیٹھنے کی مُمانَعت اِستحبابی ہے:

حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے راستوں میں نہ بیٹھنے کا جو حکم دیا وہ بطور وجوب نہ تھا بلکہ استحبابی حکم تھا۔ **حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ’’اس حدیث پاک میں یہ دلیل ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو یہ حکم دینا وجوب کے لیے نہ تھا بلکہ بطریق ترغیب اور اولیٰ چیز کو اختیار کرنے پر ابھارنے کے لیے تھا۔ کیونکہ اگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اس حکم کو واجب سمجھتے تو مزید وضاحت طلب نہ کرتے۔‘‘[1] **عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی** قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ’’یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو یہ امید ہو کہ ہے تو یہ واجب لیکن شاید اس میں تخفیف ہو جائے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس حکم کو منسوخ فرما دیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنی حاجت آپ کی خدمت میں عرض کر دی۔‘‘[2]

راستے میں بیٹھنے کی مُمانَعت کی حِکمتیں:

(1) راستوں میں باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا مکروہ ہے۔ اس سے انسان فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ راستے سے اجنبی عورتیں گزرتی ہیں تو کبھی انسان ان کی نسوانیت یا ان کے حسن وجمال سے مسحور ہو کر ان کو دیکھنے لگتا ہے یا ان کے متعلق غور و فکر کرتا ہے اور انہیں دیکھ کر شہوت انگیز خیالات آتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے دروازے کے آگے بیٹھ گیا تو اسے آنے جانے میں دقت ہو گی۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر راستے میں بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے۔‘‘[3] (2) راستے میں بیٹھنے سے راستہ تنگ ہو گا یا گزرنے والوں کو حقیر

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب السلام، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام، ۷/۴۴، تحت الحدیث: ۲۱۲۱۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الاستئذان، باب نمبر ”۲“، ۱۲/۱۰، تحت الحدیث: ۶۲۲۹۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب السلام، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام، ۷/۱۴۲، الجزء الرابع عشر۔

جانے گا اور ان کی غیبت کرے گا یا ان سے بدگمانی رکھے گا۔ نیز ضروریات زندگی کے لیے جو عورتیں اپنے گھروں سے باہر نکلتی ہیں تو ایسے میں اگر مرد راستوں میں بیٹھے ہوں گے تو ان عورتوں کو دشواری ہوگی یا پھر وہ لوگوں کے ان حالات پر مطلع ہوگا جن پر اطلاع پانے کو وہ برا سمجھتے ہیں۔“[1] (3) راستوں پر بیٹھنا نظر اوپر اٹھانے کا ذریعہ ہے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں کمی کا باعث ہے۔[2] (4) چونکہ راستے سے عورتیں بچے گزرتے رہتے ہیں، نیز وہاں سے لوگوں کے مال سواریاں گزرتی ہیں، اس لیے وہاں بیٹھنا خطرناک بد نظری کا اندیشہ ہے۔[3] (5) راستوں میں دوست، دشمن سبھی چلتے ہیں کسی معاملے پر اشتعال بھی ہوسکتا ہے اس لیے بیٹھنے سے منع فرمایا گیا۔[4]

صحابۂ کرام کی ضروریات:

عَلّامَہ مُلّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا تو بعض صحابہ نے عرض کی کہ ہم ضرورت کی بنا پر راستوں میں بیٹھنے کے محتاج ہیں اور ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں یعنی جب ہم لوگ راستے میں ملتے ہیں تو وہیں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے دینی و دنیوی امور کے بارے میں باہم مشورہ اور مذاکرات کرتے ہیں، اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کے لیے علاج معالجہ تجویز کرتے ہیں، اگر آپس میں کوئی رنجش و عناد ہوتا ہے تو صلح و صفائی کرتے ہیں اور اپنے معاملات کو طے کرنے کی تدبیر پر غور کرتے ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم مجبوری کی بنا پر اپنی ضروریات کے پیش نظر کامل طور پر ان مجالس کو ترک نہیں کرسکتے اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ ضرورت اس بات پر داعی ہے کہ تم راستے میں بیٹھو تو پھر تم پر لازم ہے کہ راستے کا حق بھی ادا کرو۔“[5]

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب نمبر: ۲، ۱۵/ ۳۵۰، تحت الحدیث: ۶۲۲۹۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المظالم والغصب، باب افنیۃ الدور والجلوس فیھا۔۔۔ الخ، ۶/ ۵۸۹۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۲۲۔

4 . . . نزہۃ القاری، ۳/ ۶۸۰۔

5 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب السلام، ۸/ ۴۲۴، تحت الحدیث: ۴۶۴۰ ملخصاً۔

راستے میں بیٹھنے کے آداب:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے راستے میں بیٹھنے کے یہ (14) حقوق و آداب بیان فرمائے ہیں: (1) سلام عام کرنا۔ (2) اچھے انداز میں گفتگو کرنا۔ (3) جو شخص چھینک کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہنا۔ (4) سلام کا جواب دینا۔ (5) سلام کا جواب دینا۔ (6) سواری پر سامان لادنے میں مدد کرنا۔ (7) مظلوم کی مدد کرنا۔ (8) راستہ بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا۔ (9) مصیبت زدہ کی مدد کرنا۔ (10) نیکی کا حکم دینا۔ (11) برائی سے منع کرنا۔ (12) راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا۔ (13) نگاہیں نیچی (14) زیادہ سے زیادہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا۔[1]

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی نے چند مزید آداب بھی بیان فرمائے ہیں: (1) کمزور کی مدد کرے۔ (2) سوال کرنے والے کو کچھ نہ کچھ عطا کرے۔ (3) اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو۔ (4) شفقت اور نرمی کے ساتھ نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کرے پھر اگر کوئی گناہ پر اصرار کرے تو اسے ڈرائے اور اس پر سختی کرے۔ (5) بغیر ثبوت کے کسی چغل خور کی باتوں پر دھیان نہ دے۔ (6) کسی کی ٹوہ میں نہ پڑے اور (7) لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔[2]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند اہم مسائل:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث جَوَامِعُ الْکَلِم میں سے ہے اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور اس کے احکام بالکل ظاہر ہیں۔[3] حدیثِ پاک سے ماخوذ چند مسائل یہ ہیں: (1) ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کی شرمگاہ دیکھنے اور تمام محرمات کو دیکھنے سے نظریں نیچی رکھنی چاہئیں اور ہر اس چیز کو دیکھنے سے احتراز کرنا چاہیے جس کو دیکھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو۔ (2) گھروں میں رہنا مستحب ہے تاکہ آدمی ان چیزوں کو دیکھنے سے محفوظ رہے جن کو دیکھنا ممنوع ہے اور ان چیزوں کو

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الاستئذان، باب آیۃ الحجاب، ۱۲/ ۱۰، تحت الحدیث: ۶۲۲۹ ملخصاً۔

2 . . . مجموعۃ رسائل الامام الغزالی، الادب فی الدین، ص ۴۱۴۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب اللباس والزینۃ، باب النھی عن الجلوس فی الطرقات۔۔۔الخ، ۷/ ۱۰۲، الجزء الرابع عشر۔

سننے سے بچا رہے جن کا سننا مکروہ یا ممنوع ہے۔[1] (3) بازاروں، گلیوں، کوچوں، دوکانوں کے تھڑوں پر بیٹھنا مناسب نہیں ہے اور آج کل نوجوان لڑکے جس انداز سے ان مقامات پر مجلس جماتے ہیں اس کے ناجائز و حرام اور گناہ ہونے میں شک نہیں یعنی تاش، شطرنج کھیلتے ہیں، بدزبانی کرتے ہیں، فضول و لغو امور میں منہمک ہوتے ہیں، راہ چلتی مستورات پر آواز کستے اور انہیں تنگ کرتے ہیں، کام کاج اور تعلیم سے جی چرا کر فضول اور بیکار بیٹھے رہتے ہیں، بعض اوباش نوجوانوں کے ساتھ مجلس کرتے ہیں اور برائیوں کے اختیار کرنے کے منصوبے بناتے ہیں، یہ کام خود بھی ناجائز ہیں اور اس مقصد سے مجلس جمانا بھی گناہ اور حرام ہے۔ اسی طرح بچے بلکہ بعض اوقات بڑے بھی سڑکوں، گلیوں میں کرکٹ، فٹبال وغیرہ کھیلتے ہیں جس سے ہمسایوں اور راہگیروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ بھی ناجائز ہے۔ البتہ کسی جائز ضرورت کے لیے ان مقامات پر بیٹھنا پڑے تو پھر راستے کا حق بھی ادا کرنا چاہیے۔[2] (4) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو بیٹھنے کے لیے وہ مجالس اختیار کرنی چاہئیں جہاں مکروہ اُمور نہ دیکھیں اور وہ باتیں نہ سننے پائیں جن کا شرع میں سننا حرام ہے۔ لہٰذا گھروں میں ریڈیو وغیرہ گانے سننے اور مکروہ ڈرامے سننے کے لیے رکھنا حرام ہے۔ ہاں اگر ریڈیو میں صرف نعت خوانی سننا اور ملکی اخبار پر اطلاع حاصل ہونا مطلوب ہو تو شرعی حدود کے تحت جائز ہو گا بشرطیکہ اُصولِ شرع کی خلاف ورزی نہ ہو۔"[3] (5) **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ (حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے ارشاد فرمایا: "اگر تمہیں راستے میں بیٹھنا ہی ہے تو پھر راستے کو اس کا حق ادا کرو۔") یعنی راستے میں بیٹھ کر وہ نیکیاں کرو جس کی برکت سے وہاں کے تمام گناہوں سے بچے رہو اور ثواب کمالو۔ یہاں حق بمعنی استحقاق ہے کہ راستہ ان اعمال کا مستحق ہے۔ (صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کیا: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم راستے کا حق کیا ہے؟" آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "نگاہیں نیچی رکھنا، راہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المظالم والغصب، باب افنية الدور والجلوس فيها... الخ، ۶/ ۵۸۹۔

2 ... فیوض الباری، ۹/ ۲۷۰۔

3 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۶۸۹۔

کرنا۔") یعنی راستوں پر بیٹھ کر یہ پانچ نیکیاں یا ان میں سے جس قدر بن پڑیں کیا کرو۔ نگاہیں نیچی رکھو تاکہ اجنبی عورتوں پر نہ پڑیں، راستے سے کانٹا، اینٹ، پتھر الگ کر دیا کرو تاکہ کسی راہ گیر کو نہ چبھے، نہ ٹھوکر لگے۔ جو راستے سے گزرنے والا تمہیں سلام کرتا ہوا گزرے اس کا جواب دو۔ اگر تم راستے میں کسی کو کوئی بُرا کام کرتے دیکھو تو اس سے روکو، اُس کے عوض اسے اچھے کام کرنے کا مشورہ دو، اس صورت میں تمہارا وہاں بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ **سُبْحٰنَ اللّٰہ!** کیمیا پیتل، تانبے کو سونا کر دیتی ہے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیم گناہوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔"[1]

ترے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا
ثواب ہوگئے سارے عقاب کیا کہنا

راستوں، گلی محلوں میں بیٹھنے سے گریز کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کی سیرت پر عمل پیرا ہونے والے کو نہ صرف دنیا کی برکتیں نصیب ہوں گی بلکہ وہ آخرت میں بھی سُرخرو ہو گا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا چلا جارہا ہے برائیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ رَذائل اَخلاق معاشرے کی اساس کو دیمک کی طرح چاٹتے چلے جارہے ہیں۔ ایک طرف جھوٹ غیبت، حسد، کینہ، بغض و عناد جیسے امراض پروان چڑھ رہے ہیں تو دوسری جانب فحاشی و عریانی کا بازار گرم ہے۔ رات گئے راستوں میں بیٹھے نوجوان، گلی، محلوں اور راہوں میں خواتین پر آوازیں کستے یہ غافل لوگ دنیا کی عارضی و فانی محبت میں مست، سراسر خسارے کی جانب بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ ایسے پرفتن حالات میں فٹ پاتھ، بازاروں، گلی، کوچوں اور راستوں پر بیٹھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ہاں جو شخص ان جگہوں پر بیٹھ کر ان کے حقوق ادا کر سکتا ہے تو اس کے لیے رخصت ہے۔ جیسا کہ عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اہلِ علم اور اہلِ فضل کو راستوں اور بازاروں میں بیٹھنے کی اجازت ہے کیونکہ وہ راستے کے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۲۲۔

حقوق ادا کر سکتے ہیں۔“[1]

”مَسْجِدِ قُبَا“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) بُرائی کا خاتمہ کرنے کے لیے ان تمام چیزوں پر بھی پابندی عائد کرنی چاہیے جو اس برائی کا ذریعہ ہیں۔

(2) راستے میں مجلس لگانے کی شرائط بہت کڑی ہیں ان پر پورا اترنا آسان نہیں لہٰذا سرِ راہ مجلس لگانے سے بچنا چاہیے البتہ جو شخص راستے کے حقوق و آداب کا خیال رکھنے پر قادِر ہے اسے اجازت ہے۔

(3) راستوں، بازاروں، گلی، کوچوں اور ہوٹلوں وغیرہ پر بیٹھنے سے گریز کرنا چاہیے کہ ان جگہوں پر بیٹھنے سے بد نگاہی، غفلت اور کئی طرح کے گناہوں میں ملوث ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

(4) راستے میں بیٹھ کر آنے جانے والوں کے سلام کا جواب دینا راستے کا حق ہے لہٰذا ایسی صورت میں جب بھی کوئی سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب ضرور دیں۔

(5) راستے میں بیٹھا ہوا شخص لوگوں کو نیکی دعوت دے اور بُرائی سے منع کرے اور ہر اس کام سے بچے جس کی وجہ سے گناہ میں پڑنے کا خدشہ ہو۔

(6) ہر اس مجلس سے بچنا چاہیے جس میں غیبت، بدگمانی، دِین سے دُوری اور غفلت میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔

(7) راستے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اگر راستے میں کوئی گندگی یا غلاظت پڑی ہوئی ہے تو اسے صاف کر دیا جائے، پتھر، کانٹے، شیشے کے ٹکڑے یا کوئی ایسی شے جو گزرنے والوں کو تکلیف پہنچا سکتی ہے اسے بھی راستے سے دُور کر دینا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بلا ضرورت وبلا حاجت گلی، کوچوں اور شاہراؤں کی زینت بننے سے محفوظ فرمائے اور حاجت کے پیشِ نظر راستوں کے حقوق ادا کرنے، نیکی کی دعوت عام کرنے اور بُرائیوں

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المظالم والغصب، باب افنية الدور والجلوس فيها۔۔۔الخ، ۶/ ۵۹۰۔

سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:191

رسولُ اللہ کی عملی طور پر نیکی کی دعوت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی خَاتَمًا مِنْ ذَھَبٍ فِیْ یَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَہُ فَطَرَحَہُ وَقَالَ: یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ اِلٰی جَمْرَۃٍ مِنْ نَارٍ فَیَجْعَلُھَا فِیْ یَدِہٖ فَقِیْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَمَا ذَھَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خُذْ خَاتَمَکَ انْتَفِعْ بِہٖ قَالَ: لَا وَاللّٰہِ لَا اٰخُذُہٗ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا: ”تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں دوزخ کا انگارہ لینے کا قصد کرتا ہے۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اس سے (کوئی دوسرا) فائدہ حاصل کرلو۔ لیکن اس نے کہا: ”نہیں، خدا کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اُٹھاؤں گا کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے پھینکا ہے۔“

رسولُ اللہ کی عملی تبلیغ:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سونے کی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دینا آپ کی عملی تبلیغ کا ایک نمونہ ہے چنانچہ مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ ہے عملی تبلیغ کہ بُرائی کو بہ جبر روک دیا۔ (آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) فرماتے ہیں: جو کوئی بُرائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے، نہ کرسکے تو زبان سے روکے، یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے بُرا جانے۔“[2]

---

1 ... مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب۔۔۔الخ، ص۱۱۵۷، حدیث:۲۰۹۰۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۱۲۹۔

مَرد کے لیے سونا پہننا حرام ہے:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان: ”تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں دوزخ کا انگارہ لینے کا قصد کرتا ہے۔“ سونے کی انگوٹھی مرد پر حرام ہونے کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد میں اس بات کی صراحت ہے کہ سونے کی انگوٹھی پہننے سے جو منع کیا گیا ہے یہ حرام ہونے کے سبب ہے۔“[1] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے سونا پہننے پر جو وعید بیان فرمائی ہے، اس سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ مرد کے لیے سونا پہننا گناہ کبیرہ ہے۔“[2] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مسلمان مرد کے لیے سونا پہننا گویا دوزخ کی چنگاری اپنے ہاتھ میں لینا ہے کیونکہ یہ اس کا سبب ہے۔“[3]

مَرد کے لیے سونے کی انگوٹھی:

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: (1) ”مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے۔ (2) انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے، دوسری دھات کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، مثلاً لوہا، پیتل، تانبا، جست وغیرہا۔ (3) انگوٹھی اُنہی کے لیے مسنون ہے جن کو مہر کرنے کی حاجت ہوتی ہے، جیسے سلطان و قاضی اور علما جو فتویٰ پر مہر کرتے ہیں، ان کے سوا دوسروں کے لیے جن کو مہر کرنے کی حاجت نہ ہو مسنون نہیں مگر پہننا جائز ہے۔ (4) مرد کو چاہیے کہ اگر انگوٹھی پہنے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے اور عورتیں نگینہ ہاتھ کی پشت کی طرف رکھیں کہ ان کا پہننا زینت کے لیے ہے اور زینت اسی صورت میں زیادہ ہے کہ نگینہ باہر کی جانب رہے۔ (5) انگوٹھی وہی جائز ہے جو

---

1. ... شرح مسلم للنووی، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال۔۔۔الخ، ۷/ ۶۵، الجزء الرابع عشر۔
2. ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/ ۴۸۰، تحت الحدیث: ۱۹۲۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۲۹۔

مَردوں کی انگوٹھی کی طرح ہو یعنی ایک نگینہ کی ہو اور اگر اس میں کئی نگینے ہوں تو اگرچہ وہ چاندی ہی کی ہو، مرد کے لیے ناجائز ہے۔ اسی طرح مَردوں کے لیے ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا یا چھلے پہننا بھی ناجائز ہے کہ یہ انگوٹھی نہیں، عورتیں چھلے پہن سکتی ہیں۔"[1]

صحابہ کرام کا مشورہ اور صحابی کا جواب:

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو نصیحت کرنے کے بعد جب **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس مجلس سے تشریف لے گئے تو اس شخص سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اسے پہننے کے بجائے دیگر جائز امور میں صرف کرلو۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یعنی اسے فروخت کرکے اس کی قیمت سے فائدہ حاصل کرو یا کسی کو تحفے میں دے دو یا پھر اسے دے دو جس کے لیے اسے استعمال کرنا جائز ہے یعنی کسی عورت کی ملک کر دو۔"[2]

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مشورہ سن کر وہ صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بولے: "نہیں خدا کی قسم! میں اسے کبھی نہ اٹھاؤں گا کیونکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے پھینک دیا ہے۔" **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ ہے مفتیِ عشق کا فتویٰ کہ اب میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا، کوئی فقیر اسے اٹھالے تاکہ یہ صدقہ میرے اس قصور کا کفارہ بن جائے جو میں نے پہلے بے خبری میں کیا کہ سونا پہنا، اس میں مال کی بربادی نہیں بلکہ اپنا کفارہ ادا کرنا ہے۔"[3]

صحابیِ رسول کا عشقِ رسول:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اس قول میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم کی بجا آوری اور جن باتوں سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرنے میں انتہائی درجے کا مبالغہ پایا جارہا ہے۔ نیز اس شخص نے

---

1 ... بہار شریعت، حصہ ١٦، ٣/٤٢٦ تا ٤٢٨ ملتقطاً۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ١/٤٧٩، تحت الحدیث: ١٩٢۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ٦/١٢٩۔

تاویلاتِ ضعیفہ کر کے اس انگوٹھی سے نفع حاصل کرنے کو اچھا گمان نہ کیا اور اس نے انگوٹھی فُقَراء اور دیگر لوگوں کے لیے مباح کرتے ہوئے وہیں چھوڑدی تاکہ ان میں سے جو چاہے اٹھالے تو اس وقت لوگوں کے لیے وہ انگوٹھی اٹھانا اور اس میں تَصَرُّف کرنا جائز ہوگیا اور اگر وہ شخص انگوٹھی خود اٹھالیتا تو اس کا یہ اٹھانا بھی جائز اور اس میں بیع یا کسی اور طریقے سے تَصَرُّف کرنا بھی جائز تھا کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس میں مطلقاً تَصَرُّف کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا بلکہ اس کو پہننے سے منع فرمایا تھا۔ پہننے کے علاوہ دیگر تَصَرُّفات کرنا ان کے لیے بالکل جائز تھے لیکن انہوں نے اسے اٹھانے سے پرہیز کیا اور اس انگوٹھی سے حاجت مند پر صدقہ کرنے کا قصد کر لیا۔“[1]

مدنی گلدستہ

امام ”حُسَین“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی جو ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور ایک نگینہ والی ہو، اس کے علاوہ ہر قسم کا زیور چاہے وہ سونا ہو یا چاندی یا اور کسی دھات کا حرام ہے۔

(2) مرد کو چاہیے کہ اگر انگوٹھی پہنے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے اور عورتیں نگینہ ہاتھ کی پشت کی طرف رکھیں کہ ان کا پہننا زینت کے لیے ہے۔

(3) مرد سونا پہن نہیں سکتا البتہ سونے کی خرید و فروخت اور کاروبار کرنا مرد کے لیے جائز ہے۔

(4) مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرنے اور آپ کی پیروی کرنے میں بہت زیادہ شدت کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں برائیوں کے خلاف عملی طور پر تبلیغ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے مرد حضرات کو سونا پہننے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب۔۔۔ الخ، ۷/ ۶۵، الجزء الرابع عشر۔

آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:192 بے ادب اور گستاخ حاکم کو نیکی کی دعوت

عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡحَسَنِ الۡبَصۡرِیِّ: اَنَّ عَائِذَ بۡنَ عَمۡرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیۡدِ اللّٰہِ بۡنِ زِیَادٍ فَقَالَ: اَیۡ بُنَیَّ اِنِّیۡ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ: اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الۡحُطَمَۃُ فَاِیَّاکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنۡھُمۡ، فَقَالَ لَہٗ: اِجۡلِسۡ فَاِنَّمَا اَنۡتَ مِنۡ نُخَالَۃِ اَصۡحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَھَلۡ کَانَتۡ لَھُمۡ نُخَالَۃٌ؟ اِنَّمَا کَانَتِ النُّخَالَۃُ بَعۡدَھُمۡ وَفِیۡ غَیۡرِھِمۡ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید حَسَن بَصری رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ سے روایت ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا عائذ بن عَمۡرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ **عُبَیۡدُ اللّٰہ** بن زیاد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ”اے لڑکے! میں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: بدترین حاکم وہ ہیں جو ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ لہٰذا تو اس بات سے بچنا کہ تیرا شمار ان بدترین حاکموں میں ہو۔“ ابنِ زیاد نے (گستاخانہ لہجے میں) کہا: ”بیٹھ جاؤ! تم تو **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ میں بھوسے کی طرح ہو۔“ حضرتِ سَیِّدُنا عائذ بن عَمۡرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: ”کیا **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب میں بھی بھوسہ ہے؟ بیشک بھوسہ تو ان کے بعد یا ان کے غیر میں ہو گا۔“

ظالِم و جابِر و لالچی حکمرانوں کے گندے اَوصاف:

حدیثِ پاک میں ظلم کے لیے ”**اَلۡحُطَمَۃ**“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عَلَّامہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡبَارِی فرماتے ہیں: ”یہ لفظ دو طرح کے آدمیوں کے لیے استعمال ہوتا ہے: (1) جو اونٹوں کی نگہبانی کرنے میں، انہیں چلانے، پانی پر لانے اور وہاں سے واپس لے جانے میں سختی کرتا ہو۔ (2) وہ آدمی جو کھانے کا اتنا حریص ہو کہ جس چیز پر اس کی نظر پڑ جائے اسے ہڑپ کر لے۔ حدیث پاک میں اس لفظ سے بُرے

---

1 ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل...الخ، ص ۱۰۱۸، حدیث: ۱۸۳۰۔

حاکم کی مثال دی گئی ہے تو اب ان دونوں معنی کے لحاظ سے حدیثِ پاک کا معنی یہ ہو گا کہ بدترین حاکم وہ ہے جو رعایا پر ظلم و جبر کرے اور آزمائش میں ان پر رحم نہ کرے نیز اس کا نفس اس قدر کمینہ اور طبیعت اتنی ظالم ہو جائے کہ وہ لوگوں کے ہاتھ میں جو چیز بھی دیکھے اسے چھیننے کی کوشش کرے۔“[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بدترین سلطان و حکام وہ ہیں جو رعایا کی کمر توڑ دیں، ان پر ٹیکسوں گرانیوں کی بھرمار کر دیں اور سخت احکام سے رعایا کو پریشان کر دیں جیسا کہ آج کل دیکھا جا رہا ہے۔“[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بدترین حاکم وہ ہے جو اپنی رعایا پر سختی کرے، عام آدمی کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آئے بلکہ ان پر ظلم کرے اور ان کے حقوق ادا نہ کرے اور رعایا کی آپس میں ایک دوسرے سے مڈ بھیڑ کروا کر انہیں اذیت و تکلیف پہنچائے۔“[3]

اُمّت میں سب سے افضل لوگ:

عُبَیْدُ اللّٰہ بن زیاد کا گستاخی پر مبنی جواب سن کر حضرتِ سَیِّدُنا عائذ بن عَمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”کیا **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب میں بھی کوئی بھوسہ ہے؟ بیشک بیکار و فضول افراد تو ان کے بعد یا ان کے علاوہ لوگوں میں ہیں۔ **عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرتِ سَیِّدُنا عائذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ کلام نہایت فصیح اور سلیس ہے اور یہ ایسا سچ ہے جسے ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے بیشک تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان لوگوں میں منتخب کردہ ہیں، اس اُمَّت کے سردار ہیں، بعد میں آنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں، سب پرہیزگار و عادل ہیں، ان میں کوئی فضول و ناکارہ نہیں، بیشک معمولی اور گھٹیا درجے کے لوگ تو ان کے بعد آئے اور انہیں میں بھوسی کی مثل بیکار و نکمے لوگ ہیں۔“[4]

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ۷/۲۶۶، تحت الحدیث: ۳۶۸۸ ملخصًا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۳۵۳ ملخصًا۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۸۲، تحت الحدیث: ۱۹۳ ملخصًا۔

4 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامیر العادل۔۔۔الخ، ۶/۲۱۶، الجزء الثانی عشر۔

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی شان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اصحاب رہتی دنیا تک پوری انسانیت کے لیے مقتدا و پیشوا ہیں، یہ وہ خوش بخت ہستیاں ہیں جنھیں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت نصیب ہوئی۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے فضائل ومناقب تو خود رب تعالیٰ نے بیان فرمائے، خود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بیان فرمائے، جس میں ان کے کردار و گفتار، عدالت و سخاوت، عبادت و ریاضت، شجاعت و بہادری کے حسین باب موجود ہیں۔ یہ وہی بندگانِ خدا ہیں کہ جنہوں نے چمنستانِ اسلام کی اپنے کردار اور گفتار دونوں سے آبیاری کی۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا، محبت رسول، اور اِحیائے دِین کے لیے اپنا تَن مَن دَھن سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ وہی عظیم ہستیاں ہیں کہ جنہوں نے تمام مسلمانوں کو یہ عظیم درسِ عشق ومحبت دیا کہ:

محمد کی محبت دِینِ حق کی شرطِ اَوّل ہے ...... اِسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محمد کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی ...... خدا کے دِین میں توحید میں آباد ہونے کی

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرتِ سَیِّدُنا عائذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں بھوسی (فضول) ہونے کو بعید جانتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں بھلا بھوسی کیونکر ہوسکتی ہے؟ یہ تو وہ ذی مرتبہ اَفراد ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا اور انہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَنوار سے مُسْتَفِیْض ہونے کا شرف عطا فرمایا، بلکہ یہ تمام کے تمام سردار اور رہنما ہیں۔ اِن کی فضیلت کے لیے تو بس آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشاد ہی کافی ہے: ”**اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُم** یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم اِن میں سے جسکی بھی پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔“[1]

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدِّدِ دِین ومِلَّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/ ۴۸۲، تحت الحدیث: ۱۹۳ ملخصًا۔

الرَّحْمٰن اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اہلسنت کا ہے بیڑا پار اَصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عِترت رسولُ اللّٰہ کی

نیکی کی دعوت عام کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِین اِسلام نے نیکی دعوت عام کرنے اور بُرائیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی بیان ہوا کہ حضرتِ سَیِّدُنا عائذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اِبن زِیاد کو رِعایا کے ساتھ نرمی اور بھلائی کا معاملہ کرنے کی نصیحت فرمائی اور اسے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی سنایا۔ ہمیں بھی اس حدیثِ پاک سے درس ملتا ہے کہ انسان کو ہر سطح پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا چاہیے امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، چھوٹا ہو یا بڑا، بادشاہ ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت الغرض دنیا کے ہر طبقے تک دین اور شریعت کو پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ معاشرے کی بقاء اور فلاح وبہود اسی میں ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں نیکی کی دعوت عام کی جائے اور برائیوں سے منع کیا جائے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کے یہی وہ ذریں اصول ہیں، جس میں انسانیت کے لیے امن وسکون، اخوت وبھائی چارہ، رواداری اور اعتدال وانصاف جیسے اہم انعامات پوشیدہ ہیں۔

سیدنا "عثمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بُرائی کو استطاعت کے مطابق روکنا چاہیے جیسا کہ حضرتِ سَیِّدُنا عائذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ابنِ زیاد جیسے ظالم کو اپنی قدرت کے مطابق زبان سے روکا اور نیکی کی دعوت پیش کی۔

(2) بدترین حاکم وہ ہے جو اپنی رعایا پر ظلم کرے، اُن کے حقوق تلف کرے اور ناجائز ٹیکسوں کے بوجھ اُن پر ڈال کر انہیں پریشان کرے۔

(3) امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، چھوٹا ہو یا بڑا، بادشاہ ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت ہر شخص کو اپنی طاقت وقوت کے مطابق نیکی کی دعوت عام کرنی چاہیے۔

(4) تمام صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اِس اُمَّت کی عظیم ترین اور سب سے افضل ہستیاں ہیں، اِن کے کردار و گفتار، عدالت وسخاوت، عبادت وریاضت، شجاعت وبہادری کے حسین باب موجود ہیں۔

(5) صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کی ادنیٰ سے گستاخی بھی دنیا وآخرت کی تباہی وبربادی کا سبب ہے، اِس لیے ان مبارک ہستیوں کی ہمیشہ تعریف کرتے رہنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر دم نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان کا عشق اور محبت عطا فرمائے، اُن کی گستاخی سے محفوظ فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:193

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ترک کرنے کا وبال

عَنۡ حُذَیۡفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ! لَتَاۡمُرُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَلَتَنۡھَوُنَّ عَنِ الۡمُنۡکَرِ اَوۡ لَیُوۡشِکَنَّ اللّٰہُ اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عِقَابًا مِّنۡہُ ثُمَّ تَدۡعُوۡنَہٗ فَلَا یُسۡتَجَابُ لَکُمۡ۔ (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے کہ دو عالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اُس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور بُرائی سے منع کرتے رہنا، ورنہ قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے، پھر تم اُس کی بارگاہ میں دُعا کروگے، لیکن تمہاری دُعا قبول نہیں کی جائے گی۔“

نیکی کی دعوت ترک کرنے کا نقصان:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہے کہ لوگ جب تک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ

1 . . . ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ۴/۶۹، حدیث: ۲۱۷۶۔

سر انجام دیتے رہیں گے اس وقت تک عذابِ الٰہی سے محفوظ رہیں گے لیکن جب اِس ذمہ داری کو نبھانے میں کوتاہی برتی جائے گی تو پھر سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قہر میں مبتلا ہوں گے اور ہر خاص و عام اس عذاب کی لپیٹ میں آئے گا اور ایسے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرنا بھی کام نہ آئے گا۔

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے پہلو تہی کتنا بڑا جرم ہے، اس حدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا بیان کیا گیا۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: یا تو تمہیں یہ فریضہ انجام دینا ہوگا یا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے بعد اگر دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔ یہ نہایت سخت قِسم کی وعید ہے یعنی جب تک تم اپنی کوتاہی کا ازالہ نہیں کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگو گے تو تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ اس حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر بھی قسم اور تاکیدی صیغوں کے ساتھ ہوا اور عذاب کے ذکر کے لیے بھی تاکیدی صیغہ استعمال کیا گیا جو اس کی اہمیت اور عدم بجا آوری کی صورت میں عذاب کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔“[1]

بُرائی کی نحوست کا عام ہونا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ بھلائی کا حکم نہ دینے اور برائی سے منع نہ کرنے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا ہے اور پھر اس وقت دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ عذاب حکمرانوں کے ظلم یا دشمن مُسَلَّط ہونے یا پھر دیگر مَصَائِب و آلام نازل ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور پھر اس وقت دعا بھی قبول نہیں ہوتی کیونکہ حِکمتِ اِلٰہی ہے کہ اُس نے تمہاری امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی کوتاہی کے بدلے میں اِس عذاب کو مقرر فرمایا ہے۔ اس حدیث پاک میں اِس بات پر دلیل ہے کہ جب برائی سے منع نہیں کیا جاتا تو اُس کی نحوست عام ہو جاتی ہے اور اُس کا عذاب گناہ کرنے اور نہ کرنے والوں سب کو پہنچتا ہے۔ اِسی باب میں اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا زینب بنت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۰۵ مکتبہ اسلامیہ۔

جَحْش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ایک حدیث پاک گزری، اس میں بھی اس بات کا بیان تھا کہ نیکی کی دعوت ترک کرنے کی صورت میں صالحین کی موجودگی میں بھی عذاب نازل ہوتا ہے۔ ہاں اگر لوگ اپنی استطاعت کے مطابق نہی عن المنکر کرتے رہیں تو پھر اُن کا یہ عمل اس عذاب کو دور کرنے والا ہے۔"[1]

نیکی کی دعوت ہرگز ترک نہ کیجئے:

دعا مومن کا ہتھیار ہے جو اسے ہر مشکل میں کام آتا ہے۔ انسان کو کسی بھی قسم کی تکلیف یا پریشانی ہو وہ رب تعالٰی کی بارگاہ میں دعا کرکے اس تکلیف سے نجات طلب کرتا ہے اور دعا کے قبول ہوتے ہی وہ اس پریشانی اور مصیبت سے نجات حاصل کرلیتا ہے لیکن نیکی کی دعوت ترک کرنے اور برائی سے منع نہ کرنے کی وجہ سے جو عذاب نازل ہوتا ہے وہ دعا سے بھی نہیں ٹلتا۔ اس لیے نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا کبھی بھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "انسان پر آنے والی تکالیف اور مَصائِب دعا سے ٹل جاتے ہیں مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے سے جو عذاب آتا ہے وہ دعا سے بھی نہیں ٹلتا۔"[2]

یا شیخ اپنی اپنی دیکھ۔۔۔:

شَیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی مایہ ناز تصنیف "نیکی کی دعوت" صفحہ ۴۵۸ پر فرماتے ہیں:

"میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! "یا شیخ! اپنی اپنی دیکھ!" کے تَحت صِرف اپنی اِصلاح کی فِکر میں لگے رہنے کے بجائے دُوسروں کی دُرُستی کی طرف بھی تَوَجُّہ دینی چاہئے، کیونکہ کثیر گناہ ایسے ہیں کہ جن کا نقصان دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ مَثَلاً اگر کوئی شخص چوری کا گناہ کرے تو اُس شخص کو بھی نقصان ہو گا جس کی چیز چُرائی گئی بِالکل یِہی مُعامَلہ ڈاکہ ڈالنے، امانت میں خِیانت کرنے، گالی دینے، تُہمت لگانے، غیبت کرنے، چُغلی کھانے،

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۸۳، تحت الحدیث: ۱۹۴ ملخصًا۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الاداب، باب الامر بالمعروف، ۴/۱۹۱۔

کسی کے عَیب اُچھالنے، ناحَق کسی کا مال کھانے، خون بہانے، کسی کو بِلا اجازتِ شَرعی تکلیف پہنچانے، قَرض دبا لینے، کسی کی چیز اُسے ناگوار گزرنے کے باوُجُود بِلا اجازت استِعمال کرنے، ماں باپ کو ستانے اور بد نِگاہی کرنے وغیرہ کا ہے۔ اب اگر ہر ایک کو ان گناہوں کے اِرتِکاب کی کھلی چھوٹ دے دی جائے پھر نہ تو کسی کا مال سَلامت رہے گا اور نہ ہی عزّت! بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہمارا مُعاشَرہ **"دَرِندوں کے جنگل"** کا منظر پیش کرنے لگے گا۔ بعض گناہ ایسے ہیں جن کے اِرتِکاب سے انسان کی عزّت کو بھی نقصان پہنچتا ہے مَثَلاً جو شخص چُغل خور یازانی یا شرابی کے طور پر مشہور ہو جائے تو سب پر عِیاں (یعنی ظاہر) ہے کہ مُعاشَرے میں اس کا کیا مَقام ہوتا ہے؟ اور بعض گناہ ایسے ہیں جو انسان کے مال کو نقصان پہنچاتے ہیں مَثَلاً جُوا کھیلنے کی لَت پڑ جانا، سُود پر قَرض لینا، کام کاج کرنے کے بجائے فلمیں ڈِرامے دیکھنے میں مشغول رہنا، مذکورہ کاموں میں مُلَوَّث افراد مالی طور پر جس طرح "دن دُگنی رات چوگنی" اُلٹی ترقّی کرتے ہیں یہ کسی صاحِبِ عقل سے مخفی (یعنی چُھپا) نہیں۔ ان تمام دنیاوی نقصانات کے ساتھ ساتھ ایسے شخص کو اُخروی (اُخ۔رَ۔وی) طور پر بھی خَسارے (یعنی نقصان) کا سامنا ہے، جو جہنَّم کے بھیانک اور ہولناک عذاب کی صورت میں پیش آسکتا ہے۔ **وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ**

افسوس! صد کروڑ افسوس! آج کل مسلمانوں میں نیکیوں کا ذِہن بہت کم ہو گیا ہے، بس ہر طرف گناہوں کا دَور دَورہ ہے، نیکی کی دعوت کی طرف بھی کوئی خاص رغبت نہیں رہی۔ نیک بننے اور گناہوں سے بچنے اور ایمان کی حفاظت کیلئے فی زمانہ دعوتِ اسلامی کا مَدَنی ماحول کسی نِعمتِ غیر مُترقبہ (غیر۔مُ۔تَ۔رَق۔قَ۔بَہ یعنی وہ دولت جس کے حصول کا گمان نہ ہو) سے کم نہیں، آج کے گناہوں بھرے ماحول میں پلنے والے بڑے بڑے مجرم مَدَنی ماحول میں آکر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ سنّتوں کے سانچے میں ڈھل گئے۔ اِس ضِمن میں ایک "مَدَنی بہار" پیش خدمت ہے:

میں گناہوں کی تاریکیوں میں گم تھا:

گجرات (پنجاب، پاکستان) کے مقیم اسلامی بھائی کے بیان کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے: تبلیغِ قراٰن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** کے مَدَنی ماحول سے وابَستہ ہونے سے قبل میں گناہوں کی تاریکیوں میں گم تھا۔ غفلت کے اندھیروں نے مجھے دِین سے عَمَلاً اِس قَدَر دُور کر رکھا تھا کہ نَماز، روزے کی

کچھ پرواہ نہ تھی۔ ایک روز جب حسبِ معمول میرے قاری صاحِب گھر میں مجھے قراٰنِ پاک پڑھانے کے لیے آئے تو اُس وقت میں T.V. پر ڈرامہ دیکھنے میں مصروف تھا، میں نے کہا: ”قاری صاحِب! آپ تشریف رکھئے میں ڈرامہ دیکھ کر ابھی آرہا ہوں بس تھوڑا ہی رہ گیا ہے۔“ قاری صاحِب کا حوصلہ بھی کمال کا تھا، ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے نہایت ہی شَفقت سے اِنفرادی کوشِش کرتے ہوئے اُنہوں نے مجھے دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کا مطبوعہ رسالہ **”ٹی وی کی تباہ کاریاں“** پڑھ کر سنایا۔ رسالہ سن کر بے اختیار ندامت و شرمندگی مجھ پر غالِب آئی اور میں خوفِ خدا سے سرتاپا لرز اُٹھا! قاری صاحِب کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے میں نے جب اپنی گزَشتہ زندگی کا اِحتساب کیا تو میرا دل رونے لگا کہ آہ! صد ہزار آہ! میں نے زندگی کا اِتنا بڑا حصّہ فُضُولیات ولَغویات میں صَرف کر دیا اور مجھے اِس کا اِحساس تک نہ ہوا! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ میں نے صِدقِ دل سے توبہ کی اور عزمِ مُصَمَّم کر لیا کہ آیندہ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ گناہوں سے بچتا رہوں گا، نماز کی پابندی کرتے ہوئے سنّتوں بھری زندگی گزارنے کی کوشش کرتا رہوں گا، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ورسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی، جھوٹ، غیبت، چغلی اور وعدہ خِلافی وغیرہ وغیرہ سے بچتا رہوں گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ **دعوتِ اسلامی** کے مُشکبار مَدَنی ماحول نے میری کایا پلٹ دی اور مجھ سا بگڑا ہوا انسان بھی سُدھرنے پر کمربستہ ہو گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں مدَنی ماحول میں اِستِقامت عطا فرمائے۔ آمین

تُو نرمی کو اپنانا جھگڑے مٹانا ...... رہے گا سدا خوشنما مَدَنی ماحول

تُو غصّے جھڑکنے سے بچنا وگرنہ ...... یہ بدنام ہو گا ترا مَدَنی ماحول

مدنی گلدستہ

”نیکی“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اگر لوگ نیکی کی دعوت دینا بالکل چھوڑ دیں تو پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کو کوئی نہیں روک سکتا، کیونکہ دو باتوں میں سے ایک ہی ہو گی یا تو لوگ نیکی کی دعوت دیتے رہیں گے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب ان پر نازل ہو گا۔

(2) عموماً بلائیں یا مصیبتیں دعاؤں کی برکت سے دُور ہو جاتی ہیں کہ دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، مگر نیکی کی دعوت کو ترک کرنے کے سبب جو عذاب نازل ہوتا ہے وہ دعاؤں سے بھی نہیں ٹلتا، اس لیے نیکی کی دعوت کو کسی بھی صورت ترک نہیں کرنا چاہیے۔

(3) جو مصیبت نیکی کی دعوت ترک کرنے اور بُرائی سے منع نہ کرنے کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اس کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر دوبارہ شروع کر دے اور اب اس میں کوتاہی نہ کرے۔

(4) امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک کرنے کا وبال مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے، بسا اوقات ظالم حکمران یا دشمن مُسَلَّط کر دیا جاتا ہے، بسا اوقات شدید مصائب و آلام میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے جیسے اہم فریضے کی ہمیشہ ادائیگی کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان کے ترک سے محفوظ و مامون فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:194

سب سے افضل جہاد

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَفْضَلُ الْجِہَادِ کَلِمَۃُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔(1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔“

حدیث نمبر:195

ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنا

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللہِ طَارِقِ بْنِ شِہَابٍ الْبَجَلِیِّ الْاَحْمَسِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ

(1) . . . ابوداود، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/۱۶۶، حدیث: ۴۳۴۴۔

عَلَیْہِ وَسَلَّم وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَہٗ فِی الْغَرْزِ: اَیُّ الْجِہادِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو عبد اللہ طارق بن شہاب بَجَلی اَحْمَسِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس وقت پوچھا کہ جب آپ نے اپنا پاؤں مبارک رِکاب میں رکھ دیا تھا: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون سا جہاد افضل ہے؟'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنا۔''

حق بات کہنے کی صورتیں:

مذکورہ احادیث میں ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے حق بات کہنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے اور فاسق بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو سب سے افضل جہاد قرار دیا گیا ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا اس اعتبار سے افضل جہاد ہے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے نیز جابر سلطان کے مقابل حق بات کہنے کی چند صورتیں ہیں، اسے بھلائی کا حکم دے یا بُرائی سے منع کرے یا کسی کی جان، مال اور عزت و آبرو پامال کرنے سے روکے۔'' [2]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ''اگرچہ ایک کلمہ ہی ہو جیسے ہاں یا نہیں مثلاً فاسق بادشاہ اس سے پوچھے: کیا داڑھی منڈانا اچھا ہے؟ وہ کہہ دے: نہیں۔ یہ ''نہیں'' کہنا بڑا جہاد ہے۔'' [3]

سب سے افضل جہاد ہونے کی وجوہات:

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں ظالم و جابر حاکم کے سامنے حق بات کہنے کو سب سے افضل جہاد فرمایا گیا ہے شارِحینِ حدیث نے اس جہاد کے سب سے اعلیٰ و ارفع ہونے کی چند وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی عَلَّامَہ خَطَّابِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی کے حوالے سے نقل

---

1 . . . نسائی، کتاب البیعۃ، باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائر، ص ۶۸۲، حدیث: ۴۲۱۵۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/ ۴۸۴، تحت الحدیث: ۱۹۶۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۶۲۔

فرماتے ہیں کہ یہ جہاد کفار سے قتال کرنے کے مقابلے میں زیادہ افضل اس لیے ہے کہ جو شخص دشمن کے مدّ مقابل ہوتا ہے اسے زندہ بچنے کی اُمید بھی ہوتی ہے اور موت کا خوف بھی، وہ نہیں جانتا کہ غالب ہوگا یا مغلوب، لیکن جو شخص ظالم حاکم کے سامنے حق بات بیان کرتا ہے، اسے نیکی کا حکم دیتا ہے، وہ اس حاکم کے یہاں مجبور و مغلوب ہے، گویا کہ ایسا شخص اپنے آپ کو اذیت میں ڈال رہا ہے اور اپنی جان کو ہلاکت پر پیش کر رہا ہے، اُسے بس خوف لاحق ہے، بچنے کی اُمید نہیں، اسی غلبہ خوف کی بناء پر اِس جہاد کو جہاد کی تمام اقسام میں افضل قرار دیا گیا ہے۔''[1]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اگر بادشاہ اس کی تبلیغ کے نتیجے میں ان لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آجائے تو ایک مخلوق کو ظلم سے رہائی نصیب ہو جائے گی، جبکہ قتل کافر سے ایک کافر کم ہوگا مگر اس تبلیغ سے کثیر خَلقِ خدا کو فائدہ ہوگا۔''[2]

حق گوئی جہادِ اکبر ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''ظالم حاکم کے سامنے حق گوئی کرنا جہادِ اکبر ہونے کی وجہ سے سب سے افضل جہاد ہے کیونکہ اس میں مخالفتِ نفس پائی جاتی ہے، (نفس تو بادشاہ کی خوشامد کرنا چاہتا ہے تاکہ اِنعام واِکرام سے نوازا جائے۔) وہ نہیں چاہتا کہ حاکم کو نیکی کی دعوت دے کر خود کو پریشانی اور تکلیف میں ڈالے باوجودیکہ اس میں حاکم اور رعایا دونوں کے لیے نصیحت ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حاکم کو نہی عن المنکر کے ذریعے کسی مسلمان کو ظلماً قتل کرنے سے روکنا اور مسلمان کو قتل ہونے سے بچانا کافر کو قتل کرنے سے زیادہ افضل ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا (پ۶، المآئدۃ: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جِلا لیا۔[3]

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الثانی، ۷/ ۲۵۴، تحت الحدیث: ۳۷۰۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۶۳ ملخصاً۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الثانی، ۷/ ۲۸۲، تحت الحدیث: ۳۷۰۵۔

کمالِ توکُّل، قُوَّتِ ایمان پر دلالت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو افضل جہاد اس لیے کہا گیا کہ یہ فعل اس شخص کے کمال توکل، قوت ایمان اور شدت یقین پر دلالت کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس شخص نے ایسے ظالم وجابر بادشاہ کے سامنے حق بات کہی کہ جو ظلم وستم کرنا کا عادی ہے تو اس شخص نے اس حاکم کے ظلم سے بے خوف وخطر ہو کر حق بات کہی۔ گویا کہ اس شخص نے اپنی جان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دستِ قدرت پر فروخت کر دیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق اور اس کے حکم کو اپنے نفس کے حق پر فوقیت دی۔ برخلاف اس شخص کے کہ جو اپنے ہم پلہ دشمن سے جہاد کرے کیونکہ اُسے ایسا خطرہ نہیں ہوتا جو خطرہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے والے کو ہوتا ہے۔“[1]

حاکم کو نصیحت کون کرے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ دونوں احادیث میں ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنے کو سب سے بہترین جہاد فرمایا گیا ہے اور حاکموں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل اور کامل یقین رکھنے والوں میں شمار کیا گیا ہے، لیکن ہر انسان اس اہم کام کو سر انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور نہ ہی ہر شخص اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنا پیغام بادشاہ اور حُکام تک پہنچائے بلکہ یہ کام تو خاص طور ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جن کے حاکموں، وُزَراؤں اور اَہلِ مَنْصَب افراد سے قریبی تعلقات ہیں اور ایسے لوگ ہی حکماء اور اَمَرَاء کو دِین وشریعت کا درس دے سکتے ہیں۔ لیکن حاکموں کو نیکی کی دعوت دینے اور عام افراد کو نیکی کی دعوت دینے میں بہت فرق ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اگر عوام الناس کو آپ کی کوئی بات ناگوار گزرے گی تو وہ صبر کرلیں، لیکن اگر حکام کو کوئی بات ناپسند آئی تو آپ کو ضرر پہنچنے کا قوی امکان ہے۔ لہٰذا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے سے پہلے اس کے آداب جاننا ضروری ہے، تاکہ نیک مقصد میں کامیابی کو ممکن بنایا جاسکے۔ اسی ضمن میں ہمارے اکابرین نے نہایت حکمت بھری نصیحتیں فرمائی ہیں کہ جن پر

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/ ۴۸۴، تحت الحدیث: ۱۹۶۔

عمل پیرا ہو کر اس عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ،

بادشاہ کو نصیحت کرنے کا انداز:

امام الائمہ، سراج الامہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے شاگردِ رشید امام ابو یوسف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو بادشاہ کو نیکی کی دعوت دینے کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جب تم بادشاہ کے اندر کوئی خلافِ شرع بات دیکھو تو اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے سامنے اس برائی کا ذکر کر دو، کیونکہ اس کی طاقت و قوت تم سے زیادہ ہے، اس سے یوں کہو کہ: جن باتوں میں آپ کو مجھ پر اقتدار و اختیار حاصل ہے میں ان میں آپ کا فرمانبردار ہوں، لیکن آپ کے کردار میں کچھ ایسی چیزیں دیکھ رہا ہوں جو شریعت کے موافق نہیں۔ یہ یاد رہے کہ ایک مرتبہ نصیحت کر دینا ہی کافی ہے، بار بار بادشاہ کو نصیحت کرو گے تو اس کے درباری تمہارا اثر ورسوخ ختم کر دیں گے، جس کی وجہ سے دین کو بھی نقصان پہنچے گا۔ ایک یا دو مرتبہ نصیحت کر دو تاکہ لوگ تمہاری دینی جدوجہد اور نیکی کی دعوت کے جذبے کو جان لیں۔ اس کے بعد اگر بادشاہ دوبارہ کسی برائی کا ارتکاب کرے، تو اس کے گھر میں تنہائی میں اسے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دو اور اگر وہ بدعتی ہو تو (علم ہونے کی صورت میں) اس سے مناظرہ کرو اور قرآنِ حکیم کی آیاتِ بَیِّنَات، فرامینِ رسول میں سے جس قدر تمہیں یاد ہو اسے بیان کر کے اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرو، اگر وہ حق بات قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ بارگاہِ خداوندی میں عرض کرو کہ وہ تمہیں ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھے۔[1]

حاکم کو نصیحت کرنے میں احتیاط:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر امراء کو نیکی کی دعوت دینا نہایت قابلِ تعریف کام ہے، لیکن اس کام کو انجام دیتے ہوئے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ظالم بادشاہ کو نیکی کی دعوت دینے میں سختی کا راستہ اختیار کرے اور نتیجۃً حاکم رعایا پر سختی کر کے انہیں ظلم و تشدد کا نشانہ بنائے۔ لہٰذا ہر اس طریقے سے اجتناب کرنا لازم ہے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے، ہاں اگر سخت

---

1 ... مناقب الامام الاعظم للموفق، الجزء الثانی، وصیۃ الامام اعظم لابی یوسف رحمھما اللہ تعالی، ص۱۱۷۔

الفاظ استعمال کرنے میں صرف اپنی ذات کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو یہ طریقہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ **حُجَّةُ الْاِسلام** حضرتِ سَیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”بادشاہ کو یوں مخاطب کرنا: اے ظالم! اے وہ شخص جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے نہیں ڈرتا اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ تو یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اس سے ایسا فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے جس کا شر دوسرے افراد تک پہنچتا ہے تو اس انداز کو اختیار کرنا اس کے لیے جائز نہیں اور اگر اس سے صرف اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو یہ صورت جائز بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر حق بات ظالم بادشاہ کے سامنے واضح الفاظ میں کہہ دیتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر انہیں بادشاہ کے حکم سے حق بات کہنے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہوں گے۔ حدیث پاک میں حضور نبی اکرم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سب سے اچھے شہید حضرت حمزہ بن عبد المطلب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، پھر وہ شخص جو حاکم کے پاس کھڑا ہو کر اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کا حکم دے اور برائی سے روکے تو حاکم اسے اس وجہ سے قتل کروا دے۔“[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان امام غزالی رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: ”ظالم بادشاہ کو تبلیغ صرف وعظ و نصیحت سے ہو سکتی ہے، قہر سے نہیں۔ وہ بھی نرمی سے کیونکہ اسے ظالم جابر کہہ کر پکارنا گالیاں دینا سخت فتنے کا باعث ہے۔ شہد کی ایک بوند بہت سی مکھیوں کو جمع کر لیتی ہے مگر سرکہ کا ایک گھڑا مکھی کو نہیں بلا سکتا۔“[2]

ظالم حکمرانوں کی تائید کرنے والے:

ظالم حکمرانوں کو نیکی کی دعوت دینا اور بُرے کاموں سے منع کرنا یقیناً ایک قابل تعریف عمل ہے لیکن بد قسمتی سے آج ہمارے معاشرے میں جہاں طرح طرح کے گناہوں کا بازار گرم ہے، وہیں ظالم و جابر حکمرانوں کی تائید کرنے اور ان کے فِسق و فجور جاننے کے باوجود ان کی حمایت کرنے کا گناہ بھی معاشرے میں تَعَفُّن کی طرح پھیلتا جا رہا ہے، صاحِبِ مَنصب، جاہ و حشمت اور حاکموں کی رفاقت اختیار کرنے کو بہت

1 ... احیاء العلوم، کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، الباب الرابع فی امر الامراء۔۔۔ الخ، ۲/ ۴۲۰۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۶۲۔

اچھا گمان کیا جانے لگا ہے۔ افسوس! صد افسوس! کہ ہم دنیا کی محبت میں اس قدر مُستَغرَق ہو گئے ہیں کہ دنیوی مال و دولت کی وجہ سے حق بیان کرنے سے عاجز آ گئے، آخرت کی فکر دل و دماغ سے محو ہوتی چلی جارہی ہے، دِینِ اسلام جو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا پسندیدہ دین ہے، اس نے ہمیں نہ صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے، بلکہ برے کاموں میں تعاون کرنے سے بھی منع کیا ہے، لیکن آج کل ظالم حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں، ان کی کامیابی کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں، ان کی چاپلوسی کی جاتی ہے اور ان کی خلاف شرع باتوں کو بھی صحیح سمجھا جاتا ہے۔ یاد رکھیے! ظالم حکمرانوں کے لیے دعائیں کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی پر رضامند ہونے کے مترادف ہے۔ چنانچہ حضور اکرم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس وقت غضبناک ہوتا ہے جب کسی فاسق کی تعریف کی جائے۔“[1] ایک حدیث پاک میں ہے: ”جس نے کسی ظالم کے باقی رہنے کی دعا کی اس نے یہ پسند کیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی جائے۔“[2]

سَیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی حق گوئی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے اَسلاف و بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن اپنی حیاتِ طیبہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت و فرمانبرداری میں صرف کیا کرتے تھے، وہ ہر حال میں حق گوئی اور سچائی کا دامن تھامے رکھتے تھے، عام لوگوں کے ساتھ ساتھ اُمراء اور حکام کو بھی نیکی کی دعوت دیتے اور برائی سے منع کرتے اور دِین کے معاملے میں کسی حاکم کے عہدے اور منصب کا لحاظ نہ رکھتے تھے۔ ایسے واقعات سے کتب بھری پڑی ہیں، فقط ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ حضرت ابن عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ظالم بادشاہ حجاج بن یوسف نے حضرتِ سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو بلایا تو آپ اس کے پاس گئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر کہا: ”تم نے ہی یہ کہا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

---

[1] ۔۔۔ موسوعۃ الامام ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب الغیبۃ التی یحل۔۔۔ الخ، ۷/۱۵۴، حدیث: ۲۳۰۔

[2] ۔۔۔ موسوعۃ الامام ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، باب الغیبۃ التی یحل۔۔۔ الخ، ۷/۱۵۴، حدیث: ۲۳۱۔

ان اُمراء کو ہلاک کرے جنہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو درہم و دینار پر مار ڈالا ہے؟ "آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "ہاں۔" حجاج بن یوسف نے پوچھا: "یہ بات کہنے پر آپ کو کس چیز نے ابھارا؟" آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے نہایت ہی جرأت و بہادری کے ساتھ اسے منہ توڑ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علماء سے یہ عہد لیا ہے کہ لوگوں سے دِین بیان کریں گے اور اُسے چھپائیں گے نہیں۔" حجاج بن یوسف نے نہایت ہی بدتمیزی سے بکواس کرتے ہوئے کہا: "اے حسن! اپنی زبان روکو اور آئندہ اس سے بچو کہ مجھے تمہاری طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے ورنہ میں تمہارا سر جسم سے جدا کر دوں گا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"بریلی" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے کیونکہ اس میں نفس کشی بھی ہے، جان و مال، عزت و آبرو کے تلف ہونے کا شدید خوف بھی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل یقین بھی۔

(2) جابر اُمراء کے سامنے حق بات کہنے کی چند صورتیں ہیں: اُسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرے، لوگوں کی جان واملاک کو نقصان پہنچانے اور ان کی آبروریزی کرنے سے منع کرے۔

(3) ظالم و جابر بادشاہ کے سامنے حق گوئی کرنا کسی کافر کو قتل کرنے سے زیادہ افضل ہے کیونکہ اس سے کثیر لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اس کے ظلم سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

(4) ظالم بادشاہ کو نیکی کی دعوت دینے میں سخت گوئی سے کام نہ لیا جائے کہ یہ فتنہ کا باعث ہے۔

(5) ظالم حکمرانوں کی تعریف اور ان کے حق میں دعا کرنے سے گریز کرنا چاہیے کہ غَضَبِ اِلٰہی کا باعث ہے اور حدیثِ پاک میں ایسے شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی پر رضامند ہونے والا فرمایا گیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے بھی حق کہنے کی توفیق عطا فرمائے

---

[1] . . . احیاء العلوم، کتاب الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر، الباب الرابع فی امر الامراء۔۔۔الخ، ۲/ ۴۲۴۔

نیز ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ظالم حکمرانوں کی تائید کرنے اور اُن کے جبر سے محفوظ ومامون فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:196

بنی اِسرائیل پر لعنت کیوں کی گئی؟

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ: یَا ھٰذَا! اِتَّقِ اللّٰہَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَکَ ثُمَّ یَلْقَاہُ مِنَ الْغَدِ وَھُوَ عَلٰی حَالِہٖ فَلَا یَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَشَرِیْبَہٗ وَقَعِیْدَہٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ: ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ(۷۸) كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ(۷۹) تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ اِلٰی قَوْلِہٖ ﴿فٰسِقُوْنَ﴾ ثُمَّ قَالَ: کَلَّا وَاللّٰہِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَلَتَقْصُرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللّٰہُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَھُمْ.[1] ھٰذَا لَفْظُ اَبِیْ دَاوٗدَ

وَلَفْظُ التِّرْمِذِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَاؤُھُمْ فَلَمْ یَنْتَھُوْا، فَجَالَسُوْھُمْ فِیْ مَجَالِسِھِمْ وَ وَاکَلُوْھُمْ وَشَارَبُوْھُمْ فَضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ وَلَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ: لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی تَاْطِرُوْھُمْ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پہلی خرابی جو بنی اسرائیل میں داخل ہوئی وہ یہ تھی کہ ایک آدمی دوسرے سے ملتا تو کہتا: اے فلاں! **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ سے ڈر اور تو جو بُرے کام کرتا ہے اُسے چھوڑ دے

---

1. ...ابوداود، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/۱۶۳، حدیث: ۴۳۳۶، ۴۳۳۷۔
2. ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۵/۳۵، حدیث: ۳۰۵۸۔

کیونکہ یہ تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ پھر دوسرے دن اسے اسی حالت میں پاتا تو اسے منع نہ کرتا کیونکہ وہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور بیٹھنے میں شریک ہو جاتا۔ جب انہوں نے ایسا کیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دل آپس میں ایک دوسرے کے موافق کر دیے۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَ لَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱ (پ ۶، المائدۃ: ۷۸ تا ۸۱)

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کیے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔ جو بُری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی بُرے کام کرتے تھے۔ ان میں تم بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ کیا ہی بُری چیز اپنے لیے خود آگے بھیجی یہ کہ **اللہ** کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور اگر وہ ایمان لاتے **اللہ** اور ان نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے مگر اُن میں تو بہتیرے (اکثر) فاسق ہیں۔

پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر گز نہیں۔ خدا کی قسم! تم ضرور بہ ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے اور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے اور اسے حق کی طرف مائل کرو گے اور اسے حق پر ہی روکے رکھو گے، ورنہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم سب کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دے گا اور پھر تم پر اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح بنی اسرائیل پر لعنت کی۔"

یہ ابو داؤد کے الفاظ ہیں جبکہ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: "جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے تو ان کے علماء نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے پھر ان کے علماء ان کی مجالس میں شامل ہوئے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیے اور ان کی نافرمانیوں اور حد سے تجاوز کرنے

کے سبب حضرت سَیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سَیِّدُنا عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلَام کی زبان سے ان پر لعنت فرمائی۔ ” راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیٹھ گئے حالانکہ پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پھر ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب تک تم انہیں حق کی طرف نہ پھیرو چھٹکارا نہیں پاسکتے۔“

گناہگاروں کی صُحبت کی نحوست:

مذکورہ حدیثِ پاک کے دو جز ہیں: پہلے جز میں ایک آدمی کا دوسرے کو گناہ سے روکنے کا ذکر ہے جبکہ دوسرے جز میں بنی اسرائیل کے علماء کا کردار بیان کیا گیا ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جب بنی اسرائیل بدکاری، ہفتے کے دن شکار کرنے اور ان کے علاوہ دیگر گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ابتدا میں انہیں روکا، مگر جب وہ لوگ باز نہ آئے اور اپنے علماء کی بات نہ مانی اور نہ ہی ممنوع چیزوں کو ترک کیا تو وہ علماء بھی اپنی قوم کی مجلسوں کے ہم نشین ہوگئے اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہوگئے، جب ان لوگوں نے ایسا کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دل آپس میں خلط ملط کردیے۔“ ابن الملک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”یعنی گناہگاروں کی نحوست کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان لوگوں کے دل بھی سیاہ کردیے جنہوں نے گناہوں کا ارتکاب نہیں کیا تھا تو ان سب کے دل گناہوں اور دل کی سیاہی کے سبب حق اور خیر قبول کرنے سے یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور ہوگئے اور پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان تمام نافرمانوں اور ان کے ہمراہیوں پر حضرتِ سَیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرتِ سَیِّدُنا عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلَام کی زبان سے لعنت فرمائی اور ان پر یہ لعنت اعلانیہ گناہوں کا ارتکاب کرنے، گناہوں کو حلال سمجھ کر کفر کی حد سے تجاوز کرنے، گناہوں پر رضامند ہونے اور گناہ کرنے والوں کو اچھا سمجھنے کی وجہ سے تھی۔“[1]

بنی اسرائیل کے علماء کا کردار:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب الامر بالمعروف، ۸/ ۸۸۰، تحت الحدیث: ۵۱۴۸۔

حدیث شریف میں بنی اسرائیل کے علماء کا کردار ذکر کرنے کے بعد اُس راستے پر چلنے سے روکا گیا، نیز یہ بتایا گیا کہ بنی اسرائیل کے علماء نے اپنی قوم کو بُرائی سے منع کیا، جب وہ باز نہ آئے تو بجائے اس کے کہ وہ ان کا بائیکاٹ کرکے اُن کو برائی چھوڑنے پر مجبور کرتے، خود ان کے ہم مجلس اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوگئے اور ان کے دل ایک جیسے ہوگئے جس کی بنیاد پر وہ لعنت کے مستحق ہوئے۔"[1]

گناہ گاروں کی صحبت بھی گناہ ہے:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ "جو لوگ گناہ نہیں کرتے تھے ان لوگوں کے دل بھی نافرمانوں کی طرح سیاہ کردیے گئے۔" یہاں گناہ نہ کرنے سے مراد ظاہری گناہ یعنی بدکاری اور ہفتے کے دن شکار نہ کرنا ہے۔ ورنہ اصلاً تو یہ لوگ بھی ایک طرح سے خطاکار تھے کہ ان لوگوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانیوں میں مبتلا لوگوں کے ساتھ بغیر کسی کراہیت اور ناپسندیدگی کے کھانا پینا اور ان کی صحبت اختیار کرنا بالکل واضح گناہ ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر بغض رکھنا اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ نافرمانوں سے دور رہا جائے، ان سے ہجرت کی جائے، ان سے تعلق ختم کیا جائے اور ان سے میل جول نہ رکھا جائے جبکہ بنی اسرائیل نے ان تقاضوں پر عمل نہ کیا جس کی وجہ سے ان کے دل سیاہ کردیے گئے۔"[2]

نیکی کی دعوت دینے، برائی سے منع کرنے کی نصیحت:

بنی اسرائیل کی خرابیوں اور ان پر عذاب نازل ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حدیثِ پاک کے آخر میں اپنی امت کو تلقین فرمائی کہ تم ہرگز ان جیسے اعمال مت کرنا اور ہمیشہ نیکی کی دعوت دیتے رہنا اور برائی سے منع کرنا، اگر تم نے یہ فریضہ صحیح طور پر ادا نہ کیا تو پھر تم پر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہوگی اور تم برباد ہوجاؤ گے لہٰذا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۱۳ مکتبہ اسلامیہ۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب الامر بالمعروف، ۸/ ۸۸۱، تحت الحدیث: ۵۱۴۸ ملخصًا۔

"سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اُمَّت کے اربابِ اختیار اور عُلَمَاء کو مُتَنَبِّہ کیا کہ تمہیں اس (بنی اسرائیل کے) طریقہ کار سے بچنا ہو گا اور برائی کا اِرتِکاب کرنے والوں کا ہاتھ روکنا ہو گا، مُنافَقَت و مُدَاہَنَت سے کام لینے کے بجائے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ہو گا۔ ظالم کا ہاتھ روک کر اسے راہِ حق پر لانا ہو گا، ورنہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح لعنت کے مستحق ہو جاؤ گے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"امام اعظم" کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) بنی اسرائیل میں بگاڑ پیدا ہونے کی ابتداء امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

(2) گناہ گاروں کی صحبت اختیار کرنے کی نحوست سے گناہ نہ کرنے والوں کا دل بھی سیاہ ہو جاتا ہے۔

(3) علماء پر لازم ہے کہ استقامت کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دیتے رہیں تعطل کا شکار نہ ہوں۔

(4) اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ گناہگار شخص کو پہلے برائی سے منع کیا جائے اور اگر وہ نہ مانے تو اس کا بائیکاٹ کیا جائے تاکہ اسے گناہوں کا احساس ہو اور وہ انہیں چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

(5) کفار و مشرکین کبھی بھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہوسکتے، لہٰذا کفار سے دوستی کرنا ناجائز و حرام اور اللہ عَزَّوَجَلَّ غضب کا سبب ہے اور مشرکین سے دوستی کرنا علامتِ نفاق ہے۔

(6) اعلانیہ گناہ کرنا گناہوں کو عام کرنے اور دوسروں کو گناہوں پر اُبھارنے کا سبب ہے۔

(7) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر بغض رکھنے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی نافرمانی کرنے والوں کے ساتھ نہ کلام کیا جائے، نہ کھایا جائے، نہ پیا جائے اور نہ ہی ان کی صحبت اختیار کی جائے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۱۳ مکتبہ اسلامیہ۔

(8) مسلمان جب تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے، عذاب الٰہی سے امان میں رہیں گے اور جب اسے ترک کر دیں گے تو عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو جائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمیں دیگر تمام گناہوں سے خود بھی بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 197

ظلم نہ روکنے پر سب پر عذاب

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ﴾ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ اَوْشَکَ اَنْ یَعُمَّھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ مِّنْہُ.(1)

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرمایا: ''اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ﴾ (پ۷، المائدۃ: ۱۰۵) ترجمۂ کنز الایمان: ''اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔'' اور میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ''جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتا) دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں، تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے۔''

سیدنا صدیق اکبر نے وَہم کو دُور کر دیا:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 105 سے مسلمانوں کو یہ وہم ہوا کہ انسان جب ان چیزوں پر عمل کرے جن کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے اور جن سے منع کیا ہے، ان سے اجتناب کرے اور دیگر لوگوں کو اس کی مخالفت کرتا دیکھے تو انہیں بھلائی کا حکم نہ دے

(1) ... ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، ۴/ ۶۹، حدیث: ۲۱۷۵۔

اور نہ برائی سے منع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جبکہ حقیقت میں نہ یہ گمان درست اور نہ ہی آیت کی مراد یہ ہے۔"[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "قرآن کریم کی اس آیتِ مبارکہ: "اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، اگر تم ہدایت پر رہو گے تو گمراہ ہونے والے تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔" کے حوالے سے بعض لوگ سمجھتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں، بلکہ آدمی کو اپنی اصلاح کرنا چاہیے، دوسروں کے گناہ یا کوتاہیاں اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ تو حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس مُغَالَطے کو دور کرتے ہوئے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد گرامی کے حوالے سے بتایا کہ "جب لوگ برائی کو دیکھ کر اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو وہ سب عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔"[2]

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مقصد یہ بیان کرنا تھا کہ اگر تم اس آیت کو پڑھ کر اسے عموم پر محمول کرتے ہوئے یہ سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب نہیں تو یہ غلط ہے، کیونکہ جب نہی عن المنکر کے ترک یعنی برائی سے منع نہ کرنے پر وعید وارد ہے تو اب اُس کو ترک کرنا جائز ہو یہ کیسے ممکن ہے؟"[3]

بُرائی سے منع کرنا کس پر ضروری ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب لوگ کسی کو ظلم کرتا ہوا یا گناہ کرتا ہوا دیکھیں اور اسے ہاتھ سے روکنے پر قدرت ہونے کے باوجود نہ روکیں یا زبان سے روکنے کی اِستطاعت ہونے کے باوجود اسے زبان سے منع نہ کریں تو قریب ہے کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ ان سب پر عذاب نازل فرمادے، ظالم پر تو ظلم کرنے کی وجہ سے اور اس کے علاوہ لوگوں پر قدرت ہونے کے باوجود اسے نہ روکنے

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/۴۸۸، تحت الحدیث: ۱۹۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۵۰۷۔

3 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الاداب، باب الامر بالمعروف، ۴/۱۹۲۔

اور خطا کرنے والے کی خطا پر رضامند ہونے کی وجہ سے البتہ جو لوگ گناہگار کو روکنے سے عاجز ہوں اس طور پر کہ انہیں اپنی جان یا مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس بات کا خدشہ ہو کہ اگر یہ اسے منع کریں گے تو وہ رکنے کے بجائے اس سے بڑے گناہ میں پڑ جائے گا، تو ایسے لوگوں پر نہی عن المنکر نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ معذور ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے یہ عذاب سے محفوظ رہیں گے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۸۶) ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔[1]

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 105 کے مختلف معانی:

قرآنِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (پ۷، المائدۃ: ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

(1) شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ آیت عام اور مطلق نہیں بلکہ اس بات کے ساتھ مقید اور خاص ہے کہ جب لوگ تمہاری بات نہ سنیں اور ان پر نہی عن المنکر کا کوئی اثر نہ ہو اور ہر شخص اپنے آپ میں مغرور و مُتَکَبِّر ہو تو اس صورت میں تم اپنی اصلاح میں مصروف ہو جاؤ اور اس وقت لوگوں کے گناہ تم پر اثر انداز نہیں ہوں گے اور یہ آخری زمانے کے لوگوں کی حالت ہے اور اس کی تائید یہ حدیثِ پاک بھی کرتی ہے کہ جب یہ آیت حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تلاوت کی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس آیت میں جس زمانے کی بات ہے وہ میرا اور تمہارا زمانہ نہیں، کیونکہ اس میں تو لوگ بات سن کر قبول کر لیتے ہیں، لیکن آخری زمانے میں لوگ بات ہی نہیں سنیں گے، اس آیت میں ان لوگوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے۔“[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر بالمعروف، ۱/ ۴۸۸، تحت الحدیث: ۱۹۸۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الاداب، باب الامر بالمعروف، ۴/ ۱۹۲۔

(2)مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مذکورہ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب تم خود ہدایت پر ہو تو تم کو دوسروں کی بد عملی سے نقصان نہ ہو گا اور ہم ہدایت پر جب ہی ہوں گے جبکہ سارے احکام خداوندی پر عمل کریں گے ان احکام میں تبلیغ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) بھی داخل ہے جو بقدرِ استطاعت بلا عذر تبلیغ نہ کرے وہ ہدایت پر ہے ہی نہیں لہٰذا وہ اس پر پکڑا جاوے گا۔[1] مر آۃ المناجیح میں فرماتے ہیں کہ ”بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جب تم ہدایت پر ہو۔“ کا مطلب یہ ہے کہ تم برائی سے روکو اور وہ نہ مانیں تو اب عذاب عام نہیں ہو گا بلکہ صرف برائی کے مرتکب لوگوں کو ہو گا۔“[2]

(3) عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ آیت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وجوب کے خلاف نہیں کیونکہ اس آیت کے معنی میں محققین کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ تم جس کام کے مکلف کیے گئے ہو، جب تم نے وہ ادا کر دیا تو پھر کسی اور کی کوتاہی تمہیں خسارا نہیں پہنچا سکتی، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ﴾ (پ۲۲، فاطر: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔“ تو اسی طرح جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مکلف کیا گیا اور اس نے یہ فریضہ ادا کر دیا تو اب اس پر کوئی عتاب نہیں، کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور بیشک اس پر تو بس بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا لازم ہے نہ کہ قبول کروانا۔“[3]

(4) حدیثِ پاک میں مذکور آیت سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت اس آیت کے شان نزول سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”دو مسلمان مرد تھے ان میں سے ایک کا باپ اور دوسرے کا بھائی کافر تھا، تو جب ان مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی حلاوت داخل ہو گئی تو انہوں نے اپنے باپ اور بھائی کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں وہ ہی کافی ہے جس پر

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ۷، المائدہ، تحت الآیۃ: ۱۰۵، ۷/ ۱۱۵ ملخصاً۔

2 ... مر آۃ المناجیح، ۶/ ۵۰۷ مکتبہ اسلامیہ۔

3 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر ۔۔۔ الخ، ۱/ ۲۲، الجزء الثانی۔

ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا۔ یہ جواب سن کر مسلمانوں کو ان کے کفر پر بڑی حسرت ہوئی اور ان کے ایمان لانے کے متمنی ہوئے تو اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تمہیں ان کے کفر سے کچھ نقصان نہیں جبکہ تم ہدایت پر ہو۔"[1]

مدنی گلدستہ

"اجمیر" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بُرائی سے منع کرنے کے باوجود اگر کوئی نہیں رکتا تو اب اس کا بُرائی میں مبتلا ہونا منع کرنے والے کے لیے کوئی مضر نہیں۔

(2) بلا عذر نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کے ترک پر وعیدیں وارد ہیں۔

(3) نہی عن المنکر کو ترک کرنا عذاب نازل ہونے کا سبب ہے، گناہگار پر تو گناہوں کی وجہ سے اور بقیہ لوگوں پر استطاعت کے باوجود اسے نہ روکنے اور اس کے گناہ پر رضامند ہونے کی وجہ سے۔

(4) جس شخص کو اپنی جان یا مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا پھر اس بات کا خدشہ ہو کہ اس کے منع کرنے کی وجہ سے خطاکار اس سے بڑے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کے لیے نہی عن المنکر نہ کرنا جائز ہے کیونکہ یہ معذور ہے اور معذور کی پکڑ نہیں۔

(5) اگر کچھ لوگ نیکی کی دعوت دیں اور بُرائی سے منع کریں لیکن لوگ ان کی بات نہ مانیں تو اس صورت میں وہ لوگ عذاب کے مستحق نہیں بلکہ فقط برائی کرنے والے اس کے مستحق ہوں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خود بھی بُرائیوں سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، ہمیں نیکی کی دعوت عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاداب، باب الامر بالمعروف، ۸۲۸/۸، تحت الحدیث: ۵۱۴۲ ملخصا۔

باب نمبر:24

قول وفِعل میں تضاد والے کے اَنجام کا بیان

اس شخص کے بُرے اَنجام کا بیان جو نیکی کا حکم دے، بُرائی سے منع کرے مگر اُس کا قول وعمل ایک دوسرے کے خلاف ہو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف یعنی نیکی کا حکم دینا اور نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر یعنی بُرائی سے منع کرنا ایک عظیم کام ہے، یقیناً جسے اِن دونوں کاموں کی توفیق دی گئی وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے مگر بہت بدنصیب ہے وہ شخص جو دوسروں کو تو نیکی کی دعوت دے مگر خود نیکیوں سے دُور بھاگے، دوسروں کو تو بُرائی سے منع کرے مگر خود بُرائیوں میں دن رات مصروفِ عمل رہے۔ اپنی اِصلاح کی طرف بالکل توجہ نہ دے، ایسا شخص بے عمل مبلغ ہے اور بے عمل مبلغ کے بارے میں قرآن وسنت میں بہت سخت وعیدیں ذکر کی گئی ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی ایسے ہی شخص کے بُرے انجام کے بارے میں ہے جو دوسروں کو تو نیکی کا حکم دے، بُرائی سے منع کرے مگر خود اس کے قول وفعل میں تضاد ہو۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 آیات اور 1 حدیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہے۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) دوسروں کو بھلائی کا حکم دینا اور خود کو بھول جانا

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۴۴ (پ ۱، البقرۃ: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

بعض مسلمانوں نے اپنے رشتہ دار علمائے یہود سے اسلام کے متعلق پوچھا کہ یہ دِین سچا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: دِین اسلام پر قائم رہو کہ اسلام سچا دِین ہے اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کلام سچا ہے۔ اِس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں علمائے یہود سے فرمایا گیا کہ تم لوگوں کو تو اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہو مگر خود ایمان نہیں لاتے۔[1]

---

1 ... تفسیر خازن، پ ۱، البقرۃ، تحت الایۃ: ۴۴، ۱/ ۵۰۔

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ بے عمل واعظ یا عالم رب کو ناپسند ہے، بہترین واعظ وہی ہے جس کا عمل قول سے زیادہ وعظ و تبلیغ کرے، اسے دیکھ کر لوگ متقی بن جائیں۔“[1]

(2) عمل اور قول کی موافقت

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ (پ۲۸، الصف: ۲، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے کیسی سخت ناپسند ہے **اللہ** کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

عَلَّامَہ اَبُوْ جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:** ”اے ایمان والو! جنہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تصدیق کی، تم وہ بات کیوں کرتے ہو جس کی تصدیق اپنے عمل سے نہیں کرتے۔ پس تمہارے اعمال تمہارے قول کے مخالف ہیں۔“[2]

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس آیت میں بہت سی صورتیں داخل ہیں، لوگوں کو اچھی باتیں بتائے مگر خود عمل نہ کرے، یعنی بے عمل واعظ لوگوں کو اچھائی بتائے مگر خود برائیاں کرے جیسے بد عمل واعظ کسی سے وعدہ کرے وہ پورا نہ کرے یعنی وعدہ خلاف وعدہ کرتے وقت ہی خیال کرے کہ یہ کام کروں گا ہی نہیں، صرف زبانی وعدہ کئے لیتا ہوں۔ یعنی دھوکہ بازی، ان تمام باتوں سے یہاں روکا گیا۔“ مزید فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ جائز وعدہ پورا کرنا ضروری ہے، خواہ ربّ سے کیا گیا ہو یا شیخ سے یا کسی بندے سے یا بیوی سے۔ **اولیاء اللہ** کی نذر پورا کرنا بھی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے، نیز معلوم ہوا کہ عالم واعظ کو باعمل ہونا چاہیے۔ ناجائز وعدے ہر گز پورے نہ کرے، اگر اس

---

1 ... نور العرفان، پ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۴۴۔

2 ... تفسیر طبری، پ۲۸، الصف، تحت الایۃ: ۲، ۱۲/ ۷۹۔

پر قسم بھی کھائی ہو تو توڑ دے اور کفارہ ادا کر دے۔“[1]

(3) دوسروں کو منع کرنا، خود بھی وہ کام نہ کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں حضرت سیدنا شعیب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ (پ۱۲، ھود: ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کا خِلاف کرنے لگوں۔

اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ”مذکورہ آیت میں تحقیقِ کلام یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا شعیب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم نے ان کے **حَلِیْم** یعنی بُردبار و رشید یعنی نیک طبیعت والا ہونے کا اعتراف کیا تھا اور ان کا یہ اعتراف کرنا آپ کی کمالِ عقل پر دلالت کرتا ہے اور جو کامل عقل والا ہو عقل اس کو درست اور صحیح سمت کے اختیار کرنے پر اُبھارتی ہے۔ گویا کہ حضرت سیدنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے ان سے فرمایا کہ ”جب تم میرے کمالِ عقل کے معترِف ہو تو تمہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میری عقل نے میرے لئے جو بات پسند کی ہے وہ وہی ہو گی جو سب سے درست اور بہتر ہو اور وہ خدا کی وحدانیت کی دعوت دینا اور ناپ تول میں کمی کو ترک کرنا ہے۔ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی تعظیم کرنے اور مخلوقِ خدا پر شفقت کرنے کا پابندی سے عامل ہوں اور کسی صورت ان میں سے کسی چیز کو چھوڑنے والا نہیں۔ پس جب تم میرے حِلم و رُشد کے معترِف ہو اور تم دیکھتے ہو کہ میں اُس راستے کو چھوڑنے والا نہیں تو تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی طریقہ سب سے بہتر، یہی دِین اور شریعت سب سے زیادہ شرف والی ہے۔“[2]

عَلَّامَہ جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”حضرت سیدنا ابنِ اَبی حاتم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور ابو شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے حضرت سیدنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اِس آیت کے

---

1 ... نور العرفان، پ۲۸، الصف، تحت الآیۃ: ۲،۳۔

2 ... تفسیر کبیر، پ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۸۸، ۶/ ۳۸۸۔

بارے میں روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا شعیب عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم سے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں کسی معاملے سے منع کروں اور پھر خود ہی اِس کا اِرتکاب کروں۔“[1]

حدیث نمبر:198

بے عمل مبلغ کا انجام

وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدِ بْنِ حَارِثَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ: یُؤْتَی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقَی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِہِ فَیَدُوْرُ بِھَا کَمَا یَدُوْرُ الْحِمَارُ فِی الرَّحَا فَیَجْتَمِعُ اِلَیْہِ اَھْلُ النَّارِ فَیَقُوْلُوْنَ یَا فُلَانُ مَا لَکَ؟ اَلَمْ تَکُ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَی عَنِ الْمُنْکَرِ؟ فَیَقُوْلُ: بَلٰی کُنْتُ آمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِیْہِ وَاَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَآتِیْہِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو زید اُسامہ بِن زید بن حارِثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ: ”قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل پڑیں گی، وہ ان آنتوں کے ساتھ اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ تمام دوزخی اس کے پاس جمع ہوں گے اور کہیں گے: اے فلاں! تجھے کیا ہوا؟ کیا تو بھلائی کا حکم نہ دیتا تھا اور برائی سے منع نہ کرتا تھا؟ تو وہ کہے گا: ہاں! میں دوسروں کو تو بھلائی کا حکم دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہ کرتا تھا اور دوسروں کو تو برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود اس برائی سے نہ بچتا تھا۔“

بے عمل بھی نیکی کا حکم دے سکتا ہے:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں: (1) جو بھی نیکی کا حکم دینے پر قدرت رکھتا ہو اور اسے اپنی جان پر کسی قسم کا خوف نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ نیکی کا حکم دے خصوصاً جب کہ وہ خود بھی اس پر عمل کرتا ہو۔ البتہ اگر وہ خود عمل نہ کرتا ہو تب

1 ... درمنثور، پ ۱۲، ہود، تحت الآیۃ: ۸۸، ۴/۴۶۷۔

2 ... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب عقوبۃ من یامر بالمعروف ولا یفعلہ وینھی عن المنکر ویفعلہ، ص ۱۵۹۵، حدیث: ۲۹۸۹۔

بھی نیکی کا حکم دے کیونکہ اس صورت میں بھی اسے نیکی کا حکم دینے پر اجر ضرور ملے گا۔ باقی رہا اس کے عمل نہ کرنے یا گناہ میں مبتلا رہنے کا معاملہ تو وہ اس کا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا معاملہ ہے، چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو اس گناہ پر اس کا مؤاخذہ فرمائے۔ (2) نیکی کا حکم صرف وہی دے جو نیک ہو یا گنہگار بھی دے سکتا ہے؟ اس سلسلے میں دو قول ہیں: ایک قول تو یہ ہے کہ بہتر یہی ہے کہ نیکی کا حکم وہی دے جو خود بھی اس پر عمل کرتا ہو اور گنہگار نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ گناہگار نیکی کا حکم نہیں دے سکتا۔ تو یہ قول درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو جہاں کوئی بھی نیک بندہ نہ ہو وہاں تو نیکی کی دعوت کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔“[1]

اپنی اصلاح کی کوشش جاری رکھے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا خود بھی باعمل ہو اور اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا اور برائی سے اجتناب نہیں کرتا تو سزا کا مستحق ہو گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لئے ترغیب و تحریص کا کام دیتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لاپرواہی کی وجہ سے مبلغ اعمالِ صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے یا نفس و شیطان کے دھوکے میں آکر برائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے امر بالمعروف (یعنی نیکی کا حکم دینے) اور نہی عن المنکر (یعنی برائی سے منع کرنے) کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔“[2]

اجر کے لئے عمل ضروری ہے:

حضرتِ سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن غنم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے دس صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے خبر دی کہ ہم مسجد قُبا میں علم حاصل کرنے میں مشغول تھے کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ

---

1 ... فتح الباری، کتاب الفتن، باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر، ۱۴/ ۴۶، تحت الحدیث: ۷۰۹۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۰۵ مکتبہ اسلامیہ۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ”جو سیکھنا چاہتے ہو سیکھ لو، لیکن یہ یاد رکھو کہ جب تک عمل نہیں کرو گے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں اجر نہیں دے گا۔“[1]

اپنی اصلاح کی کوشش نہ کرنے والوں کیلئے وعیدیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نیکی کی دعوت دینا اور بُرائی سے منع کرنا بہت عظیم کام ہے، نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش بھی جاری وساری رکھنی چاہیے، جو لوگ فقط نیکی کی دعوت دیتے ہیں، برائی سے منع کرتے ہیں مگر اپنی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے ایسے لوگوں کے لیے روایات میں بہت وعیدات بیان ہوئی ہیں۔ امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے احیاء العلوم میں کئی روایات بیان فرمائی ہیں، 3روایات ملاحظہ کیجئے: (1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”معراج کی رات میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے۔ میں نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی امت کے وہ خطباء ہیں جو نیکی کا حکم دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔“[2] (2) امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”مجھے اس اُمَّت پر سب سے زیادہ خوف صاحِبِ عِلم منافق کا ہے۔“ لوگوں نے عرض کی: ”صاحِبِ عِلم منافق کیسے ہو سکتا ہے؟“ فرمایا: ”اس طرح کہ زبان کا عالِم ہو گا (کہ دوسروں کو نیکی کی دعوت دے گا اور برائی سے منع کرے گا) جبکہ دل اور عمل کا جاہل (یعنی بے عمل) ہو گا۔“[3] (3) حضرت سیدنا عیسیٰ رُوحُ **اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”وہ شخص اہل علم میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟ جس کا سفر آخرت کی طرف ہو جبکہ وہ دنیا کے راستوں کی طرف متوجہ ہو اور اس کا شمار علماء میں کیسے ہو سکتا ہے؟ جو اس لئے علم نہیں سیکھتا کہ اس پر عمل کرے بلکہ فقط دوسروں کو بتانے

---

1 . . . جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع القول فی العمل بالعلم، ص ۳۵۳، حدیث: ۲۵۲۔

2 . . . صحیح ابن حبان، ذکر وصف الخطباء الذین۔۔۔الخ، ۱/ ۱۳۵، حدیث: ۵۳۔

3 . . . الاحادیث المختارۃ، ابوعثمان عبد الرحمن عن عمر، ۱/ ۳۴۴، حدیث: ۲۳۶۔

کے لئے علم حاصل کرتا ہے۔“[1]

”صالحین“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا ایک عظیم کام ہے، مگر مبلغ کو چاہیے کہ وہ دیگر لوگوں کو نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی بھی کوشش کرتا رہے۔

(2) ایسے بے عمل مبلغ یا واعظ کے لیے احادیث میں بہت وعیدات بیان ہوئی ہیں جو دوسروں کو تو نصیحت کی بات کرتا ہے لیکن اپنی ذات کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتا۔

(3) کل بروزِ قیامت بے عمل مبلغ کو سب سے زیادہ حسرت ہوگی۔

(4) یہ ضروری نہیں کہ بے عمل شخص دوسروں کو نیکی کی دعوت نہیں دے سکتا، یا برائی سے منع نہیں کر سکتا، لیکن ہونا یہ چاہیے کہ اس کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش بھی جاری رکھے۔

(5) قول و فعل میں تضاد ہونا منافقین کا طریقہ کار ہے، لہٰذا جو بات ہم کسی دوسرے کو کہیں ہمارا اپنا فعل اس کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

(6) حصولِ عِلمِ دِین بہت بڑی سعادت ہے مگر علم وہی مفید ہوتا ہے جس پر عمل کیا جائے، نیز حقیقی عالم بھی وہی ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، ہمارا قول و فعل ایک جیسا کردے، ہمیں علم دین حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ...شعب الایمان، باب فی نشر العلم، ۲/۳۱۴، حدیث: ۱۹۱۷۔

باب نمبر:25

اَمانت کی ادائیگی کے اَحکام کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے مذہب اِسلام کی تعلیمات میں یہ بات واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے کہ کسی بھی مسلمان کو بِلاوجہِ شرعی تکلیف نہ پہنچائی جائے، چاہے اِس تکلیف کا تعلق جسم سے ہو یا رُوح سے، مال سے ہو یا جان سے، الغرض جس بھی جہت سے تکلیف پہنچنا ممکن ہو، شریعت نے اُسے حرام قرار دیا ہے، کسی کی امانت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، اُسے ادا نہ کرنا یا اُس میں خیانت کرنا یہ بھی ایک ایسا جرم ہے جس سے بہت زیادہ ذہنی اذیت ہوتی ہے۔ اِس لیے اِسلام میں امانت کی ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب اَمانت ادا کرنے کے اَحکام کے بارے میں ہے۔ عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 4 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) امانت اس کے مالک کو دے دو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ (پ:۵، النساء:۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **اللہ** تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

تمام معاملات میں امانت کا خیال رکھو:

تفسیرِ کبیر میں ہے: ''اِس آیت میں مسلمانوں کو تمام معاملات میں امانت کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، خواہ وہ معاملات مذاہب و دیانات سے تعلق رکھتے ہوں یا دُنیاوی معاملات سے، کیونکہ اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کے لئے عظیم ثواب کا ذکر کیا گیا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، چونکہ امانت ادا کرنا بھی نیک اَعمال میں سے ہے اسی لئے اس آیت میں اس کا حکم دیا گیا۔''[1]

صدرُ الافاضل حضرتِ علّامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی خزائن العرفان میں اِس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''اَصحاب امانات اور حُکّام کو امانتیں دیانت داری کے ساتھ حق دار کو ادا

[1] ... تفسیر کبیر، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۵۸، ۴/۱۰۸۔

کرنے اور فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا۔[1]

(2) امانت کی ذمہ داری کا بوجھ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾ (پ:۲۲، الاحزاب:۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اُٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

تفسیرِ خازن میں ہے کہ حضرت سیدنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”اس آیتِ مبارکہ میں امانت سے مراد عبادات اور وہ فرائض ہیں، جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر فرض کیا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اُنہیں آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر اِس شرط پر پیش کیا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو ثواب دیئے جائیں گے اور اگر ضائع کریں گے تو عذاب دیئے جائیں گے (تو انہوں نے اس امانت کو اُٹھانے سے معذرت کرلی)۔“ حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا، سچ بولنا، قرض ادا کرنا اور ناپ تول میں عدل کرنا امانت ہے۔“ ایک قول یہ ہے کہ امانت سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جن کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے سب سے پہلے انسان کے فَرج کو پیدا کیا اور فرمایا یہ تمہارے پاس امانت ہے پس فَرج امانت ہے، کان امانت ہے، آنکھیں امانت ہے، ہاتھ امانت ہے، پاؤں امانت ہے، اس کا ایمان ہی کیا جو امانت دار نہ ہو۔“ حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”امانت سے مراد لوگوں کی امانتوں اور عہدوں کو پورا کرنا ہے تو ہر مومن پر فرض ہے کہ نہ کسی مومن کی خیانت کرے، نہ اُس کافر کی جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہو چکا ہے اور یہ خیانت نہ قلیل امانت میں ہو نہ کثیر میں۔[2]

---

1 ... خزائن العرفان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ:۵۸۔

2 ... تفسیر خازن، پ:۲۲، الاحزاب، تحت الایۃ:۷۲، ۳/۵۱۴۔

حدیث نمبر:199

مُنافِق کی نشانیاں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ. [1] "وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَاِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ". [2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "منافق کی تین علامات (نشانیاں) ہیں: (1) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (2) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور (3) جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔" ایک روایت میں ہے: اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور اپنے آپ کو مسلمان گمان کرے۔

منافق کے قول، فعل اور نیت کی خرابی:

عمدۃ القاری میں ہے: مذکورہ حدیث میں موجود اِن تین نشانیوں سے منافق کی صفت کا پتہ چلا، منافق کی علامتوں (نشانیوں) کو اِن تین میں منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اِنسان کے اعمال کا تعلق تین چیزوں سے ہوتا ہے: قول، فعل اور نیت۔ منافق کی یہ تینوں چیزیں خراب ہوتی ہیں۔ قول کی خرابی یہ ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، فعل کی خرابی یہ ہے کہ جب اُس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرتا ہے اور نیت کی خرابی یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھا جائے کہ وعدہ خلافی اس وقت قابلِ مَذَمَّت ہے جبکہ وعدہ کرتے وقت ہی یہ نیت ہو کہ میں اس کے خلاف کروں گا اور اگر وعدہ کرتے وقت تو اُسے پورا کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں کسی مجبوری یا مانع کی وجہ سے وعدہ پورا نہ کر سکا تو یہ منافق کی صفت نہیں اور اس کی دلیل طبرانی کی یہ روایت ہے جس میں فرمایا: وعدہ کرتے وقت ہی اس کے دل میں یہ ہو کہ میں اس کے خلاف ہی کروں گا (تو یہ منافق کی صفت ہے) اسی طرح باقی خصلتوں کا معاملہ ہے۔ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں: وعدہ پورا کرنا ایسا مستحب ہے جس کی تاکید کی گئی ہے اور

---

1 ... بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، ۱/ ۲۴، حدیث: ۳۳۔

2 ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۰، حدیث: ۵۹۔

وعدہ خلافی کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور مستحب ہے کہ جب کوئی شخص وعدہ کرے تو اس کے ساتھ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کہہ دے تا کہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں وہ جھوٹ کا مرتکب نہ ہو۔[1]

حدیث میں نِفاقِ عملی مراد ہے یا اِعتقادی؟

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّیْن اَحْمَدْ قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر تم کہو کہ جب کسی مسلمان میں یہ خصلتیں پائی جائیں تو کیا وہ منافق ہو جائے گا؟ تو میں اس کا جواب دوں گا کہ یہ منافقت کی خصلتیں ہیں منافقت نہیں، تو جس شخص میں یہ تمام صفتیں پائی جائیں اسے مجازاً منافق کہا گیا ہے یا پھر اس سے مراد نفاقِ عملی ہے نفاقِ اعتقادی نہیں، یا پھر مراد یہ ہے کہ جو شخص اِن صفات سے متصف ہو اور یہ اُس کی عادت میں شامل ہو (تو وہ منافق ہے) یا پھر مراد یہ ہے کہ جس میں یہ خصلتیں غالب آجائیں اور وہ ان کو خاطر میں نہ لائے اور اس حکم کو ہلکا جانے تو ایسا شخص بدعقیدہ اور منافق ہے یا پھر حدیث کا مقصد لوگوں کو ان تین کاموں سے ڈرانا اور ان کے کرنے سے بچانا ہے یا پھر یہ حدیث کسی خاص منافق کے بارے میں ہے لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کا نام ذکر نہیں فرمایا جیسا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ ہے کہ آپ کسی کا عیب صاف لفظوں میں بیان نہ فرماتے بلکہ اشارۃً گفتگو کرتے جیسا کہ احادیث میں اس کی مثالیں ملتی ہیں فرمایا: ”اس قوم کا کیا معاملہ ہے؟“ وغیرہ وغیرہ۔ یا پھر اس سے مراد نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے کے منافقین ہیں۔“[2]

مُنافقت کی اَقسام:

شرحُ الطِّیبی میں ہے: ”یہ حدیث مومن کو ڈرانے اور اِن خصلتوں کو اپنی عادت بنانے سے بچانے کے لئے بیان کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس شخص سے یہ کام کبھی کبھار ہو جائے یا بغیر عادت کے وہ ان میں سے کوئی کام کر بیٹھے تو وہ منافق ہو گیا۔“ مزید فرماتے ہیں: ”منافقت کی دو قسمیں ہیں: **پہلی**

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ۱/ ۳۲۹، تحت الحدیث: ۳۳

2 . . . ارشاد الساری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، ۱/ ۲۰۳، تحت الحدیث: ۳۳

قسم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور دل میں کفر ہو جیسا کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے کے منافقین۔ **دوسری قسم** یہ ہے کہ تنہائی میں دینی اُمور کی حفاظت نہ کرے اور لوگوں کی موجودگی میں ان کو بجالائے تو ایسے شخص کو منافق کہیں گے لیکن یہ نفاق، نفاقِ اعتقادی نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینا فِسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے تو یہ کفر، کفرِ اعتقادی نہیں (یعنی یہ کام کافروں والا ہے لیکن قتل کرنے اور گالی دینے سے وہ کافر نہیں ہو گا)۔"[1]

کیا نمازی روزہ دار منافق ہو سکتا ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی حدیثِ پاک کے اس حصے: "اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے۔" کے تحت فرماتے ہیں: "اگرچہ وہ مسلمانوں والے عمل کرے یعنی روزے رکھے نماز پڑھے اس کے علاوہ دوسری عبادت کرے۔ ایک روایت میں ہے کہ چاہے وہ روزہ رکھے نماز پڑھے حج کرے عمرہ کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔[2] (لیکن اگر اس میں ان میں سے کوئی صفت ہے تو وہ منافق عملی ہے۔)

"چل مدینہ" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) انسان کے اعمال کا تعلق تین چیزوں سے ہوتا ہے قول، فعل اور نیت، منافق کی یہ تینوں چیزیں خراب ہوتی ہیں، نہ تو اس کا قول درست ہوتا ہے، نہ فعل اور نہ ہی نیت۔

(2) مسلمان کو تمام معاملات میں امانت کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے چاہے ان معاملات کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے، لہٰذا اُسے چاہیے کہ امانت کی ادائیگی کا خصوصی خیال رکھے۔

(3) نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوۃ دینا، حج کرنا اور دیگر اَعمال صالحہ ادا کرنا بھی امانت ہے۔

---

1 ... شرح الطیبی، کتاب الایمان، باب الکبائر وعلامات المنافق، ۱ / ۲۰۴، تحت الحدیث: ۵۵۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الکبائر وعلامات المنافق، ۱ / ۲۲۶، تحت الحدیث: ۵۵۔

(4) انسان کے جسم کے اعضاء مثلاً آنکھ ، زبان، کان ہاتھ وغیرہ یہ تمام کے تمام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے انسان کو استعمال کے لئے بطور امانت دیئے گئے ہیں، لہٰذا ان کی حفاظت کرنی چاہیے۔

(5) وعدہ کرتے وقت اگر اسے پورا کرنے کی نیت ہو اور کسی وجہ سے پورا نہ کرسکے تو یہ وعدہ خلافی نہیں کہلائے گی وعدہ خلافی اسی وقت کہلائے گی کہ جب وعدہ کرتے وقت ہی اسے پورا نہ کرنے کا ارادہ ہو۔

(6) وعدہ کرتے وقت اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کہہ دینا چاہیے تاکہ وعدہ پورا نہ ہونے کی صورت میں جھوٹ بھی نہ ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد شامل حال ہو جائے۔

(7) لوگوں کی موجودگی میں بُرے کام نہ کرے اور تنہائی میں کرے یہ بھی منافقتِ عملی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں نفاقِ عملی واِعتقادی دونوں سے محفوظ فرمائے اور جو علاماتِ منافق ہیں اُن سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرمائے، نیز امانتوں کی ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:200

دِل سے اَمانت نکال لی جائے گی

عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَیْنِ قَدْ رَاَیْتُ اَحَدَھُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ: حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ فَعَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْاَمَانَةِ فَقَالَ: "یَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِہٖ فَیَظَلُّ اَثَرُھَا مِثْلَ الْوُکْتِ ثُمَّ یَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِہٖ فَیَظَلُّ اَثَرُھَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ کَجَمْرٍ دَحْرَجْتَہٗ عَلٰی رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاہُ مُنْتَبِرًا وَلَیْسَ فِیْہِ شَیْءٌ" ثُمَّ اَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَھَا عَلٰی رِجْلِہٖ "فَیُصْبِحُ النَّاسُ یَتَبَایَعُوْنَ فَلَا یَکَادُ اَحَدٌ یُؤَدِّی الْاَمَانَةَ حَتّٰی یُقَالَ: اِنَّ فِیْ بَنِیْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِیْنًا حَتّٰی یُقَالَ لِلرَّجُلِ: مَا اَجْلَدَہٗ مَا اَظْرَفَہٗ مَا اَعْقَلَہٗ! وَمَا فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ وَلَقَدْ اَتٰی عَلَیَّ زَمَانٌ وَمَا اُبَالِیْ اَیُّکُمْ بَایَعْتُ؟ لَئِنْ کَانَ مُسْلِمًا لَیَرُدَّنَّہٗ عَلَیَّ دِیْنُہٗ وَلَئِنْ کَانَ نَصْرَانِیًّا اَوْ یَھُوْدِیًّا لَیَرُدَّنَّہٗ عَلَیَّ سَاعِیْہِ وَاَمَّا الْیَوْمَ فَمَا کُنْتُ اُبَایِعُ مِنْکُمْ اِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا". [1]

1... مسلم، کتاب الایمان، باب رفع الامانة، ص ۸۶، حدیث: ۱۴۳۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا حُذَیفہ بِن یَمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں دو حدیثیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک کو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہم سے بیان فرمایا کہ: ”امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں نازل ہوئی، پھر قرآن نازل ہوا تو لوگوں نے (امانت کو) کچھ قرآن سے جانا اور کچھ سنت سے۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں امانت کے اُٹھ جانے کے بارے میں بیان فرمایا: ”ایک آدمی تھوڑی دیر کے لیے سوئے گا تو اس کے دل سے امانت نکال لی جائے گی اور اس کا ہلکا سا اثر باقی رہ جائے گا پھر وہ تھوڑی دیر کے لیے سوئے گا تو اس کے دل سے امانت نکال لی جائے گی تو اب اس کا اثر چھالے کی مثل رہ جائے گا جیسا کہ تو اپنے پاؤں پر انگارہ ڈالے تو اس سے چھالا پڑ جائے تو تُو اسے اُبھرا ہوا دیکھے گا لیکن اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چند کنکریاں لیں اور انہیں اپنے پاؤں مبارک پر ڈالا اور ارشاد فرمایا: ”لوگ صبح کے وقت خرید و فروخت کریں گے لیکن ایک بھی شخص امانت ادا کرنے والا نہ ہو گا، یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ: فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے اور اس کے بارے میں کہا جائے گا، کہ وہ شخص کس قدر طاقتور، ہوشیار اور عقلمند ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہو گا۔“ (راوی کہتے ہیں) اور مجھ پر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ میں یہ پرواہ نہ کرتا تھا کہ میں کس سے خرید و فروخت کر رہا ہوں، اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین ضرور اسے میری طرف لوٹا دے گا اور اگر وہ عیسائی یا یہودی ہے تو اس کا والی ضرور اسے میری طرف لوٹا دے گا۔ بہر حال آج کل میں تم میں سے صرف فلاں فلاں سے ہی خرید و فروخت کرتا ہوں۔

امانت اٹھائے جانے سے مراد:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے امانت کے اُٹھ جانے کے بارے میں بیان فرمایا کہ ”امانت اٹھالی جائے گی۔“ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”یعنی پہلے ایک قوم سے پھر دوسری قوم سے، پہلے کچھ حصہ پھر کچھ حصہ، ایک وقت میں کچھ پھر دوسرے وقت میں کچھ لوگوں کے دین میں کمی اور فساد کے حساب سے اور پھر امانت کا اثر یعنی ہلکا سا نشان رہ جائے گا۔ حاصِلِ کلام یہ ہے کہ دل امانت

سے خالی ہو جائیں گے اس طرح کہ امانت تھوڑی تھوڑی کر کے ان میں سے ختم ہو جائے گی پس جب اس کا ایک جزء زائل ہو جائے گا تو اس کا نور ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد اندھیرا رہ جائے گا جیسا کہ نقطہ ہو۔[1]

نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی:

عَلَّامہ اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”یہ حدیث پاک نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے دِین کے فساد اور آخری زمانے میں اُن کی امانتوں کی کمی کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور ان دونوں کی معرفت صرف وحی کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اسلام ابتدا میں اجنبی تھا اور عنقریب یہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ ابتدا میں تھا۔ حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ”اے **عبداللّٰہ**! تمہارا اُس وقت کیا حال ہو گا جب تم بے کار لوگوں میں باقی رہ جاؤ گے جن کے عہد و پیمان اور امانتیں گڑبڑ ہوں گی اور آپس میں اختلاف کریں گے تو اس طرح ہو جائیں گے۔“ یہ کہہ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔ حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللّٰہ** بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اُس وقت آپ مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم خاص اپنی ذات کی فکر رکھو اور عوام کو چھوڑ دو۔“[2]

انگارے سے تشبیہ دینے کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں امانت کے دل میں داخل ہونے پھر نکل جانے اور اس کے بعد اندھیرا چھا جانے کو اس جلتے ہوئے انگارے سے تشبیہ دی جس کو پاؤں پر لڑھکایا جائے وہ لڑھکتا ہوا گر جاتا ہے اور پاؤں پر اثر چھوڑ جاتا ہے اس کی شرح کرتے ہوئے اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جس طرح ایک جلتے ہوئے انگارے کو پاؤں پر لڑھکایا جائے تو وہ لڑھکتا ہوا گر جاتا ہے اور پاؤں پر اثر چھوڑ

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ، ۱۵ / ۵۷۰، تحت الحدیث: ۶۴۹۷۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب رفع الامانۃ، ۱۰ / ۳۸۔

جاتا ہے اور پھر وہ ایک چھالا بن جاتا ہے اسی طرح امانت دل میں داخل ہوگی اور پھر دل میں استقرار پکڑنے کے بعد زائل ہو جائے گی اور پھر دل میں اندھیرا چھا جائے گا اور اس کے بعد ہلکا سا نشان رہ جائے گا۔[1]

خرید و فروخت میں پروانہ کرنے کے معنٰی:

علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ حضرت سَیِّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جو کہا کہ ”پہلے میں پروانہ کرتا تھا کہ میں کس سے خرید و فروخت کر رہا ہوں لیکن اب میں فلاں فلاں سے ہی سودا کرتا ہوں۔“ مطلب یہ ہے کہ ”میں جانتا تھا کہ ابھی امانت نہیں اٹھائی گئی اور لوگوں میں دیانتداری موجود ہے تو میں جانچ پڑتال کئے بغیر لوگوں سے خرید و فروخت کر لیتا تھا کیونکہ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کا دین اور امانتداری اسے خیانت کرنے سے روکے گی اور اسے امانت کی ادائیگی پر اُبھارے گی اور اگر وہ کافر ہے تو اس کا حاکم اس سے امانت قائم کروائے گا اور اس سے میرا حق نکلوا دے گا۔ بہرحال آج کے زمانے میں امانت اُٹھالی گئی ہے اب مجھے لوگوں پر اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی کافروں کے والی پر کہ وہ میرا حق دلوائیں گے لہٰذا اب میں ان ہی سے خرید و فروخت کرتا ہوں جن کو میں جانتا ہوں اور جن پر میں اعتبار کرتا ہوں۔“[2]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند مسائل:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے مذکورہ بالا حدیث پاک کی شرح میں کئی مفید باتیں اور مسائل تحریر فرمائے ہیں، چند مسائل پیش خدمت ہیں:

❁ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتنوں کے زمانوں میں امانت کے متعلق دو چیزیں ارشاد فرمائیں: نزولِ امانت کی بھی خبر دی اور اس امانت کے اٹھ جانے کی بھی خبر دی۔

❁ ”امانت لوگوں کے دلوں کے درمیان نازل ہوئی۔“ یہاں امانت سے مراد یا تو ایمان ہے یا شرعی احکام۔ رب تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ﴾ ممکن ہے کہ اس سے مراد دیانتداری

---

1 . . . شرح طیبی، کتاب الفتن، الفصل الاول، ۱۰/ ۵۰، حدیث: ۵۳۸۱۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب رفع الامانة والایمان من بعد القلوب، ۱/ ۱۷۰، الجزء الثانی۔

ہو جو خیانت کی مقابل ہے۔

❁ ”لوگوں نے کچھ قرآن سے جانا اور کچھ سنت سے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ دلوں میں توفیق خیر پہلے ہوتی ہے قرآن وحدیث کا سیکھنا عمل کرنا بعد میں میسر ہوتا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو ہم نے دیکھ لیں۔

❁ آخر زمانہ میں روشنی ایمان دلوں سے نکل جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ قرآن وسنت پڑھنا اور ان پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔

❁ ”آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت نکال لی جائے گی۔“ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سونے سے مراد علم دین سے غفلت کرنا ہے اور **نومة** سے مراد معمولی غفلت ہے۔ اس لیے کہ اس سے پہلے قرآن وسنت کے علم کا ذکر ہوا۔ یعنی لوگ عِلمِ دِین سے معمولی غفلت کریں گے تو اس کا نتیجہ وہ ہوگا جو یہاں مذکور ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ ”نوم“ سے مراد سونا ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے انقلاب کا حال یہ ہوگا کہ ابھی سونے سے پہلے دل کا اور حال تھا اور سوتے ہی کچھ اور ہو گیا۔

❁ ”امین آدمی کے دل سے امانت ختم ہو جائے گی مگر کچھ اثر باقی رہے گا۔“ یعنی لوگوں کے دلوں سے امانت آہستہ آہستہ اٹھے گی، ایک بار غفلت میں امانت جائے گی دل میں خیانت آئے گی مگر معمولی جیسے چھالا۔ دوبارہ غفلت میں یہ خیانت دل میں سخت ہو جائے گی جیسے کام کرنے والوں کے ہاتھ کے سخت آبلے۔ اگر کسی کا عضو معمولی چنگاری سے جل جائے وہاں چھالا پڑ جائے تو چھالا اُبھرا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں سِوا گندے پانی کے ہوتا کچھ نہیں۔ یوں ہی اس زمانہ کے لوگ لباس وشکل میں بہت اچھے دکھائی دیں گے مگر ان کے دلوں میں خیر نہ ہوگی برائی ہی ہوگی۔

❁ ”لوگ صبح کے وقت خرید وفروخت کریں گے لیکن ایک بھی شخص امانت ادا کرنے والا نہ ہوگا۔“ یعنی وہ لوگ آپس میں خرید و فروخت اور دوسرے مالی معاملات کریں گے مگر امین نہ ہوں گے تجارتوں میں خیانت ملاوٹ سب ہی کچھ کریں گے اپنی زبان پر قائم نہ رہیں گے۔

❁ ”یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے۔“ یعنی امین آدمیوں کی اتنی کمی ہو جائے گی کہ اگر کسی شہر کسی قبیلہ میں کوئی ایک امین ہوگا تو لوگ دُور دُور تک اُس کا چرچہ کریں گے

کہ اس علاقے میں صرف وہ شخص امین ہے۔یعنی آخر زمانہ میں لوگوں کی چالاکی، دنیا کمانا، چست و چالاکی ہونے کی تو تعریف ہوگی، مگر اس کے دین تقویٰ امانت کا ذکر بھی نہ کیا جائے گا وہ ہوگا بے ایمان خائن۔جیسا کہ آج کل عام چودھریوں، نمبرداروں، دنیاداروں میں دیکھا جاتا ہے۔ہاں بعض اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بھی ہوتے ہیں مگر تھوڑے۔[1]

مدنی گلدستہ

”امانت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) امانت سے مراد فرائض ہیں یا وہ اُمور جن کے کرنے کا حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا یا پھر ایمان ہے یا شرعی اَحکام امانت ہیں۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے دور میں امانت نہیں اٹھائی گئی تھی جب ہی تو حضرت سیدنا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ ”پہلے میں جانچ پڑتال کئے بغیر خرید و فروخت کرلیتا تھا۔“

(3) آخری دور میں لوگوں کے دلوں سے امانت اٹھالی جائے گی۔

(4) جیسے جیسے لوگوں کے دین میں کمی آتی جائے گی ویسے ویسے ہی امانت بھی اٹھتی چلی جائے گی یہاں تک کہ لوگوں کے دلوں میں امانت کا اثر یعنی ہلکا سا نشان رہ جائے گا۔

(5) اس حدیث سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عِلمِ غیب کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آخری زمانے کی خبر پہلے ہی ارشاد فرمادی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امانت میں خیانت سے محفوظ فرمائے، دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے، ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۹۱، ۱۸۹۔

حدیث نمبر 201

اَمانت و رحم کی پل صراط پر آمد

عَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ آدَمَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ: وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ! لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلَى ابْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللهِ قَالَ: فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِّنْ وَرَاءَ وَرَاءَ اِعْمَدُوْا اِلَى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللهُ تَكْلِيْمًا فَيَاْتُوْنَ مُوْسَى فَيَقُوْلُ: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلَى عِيْسَى كَلِمَةِ اللهِ وَرُوْحِهِ فَيَقُوْلُ عِيْسَى: لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهُ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قُلْتُ: بِاَبِيْ وَاُمِّيْ اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ؟ قَالَ: اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ؟ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَاَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلَّا زَحْفًا وَفِيْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَاْمُوْرَةٌ بِاَخْذِ مَنْ اُمِرَتْ بِهِ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ! اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعُوْنَ خَرِيْفًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا حذیفہ و سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو مسلمان کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ جنت اُن کے قریب کر دی جائے گی تو وہ حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام کے پاس آکر عرض کریں گے: اے ہمارے باپ! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھول دیں، حضرت آدم عَلَیْهِ السَّلَام فرمائیں گے: تمہیں جنت سے تمہارے باپ کی ایک لغزش ہی نے تو نکالا تھا۔ میرا یہ منصب نہیں تم لوگ میرے بیٹے ابراہیم **خلیلُ اللہ** (عَلَیْهِ السَّلَام) کے پاس چلے جاؤ۔“ حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرماتے ہیں: ”پھر وہ لوگ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام کے پاس جائیں گے، ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَام فرمائیں گے: میرا یہ منصب

---

[1] . . . مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنة منزلة فیھا، ص۱۲۷، حدیث ۱۹۵ بتغیر قلیل۔

نہیں میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست ہوں، مقامِ شفاعت سے دور ہوں، تم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس جاؤ، ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شرفِ کلام سے نوازا ہے۔ تو وہ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئیں گے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں، تم لوگ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چلے جاؤ، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پسندیدہ روح ہیں، عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بھی ان سے یہی فرمائیں گے کہ میرا یہ منصب نہیں۔ تو وہ لوگ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ پھر وہ کھڑے ہوں گے اور ان کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی، امانت اور رحم کو بھیجا جائے گا، وہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے، پھر تم میں سے پہلا گروہ بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائے گا۔'' راوی کہتے ہیں: ''میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کوئی چیز بجلی کی طرح کیسے گزرے گی؟'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا تم نے بجلی کو نہیں دیکھا وہ کس طرح گزرتی ہے؟ اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ پھر دوسرا گروہ ہوا کی مانند گزر جائے گا، پھر ایک گروہ پرندوں کی طرح گزر جائے گا، پھر ایک گروہ تیز دوڑنے والے مَردوں کی طرح گزر جائے گا، اس کے بعد ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق رفتار سے گزر جائے گا اور تمہارے نبی (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) پل صراط پر کھڑے دعا کر رہے ہوں گے: اے ربّ سلامتی کے ساتھ گزار، حتی کہ بندوں کے اعمال انہیں عاجز کر دیں گے یہاں تک کہ ایک شخص گھٹنوں کے بل چلتا ہوا گزرے گا۔ پل صراط کے دونوں کناروں پر لوہے کے آنکڑے (ہُک) لٹکے ہوئے ہوں گے اور وہ اس کو پکڑ لیں گے جسے پکڑنے کا حکم ہو گا پس کچھ لوگ زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور کچھ آگ میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے۔'' (راوی کہتے ہیں:) ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے! بے شک جہنم کی گہرائی ستر سال کی مَسافت کے برابر ہے۔''

روزِ قیامت رسولُ اللہ کی شانِ محبوبی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں حضور نبی پاک، صاحِبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کل بروزِ قیامت ظاہر ہونے والی شانِ محبوبی کا پاکیزہ اور روشن بیان ہے، کل بروزِ قیامت جب

نفسا نفسی کا عالَم ہو گا، جب تمام انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام بھی جواب دے دیں تو فقط آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی مشکل میں مدد فرمائیں گے، کل بروزِ قیامت اپنے بیگانے سب اس شان محبوبی کو دیکھ لیں گے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، عظیمُ البَرَکت، عظیمُ المرتبت، مُجَدِّدِ دِین ومِلّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن ، **فتاوی رضویہ، جلد۳۰، صفحہ ۱۷۰** پر فرماتے ہیں: ”اس دن (سیدنا) آدم **صَفِیُّ اللّٰہ** (عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) سے (سیدنا) **عیسٰی کَلِمَۃُ اللّٰہ** (عَلَیۡہِ السَّلَام) تک سب **انبیاء اللّٰہ** عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **نَفۡسِی نَفۡسِی** فرمائیں گے اور حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم **اَنَا لَھَا اَنَا لَھَا** میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم، سب سر بگریبان، وہ ساجد و قائم، سب محلِ خوف میں، وہ آمن و ناہم، سب اپنی فکر میں، انہیں فکرِ عوالِم، سب زیرِ حکومت، وہ مالِک وحاکِم، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے۔ ان کا رب انہیں فرمائے گا: ”**یَا مُحَمَّدُ! اِرۡفَعۡ رَأۡسَکَ وَقُلۡ تُسۡمَعۡ وَسَلۡ تُعۡطَہٗ وَاشۡفَعۡ تُشَفَّعۡ** (یعنی) اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہو گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔“ اس وقت اَوَّلین وآخِرین میں حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی حمد وثناء کا غُلغُلَہ (شور) پڑ جائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی افضلیتِ کبریٰ وسیادتِ عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ **وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡن۔**

مقام محمود وناست محمد ...... بہ نیساں مقامے و نامے کہ دارد

یعنی آپ کا مقام محمود اور نام محمد ہے، ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے؟

برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ اپنے نعتیہ دیوان ”ذوقِ نعت“ میں قیامت کی مَنظر کَشی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ مَحبوبی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دکھائی جائے گی محشر میں شانِ محبوبی ...... کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہو گا

کہیں گے اور نبی اِذۡھَبُوۡا اِلٰی غَیۡرِی ...... میرے حضور کے لب پر اَنَا لَھَا ہو گا

دعائے اُمَّت بدکار وِرد لَب ہوگی ...... خدا کے سامنے سجدے میں سر جھکا ہوگا
غلام ان کی عنایت سے چین میں ہوں گے ...... عدو حضور کا آفت میں مبتلا ہوگا
میں اُن کے در کا بھکاری ہوں فضلِ مولیٰ سے ...... حسن فقیر کا جنت میں بسترا ہوگا

انبیائے کرام کی عاجزی وانکساری:

علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کل بروزِ قیامت جب لوگ حضرت سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو حضرت سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اُن سے فرمائیں گے: ”میرا یہ مَنْصَب نہیں میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست ہوں تم حضرت موسی کے پاس جاؤ۔“ یہ کلمہ عاجزی وانکساری کے لئے بولا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بلند درجے تک میری راہ نہیں، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو درجات مجھے دیئے گئے ہیں جبریل کے واسطے سے دیئے گئے ہیں (بلاواسطہ نہیں ملے) تم موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بلاواسطہ کلام کرنے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے دو مرتبہ ”وَرَاءَ وَرَاءَ“ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے شرفِ کلام اور شرفِ زیارت بغیر کسی واسطے کے حاصل ہوا، اسی لئے حضرت سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ ”میں موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پیچھے ہوں اور موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے ہیں۔“[1]

امانت اور رحم پل صراط پر کیوں آئیں گے؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”امانت اور رحم کو پل صراط پر بھیجا جائے گا۔“ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”امانت اور رحم کے عظیم ہونے اور دنیا میں اُن کے کثرت سے وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے اُن کو پل صراط پر بھیجا جائے گا۔ یہ دونوں اِنسانی شکل میں آئیں گے جیسا اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے گا اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ دونوں پل صراط کے کناروں پر کھڑے ہوں گے تاکہ ہر گزرنے والے سے اپنا حق طلب کریں پس جس نے ان کا حق ادا کیا ہوگا یہ پل

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الشفاعۃ، ۲/ ۷۱، الجزء الثالث۔

صراط سے گزرنے میں اس کی مدد کریں گے اور جس نے ان کا حق ادا نہ کیا ہو گا تو یہ اُسے چھوڑ دیں گے یعنی اُس کی مدد نہیں کریں گے۔“[1]

پل صراط سے بجلی کی طرح گزرنے والے:

حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا کہ ”بجلی کی طرح کوئی چیز کیسے گزر سکتی ہے؟“ تو فرمایا: ”کیا تم نے بجلی کو نہیں دیکھا وہ کس طرح گزرتی ہے؟“ یعنی تیزی سے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ اس کے تحت عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک یہ تشبیہ صرف گزرنے سے نہیں بلکہ تیزی سے گزرنے اور روشنی کے ظاہر ہونے سے ہے تاکہ یہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو جائے اور اس سے بدن اور روح، ظاہر و باطن اور کمیت و کیفیت کی طرف اِشارہ ہو جائے۔ جس طرح سائل کے سوال میں گزرنے کا ذکر ہے تو ضروری تھا کہ جواب میں کچھ زائد بیان کیا جائے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام ہیں (یعنی وہ بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے) اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد اِس اُمَّت کے صوفیاء ہیں۔“[2]

حضور شَفاعَتِ کُبریٰ فرمائیں گے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جب لوگ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فریاد کریں گے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عرش کے نیچے کھڑے ہوں گے اور سجدے میں گر جائیں گے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر حمد کے ایسے دروازے کھولے جائیں گے جو اس سے پہلے آپ پر نہیں کھولے گئے، جس کے ذریعے آپ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کریں گے۔ پھر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔“[3]

---

1 . . . شرح الطیبی، کتاب احوال القیامۃ، باب الحوض والشفاعۃ، ۱۰/ ۲۴۵، تحت الحدیث: ۵۶۰۸۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، ۹/ ۵۷۳، تحت الحدیث: ۵۶۰۸۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی الامر باداء الامانۃ، ۱/ ۵۰۱، تحت الحدیث: ۲۰۲۔

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحمَةُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”حضور کو کلام کرنے عرض و معروض پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ شفاعت کی اجازت تو اَزل سے دی جا چکی، یہ سہرا اُن کے سر پر باندھا جا چکا۔ آپ کا لقب **شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن** (گناہگاروں کی شفاعت فرمانے والے) ہو چکا ہے، اعلیٰ حضرت (رَحمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه) نے فرمایا:

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا بندھا

اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

شفاعتِ کبریٰ حضور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) ہی کریں گے۔ دروازہ شفاعت کھل جانے کے بعد پھر دوسرے لوگ دوسری چیزیں شفاعت صغریٰ کریں گی۔“[1]

پل صراط سے گزرنے والوں کی رفتار میں فرق کیوں؟

حدیثِ پاک میں ہے کہ ”قیامت کے دن کچھ لوگ پل صراط سے بجلی کی تیزی سے گزر جائیں گے جبکہ کچھ لوگ پرندوں کی رفتار کی طرح اور کچھ اپنے گھٹنوں کے بل گزریں گے۔“ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان** عَلَیْهِ رَحمَةُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”ان کی رفتاروں میں یہ فرق ان کے نیک اعمال اور اخلاص کے فرق کی وجہ سے ہو گا۔ جیسا عمل جیسا اخلاص، ویسی وہاں کی رفتار، یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اعمال سببِ رفتار ہیں اور حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی نگاہِ کرم اصلی وجہ رفتار کی ہے جتنا کہ حضور سے قُرب زیادہ اتنی رفتار تیز۔ (نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پل صراط پر کھڑے دعا فرما رہے ہوں گے: اے رب سلامتی کے ساتھ گزار) ظاہر یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پل طراط کے اس محشر والے کنارہ پر قیام فرما ہوں گے۔ اپنے گرتوں کو سنبھالتے ہوں گے (حتی کہ بندوں کے اعمال انہیں عاجز کر دیں گے) یعنی آخر میں وہ لوگ آئیں گے جن کو اعمال چلا نہ سکیں گے، یا تو ان کے پاس اعمال نیک ہوں گے ہی نہیں یا ان میں اِخلاص وغیرہ نہ ہو گا۔ عمل میں قوتِ پرواز اِخلاص سے ہوتی ہے۔ (اور پل صراط پر

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۷۴ ملتقطاً۔

جو لوہے کے آنکڑے لٹکے ہوئے ہونگے) اس طرح کہ جنہیں زخمی کر دینے کا حکم ہے انہیں زخمی کر کے چھوڑ دیں گے اور جنہیں دوزخ میں گرانے کا حکم ہے انہیں چھید کر گرا دیں گے۔ خدا کی پناہ (جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے) لہٰذا جو دوزخ میں گرایا جائے گا وہ ستر سال میں اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"شفاعت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کل بروزِ قیامت جب تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام لوگوں کو دیگر انبیاء کی طرف بھیج رہے ہوں گے اس وقت صرف ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی لوگوں کی داد رسی فرمائیں گے اور انہیں عذاب سے نجات دلوائیں گے۔

(2) کل بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے پیارے نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وہ شان محبوبی ظاہر فرمائے گا جو کسی کو بھی عطا نہ ہوئی، کل آپ کو عطا فرمائے جانے والے مقامِ محمود کو اپنے اور غیر سب ملاحظہ کریں گے۔

(3) حضرتِ سَیِّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بلا واسطہ کلام کرنے کا شرف حاصل ہے جبکہ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بلا واسطہ شرف کلام اور شرف زیارت دونوں حاصل ہیں۔

(4) لوگ اپنے اپنے اَعمال کے حساب سے پل صراط سے گزریں گے، جس کے جتنے اعمال اچھے اس کی رفتار اتنی ہی زیادہ، کوئی بجلی کی تیزی سے گزرے گا تو کوئی ہوا کی طرح، کچھ پرندے کے اڑنے کی طرح اور کچھ پیدل چلنے والوں کی طرح۔

(5) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے آپ کے بعد دوسرے لوگ اور دوسری چیزیں شفاعت کریں گی۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۴۷ ملتقطاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کل بروزِ قیامت رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، ہمیں بلا حساب وکتاب جنت میں داخل فرمائے، ہمیں امانت ورحم کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:202 شہادت سے قبل ادائیگی قرض کی فکر

عَنْ اَبِیْ خُبَیْبٍ عَبْدِ اللہِ بْنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ الْقُرَشِیِّ الْاَسَدِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَیْرُ یَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِیْ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِہٖ فَقَالَ: یَا بُنَیَّ اِنَّہٗ لَا یُقْتَلُ الْیَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَ اِنِّیْ لَا اُرَانِیْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْیَوْمَ مَظْلُوْمًا وَاِنَّ مِنْ اَکْبَرِ ھَمِّیْ لَدَیْنِیْ اَفَتَرٰی دَیْنَنَا یُبْقِیْ مِنْ مَالِنَا شَیْئًا؟ ثُمَّ قَالَ: یَا بُنَیَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَیْنِیْ وَاَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَثُلُثِہٖ لِبَنِیْہِ یَعْنِیْ لِبَنِیْ عَبْدِ اللہِ بْنِ الزُّبَیْرِ ثُلُثُ الثُّلُثِ قَالَ: فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَالِنَا بَعْدَ قَضَاءِ الدَّیْنِ شَیْءٌ فَثُلُثُہٗ لِبَنِیْکَ قَالَ ھِشَامٌ: وَکَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللہِ قَدْ وَازٰی بَعْضَ بَنِی الزُّبَیْرِ خُبَیْبٍ وَعَبَّادٍ وَلَہٗ یَوْمَئِذٍ تِسْعَۃُ بَنِیْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ قَالَ عَبْدُ اللہِ: فَجَعَلَ یُوْصِیْنِیْ بِدَیْنِہٖ وَیَقُوْلُ: یَا بُنَیَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْ شَیْءٍ مِنْہُ فَاسْتَعِنْ عَلَیْہِ بِمَوْلَایَ. قَالَ: فَوَاللہِ مَا دَرَیْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰی قُلْتُ: یَا اَبَتِ مَنْ مَوْلَاکَ؟ قَالَ: اللہُ. قَالَ: فَوَاللہِ مَا وَقَعْتُ فِیْ کُرْبَۃٍ مِنْ دَیْنِہٖ اِلَّا قُلْتُ: یَا مَوْلَی الزُّبَیْرِ اقْضِ عَنْہُ دَیْنَہٗ فَیَقْضِیَہٗ قَالَ: فَقُتِلَ الزُّبَیْرُ وَلَمْ یَدَعْ دِیْنَارًا وَلَا دِرْھَمًا اِلَّا اَرَضِیْنَ مِنْہَا الْغَابَۃُ وَ اِحْدٰی عَشَرَۃَ دَارًا بِالْمَدِیْنَۃِ وَدَارَیْنِ بِالْبَصْرَۃِ وَدَارًا بِالْکُوْفَۃِ وَدَارًا بِمِصْرَ. قَالَ: وَاِنَّمَا کَانَ دَیْنُہُ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْہِ اَنَّ الرَّجُلَ کَانَ یَاْتِیْہِ بِالْمَالِ فَیَسْتَوْدِعُہٗ اِیَّاہُ فَیَقُوْلُ الزُّبَیْرُ: لَا وَلٰکِنْ ھُوَ سَلَفٌ اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْہِ الضَّیْعَۃَ. وَمَا وَلِیَ اِمَارَۃً قَطُّ وَلَا جِبَایَۃً وَلَا خَرَاجًا وَلَا شَیْئًا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ غَزْوٍ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ قَالَ عَبْدُ اللہِ: فَحَسَبْتُ مَا کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الدَّیْنِ فَوَجَدْتُّہٗ اَلْفَیْ اَلْفٍ وَ مِائَتَیْ اَلْفٍ! فَلَقِیَ حَکِیْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللہِ بْنَ الزُّبَیْرِ فَقَالَ: یَا ابْنَ اَخِیْ کَمْ عَلٰی اَخِیْ مِنَ الدَّیْنِ؟ فَکَتَمْتُہٗ وَقُلْتُ: مِائَۃُ اَلْفٍ. فَقَالَ حَکِیْمٌ: وَاللہِ مَا اَرٰی اَمْوَالَکُمْ تَسَعُ ھٰذِہٖ! فَقَالَ عَبْدُ اللہِ: اَرَاَیْتَکَ اِنْ کَانَتْ اَلْفَیْ اَلْفٍ

وَمَائَتَیْ اَلْفٍ؟ قَالَ: مَا اَرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَیْءٍ مِنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِیْ. قَالَ: وَكَانَ الزُّبَيْرُ قَدِ اشْتَرَى الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ شَیْءٌ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ فَاَتَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ اَرْبَعُ مِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ: اِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ ؟ قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَا، قَالَ: فَاِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُوْنَ اِنْ اَخَّرْتُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: لَا، قَالَ: فَاقْطَعُوْا لِیْ قِطْعَةً قَالَ عَبْدُ اللهِ: لَكَ مِنْ هٰهُنَا اِلَى هٰهُنَا. فَبَاعَ عَبْدُ اللهِ مِنْهَا فَقَضٰى عَنْهُ دَيْنَهُ وَاَوْفَاهُ وَبَقِیَ مِنْهَا اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَدِمَ عَلَى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ: كُلُّ سَهْمٍ بِمِائَةِ اَلْفٍ قَالَ: كَمْ بَقِیَ مِنْهَا؟ قَالَ: اَرْبَعَةُ اَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ: قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ. قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: قَدْ اَخَذْتُ مِنْهَا سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ. وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: قَدْ اَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ اَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: كَمْ بَقِیَ؟ قَالَ: سَهْمٌ وَنِصْفُ سَهْمٍ، قَالَ: قَدْ اَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ اَلْفٍ. قَالَ: وَبَاعَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ. فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ: اَقْسِمْ بَيْنَنَا مِيْرَاثَنَا. قَالَ: وَاللهِ! لَا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى اُنَادِیَ بِالْمَوْسِمِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ اَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَلْنَقْضِهِ. فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِی فِی الْمَوْسِمِ، فَلَمَّا مَضٰى اَرْبَعُ سِنِيْنَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ وَدَفَعَ الثُّلُثَ. وَكَانَ لِلزُّبَيْرِ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَاَصَابَ كُلَّ امْرَاَةٍ اَلْفُ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ فَجَمِيْعُ مَالِهِ خَمْسُوْنَ اَلْفَ اَلْفٍ وَمِائَتَا اَلْفٍ. [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو خُبَیب **عبد اللہ** بن زبیر بن عوام قرشی اسدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جنگِ جمل کے موقع پر (میرے والد) حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہوئے اور مجھے بلایا۔ میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو انہوں نے فرمایا: ”اے بیٹے! آج کے دن ظالم قتل ہو گا یا مظلوم اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آج میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرض کی ہے، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ مال بچ جائے گا؟ اے میرے بیٹے! میرا مال بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔“ پھر تہائی مال کی وصیت فرمائی اور اس تہائی کے تہائی مال کی ان (یعنی سیدنا **عبد اللہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے بیٹوں

1 . . . بخاری، کتاب فرض الخمس، باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا...الخ، ۲/۳۵۰، حدیث: ۳۱۲۹۔

کے لئے وصیت فرمائی۔ پھر فرمایا:''میرا قرض اتارنے کے بعد اگر کچھ مال بچے تو اس کا تہائی تمہاری اولاد کے لئے ہے۔'' ہشام کہتے ہیں کہ سیدنا **عبداللہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کچھ بیٹے (عمر میں) حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹوں خبیب اور عباد کے برابر تھے۔ اس وقت حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ حضرت سیدنا **عبداللہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مجھے اپنے قرض کی وصیت کرتے ہوئے فرمانے لگے: ''اے میرے بیٹے! اگر تم میرا قرض نہ اتار سکو تو میرے مولا سے مدد مانگنا۔'' سیدنا **عبداللہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ''خدا کی قسم میں نہ سمجھ سکا کہ ''مولا'' سے ان کی مراد کیا ہے؟ حتی کہ میں نے ان سے پوچھ ہی لیا کہ اے میرے والد! آپ کا مولا کون ہے؟'' جواب دیا: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ۔'' حضرت سیدنا **عبداللہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! میں ان کے قرض ادا کرنے میں جب بھی کسی مشکل میں پھنسا تو میں نے کہا: اے زبیر کے مولی! زبیر کا قرض اتار دے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کا قرض اتار دیتا۔ حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو شہید کر دیا گیا انہوں نے ایک بھی درہم و دینار نہ چھوڑا، ہاں کچھ زمینیں تھیں ان میں سے ایک زمین غابہ (کے علاقہ میں) تھی اور مدینہ منورہ میں گیارہ مکان، بصرہ میں دو مکان، کوفہ میں ایک مکان اور ایک مکان مصر میں تھا۔ ان پر جو اتنا قرض تھا وہ اس وجہ سے تھا کہ جب کوئی شخص اُن کے پاس امانت رکھوانے آتا تو وہ کہتے کہ یہ امانت نہیں ہے بلکہ مجھ پر قرض ہے مجھے اُس کے ضائع ہو جانے کا خوف ہے۔ انہوں نے کبھی حکومت حاصل نہیں کی، نہ کبھی ٹیکس کی وصولی پر مامور ہوئے، نہ کبھی کسی عہدہ پر فائز ہوئے، البتہ غزوات میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یا حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ شریک ہوئے۔ میں نے حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر جو قرض تھا اس کا حساب لگایا تو وہ بائیس ۲۲ لاکھ درہم تھا۔ حضرت حکیم بن حزام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مجھ سے ملے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی (حضرت زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) پر کتنا قرض ہے؟ تو میں نے ان سے چھپاتے ہوئے سارا قرض بیان نہ کیا بلکہ فقط ایک لاکھ بیان کیا تو وہ فرمانے لگے: ''خدا کی قسم تمہارے پاس اتنا مال نہیں کہ جو اُن کا قرض اتار سکے۔'' سیدنا **عبداللہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواباً عرض کیا: ''اگر سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

عَنْہُ پر ۲۲ بائیس لاکھ قرض ہو تو آپ کا کیا خیال ہے؟'' سیدنا حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''میں نہیں سمجھتا کہ تم اس قرض کو اتارنے کی طاقت رکھتے ہو لہٰذا اگر تم قرض نہ اتار سکو تو مجھ سے مدد طلب کرنا۔'' حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ اسے حضرت سَیِّدُنا **عبداللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے سولہ لاکھ میں فروخت کیا پھر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ''سیدنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر جس کا بھی قرض ہے وہ ہم سے غابہ میں آکر لے لے۔'' ان کے پاس حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آئے، حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر ان کا چار لاکھ قرض تھا، انہوں نے حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: ''اگر تم چاہو تو میں اس قرض کو معاف کر دیتا ہوں۔'' حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''نہیں۔'' انہوں نے کہا: ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں مہلت دے دیتا ہوں۔'' کہا: ''نہیں۔'' تو انہوں نے پھر کہا: ''مجھے (زمین کا) ایک حصہ دے دو۔'' حضرت سیدنا ابنِ زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''یہاں سے لیکر یہاں تک تمہارا ہے۔ حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مکانات اور غابہ کی زمین میں سے کچھ فروخت کرکے اپنے والد کا سارا قرضہ اتار دیا۔ اب غابہ کی زمین کے ساڑھے چار حصے باقی تھے چنانچہ وہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئے، اس وقت ان کے پاس عَمرو بن عثمان، منذر بن زبیر اور ابن زمعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدنا معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے پوچھا: ''غابہ کی کیا قیمت طے ہوئی ہے؟'' حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا: ''ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے۔'' سیدنا معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: ''کتنے حصے باقی ہیں؟'' کہا: ''ساڑھے چار حصے۔'' منذر بن زبیر نے کہا: ''میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں خریدا۔'' عَمرو بن عثمان نے کہا: ''میں نے بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں خریدا۔'' پھر حضرت سیدنا ابنِ زمعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: ''ایک حصہ میں نے بھی ایک لاکھ میں خریدا۔'' پھر حضرت سیدنا معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے پوچھا: ''اب کتنا حصہ باقی رہ گیا ہے؟'' کہا: ''ڈیڑھ حصہ۔'' فرمایا: ''میں نے وہ ڈیڑھ لاکھ میں خریدا۔'' راوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنا حصہ حضرت سیدنا معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو چھ لاکھ میں بیچ دیا۔

جب حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قرض کی ادائیگی سے فارغ ہوگئے تو حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اولاد نے ان سے کہا: ”اب ہماری میراث ہم میں تقسیم کرو۔“ حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** نے کہا: ”میں ہرگز تمہیں تقسیم نہیں کروں گا جب تک کہ چار سال تک حج کے ایام میں یہ اعلان نہ کروں کہ جس کا بھی حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر قرض ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے دیں گے۔“ پھر حضرت سیدنا **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہر سال حج کے ایام میں یہی اعلان کرتے، جب چار سال گزر گئے تو انہوں نے سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا مال اُن کے ورثاء میں تقسیم کردیا۔ حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی چار اَزواج تھیں (قرضہ ادا کرنے کے بعد اور) ایک تہائی علیحدہ کرنے کے بعد ہر زوجہ کو 12 لاکھ ملے، یوں حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کل ترکہ 52 لاکھ ہوا۔

علامہ نووی اس حدیث کو امانت کے باب میں لے کر آئے کیونکہ اس میں امانت کی حفاظت کا ذکر ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس لوگ امانت رکھواتے تھے تو آپ اس مال کی حفاظت کی غرض سے اس مال کو بطورِ قرض لیتے تھے۔

ظالم ومظلوم سے کیا مراد ہے؟

حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”آج کے دن ظالم یا مظلوم قتل ہوگا۔“ اس کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مخالف کے نزدیک ظالم ہے اور اپنے نزدیک مظلوم اگر قتل کردیا جائے۔ حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مراد یہ ہے کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا آپس میں قتال کرنا باغیوں اور تَعَصُّب پرستوں کے قتال کی طرح نہیں جس میں قاتل و مقتول دونوں ظالم ہوتے ہیں جیسا کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے کہ ”جب دو مسلمان تلوار لے کر لڑیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔“ کیونکہ ان میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی تاویل نہیں ہوتی جو کہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عذر بن سکے لہٰذا ان میں کوئی بھی مظلوم نہیں دونوں ظالم ہیں۔ حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بیٹے سیدنا **عبداللّٰہ** بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا۔“ کیونکہ انہوں نے جنگ

کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا اسی لئے جب دونوں لشکر آپس میں ملے تو وہ وہاں سے لوٹ گئے، پس ابن جرموز نے ان کا پیچھا کیا اور راستے میں انہیں بغیر کسی قتال کے شہید کر دیا۔ **ممکن ہے کہ** حضرت زبیر نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ قول سن لیا ہو کہ ”صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری دو“ اسی لئے انہوں نے کہا تھا کہ آج میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا۔[1]

مسلمانوں کی خیر خواہی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں مسلمانوں کی خیر خواہی کا کس قدر جذبہ ہوا کرتا تھا وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے فائدے اور نقصان کے بارے میں کس قدر سوچتے تھے اور پھر وہ کام کرتے جس میں دوسرے مسلمان کا فائدہ ہو جیسا کہ مذکورہ حدیث میں حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں سے امانت لیتے وقت کہہ دیتے کہ یہ مجھ پر قرض ہے۔ چنانچہ علامہ عینی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر اتنا قرض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب لوگ آپ کے پاس امانت رکھوانے آتے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن سے کہتے کہ یہ میرے پاس امانت نہیں بلکہ قرض ہے، وہ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ اگر مال ضائع ہو گیا تو لوگ یہ گمان کریں گے کہ انہوں نے اس کی حفاظت میں کوتاہی کی ہے (کیونکہ امانت اگر ضائع ہو جائے تو مالک مطالبہ نہیں کر سکتا) اور اگر مال بطورِ قرض رکھا ہو تو ضائع ہونے کی صورت میں بھی واجب الادا (مالک کو اتنا مال دینا لازم) ہو گا اور یہ صاحبِ مال کے لئے زیادہ محفوظ ہے۔“[2]

قرض کے معاملے میں احتیاط:

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان امانت اور قرض کے معاملے میں کس قدر احتیاط فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرتِ سَیِّدُنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یوم جمل اپنی شہادت کا گمان ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے **عبد اللہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے قرض کے بارے میں وصیت کی کہ تم سب سے پہلے میرے مال سے میرا قرض ادا کر دینا۔ چنانچہ مذکورہ حدیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بھی چاہیے کہ جس کا قرض یا امانت ہو جلد از

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب فرض الخمس، باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا۔۔۔ الخ، ۵/ ۲۹۰۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الخمس، باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا، ۱۰/ ۴۶۲، تحت الحدیث: ۳۱۲۹۔

جلد اسے ادا کر دیں اور اگر ابھی مال نہ ہو تو اس قرض اور امانت کے بارے میں اپنے ورثاء کو بتا دیں کہ مجھ پر اتنا اتنا اور فلاں فلاں کا قرض یا امانت ہے وہ ادا کر دینا کیونکہ موت کا کیا معلوم کب کس وقت آجائے اور ہم قرض کا بار اپنے ساتھ لے کر اس دنیا سے چلے جائیں۔

حضرت سیدنا زبیر بن عوام کی مختصر حیاتِ طیبہ:

حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پھوپھی حضرت سیدتنا صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے فرزند ہیں، اس لیے یہ رشتے میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پھوپھی زاد بھائی، حضرت سیدنا خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بھتیجے، حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے داماد ہیں۔ سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے ہیں جن کو حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جنتی ہونے کی خوشخبری عطا فرمائی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھیں نیلی، شانے قدرے جھکے ہوئے، بال خوب گھنے، رخسار اور ریش مبارک ہلکی اور پتلی، رنگت گندمی اور قد طویل تھا۔ سب سے پہلے سرکار نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حفاظت وحمایت میں تلوار اٹھانے کی سعادت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی کو حاصل ہوئی، حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سب سے کم سن مہاجر تھے، نہایت ہی بہادر تھے، کئی جنگوں میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے، غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک دیو ہیکل یہودی پہلوان کو واصل جہنم کیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ”طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ بھی سعادت حاصل ہوئی کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کے لیے ارشاد فرمایا: ”**فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ** یعنی اے زبیر! تم پر میرے ماں باپ قربان۔“ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر میں کسی سے کوئی عہد کرتا یا اپنا مال واسباب چھوڑتا تو زبیر بن عوام کو ان کا حق دار بتاتا کیونکہ وہ دین کا ایک ستون ہیں۔“ معاشی حوالے سے انتہائی دیانتدار اور کامیاب تاجر تھے، مگر سخی ایسے تھے کہ بسا اوقات

اپنا سارا مال راہِ خدا میں صدقہ کر دیا کرتے تھے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو اپنا حواری ارشاد فرمایا۔ الغرض آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ذاتِ مبارکہ کئی خصوصیات ومبارک اَوصاف کی حامل ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ کی مزید تفصیل کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کا مطبوعہ 72 صفحات پر مشتمل رسالہ ''حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ'' کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

حضرت سیدنا زبیر بن عوام کی شہادت:

حضرتِ سَیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وادی سباع میں سورہے تھے وہاں عَمرو بن جرموز پہنچ گیا اس نے آپ کو سوتے میں شہید کر دیا اور آپ کا سر لے کر امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ حضرت سیدنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو بتایا گیا کہ ابنِ جرموز حضرت سیدنا زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا سر لے کر آیا ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قاتل کو آگ کے عذاب کی خوشخبری دو۔''[1] جنگ جمل سن ٣٦ ہجری میں حضرت سیدنا طلحہ بن عُبَیْدُ اللہ، حضرت سیدنا زبیر بن عوام، اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے مابین واقع ہوئی، اِن کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا وہ حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قصاص کے سبب تھا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اس معاملے میں حق پر تھے جبکہ دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اجتہادی خطا پر تھے۔ اور مجتہد سے اجتہاد کرتے ہوئے اگر خطا واقع ہو تو اسے اس پر بھی ثواب دیا جاتا ہے۔ لہذا یہ تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ماجور ہوئے۔ اس لیے صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات کے بارے میں خاموش رہنا واجب ہے کیونکہ اہل سنت کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ عادل ہیں اور ان کے درمیان جو اختلاف ہوا اسے اجتہاد پر محمول کیا جائے۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الخمس، باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا، ١٠ / ٦٣ ٤، تحت الحدیث: ٣١٢٩۔

لہذا ان جنگوں کے سبب صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر طعن کرنا اور انہیں سب وشتم کرنا حرام ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) قرض اور امانت کی ادائیگی کی اسلام میں بہت اہمیت ہے، حتی کہ جلیل القدر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی قرض اور امانت کے معاملے میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کے ساتھ بہت خیر خواہی فرمایا کرتے تھے۔

(3) اپنے مسلمان بھائیوں کو ساتھ ایسا معاملہ کرنا جس میں ان کا فائدہ ہو یہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت مبارکہ ہے۔

(4) موت کا کوئی بھروسہ نہیں کسی بھی وقت آسکتی ہے لہذا اگر ہم پر کسی کا قرض ہو یا کسی کی امانت ہو تو اس کی ادائیگی کی وصیت کردینی چاہیے تاکہ وصال کے بعد ورثاء اس کی ادائیگی کردیں۔

(5) حضرت سیدنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قطعی جنتی صحابی تھے کہ خود رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں جنت کی خوشخبری عطا فرمائی تھی مگر اس کے باوجود قرض اور امانت کے معاملے میں بہت محتاط تھے، ہمیں بھی چاہیے کہ ان کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے قرض اور امانت وغیرہ حقوق العباد کے معاملے میں احتیاط سے کام لیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جیسا خیر خواہی کا عظیم جذبہ عطا فرمائے، قرض اور امانت کے معاملے میں احتیاط کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اگر ہم مقروض ہیں یا کسی کی امانت ہمارے پاس ہے تو اس کی جلد از جلد ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . نبراس شرح شرح عقائد، ص ۳۲۹، الیواقیت والجواھر، ص ۳۳۳، دس عقیدے، ص ۱۳۵۔

باب نمبر:26

ظُلم کی حُرمَت کا بیان

ظُلم کی حُرمَت اور ظُلماً لی ہوئی اَشیاء کو واپس کرنے کا باب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ظلم ایک ایسا قبیح یعنی بُرا کام ہے کہ جسے اِنسانی عقل وفِطرت قطعاً قبول نہیں کرتی۔اِس کی بُرائی کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کا کوئی ملک، کوئی صوبہ، کوئی شہر، کوئی علاقہ بلکہ دنیامیں رہنے والا کوئی بھی شخص اِسے پسند نہیں کرتا۔ہر شخص ظلم کو قابل نفرت ہی سمجھتاہے، بلکہ اگر ظالم سے بھی ظلم کے بارے میں رائے لی جائے توشاید وہ بھی اس کی مذمت ہی کرے گا اگرچہ وہ خود اس میں ملوث ہے۔ ظلم کی مذمت اور ظلم کے خلاف جتنا شعور اِسلام نے پیدا کیا اتنا کسی اور نے نہیں کیا۔ یہ ظلم ہی توہے کہ جس سے ہر فرد، ہر گھر، ہر معاشرہ، ہر ملک آتش داں بن جاتا ہے، ظلم سے حق وصداقت، امانت ودیانت کی عمارت مسمار ہو جاتی ہے، امن و سکون کی فضاء غبار آلود ہو جاتی ہے۔ وحشت وبربریت کی سیاہ بدلیاں چھاجاتی ہیں، ہنستے مسکراتے چہرے ظلم وزیادتی کی وجہ سے مُرجھاجاتے ہیں۔ بہر حال ظلم کسی طرح بھی قابل تعریف نہیں، کسی صورت بھی جائز نہیں۔ریاض الصّالحین کا یہ باب بھی ظلم کی حرمت اور ظلماً لی ہوئی اشیاء کو واپس کرنے کے بارے میں ہے۔علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیات اور 19 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) ظالم کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ﭤ ﴿۱۸﴾
(پ۲۴، المؤمن: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: ظالموں کا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے۔

مُفَسِّرِ قرآن عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس آیت میں اس بات کا بیان ہے کہ کفار کے لئے کوئی شفاعت نہیں کیونکہ یہ آیت ان کی مذمت میں وارد ہوئی ہے۔ آیت میں کفار کے بجائے ظالم کالفظ کہا گیا اور ظالم کالفظ عام ہے، اس میں کافر و گناہ گار مسلمان سب شامل ہوسکتے ہیں لیکن یہاں

کافر ہی مراد ہیں اور ایسا اس لئے کیا تا کہ یہ ثابت ہو کہ حقیقی ظالم کافر ہی ہیں اور ان کے لئے مدد گار اور مہربان کی نفی ہو جائے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ گناہ گار مسلمانوں کے لئے مدد گار ہوں گے اور ایسے شفیع ہوں گے جن کی سفارش قبول ہو گی اور وہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، تمام انبیاء و مرسلین، اولیائے کاملین اور ملائکہ اجمعین ہیں۔"[1]

(2) ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۷۱﴾ (پ۱۷، الحج: ۷۱) ترجمۂ کنز الایمان: اور ستم گاروں کا کوئی مدد گار نہیں۔

مُفَسِّرِ قرآن اَبُوْ جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "بتوں کو پوجنے والے کافروں کے لئے کوئی ایسا مدد گار نہ ہو گا جو قیامت کے دِن اُن کی مدد کر سکے اور اُن سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کو دُور کر سکے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن کی پکڑ کا اِرادہ کرے تو انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ سے بچا سکے۔"[2]

حدیث نمبر: 203

ظُلم اور بُخل سے بچو

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ: اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا دِمَاءَھُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَھُمْ.[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "ظلم سے بچو! کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے اور بخل سے بچو

1 ... روح البیان، پ۲۴، المؤمن، تحت الایۃ: ۱۸، ۸/۱۷۰۔

2 ... تفسیر طبری، پ۱۷، الحج، تحت الایۃ: ۷۱، ۹/۱۸۸۔

3 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص۱۳۹۴، حدیث: ۲۵۷۸۔

کیونکہ بخل ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اور اُنہیں اِس بات پر اُبھارا کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں اور محرمات (یعنی حرام کئے گئے کاموں) کو حلال سمجھیں۔“

ظالم کے لئے قیامت کے دن اندھیرا ہوگا:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”قیامت کے دن ظلم ظالم کے لئے اندھیرا ہوگا جس کے سبب ظالم ہدایت نہیں پاسکے گا جبکہ مؤمنین کا نور اُن کے آگے اور دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اندھیرے سے مراد قیامت کی آفات ہوں جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (پ۷، الانعام: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا کی آفتوں سے۔

یعنی جنگل اور دریا کی آفات سے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اندھیرے سے مراد قیامت کی بیڑیاں اور جہنم کا عذاب ہو۔“[1]

ظلم کی تعریف اور اُس کا وبال:

ظلم کا لغوی معنی ہے: ”وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ یعنی کسی بھی شے کو غیر محل میں رکھنا ظلم کہلاتا ہے۔“ اسی وجہ سے قرآنِ پاک میں شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہی اس بات کی حق دار ہے کہ اس کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، لہٰذا اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا یعنی شرک کرنا سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے۔ مگر ظلم کا غالب استعمال مخلوق پر زیادتی و شرارت میں ہوتا ہے۔ ظلم کا لفظ گناہوں کی تمام اقسام کو شامل ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں لفظ ”ظلم“ کے بعد اگلے جملے میں لفظ ”ظلمات“ جمع آیا ہے۔ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ایک ظلم بھی قیامت کے دن بہت سی تہہ بہ تہہ ہولناک تاریکیوں اور شدتوں کا سبب بنے گا۔ بخل اور کنجوسی سے بچنا اس لئے ضروری

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب تحریم الظلم، ۸/ ۱۳۴، الجزء السادس عشر۔

ہے کہ یہ بھی ظلم کی اقسام اور اس کی شدید ترین انواع میں سے ہیں کیونکہ حُبِ دنیا اور نفسانی شہوات کا نتیجہ یہی ظلم ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے یعنی گناہ کے کام اور خطائیں انہیں حلال ٹھرانے کا سبب بھی یہی بخل ہے، یہی بخل خونریزی اور حرام کو حلال کرنے کا باعث بنا جبکہ اس کی ضد یعنی راہِ خدا میں مال خرچ کرنا اور دوسروں سے ہمدردی و شفقت کرنا ذریعہ نجات اور ایک دوسرے سے بہتر تعلقات کا باعث ہے جبکہ بخل اور کنجوسی ایک دوسرے سے دُور رہنے اور قطع تعلقی کا سبب ہیں۔ یہ آپس میں دشمنی اور عداوت کا باعث ہیں جن کا انجام آپس کی لڑائی اور قتل و غارت ہے۔"[1]

بنی اسرائیل کا حرام کاموں کو حلال ٹھہرانا:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بنی اسرائیل پر کئی چیزوں کو حرام فرمایا تھا مگر انہوں نے اُسے حلال جانا اور اس کا ارتکاب کیا۔ ❁ مثلاً قتل کو حلال جانا اور اس کا ارتکاب کیا جیسا کہ ایک شخص نے اپنے چچازاد کو اس کی وراثت حاصل کرنے کے لئے قتل کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس واقعے کو سورۂ بقرہ میں تفصیل سے بیان فرمایا۔ ❁ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عورتوں کے ساتھ بے حیائی کو حرام قرار دیا مگر انہوں نے اسے حلال جانا۔ ❁ چربی کی خرید و فروخت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن کے لیے حرام فرمایا تھا مگر اُنہوں نے پگھلا کر حیلے سے اس کی خرید و فروخت شروع کر دی۔ ❁ بنی اسرائیل کو ہفتے کے دن شکار کرنے کی ممانعت تھی مگر انہوں نے اس کا حیلہ کیا اور ہفتے کے دن نالیوں وغیرہ میں مچھلی کو جمع کر لیتے اور دیگر دنوں میں اس کو پکڑ لیتے۔[2]

ظلم کی مختلف صورتیں:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: "ظلم کے لغوی معنی ہیں: کسی چیز کو بے موقع استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا۔ اس کی بہت قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا ایذاء دینا اس پر

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق وکراھیۃ الامساک، ۲/ ۱۴ ماخوذا۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب تحریم الظلم الخ، ۱/ ۵۱۶، تحت الحدیث: ۲۰۴۔

ظلم۔ یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنٰی پر ہے: یعنی ظالم پل صراط پر اندھیریوں میں گھِرا ہو گا۔ یہ ظلم اندھیری بن کر اُس کے سامنے ہو گا، جیسے کہ مؤمن کا ایمان اور اس کے نیک اَعمال روشنی بَن کر اُس کے آگے چلیں گے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ﴾ (پ۲۷، الحدید: ۱۲) (ترجمۂ کنزالایمان: ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہے۔) چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اس لئے اندھیرے میں رہا۔"[1]

بخل کی تعریف اور اُس کی مذمت کا بیان:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۳۵۲ صفحات پر مشتمل کتاب "**باطنی بیماریوں کی معلومات**" صفحہ ۱۲۸ پر ہے: "بخل کے لغوی معنی کنجوسی کے ہیں اور جہاں خرچ کرنا شرعاً، عادتاً یا مُرَوَّتاً لازم ہو وہاں خرچ نہ کرنا بخل کہلاتا ہے یا جس جگہ مال و اسباب خرچ کرنا ضروری ہو وہاں نہ خرچ کرنا یہ بھی بخل ہے۔"[2] بخل اور کنجوسی عموماً ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے کنجوسی اور بخل میں فرق بھی بیان کیا ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: "عربی میں شُحّ (کنجوسی) بخل سے بدتر ہے، بخل اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شح اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے غرضیکہ شُحّ بخل حرص اور ظلم کا مجموعہ ہے۔ اسی لیے یہ فتنوں فساد خوں ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے۔ جب کوئی دوسروں کو حق ادا نہ کرے بلکہ ان کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہو گا۔"[3]

بُخل کا بھیانک انجام:

مُنِیفَہ بنتِ رومی خاتون کا بیان ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھی، ایک دن میں نے ایک بارونق مقام پر لوگوں کا ہجوم دیکھا، قریب جانے پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک عورت ہے جس کا سیدھا ہاتھ مفلوج ہو چکا ہے اور لوگ اس سے مختلف قسم کے سوالات پوچھ رہے ہیں۔ جب اس عورت سے اس کے ہاتھ مفلوج

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۲۔
2. ... الحدیقۃ الندیۃ، الخلق السابع والعشرون۔۔۔ الخ، ۲/ ۲۷، مفردات الفاظ القران، ص ۱۰۹۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۲۔

ہونے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے ایک نہایت ہی عبرت ناک داستان سنائی، وہ کہنے لگی کہ آج سے کچھ عرصہ قبل میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی تھی۔ میرے والد بہت نیک وپارسا تھے۔ کثرت سے صدقہ و خیرات کرتے اور غُرَباء کی اپنی استطاعت کے مطابق امداد بھی کیا کرتے تھے جبکہ میری والدہ انتہائی بخیل یعنی کنجوس تھی۔ پوری زندگی میں صرف ایک پرانا سا کپڑا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں دیا اور ایک مرتبہ جب میرے والد نے گائے ذبح کی تو اس کی تھوڑی سی چربی کسی غریب کو دے دی اس کے علاوہ کبھی بھی کوئی چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ نہ کی۔ پھر میرے والدین کا انتقال ہو گیا، اپنے والدین کے انتقال کے کچھ دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا والد ایک حوض (یعنی تالاب) کے کنارے کھڑا ہے اور لوگوں کو پیالے بھر بھر کر پانی پلا رہا ہے۔ میں بھی کھڑے ہو کر سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ اچانک میری نظر اپنی والدہ پر پڑی جو زمین پر پڑی ہوئی تھی اس کے ہاتھوں میں وہی چربی تھی جو اس نے صدقہ کی تھی اور اسی پرانے کپڑے سے اس کا ستر ڈھانپا ہوا تھا جو اس نے صدقہ کیا تھا۔ وہ شدتِ پیاس سے ''ہائے پیاس، ہائے پیاس'' کی صدائیں بلند کر رہی تھی۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر میں تڑپ اٹھی۔ میں نے کہا: ''ہائے افسوس! یہ تو میری والدہ ہے اور جو لوگوں کو پانی پلا رہا ہے وہ میرا والد ہے۔ میں حوض سے ایک پیالہ بھر کر اپنی والدہ کو پلاؤں گی۔'' پھر جیسے ہی پانی کا پیالہ بھر کر میں اپنی والدہ کے پاس آئی تو آسمان سے منادی کی یہ ندا سنائی دی: ''خبر دار! اس کنجوس عورت کو جو پانی پلائے گا اس کا ہاتھ مفلوج ہو جائے گا۔'' پھر میری آنکھ کھل گئی اور اس وقت سے میرا ہاتھ ایسا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔''[1]

دولتِ دُنیا کے پیچھے تو نہ جا ...... آخرت میں مال کا ہے کام کیا
مالِ دُنیا دو جہاں میں ہے وبال ...... کام آئے گا نہ پیشِ ذوالجلال

بخل کے پانچ اَسباب اور اُن کا علاج:

(1)... بخل کا پہلا سبب تنگ دستی کا خوف ہے کہ بندہ اس لیے خرچ نہیں کرتا کہ کہیں میں کنگال نہ

1 ... عیون الحکایات، ۲/ ۲۲۱۔

ہو جاؤں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھے کہ اپنی جائز ضروریات پر خرچ کرنے، اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے کمی نہیں آتی بلکہ اِضافہ ہوتا ہے۔

(2)... بخل کا دوسرا سبب مال سے محبت ہے کہ یہ محبت خرچ کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ قبر کی تنہائی کو یاد کرے کہ میرا یہ مال قبر میں میرے کسی کام نہ آئے گا بلکہ میرے مرنے کے بعد وُرَثاء اسے بے دردی سے اپنے تَصَرُّف میں لائیں گے۔

(3)... بخل کا تیسرا سبب نفسانی خواہشات کا غلبہ ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ خواہشات نفسانی کے نقصانات اور اُس کے اُخروی انجام کا بار بار مطالعہ کرے۔ اس سلسلے میں امیرِ اہل سنت کا رسالہ "گناہوں کا علاج" پڑھنا حد درجہ مفید ہے۔

(4)... بخل کا چوتھا سبب بچوں کے روشن مستقبل کی خواہش ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ رکھنے میں اپنے اعتقاد ویقین کو مزید پختہ کرے کہ جس ربّ عَزَّوَجَلَّ نے میرا مستقبل بہتر بنایا ہے وہی ربّ عَزَّوَجَلَّ میرے بچوں کے مستقبل کو بھی بہتر بنانے پر قادر ہے۔

(5)... بخل کا پانچواں سبب آخرت کے معاملے میں غفلت ہے۔ اِس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اس بات پر غور کرے کہ جو مال ودولت میں نے راہِ خدا میں خرچ کی ہوگی مرنے کے بعد وہ مجھے نفع دے سکتی ہے، لہٰذا اس فانی مال سے نفع اٹھانے کے لیے اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا ہی عقل مندی ہے۔[1]

"عبادت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ظالم کے لیے دنیا وآخرت میں ذلت ہی ذلت ہے، کل بروزِ قیامت ظالم کے لیے اس کا ظلم پل صراط پر اندھیرا ہوگا۔

---

1 ... احیاء العلوم، ج ۳، ص ۷۸۴ تا ۷۸۷ ملتقطاً۔

(2) ظلم کی مختلف صورتیں ہیں، اپنی جان پر بھی ظلم ہوتا ہے، رشتہ داروں و دیگر لوگوں پر بھی ظلم ہوتا ہے، ہر قسم کے ظلم سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

(3) کنجوسی اور بخل کی بھی شدید مذمت بیان کی گئی ہے کہ پچھلی اُمّتیں اسی بخل کی وجہ سے قتل وغارت گری میں مبتلا ہوئیں، نیز اس کے سبب انہوں نے حرام کاموں کو حلال ٹھہرالیا تھا۔

(4) بنی اسرائیل کے ہلاک ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے شریعت کی حرام کردہ باتوں کو حیلے بہانوں سے اپنے لیے جائز کیا ہوا تھالہٰذا شرعی احکام پر عمل کرنے اور ان کے نفاذ میں حیلے بہانوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(5) ہر گناہ کے مختلف اَسباب ہوتے ہیں اگر ان اسباب کو ختم کر دیا جائے تو اس گناہ سے جان چھوٹ سکتی ہے، بخل کے پانچ اَسباب ہیں اگر ان کو ختم کر دیا جائے تو اس موذی مرض سے نجات مل سکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ظلم اور کنجوسی جیسے مہلک امراض سے محفوظ فرمائے، شریعت کے احکام پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے، نیکیاں کرنے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:204

حقوق العباد

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن تم لوگ ضرور حق داروں کو ان کے حقوق سپرد کرو گے حتّٰی کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔“

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۳۹۴، حدیث: ۲۵۸۲۔

روزِ قیامت جانوروں کا حشر:

مذکورہ حدیثِ پاک کے آخری حصے میں اس بات کا بیان ہے کہ ”بغیر سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے بروزِ قیامت بدلہ دلایا جائے گا۔“ اس کے تحت عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں یہ تصریح ہے کہ قیامت کے دن جانوروں کو اسی طرح زندہ کیا جائے گا جس طرح مُکَلَّف انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اسی طرح بچوں، مجنونوں اور جن لوگوں کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اُن کو بھی زندہ کیا جائے گا۔ قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں اس پر دلائل قائم ہیں چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے پاک کلام قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۪ۙ⑤ (پ۳۰، التکویر: ۵) ترجمۂ کنزالایمان: اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں۔

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”قیامت کے دن جانوروں کا حشر اور دوبارہ زندہ کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اُن کو جزا، سزا یا ثواب دیا جائے اور یہ جو سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ لیا جائے گا وہ ایسا بدلہ نہیں ہے جیسا انسانوں سے لیا جائے گا کیونکہ جانور مُکَلَّف (یعنی احکام شریعت کے پابند) نہیں ہیں اور یہ بدلہ فقط صُورَتاً ہو گا۔“[1] (بدلہ دلانے کے بعد ان کو مٹی کر دیا جائے گا۔)

سب سے بڑا مفلس کون۔۔۔؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک کے شروع میں ظلم کا بدلہ دلائے جانے کا بیان ہے کہ کسی کے حق کو تلف کر لینا یہ بھی ایک ظلم ہے اور کل بروزِ قیامت حق دار کو اس کا حق ظالم سے دلوایا جائے گا۔ عام طور پر لوگ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ بندوں کے حقوق کا معاملہ بہت ہی اہم اور نہایت ہی سنگین ہے۔ بلکہ ایک حیثیت سے دیکھا جائے تو **حُقُوقُ اللہ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حقوق سے زیادہ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق سخت ہیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو **اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن** یعنی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں پر رحم فرما کر اپنے حقوق معاف فرما

---

1 ... شرح مسلم، کتاب البر والصلة والاداب، باب تحریم الظلم، ۸/۱۳۶، الجزء السادس عشر۔

دے گا مگر بندوں کے حقوق کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس وقت تک نہیں معاف فرمائے گا جب تک بندے اپنے حقوق خود معاف نہ کردیں۔ لہٰذا بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا معاف کرالینا بے حد ضروری ہے ورنہ قیامت میں بڑی مشکلوں کا سامنا ہو گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے استفسار فرمایا: ”کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟“صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”جس شخص کے پاس درہم اور دوسرے مال وسامان نہ ہوں وہی مفلس ہے۔“تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میری اُمَّت میں اعلیٰ درجے کا مفلس وہ شخص ہے کہ جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیوں کو لے کر میدانِ حشر میں آئے گا مگر اس کا یہ حال ہو گا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال کھالیا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا یا کسی کو مارا ہو گا، تو یہ سب لوگ اپنے اپنے حقوق اس سے طلب کریں گے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی نیکیوں سے تمام حق داروں کو ان کے حقوق کے برابر نیکیاں دلائے گا اور اگر اس کی نیکیوں سے تمام حقوق والوں کے حقوق نہ ادا ہو سکے بلکہ نیکیاں ختم ہو گئیں اور حقوق باقی رہ گئے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حکم دے گا کہ تمام حقوق والوں کے گناہ اس کے سر پر لاد دو۔ چنانچہ سب حق داروں کے گناہوں کو یہ سر پر اٹھائے گا پھر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“[1]

دنیا میں مال سے، قیامت میں اَعمال سے بدلہ:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اگر دنیا میں تم نے لوگوں کے حقوق ادا نہ کئے تو لا محالہ (یعنی ہر صورت) قیامت میں ادا کرو گے، دنیا میں مال سے وہاں اَعمال سے۔ (لہٰذا) بہتر ہے کہ یہاں ہی ادا کردو ورنہ پچھتاؤ گے۔“[2]

بلااجازت خلال کرنے کا وبال:

مشہور تابعی بزرگ حضرت سیدنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، رقم ۲۵۸۱، ص ۱۳۹۴۔

2 . . . مراۃ المناجیح، ۶/ ۶۷۳۔

نوجوان نے اپنے سابقہ تمام گناہوں سے توبہ کی، ستر سال تک لگاتار اس طرح عبادت کرتا رہا کہ دن کو روزہ رکھتا، رات کو جاگ کر عبادت کرتا، نہ کوئی عمدہ غذا کھاتا اور نہ کسی سائے کے نیچے آرام کرتا۔ اِنتقال کے بعد اُس کے ایک دوست نے اُسے خواب میں دیکھا تو پوچھا: ”**مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ**؟یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟جواب دیا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حساب لیا، پھر سارے گناہ بخش دیئے مگر ایک لکڑی جس سے میں نے اُس کے مالک کی اجازت کے بغیر دانتوں میں خلال کر لیا تھا اور وہ معاف کروانا رہ گیا تھا اس کی وجہ سے مجھے جنت میں جانے سے روک دیا گیا۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حقوق العباد کا معاملہ بہت حساس ہے، عافیت اسی میں ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے جتنے بھی حقوق العباد جانے انجانے میں تلف ہوئے ان کو معاف کروالیا جائے۔ بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن بھی اس معاملے میں حد درجہ احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ،

آدھا سیب معاف کروانے کے لیے بلخ کا سفر:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے ”ظلم کا انجام“ صفحہ ۱۰ پر ہے: حضرت سیدنا ابراہیم بن اَدہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے ایک نہر میں سیب دیکھا، اُٹھایا اور کھا لیا۔ مگر یہ خیال آتے ہی پریشان ہوگئے کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اس کے مالک کی اجازت کے بغیر کھالیا۔ چنانچہ مالک کو تلاش کرتے ہوئے باغ تک پہنچے۔ معلوم ہوا کہ باغ کی مالکہ ایک خاتون ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے بلا اجازت سیب کھانے کی معذرت طلب کی۔ اس نے عرض کی: ”حضور! یہ میرا اور بادشاہ کا مشترکہ باغ ہے، میں تو اپنا حق معاف کر دیتی ہوں لیکن بادشاہ کا حق معاف کرنے کا مجھے کوئی اختیار نہیں۔“ بادشاہ کی رہائش مشہور شہر بلخ میں تھی۔ لہٰذا سیدنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے آدھا سیب معاف کروانے کیلئے بلخ کا سفر اختیار کیا اور بادشاہ سے معاف کروا کر ہی دم لیا۔

اس حکایت میں بغیر پوچھے دوسروں کی چیزیں ہڑپ کر جانے والوں، سبزیوں اور پھلوں کی ریڑھیوں

[1] ... تنبیہ المغترین، ص ۵۱۔

سے چپ چاپ کچھ نہ کچھ اٹھا کر اپنی ٹوکری میں ڈال لینے والوں کے لیے عبرت ہی عبرت ہے، بظاہر معمولی نظر آنے والی شے بھی اگر بغیر اجازت استعمال کر ڈالی اور قیامت کے روز پکڑے گئے تو کیا بنے گا؟

امیرِ اہلسنت اور حقوق العباد:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شیخ طریقت، امیرِ اہلِسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ جہاں **حُقُوقُ الله** کو کما حقہ ادا کرنے کی کوشش فرماتے اور دوسروں کو ترغیب دلاتے ہیں وہیں حُقوقُ العباد کے معاملے میں بھی بے حد احتیاط فرماتے ہیں۔ چنانچہ حقوق العباد کے متعلق فکر آخرت سے بھرپور مدنی ذہن دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”**حُقُوقُ الله** اگر **الله** عَزَّوَجَلَّ چاہے تو اپنی رحمت سے معاف فرمادے گا۔ مگر حُقوقُ العِباد کا معاملہ سخت تر ہے کہ جب تک وہ بندہ جس کا حق تلَف کیا گیا ہے مُعاف نہیں کرے گا **الله** عَزَّوَجَلَّ بھی مُعاف نہیں فرمائے گا، اگرچہ یہ بات **الله** عَزَّوَجَلَّ پر واجب نہیں مگر اس کی مرضی یہی ہے کہ جس کا حق تلف کیا گیا ہے، اُس مظلوم سے مُعافی مانگ کر راضی کیا جائے۔“ ایک مرتبہ دورانِ گفتگو آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے متعلقین کی ترغیب کیلئے ارشاد فرمایا: ”**الله** عَزَّوَجَلَّ و **رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فضل و کرم سے حُقوق العباد کی ادائیگی کا خوف بچپن ہی سے میرے دل میں بیٹھا ہوا ہے۔ جب میں چھوٹا اور تقریباً نا سمجھ تھا، یتیمی اور غربت کا دور تھا۔ حُصولِ مُعاش کے لئے بھنے ہوئے چنے اور مونگ پھلیاں چھیلنے کے لئے گھر میں لائی جاتی تھیں۔ ایک سیر چنے چھیلنے پر چار آنے، ایک سیر مونگ پھلیاں چھیلنے پر ایک آنہ مزدوری ملتی۔ ہم سب گھر والے مل کر اُسے چھیلتے۔ میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے کبھی کبھار چند دانے منہ میں ڈال لیتا لیکن پھر پریشان ہو کر والدہ محترمہ سے عرض کرتا: ”ماں! مونگ پھلی والے سے مُعاف کرالینا۔“ چنانچہ والدہ محترمہ سیٹھ سے کہتیں کہ ”بچے دو دانے منہ میں ڈال لیتے ہیں۔“ جواباً وہ کہہ دیتا: ”کوئی بات نہیں۔“ یہ سن کر میں سوچتا کہ میں نے تو دو دانے سے زیادہ کھائے ہیں مگر ماں نے تو صرف دو دانے مُعاف کروائے ہیں؟ بعد میں جب شُعور آیا تو پتا چلا کہ ”دو دانے“ مُحاورہ ہے اور اس سے مُراد تھوڑے دانے ہی ہیں اور میں کبھی تھوڑے دانے کھالیتا تھا۔“[1]

---

1 ... تعارف امیر اہلسنت ص ۶۹۔

"بیت اللّٰہ" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حقوق العباد کا معاملہ نہایت ہی حساس ہے، کل بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے اپنے تمام حقوق فرمادے گا مگر بندوں کے جو حقوق تلف کیے ہیں جب تک وہ بندے معاف نہیں کریں گے تب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی معاف نہیں فرمائے گا۔

(2) بروزِ قیامت مال و دولت نہ ہوں گے لہٰذا کسی کو بدلہ دلانے کی صورت فقط یہی ہو گی کہ اس کو اتنی نیکیاں دی جائیں یا اس کے گناہ حق تلف کرنے والے کے نامہ اعمال میں ڈال دیے جائیں۔

(3) قیامت کے دن جانوروں سے بدلہ لینا یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے انصاف پر دلیل ہے کہ اس دن کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہو گی، جانوروں سے قصاص لینے کے بعد انہیں ہمیشہ کے لیے فنا کر دیا جائے گا۔

(4) حق دار کو اس کا حق دنیا میں ہی ادا کرنے میں عافیت ہے، ورنہ کل بروزِ قیامت نیکیوں کی صورت میں دینا ہو گا یا اس کے گناہوں کو لینا ہو گا، اور یقیناً یہ بہت خسارے کا سودا ہے۔

(5) سب سے بڑا مفلس یعنی کنگال شخص وہ ہے جو کل بروزِ قیامت نامہ اعمال میں نیکیاں لے کر آئے گا مگر جن کے حقوق تلف کیے ہوں گے وہ اس کی تمام نیکیاں لے جائیں گے۔

(6) بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن حقوق العباد کے معاملے میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

(7) شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِیَه بچپن سے ہی حقوق العباد کے معاملے میں مدنی ذہن رکھتے تھے، ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کا ابھی سے حقوق العباد کے معاملے میں مدنی ذہن بنائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے حقوق کی کما حقہ ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمیں حقوق العباد کے معاملے میں بھی احتیاط کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:205
رسولُ اللہ کی صحابہ کرام کو وَصِیّت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کُنَّا نَتَحَدَّثُ عَنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَظْھُرِنَا وَلَا نَدْرِی مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ حَتّٰی حَمِدَ اللہَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ ذَکَرَ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِیْ ذِکْرِہٖ وَقَالَ: مَا بَعَثَ اللہُ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا اَنْذَرَ اُمَّتَہٗ اَنْذَرَہٗ نُوْحٌ وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاِنَّہٗ اِنْ یَخْرُجْ فِیْکُمْ فَمَا خَفِیَ عَلَیْکُمْ مِنْ شَاْنِہٖ فَلَیْسَ یَخْفٰی عَلَیْکُمْ اَنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّہٗ اَعْوَرُ عَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَنَّ عَیْنَہٗ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ اَلَا اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ! قَالَ: اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ثَلَاثًا وَیْلَکُمْ اَوْ وَیْحَکُمْ اُنْظُرُوْا: لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ہم حجۃ الوداع کے حوالے سے گفتگو کر رہے تھے کہ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے درمیان تشریف لائے، ہم حجۃ الوداع کے بارے میں نہیں جانتے تھے۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء بیان فرمائی، پھر دجال کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بھیجے ہوئے ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا، حتی کہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام اور اُن کے بعد آنے والے تمام انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے بھی اپنی اُمتوں کو اِس سے ڈرایا اور اگر دجال تم میں ظاہر ہو جائے تو اُس کا حال تم پر مخفی نہ رہے گا (یعنی تم اُسے آسانی سے پہچان لوگے) کیونکہ تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ بے شک تمہارا ربّ عَزَّوَجَلَّ کانا نہیں جبکہ دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے گویا کہ اس کی وہ کانی آنکھ اُبھرا ہوا انگور ہے۔ سنو! بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تم پر تمہارے خون اور تمہارے مال اس طرح حرام کر دیئے ہیں جس طرح تم پر یہ دن اس مہینے اور اس شہر میں حرام ہے۔ سنو! کیا میں نے تمہیں (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا) پیغام پہنچا دیا؟" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "جی ہاں۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بارگاہِ الٰہی میں تین مرتبہ یوں عرض کی: "اے **اللہ**

1 ... بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۳/۱۴۰، حدیث ۴۴۰۲، ۴۴۰۳۔

عَزَّوَجَلَّ تو بھی اس پر گواہ ہو جا۔'' پھر فرمایا: ''تم پر افسوس ہے! دیکھو میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

حجۃ الوداع کا کیا مطلب ہے؟

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی عمدۃ القاری میں مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے حجۃ الوداع کے بارے میں لاعلمی کا اظہار اِس لیے فرمایا تھا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کا ذکر کیا تو وہ آپس میں باتیں کرنے لگے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع سے کیا مراد ہے؟ آیا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ظاہری پردہ فرما جائیں گے یا اِس کے کچھ اور معنٰی ہے؟ اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصالِ ظاہری ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ اِس سے مراد حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا رُخصت ہو جانا ہے، کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی وفاتِ ظاہری کے قریب لوگوں کو وصیتیں فرمائی تھیں۔''[1]

حجۃ الوداع کے اَسماء اور اُن کی وجہ تسمیہ:

دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۷۲۲ صفحات پر مشتمل کتاب ''فیضانِ صدیقِ اکبر'' صفحہ ۲۷۹ پر ہے: ۱۰ سن ہجری میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حج ادا فرمایا، اسے **حَجَّۃُ الوَدَاع، حَجَّۃُ الاِسلام، حَجَّۃُ البَلَاغ** اور **حَجَّۃُ التَّمَام وَ الکَمَال** بھی کہتے ہیں۔(1) **حجۃ الوداع** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو الوداع کہا اور وصیت فرمائی کہ میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا نیز صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے گواہی لی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیغامات ان تک پہنچا دیئے ہیں۔(2) **حجۃ الاسلام** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں حج کی فرضیت کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صِرف یہی حج کیا۔(3) **حجۃ البلاغ** کہنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم رؤف رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَحکامِ شرع لوگوں تک پہنچا دیئے۔(4) **حجۃ التمام والکمال**

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع ۱۲/ ۳۶۰، تحت الحدیث: ۴۴۰۲۔

اس لیے کہتے ہیں کہ اس حج میں وقوف عرفہ کے دن پارہ ۶ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۲ نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ (پ۶، المائدۃ: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دِین پسند کیا۔

واضح رہے کہ ہجرت سے پہلے مکی دور میں دو عالَم کے مالِک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر سال حج فرمایا کرتے تھے، لیکن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حج کی فرضیت کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صرف یہی حج فرمایا۔[1]

دجال کی آنکھ کے بارے میں مختلف اقوال:

مذکورہ حدیثِ پاک میں دجال کا ذکر ہے نیز اس کی ایک نشانی بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے مختلف روایات کے حوالے سے دجال کی آنکھ کے بارے میں مختلف اقوال بیان فرمائے نیز اُن میں تطبیق بھی بیان فرمائی ہے: (1) اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور ہے۔ (2) اس کی آنکھ کا ڈھیلا اُبھرا ہوا ہے۔ (3) اس کی دائیں آنکھ کانی ہے۔ (4) اس کی آنکھ ہموار ہے جس پر موٹا ناخنہ[2] ہے۔ (5) اس کی بائیں آنکھ کانی ہے۔ اِن تمام اَقوال میں یوں مطابقت کی جاسکتی ہے کہ دجال کی ایک آنکھ بالکل صحیح ہے اور دوسری آنکھ میں عیب ہے۔[3]

دجال کو دجال کہنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”دجال کا مطلب ہے بہت بڑا جھوٹا چونکہ دجال کا زندہ کرنے اور مارنے وغیرہ کے متعلق جو دعویٰ ہے

---

1 ... سیرت سید الانبیاء، ص۵۶۱، السیرۃ الحلبیۃ، ۳/ ۳۶۰۔

2 ... وہ گوشت جو آنکھ کے کوئے پر اُگتا ہے اور کبھی آنکھ کی سیاہی کو بھی ڈھانپ لیتا ہے۔ (النہایۃ لابن اثیر، باب الظاء مع الفاء، ۳/ ۱۴۳)

3 ... عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۱۲/ ۳۶۱، تحت الحدیث: ۴۴۰۲۔

اس بات کو مؤمن ہی کیا ہر عقل مند شخص جھوٹا خیال کرتا ہے لہٰذا اسے دجال کہا گیا۔[1]

میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی حدیث پاک کے ان الفاظ ”میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا۔“ کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم میرے بعد ایمان و تقوی پر اُسی طرح قائم رہنا جس طرح ابھی ہو، کسی پر ظلم نہ کرنا، مسلمانوں سے جنگ نہ کرنا، نہ ہی ناجائز طریقے سے ان کے اموال چھیننا کیونکہ یہ اَفعال گمراہی اور حق سے باطل کی طرف تجاوز ہیں۔[2]

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”یعنی میرے وصال کے بعد مسلمانوں کی گردنیں مارنے میں اپنے اَفعال کافروں جیسے نہ کر لینا۔“[3]

”ابدال“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حجۃ الوداع رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا آخری خطبۂ حج ہے، اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے تشریف لے گئے۔

(2) اس خطبہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔

(3) دجال ایک حقیقت اور بہت بڑا فتنہ ہے جو قربِ قیامت میں ظاہر ہو گا۔اس کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

(4) دجال کا فتنہ اتنا شدید ہو گا کہ پچھلی امتوں کے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی اس کے فتنے سے اپنی

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب تحریم الظلم، ۱/ ۵۱۸، تحت الحدیث: ۲۰۵۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۱۲/ ۳۶۱، تحت الحدیث: ۴۴۰۲۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۹/ ۴۴۵، تحت الحدیث: ۴۴۰۳۔

امتوں کو ڈراتے تھے۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے حجۃ الوداع کے خطبے میں اُمت مُسْلِمہ کو ایمان پر قائم رہنے، اَعمالِ صالحہ کرنے، ظلم سے بچنے اور مسلمانوں کو ناحق قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو باہم محبت وبھائی چارہ سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں تقویٰ وپرہیز گاری کی توفیق عطا فرمائے، ناحق قتل جیسے بڑے گناہ سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 206

سات زمینوں کا طوق

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِیْدَ شِبْرٍ مِنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ.(1)

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی کی بالشت برابر زمین ظلماً قبضے میں لی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔“

سات زمینوں کے طوق کا معنیٰ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”علامہ خطابی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا کہ اِس حدیث کے دو معنیٰ ہیں: ایک یہ ہے کہ ظلماً زمین پر قبضہ کرنے والے کو اس بات کا حکم دیا جائے گا کہ وہ اس زمین کو اٹھا کر محشر کی طرف لے جائے تو وہ اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائے گی۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اس کو سات زمینوں تک دھنسانے کی سزا دی جائے گی۔“(2)

---

1 . . . بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب اثم من ظلم شیئا من الارض، ٢/ ١٢٩، حدیث: ٢٤٥٢۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب المظالم والغصب، باب اثم من ظلم شیأ من الارض ٩/ ٢٠٢، تحت الحدیث ٢٤٥٢۔

عَلَّامَه اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”طوق ڈالنے کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ سات زمینیں اٹھا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائیں گی تو وہ اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائیں گی یا ان زمینوں کو اس کے گلے میں طوق کی طرح کر دیا جائے گا جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ (پ۴، ال عمرن: ١٨٠)

ترجمۂ کنزالایمان: عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہو گا۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی گردن کو اتنا ہی لمبا کر دے گا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ”کافر کی داڑھ اُحد پہاڑ کی طرح ہو گی۔“[1]

زمین کی ملکیت کہاں تک ہے؟

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”مذکورہ حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص کسی زمین کا مالک ہو تو وہ زمین کے نیچے سے لے کر اس کی انتہا یعنی اوپر نیچے تک اس کا مالک ہوتا ہے، اور اس مالکِ زمین کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی زمین کے نیچے کسی کو گڑھا (سرنگ) یا کنواں نہ کھودنے دے، خواہ اس سے اس کی زمین کو ضرر ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح مالک زمین کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ زمین میں جہاں تک چاہے گڑھا (سرنگ) کھودے یا زمین کے اوپر جہاں تک چاہے بلندی میں عمارت بنائے جبکہ اس (گڑھا کھودنے یا عمارت بنانے) سے کسی دوسرے کو ضرر نہ ہو۔“[2]

زمین پر ظلماً قبضہ زیادہ سخت ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کے سات طبقے اوپر نیچے ہیں، صرف سات ملک نہیں۔ پہلے تو اس غاصب کو زمین کے سات طبق کا طوق پہنایا جائے گا پھر اسے زمین میں دھنسایا جائے گا۔ لہٰذا جن احادیث میں ہے کہ

---

1 . . . شرح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم الظلم وغصب الارض وغیرھا، ۶/۴۸، الجزء الحادی عشر۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب المظالم والغصب، باب اثم من ظلم شیأا من الارض، ۹/۲۰۳، تحت الحدیث: ۲۴۵۲۔

اسے زمین میں دھنسایا جائے گا وہ احادیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔ یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس غاصب (ظالم قابض) کی گردن اتنی لمبی کر دے گا کہ اتنی بڑی ہنسلی (گردن کی ہڈی) اس میں آجائے گی۔ معلوم ہوا کہ زمین کا غصب دوسرے غصب سے سخت تر ہے۔"[1]

قبضہ مافیا کے لیے لمحہ فکریہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں قبضہ مافیا اور ایسے تمام لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو دوسروں کی زمینوں پر ناجائز طریقے سے قبضہ کرلیتے ہیں، رِشوتوں کے ذَرِیعے دوسروں کی جگہوں پر قبضہ کرکے عمارتیں بنانے والوں، لوگوں کی طرف سے ٹھیکے پر ملی ہوئی زَرعی زمینیں دبالینے والے کسانوں، وَڈیروں اور خائِن زمین داروں کو گھبرا کر جھٹ پٹ توبہ کرلینی چاہئے اور جن جن کی زمینیں دبائی ہیں وہ انہیں واپس کرکے ان سے معافی بھی مانگنی چاہیے۔

"کعبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دوسروں کی حق تلفی کرنا، ظلماً کسی کی زمین پر قبضہ کرلینا قابل مذمت ہے، جس میں معاشرتی نقصان کے ساتھ ساتھ اُخروی نقصان بھی ہے۔

(2) اسلام میں ظلماً کسی کی زمین وغیرہ پر قبضہ کرنے کی بالکل اجازت نہیں ہے، کیونکہ اسلام مسلمانوں کی جان، مال، آل اولاد سب چیزوں کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔

(3) اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرف کی اجازت ہے مگر دوسروں کے مال یا زمین وغیرہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا خلاف شرع ہے، اسلام میں اس کی سختی سے ممانعت ہے۔

(4) دنیا میں دوسروں کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ یہی زمین کل

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۴ / ۳۱۳۔

بروزِ قیامت ان کے گلے کا طوق بن جائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دوسروں کی زمین پر ناجائز قبضوں سے محفوظ فرمائے، ہمیں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہر طرح کے اُخروی عذاب سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 207

اللہ تعالٰی ظالم کو مُہلَت دیتا ہے

عَنْ اَبِی مُوسَی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللہَ لَیُمْلِی لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَہُ لَمْ یُفْلِتْہُ ثُمَّ قَرَاَ: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾﴾[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اسے پکڑتا ہے تو نہیں چھوڑتا۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۰۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بیشک اس کی پکڑ دردناک کرّی (سخت) ہے۔

مظلوم کے لئے تسلی، ظالم کے لئے وعید:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "اس حدیث میں مظلوم کے لئے تسلی اور ظالم کے لئے وعید ہے تاکہ وہ ظالم اُس مہلت اور ڈھیل سے دھوکہ نہ کھائے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے انہیں ڈھیل نہیں دے رہا ہے مگر ایسے دن

[1] ... بخاری، کتاب التفسیر، باب وکذلک اخذ ربک۔۔۔الخ، ۲۴۷/۳، حدیث: ۴۶۸۶۔

فِیۡهِ الۡاَبۡصَارُ ﴿۴۲﴾ (پ۱۳، ابراھیم:۴۲) کے لئے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔[1]

ظالم سے کونسا شخص مراد ہے؟

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں ظالم میں تین احتمال ہیں: یا اس سے مراد لوگوں کے حقوق مارنے والا ہے یا مراد مطلقاً گنہگار یا کافر، پہلے معنیٰ زیادہ قوی ہیں۔ وہ بندہ خوش نصیب ہے جو پہلے گناہ پر ہی پکڑا جائے، وہ بہت ہی بد نصیب ہے جس کو گناہ پر نعمتیں ملتی رہیں، گناہ پر جلدی پکڑ نہ ہونا ربّ تعالیٰ کا غضب ہے کہ انسان اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔“[2]

ظلم بربادیٔ اِیمان کا سبب:

حضرت سیدنا ابو القاسم حکیم رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کسی نے پوچھا: ”کوئی ایسا گناہ بھی ہے جو بندے کو ایمان سے محروم کر دیتا ہے؟“ فرمایا: ”بربادیِ ایمان کے تین اسباب ہیں: (1) ایمان کی نعمت پر شکر نہ کرنا۔ (2) ایمان ضائع ہونے کا خوف نہ رکھنا اور (3) مسلمان پر ظلم کرنا۔“[3]

ظالم بادشاہ کا عبرت ناک انجام:

حضرت سیدنا وہب عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْاَحَد بیان کرتے ہیں کہ کسی ملک میں ایک ظالم و مغرور بادشاہ رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک عظیم الشان محل بنوایا اور اس کی تعمیر پر کافی مال خرچ کیا۔ جب تعمیر مکمل ہو چکی تو اس نے ارادہ کیا کہ میں سارے محل کا دورہ کروں اور دیکھوں کہ یہ میری خواہش کے مطابق بنا ہے یا نہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے چند سپاہیوں کو ساتھ لیا اور محل کو دیکھنے چل پڑا۔ اندر سے دیکھنے کے بعد اس نے محل کے بیرونی حصوں کو دیکھنا شروع کیا اور محل کے اِرد گرد چکر لگانے لگا۔ ایک جگہ پہنچ کر وہ رک گیا اور محل کے قریب ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا: ”یہ ہمارے محل کے ساتھ جھونپڑی کس نے

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاداب، باب الظلم، ۸/۸۴۷، تحت الحدیث: ۵۱۲۴۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۶/۶۶۹۔
3. ... تنبیہ الغافلین، ص۲۰۴۔

بنائی ہے؟'' سپاہیوں نے جواب دیا: ''چند ہی دن ہوئے ہیں کہ یہاں ایک مسلمان بوڑھی عورت آئی ہے، اس نے یہ جھونپڑی بنائی ہے اور وہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتی ہے۔'' جب بادشاہ نے یہ سنا تو بڑے مغرورانہ انداز میں بولا: ''اس غریب بڑھیا کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ ہمارے محل کے قریب جھونپڑی بنائے، اس جھونپڑی کو فوراً گرادو۔''

حکم پاتے ہی سپاہی جھونپڑی کی طرف بڑھے، بڑھیا اس وقت وہاں موجود نہ تھی۔ سپاہیوں نے آن کی آن میں اس غریب بڑھیا کی جھونپڑی کو ملیا میٹ کر دیا۔ بادشاہ جھونپڑی گروانے کے بعد اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنے نئے محل میں چلا گیا۔ جب بڑھیا واپس آئی تو اپنی ٹوٹی ہوئی جھونپڑی کو دیکھ کر بڑی غمگین ہوئی اور لوگوں سے پوچھا: ''میری جھونپڑی کس نے گرائی ہے۔'' لوگوں نے بتایا کہ ابھی کچھ دیر قبل بادشاہ آیا تھا، اسی نے تمہاری جھونپڑی گروائی ہے۔ یہ سن کر بڑھیا بہت غمگین ہوئی اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوئی: ''اے میرے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ! جس وقت میری جھونپڑی توڑی جا رہی تھی، میں موجود نہ تھی لیکن میرے رحیم وکریم پروردگار عَزَّوَجَلَّ! تُو تو ہر چیز دیکھتا ہے، تیری قدرت تو ہر شے کو محیط ہے، میرے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! تیرے ہوتے ہوئے تیری ایک عاجز بندی کی جھونپڑی توڑ دی گئی۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اُس بڑھیا کی آہ وزاری اور دعا مقبول ہوئی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ اِس پورے محل کو بادشاہ اور اُس کے سپاہیوں سمیت تباہ وبرباد کر دو۔'' حکم پاتے ہی حضرت سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام زمین پر تشریف لائے اور سارے محل کو اس ظالم بادشاہ اور اس کے سپاہیوں سمیت زمین بوس کر دیا۔ [1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ حقیقت ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ ضرور دیا جاتا ہے۔ مظلوم کی دعا بارگاہِ خداوندی میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھے اور ہماری وجہ سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اے عَزَّوَجَلَّ! ہمیں ہر وقت اپنی حفظ وامان میں رکھ اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرما۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 . . . عیون الحکایات، الحکایۃ الثالثۃ والستون بعد المائۃ، ص ۱۷۶۔

مدنی گلدستہ

”کربلا“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) سب سے خوش نصیب وہ ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے گناہوں سے محفوظ فرمالے، پھر وہ بندہ خوش نصیب ہے جس کو رب تعالیٰ پہلے گناہ پر ہی پکڑ لے کیونکہ گناہوں پر پکڑ نہ ہونا یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ناراضی ہے اور رب کی ناراضی دنیاوآخرت کی تباہی وبربادی ہے۔

(2) ظلم کرنے والا اگر مومن ہو تو اسے ایک عرصے تک جہنم میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ اس کی سزا پوری ہو جائے، گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد بالآخر وہ جنت میں ہی جائے گا اور کافر ہمیشہ کے لئے جہنم میں ہی رہے گا۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دی جانے والی ڈھیل سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ ربّ تعالیٰ کی پکڑ ایسی سخت ہے کہ اس کے بعد بچنے کی کوئی راہ نہیں۔

(4) جب بندے سے خطا ہو اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے پکڑ ہو جائے تو ایسے بندے کو خوش ہو جانا چاہیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اُسے غفلت اور محرومی سے محفوظ فرمالیا۔

(5) ظلم کرنے والوں کو اپنے انجام سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ جب دنیا میں قہر کی بجلی گرتی ہے تو اس طرح کے ظالم لوگ دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بن جاتے ہیں اور آخرت میں ایسوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دوسروں پر ظلم کرنے اور مظلوم کی آہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دنیاوآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر بالخیر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

دعوتِ اسلام کا طریقہ

حدیث نمبر:208

وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: بَعَثَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّكَ تَاْتِی قَوْمًا مِنْ اَھْلِ الْكِتَابِ فَادْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَةِ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِی كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاَعْلِمْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ فَاِنْ ھُمْ اَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَاِیَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِھِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّہُ لَیْسَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ۔[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے (یمن کی طرف حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا: ”تم اہل کتاب کی طرف جارہے ہو، انہیں اس بات کی گواہی کی طرف بلانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رسول ہوں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر یہ بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔ اگر وہ یہ بات بھی مان لیں تو (زکوٰۃ لیتے وقت) ان کے عمدہ مالوں سے احتراز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔“

یمن کے پانچ مدنی حکمران:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”جب شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ۹ ہجری کو غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حاکم بنا کر یمن کی طرف بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور اُن سے زکوٰۃ وصول کریں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

[1] ... مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشھادتین وشرائع الاسلام، ص ۳۰، حدیث: ۱۹۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یمن کو پانچ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر تقسیم فرمایا تھا: سیدنا خالد بن سعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو صنعاء کا حاکم بنایا، حضرت سیدنا مہاجر بن اَبی اُمَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کندہ کا، حضرت سیدنا زیاد بن لبید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حضر موت کا، حضرت سیدنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جندل کا اور حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو زبید، عدن اور ساحل کا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''اہل یمن کو دو چیزوں کی دعوت دینا: ایک یہ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور دوسرا اس بات کی گواہی کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں۔''[1]

اسلام کی دعوت کا طریقہ کار:

حضرت سیدنا شیخ زین الدین عراقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''(مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ) لوگوں کو اسلام کی دعوت عقائد میں ان کے مزاج کے حساب سے دی جائے (یعنی جو جس چیز کا منکر ہو پہلے اسی کی دعوت دی جائے)۔ اسی وجہ سے جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یمن بھیجا تو فرمایا کہ اہل یمن کو پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کی دعوت دینا اور پھر رسالت کی، کیونکہ یمن کے لوگ اہل کتاب تھے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو مانتے تو تھے لیکن اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتے تھے جیسا کہ نصاریٰ حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بیٹا مانتے ہیں اور یہودی حضرت سیدنا عزیر عَلَیْہِ السَّلَام کو، جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان باتوں سے پاک ہے، اور سیِّدِ عالَم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رسالت کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں یا کہتے ہیں کہ یہ ہماری طرف نہیں بھیجے گئے۔''[2]

مذکورہ حدیث پاک سے اخذ کردہ چند مسائل:

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے مذکورہ حدیث پاک سے درج ذیل مسائل اخذ فرمائے ہیں:

---

1. ... عمدۃ القاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، ۶/ ۳۲۳، تحت الحدیث: ۱۳۹۵۔
2. ... عمدۃ القاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، ۶/ ۳۲۳، تحت الحدیث: ۱۳۹۵۔

(1) خبرِ واحد کو قبول کرنا اور جو حکم اس سے ثابت ہو رہا ہو اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ (2) کفار سے جنگ کرنے سے پہلے انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لانے کی دعوت دینا سنت ہے۔ (3) جب تک کوئی شخص زبان سے توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ (4) دن اور رات میں پانچ نمازوں کا پڑھنا فرض ہے۔ (5) اس حدیث میں شدت کے ساتھ ظلم کی حرمت کو بیان کیا ہے حاکم پر لازم ہے کہ وہ اپنے (ماتحت) حکام کو نصیحت کرے، ظلم کے بارے میں ان کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرائے اور انہیں سختی کے ساتھ ظلم کرنے سے روکے اور ظلم پر آخرت کے عذاب کو بیان کرے۔ (6) زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین پر زکوٰۃ دینے والوں کے بہترین مال کو زبردستی لینا حرام ہے، (ہاں اگر اپنی مرضی سے عمدہ مال دینا چاہیں تو لے سکتا ہے) اسی طرح زکوٰۃ دینے والے پر زکوٰۃ میں گھٹیا مال دینا حرام ہے، بلکہ مُتَوَسِّط (درمیانہ) مال دینا اور لینا چاہیے۔ (7) کافروں کو مالِ زکوٰۃ دینا جائز نہیں اسی طرح غنی (مالک نصاب) کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔[1]

زکوٰۃ کے دیگر چند مسائل:

"ان کے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر انہی کے فقراء پر لوٹا دی جائے۔" اس کے تحت **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کرکے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے کمانے کے لئے ہے بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقراء کو دے دی جائے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: **ایک** یہ کہ کافر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ **دوسرے** یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے۔ **تیسرے** یہ کہ مالدار صاحبِ نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ جیسا کہ لفظ **فُقَرَاء** اور ضمیر **هُمْ** سے معلوم ہوا۔ ضرورۃً زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے اہل قرابت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو یا دوسری جگہ

[1] ...شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدعاء الی الشھادتین وشرائع الاسلام، ۱/۱۹۷، الجزء الاول۔

صدقے کا ثواب زیادہ ہو لہٰذا اپنی کچھ زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔خیال رہے کہ یہاں اَغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بچے اور دیوانے پر فرض نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی ادا کرے گا اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اِسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گا۔ زکوٰۃ میں ان کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو،ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے تو ان کی مرضی۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ اس جملے سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال کی زکوٰۃ نہ کی جائے گی کیونکہ اَمۡوَالِهِمۡ ارشاد ہوا۔“[1]

زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل جاننے کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۶۱۲ صفحات پر مشتمل کتاب ”فتاویٰ اہلسنت“ کتاب الزکوٰۃ کا مطالعہ کیجئے۔

ظلم مطلقاً حرام ہے:

عَلَّامَه حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی ”مظلوم کی بد دعا سے بچو۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”ظلم سے بچو تاکہ تم مظلوم کی بد دعا سے بچ سکو اور یہاں ظلم کی تمام اقسام سے منع کرنے پر تنبیہ ہے اور زکوٰۃ میں جو عمدہ مال لینے سے منع فرمایا ہے اس میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس طرح سے مال لینا بھی ظلم ہے۔“[2]

تاقیامت حُکام کو عدل کی تعلیم ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان ”مظلوم کی بد دعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی اے معاذ! تم حاکم بن کر یمن جا رہے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم، نہ مالی، نہ زبانی کیونکہ **اللہ** تعالیٰ مظلوم کی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳ / ۳۔

2 ... فتح الباری، کتاب الزکوٰۃ، باب اخذ الصدقۃ من الاغنیاء...الخ، ۴ / ۳۱۰، تحت الحدیث: ۱۴۹۶۔

بہت جلد سنتا ہے، اس میں در حقیقت تا قیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی چیونٹی نے کہا تھا: ”لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی کہیں تم اے چیونٹیو! حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچلی نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔“ معلوم ہوا چیونٹی کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ پیغمبر کے صحابہ چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہٰذا اِس حدیث سے صحابہ کا ظالم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”ملتزم“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کوئی بھی کافر اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ توحید و رسالت کا اِقرار نہ کرے۔

(2) اِس حدیث پاک میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو دعوت اِسلام دینے کا طریقہ ارشاد فرما دیا۔

(3) مظلوم کی بدعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا یعنی مظلوم کی بدعا قبول ہونے میں دیر نہیں لگتی اس لئے ہمیں مظلوم کی بدعا سے بچنا چاہیے۔

(4) ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحت کی ہر اعتبار سے اِصلاح اور خیر خواہی کا خیال رکھیں تا کہ بہتر سے بہتر فوائد و ثمرات حاصل ہوں۔

(5) زکوٰۃ دینے والوں سے زبردستی اُن کے عمدہ مال لینا بھی ظلم ہے اور حدیث پاک میں اِس سے منع فرمایا گیا ہے، لہٰذا حاکم کو چاہیے کہ اس سے پرہیز کرے اور زکوٰۃ دینے والوں کو یہ حکم ہے کہ وہ فقراء و مساکین کے لیے اپنے عمدہ مالوں سے ہی زکوٰۃ ادا کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عدل و انصاف کرنے اور حق دار کو اس کا حق دینے کی توفیق عطا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۴۔

فرمائے، ہمیں کسی بھی مسلمان پر ظلم کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:209 عاملِ زکوٰۃ کو تحفہ لینے کی مُمانعَت

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: اِسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلیَّ اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلاً مِنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہُ: ابْنُ اللُّتْبِیَّۃِ عَلَی الصَّدَقَۃِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا اُھْدِیَ اِلَیَّ فَقَامَ رَسُوْلُ اللہِ صَلیَّ اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ عَلَی الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِیَ اللہُ فَیَاْتِیْ فَیَقُوْلُ: ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا ھَدِیَّۃٌ اُھْدِیَتْ اِلَیَّ اَفَلَا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْہِ اَوْ اُمِّہٖ حَتّٰی تَاْتِیَہُ ھَدِیَّتُہُ اِنْ کَانَ صَادِقًا وَاللہِ! لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّہٖ اِلَّا لَقِیَ اللہَ تَعَالٰی یَحْمِلُہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَلَا اَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِّنْکُمْ لَقِیَ اللہَ یَحْمِلُ بَعِیْرًا لَہُ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَۃً لَھَا خُوَارٌ اَوْ شَاۃً تَیْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی رُوِیَ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو حمید عبد الرحمٰن بن سعد ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ راحت قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبیلہ اَزْد کے ایک شخص کو زکوٰۃ کا عامل بنایا جسے **ابنِ لُتبِیَّہ** کہا جاتا تھا جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا: "یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔" یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر پر تشریف فرما ہوئے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثناء بیان کی پھر ارشاد فرمایا: "میں تم میں سے کسی شخص کو ایسے کام پر مقرر کرتا ہوں جس کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے والی بنایا ہے اور وہ آکر کہتا ہے: یہ تمہارے لئے ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہیں بیٹھ گیا کہ اس کے پاس وہیں تحفہ آجاتا اگر وہ سچا ہوتا۔ خدا کی قسم! تم میں سے کوئی بھی شخص اس میں سے ناحق لے گا تو قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اِس حال میں ملے گا کہ اُسے اُٹھائے ہوئے ہو گا۔ پس میں تم میں سے ہرگز کسی کو اس حالت

---

[1] . . . بخاری، کتاب الحیل، باب احتیال العامل۔۔۔الخ، ۳۹۸/۴، حدیث: ۶۹۷۹، مسلم، کتاب الامانۃ، باب تحریم ھدایا العمال، ص ۱۰۱۹، حدیث: ۱۸۳۲۔

میں نہ پاؤں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اونٹ اُٹھایا ہوا ہو جو کہ بڑبڑا رہا ہو، یا گائے یا بکری اُٹھائی ہوئی ہو جو کہ منہ سے آوز نکال رہی ہو۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا یہاں تک کہ آپ کی مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی، پھر بارگاہِ الٰہی میں تین مرتبہ یوں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟''

عامِلینِ زکوۃ کو تحفہ لینا جائز نہیں:

زکوۃ وصول کرنے والے کے لیے ہدیہ لینا جائز نہیں کیونکہ زکوۃ دینے والا اسی غرض سے اسے کوئی چیز دیتا ہے کہ وہ اس سے زکوۃ کا کچھ حصہ نہ لے اور یہ ناجائز ہے اور ممکن ہے کہ اس غرض کے بجائے کسی اور وجہ سے ہدیہ دیا ہو لیکن پھر بھی عاملِ زکوۃ کے لیے اس کا لینا جائز نہیں۔[1]

محشر میں ذلت ورُسوائی:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جس نے دنیا میں زکوۃ یا کسی اور مال سے چوری کی تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ چوری کے مال کو اُٹھائے ہوئے ہو گا، اگر وہ مال کوئی جانور ہوا تو وہ جانور بلند آواز سے چیختا ہو گا اور اسے تمام محشر والے پہچان لیں گے (کہ یہ چور ہے) تاکہ اس کی خوب ذِلت ورُسوائی ہو۔''[2]

علم وحکمت کے مدنی پھول:

مُفَسِّر شہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے مراۃ المناجیح مذکورہ حدیث پاک کے تحت علم وحکمت کے درج ذیل کئی مدنی پھول ارشاد فرمائے ہیں:

❁ حدیث پاک میں جس صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ذکر ہے اِن کا نام **عبد اللہ** ہے اور اِن کا قبیلہ قحطان کا مشہور قبیلہ بنی لُتُب ہے اِسی وجہ سے انہیں **اِبْنِ لُتْبِیَّہ** کہا جاتا تھا۔ اِن کے پاس وصول کردہ زکوۃ سے زیادہ

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، الفصل الاول، ۴/ ۲۷۴، تحت الحدیث: ۱۷۷۹ ملخصا۔

2 ... شرح طیبی، کتاب الزکوۃ، الفصل الاول، ۴/ ۱۷، تحت الحدیث: ۱۷۷۹۔

مال تھا جو زکوٰۃ دینے والوں نے انہیں بطورِ ہدیہ زکوٰۃ کے علاوہ دیا تھا، یہ ان صحابی کی انتہائی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر رکھ کر نہ گئے بلکہ سب کچھ بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بھی بیان کر دیا۔

❁ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”زکوۃ وصول کرنے کا مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے والی بنایا ہے۔“ یعنی زکوٰۃ و صدقات وصول کرنا ہمارے ذمہ ہے، تم لوگ ہمارے نائب ہو کر جاتے ہو اور ہمیں تو صدقہ دینے والوں سے ہدیہ لینا منع ہے تو تمہیں کیوں جائز ہو گا؟

❁ عاملین زکوٰۃ کو لوگوں کا اپنی طرف سے کچھ دینا یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے ذریعے صاحب نصاب (کہ جن پر زکوٰۃ واجب ہے۔) آئندہ اصل زکوٰۃ سے کچھ کم کرانے کی کوشش کریں گے، نیز جب عامل زکوٰۃ جب اس کام کی اُجرت پوری لیتا ہے تو یہ ہدیہ اُس کے لیے کیا معنی رکھتا ہے؟ فقہاء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور خاص دعوتیں رشوت ہیں۔ ہاں حاکم عام دعوت ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے نیز جو نذرانہ، ہدیہ اور ڈالیاں (یعنی وہ ٹوکری جس میں پھول یا پھل رکھ کر اُمراء کو پیش کئے جاتے ہیں۔) اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں وہ سب رشوتیں ہیں، ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہو اور اس کے معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں، جیسے عزیزوں اور قدیمی احباب سے نیوتے (یعنی شادی میں دی جانے والی نقد رقم) بھاجی (یعنی وہ کھانا جو کسی تقریب میں برادری کے لوگوں میں تقسیم کیا جائے) وغیرہ اِن مسائل کی اصل یہ حدیث ہے۔

❁ جو عامل زکوٰۃ میں چوری یا خیانت کرے یا زکوٰۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے گا بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ، پوشیدہ یا اعلانیہ یہ سب اس حدیث میں مذکورہ وعید میں شامل ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ مذکورہ حدیث پاک میں زکوٰۃ کی چوری مراد نہیں کیونکہ ان صحابی نے کوئی چوری نہ کی تھی۔

❁ واضح رہے کہ احادیث میں اس ناجائز لیے گئے مال کو گردن سے اٹھانے کا ذکر ہے مگر قرآن پاک میں پیٹھوں پر لادنے کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ﴾ (پ۷، الانعام: ۳۱) (ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں۔) کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا۔ چونکہ کفار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہوں گے اس لیے وہ پیٹھوں پر لادیں گے اور

مسلمان گنہگار کے گناہ ان سے کم اور ہلکے ہوں گے اس لیے گردن پر اٹھائیں گے۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیٹھ کی انتہا گردن ہے، لہٰذا گردن پر اٹھانا گویا پیٹھ پر ہی اٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے۔

۞ اگر خیانت یا رشوت میں اونٹ گائے بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہو گا تو اسے بھی اپنی گردن پر اٹھائے پھرے گا، وہ بوجھ سے دبے گا بھی اور ان آوازوں کی وجہ سے سارے (محشر) میں بدنام بھی ہو گا۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں پر قیامت میں انسان سوار ہو گا اور بدیاں انسان پر سوار ہوں گی۔ خیال رہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ گناہ نہ کھولے گا۔ ستاری (یعنی عیب پوشی) فرمائے گا مگر جو دنیا میں علانیہ گناہ کریں اور اُن پر فخر بھی کریں وہ ضرور کھلیں گے لہٰذا یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔

۞ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے بارگاہِ الٰہی میں جو تین بار عرض کی، **سُبْحَانَ اللّٰہ** کیا پاکیزہ عرض و معروض ہے، رب تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں، بندوں کو سنا رہے ہیں کہ میں اپنے فرضِ تبلیغ سے فارغ ہو چکا، اب کسی مجرم کو یہ عذر نہ ہو گا کہ مجھے خبر نہ تھی۔ واضح رہے کہ تا قیامت ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھنا فرض ہیں اب اگر کوئی خود نہ سیکھے اور بے خبر رہے تو اس کا اپنا قصور ہے، آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی طرف سے کوتاہی نہیں۔

۞ جو کام بذاتِ خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعے سے حرام کا ارتکاب کیا جائے تو یہ اچھا کام بھی حرام ہو جائے گا کیونکہ عامل بن کر جانا یا حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن اگر رشوتیں لینے کے لیے کیا جائے تو حرام ہو گا۔ جیسے کسی غریب کو قرض دینا نیکی ہے یا ضرورۃً کسی مقروض کی کوئی چیز رہن (گروی) رکھ لینا بھلائی ہے لیکن اگر قرض پر سود لیا جائے اور گروی مکان سے نفع لیا جائے تو یہ قرض بھی حرام ہو جائے گا۔ یعنی جو عقد علیحدہ رہ کر حرام ہو گا وہ حلال سے مل کر بھی حرام ہو گا اور جو علیحدہ ہو کر حلال ہو گا وہ حلال سے مل کر بھی حلال رہے گا۔ یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو شرعی حیلے ناجائز کہتے ہیں مگر ہمارے ہاں ضرورۃً شرعی حیلے جائز ہیں لہٰذا ہمارے ہاں یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ردی کھجوریں زیادہ دے کر کھری (عمدہ) کھجوریں کم لیں تو حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سود ہو گیا۔ تمہیں چاہیے تھا کہ یہ ردی کھجوریں روپے کے عوض بیچتے پھر اسی روپے کے عوض

خرید ار سے کھری کھجوریں لے لیتے۔ دیکھو حرام سے بچنے کا یہ حیلہ ہے۔ الغرض ناجائز عقد جائز عقد سے مل کر کبھی تو خود جائز بن جاتا ہے اور کبھی جائز کر دیتا ہے یہ قاعدہ خوب یاد رکھا جائے، ناپاک پانی پاک پانی میں مل کر کبھی خود پاک ہو جاتا ہے جیسے تالاب میں ڈالا جائے اور کبھی اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے جیسے کنوئیں میں۔[1]

مدنی گلدستہ

”فاروق“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) عاملین زکوٰۃ یعنی زکوٰۃ جمع کرنے والے کے لیے ہدیہ لینا حرام ہے کیونکہ یہ اس کے حق میں رشوت ہے اور رشوت کا لینا و دینا دونوں حرام ہے۔

(2) ہر وہ کام جو ناجائز کام کا سبب بنے وہ بھی ناجائز ہے۔

(3) جو کام بذاتِ خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعے سے حرام کا ارتکاب کیا جائے تو یہ اچھا کام بھی حرام ہو جائے گا کیونکہ عامل بن کر جانا یا حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن یہی کام رشوتیں لینے کے لیے کیا جائے تو حرام ہو گا۔

(4) صاحب منصب لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے تحائف لینے میں احتیاط برتیں کہ ممکن ہے کہ یہی دیا گیا تحفہ لینے والے کے لیے رشوت بن جائے اور رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

(5) ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے اور حقیقی کامیابی کا دارومدار اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بتائے ہوئے اُصولوں کے مطابق اپنی زندگی کو گزارنا ہے۔ مگر افسوس کہ ہم حقیقی کامیابی کو اَحکامِ شرع کی مخالفت اور گناہوں میں تلاش کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حرام کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، رشوت لینے اور دینے دونوں سے محفوظ فرمائے، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۳، ۱۴ ماخوذاً۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:210

ظلم کی آج ہی معافی حاصل کر لے

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ اَوْ مِنْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس کا اپنے مسلمان بھائی پر اس کی عزت یا کسی اور چیز کے حوالے سے کوئی ظلم ہو تو اسے چاہیے کہ اس دن سے پہلے آج ہی معافی حاصل کر لے جس دن دینار اور درہم پاس نہیں ہوں گے۔ اگر اس ظالم کے پاس اچھا عمل ہو گا تو اُس ظلم کے برابر اس سے لے لیا جائے گا، اگر اس ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی۔“

دوسرے کا بوجھ کوئی نہ اٹھائے گا:

حدیث پاک میں ہے کہ ”ظلم کرنے والے کے پاس مظلوم کو دینے کے لئے نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس صورت میں مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔“ حالانکہ قرانِ مجید میں ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (پ۸، الانعام: ۱۶۴)

اس کا جواب دیتے ہوئے عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”آیتِ قرآنی میں جو بوجھ اُٹھانے کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس طور پر ہے کہ محض رشتہ داری و دوستی کی بنیاد پر کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا بلکہ جس پر ہو گا وہی اُٹھائے گا جبکہ حدیث میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ اس طور پر ہے کہ وہاں ظلم

---

[1] ... بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب من کانت لہ مظلمة۔۔۔ الخ، ۱۲۸/۲، حدیث: ۲۴۴۹۔

کی وجہ سے ظالم نے جو مظلوم کا حق ادا کرنا ہے اس کی ادائیگی کے لیے نیکیاں نہیں تو ایسے میں مظلوم کے گناہ کا بار ظالم پر ڈال دیا جائے گا۔[1]

ظالم مظلوم سے کس طرح معافی مانگے؟

حقوق العباد کی معافی کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے کیے گئے ایک سوال اور اس کے جواب کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

سوال:"ایک عورت نے مرنے سے قبل (مرض الموت میں) اپنے شوہر سے لوگوں کی موجودگی میں اس کے جملہ حقوق اور کوتاہیوں کی معافی مانگی اور اپنے تمام حقوق شوہر کو معاف کر دیے اور حق مہر کی تفصیل بیان کرکے اسے بھی معاف کر دیا۔ اس کے شوہر نے بھی اسے اپنے تمام حقوق اور کوتاہیاں معاف کر دیں تو کیا اس صورت میں ان دونوں میاں بیوی پر کسی قسم کا مواخذہ **عند اللّٰہ** باقی رہا یا نہیں؟ نیز یہ الفاظ تمام حقوق اور کوتاہیوں کی معافی کے لیے کافی تھے یا علیحدہ علیحدہ ہر خطا اور حق کی وضاحت ضروری تھی اور کیا شوہر حق مِہر سے بَری ہو گیا؟

جواب: عام حقوق کی معافی جو شوہر نے بیوی کو اور بیوی نے شوہر کو کی ان میں بیوی کے مالی حقوق مثلاً حق مہر و دیگر دُیُون کی معافی تو بیوی کے ورثا کی اجازت پر موقوف رہے گی ان کے علاوہ بیوی کے غیر مالی حقوق اور شوہر کے مالی و غیر مالی حقوق جو کچھ بیوی کے علم میں تھے وہ سب معاف ہو گئے اور جو علم میں نہ تھے مگر وہ حق جو معمولی اور آسان تھے کہ بیوی کو معلوم ہوتا تو معاف کر دینے میں کوئی اندیشہ نہ ہوتا وہ بھی معاف ہو گئے اور ایسے بڑے حقوق کہ اگر ان کی تفصیل بتائی جائے تو حقدار معاف نہ کرے، اِن عام اور مجمل الفاظ سے اُن حقوق کے معاف ہو جانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ظاہری الفاظ کی وجہ سے سب معاف ہو جائیں گے اور بعض کے نزدیک بالخصوص اُن کی تفصیل بتا کر معافی مانگنا ضروری ہے۔ پہلے میں وسعت زیادہ ہے اور دوسرے میں احتیاط۔[2]

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب المظالم والغصب، باب من کانت لہ مظلمۃ...الخ، ۹/۱۹۷، تحت الحدیث: ۲۴۴۹ ماخوذاً۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۲۴/۴۰۸ ماخوذاً۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: فقیر کہتا ہے: ایسے حقوقِ عظیمہ شدیدہ جن کی تفصیل بیان ہو تو صاحبِ حق سے معافی کی امید نہ ہو ظاہراً مجرد اِجمالی الفاظ سے معاف نہ ہو سکیں کہ وہ دلالۃً مخصوص ہیں۔ مگر اگر ان الفاظ سے معافی چاہی کہ "دنیا بھر میں سخت سے سخت جو حق متصور ہو وہ سب میرے لیے فرض کرکے معاف کردے۔" اور اس نے قبول کیا تو اب ظاہراً تمام حقوق بلا تفصیل معاف ہو جائیں گے کیونکہ اس نے کہہ دیا ہے کہ مجھے ہر حق معاف کردے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہر بڑے سے بڑا حق میرے بارے میں فرض کرکے معاف کردے اور تصریح دلالت پر فوقیت رکھتی ہے۔"[1]

حق دار کے حق کی ادائیگی:

فقیہ اعظم، شارح حدیث حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اگر کسی کا کوئی حق کسی مسلمان پر ہو تو اس پر واجب ہے کہ صاحب حق کو راضی کردے خواہ اس کا حق دے کر خواہ معافی مانگ کر۔ اگر کسی کا کوئی مال یا زمین لی ہے اور وہ بعینہٖ محفوظ ہے تو واپس کرنا واجب ہے۔ معاف کرانے کے لئے بہتر یہ ہے کہ معافی مانگتے وقت اس حق کا تذکرہ کردے لیکن اگر اس حق کا تذکرہ نہیں کیا اور صاحب حق نے یوں معاف کردیا کہ میں نے سب معاف کیا تو اس خصوص میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے تفصیل کی ہے کہ اگر یہ حق مال ہے تو معاف ہو جائے گا لیکن اگر آبروریزی ہے تو معاف نہ ہو گا۔"[2]

معافی مانگنے کی چند صورتیں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "معافی مانگنے کی چند صورتیں ہیں: (1) قرض ہو تو ادا کردے۔ (2) اسے مارا پیٹا ہو تو قصاص دے دے یا ان تمام سے معافی مانگ لے اور وہ بخوشی معافی کردے۔ (3) اگر قرض خواہ مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو قرض ادا کر دے اور (4) اگر وارث معلوم نہ ہوں تو اس کے نام پر خیرات کردے۔ (5) مرحوم کے لیے ہمیشہ

---

1 ... فتاوی رضویہ، ۲۴/ ۴۱۲ ماخوذاً۔

2 ... نزہۃ القاری، ۳/ ٦٦٧۔

دعائے مغفرت کرتا رہے، اسے ثواب ایصال کرتا رہے، مگر اِس آخری صورت میں معافی کی اُمید ہے یقین نہیں، بہتر یہی ہے کہ خود اس سے معافی مانگے بلکہ یہ کوشش کرے کہ کسی کا حق نہ مارے۔''

دنیا میں تو روپیہ پیسہ خرچ کرکے معافی ہو سکتی ہے مگر قیامت میں یہ صورت ناممکن ہے، وہاں نہ تو کسی کے پاس مال ہوگا اور نہ مال کے ذریعہ معافیاں حاصل ہوں گی۔ اگر اس ظالم کے پاس نیک عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کے برابر اس سے لے لیا جائے گا اور مظلوم کے نامہ اعمال میں لکھ دیئے جائیں گے جیسے ظالم کے صدقات، خیرات وغیرہ شامل ہیں کہ تین پیسہ قرضے کے عوض مقروض کی سات سو نمازیں قرض خواہ کو دلوادی جائیں گی، نمازیں بھی وہ جو باجماعت ادا کی ہوں، اگر قرض خواہ کافر ہے تو اس کا عذاب ہلکا کر دیا جائے گا یا اُس کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔

اگر ظالم کے پاس نیکیاں ہوں ہی نہیں یا اس طرح کہ نیکیاں تو تھیں مگر حقوق والے لے گئے، اس کے پاس سے ختم ہوگئیں، مگر حقوق باقی رہے تو اب اس صورت میں مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی یا تو اس طرح کہ مظلوم کے گناہ جسمانی شکل میں ہوں، اور ظالم پر لاد دیئے جاویں یا ان گناہوں کے عوض ظالم کو سزا دے دی جاوے اور مظلوم کو نجات۔[1]

صغیرہ گناہ آدمی کو تباہ کر دیتے ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی چھوٹی سی چھوٹی نیکی یا گناہ کو ہلکا نہ جانیے کہ کل بروزِ قیامت میزان میں چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی شامل کیا جائے گا۔ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے گناہ مل کر بندے کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہے: ''صغیرہ گناہوں سے محتاط رہو کہ یہ جمع ہو کر آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔'' پھر آپ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ایک مثال دیتے ہوئے سمجھایا کہ ایک قافلہ صحرا میں ٹھہرتا ہے۔ کھانے کا وقت ہو جاتا ہے، ایک آدمی جاتا ہے، آگ جلانے کے لیے لکڑی لاتا ہے، پھر دوسرا جاتا ہے ایک اور لکڑی لاتا ہے۔ اسی طرح وہ ایک

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۷۱۔

ایک کر کے لکڑیوں کا ڈھیر جمع کر لیتے ہیں اور آگ جلا کر کھانا پکا لیتے ہیں۔‘‘[1]

یعنی ایک ایک بُرائی مل کر نارِ جہنم کا باعث بن جائے گی اور انسان دہکتی آگ کا ایندھن بن جائے گا، وہ آگ کہ جس کی انسان کبھی بھی تاب نہیں لاسکتا۔ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گناہ سخت ہو گی۔ اگر دنیا میں ہم نے کسی مسلمان کو تکلیف دی ہو گی تو روزِ قیامت اس کے بدلے ہمیں اپنی نیکیاں دینی پڑیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔

ظلم کرنا مسلمان کی شان نہیں:

یاد رکھئے! مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی پر ظلم کرے، ناحق کسی کا مال غصب کرے اور دھمکیاں دے کر لوگوں سے رقم کا مطالبہ کرے اور نہ دینے پر قتل وغارت گری کا بازار گرم کرے۔ بندوں کی حق تلفی آخرت کے لئے بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا احمد بن حرب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ’’کئی لوگ نیکیوں کی کثیر دولت لئے دنیا سے مالدار رخصت ہوں گے مگر بندوں کی حق تلفیوں کے باعث قیامت کے دن اپنی ساری نیکیاں کھو بیٹھیں گے اور یوں غریب و نادار ہو جائیں گے۔‘‘[2]

’’حطیم‘‘ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دوسروں کا اِحترام اور اُن کے حقوق کا لحاظ رکھنا تعلیماتِ اسلام میں سے ہے، لہٰذا اگر کہیں کسی کی حق تلفی ہو جائے تو اُس سے معافی مانگنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

(2) ہمارے اَعمال کا تعلق فقط ہماری ظاہری حیات تک سے، جب موت آگئی تو پھر نہ کسی عمل کے کرنے کی مہلت اور نہ کسی کے حق کی ادائیگی کا موقع میسر آئے گا۔ کسی سے قصداً یا بلا قصد کوئی زیادتی ہوئی

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند عبد الله بن مسعود، ۲/ ۶۴، حدیث: ۳۸۱۸۔

2 . . . تنبیه المغترین، ص ۵۳۔

ہو تو اسے چاہیے کہ دنیا میں ہی مظلوم سے حق معاف کروالے۔

(3) حق کی ادائیگی میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو مظلوم کا حق ادا کر دیا جائے یا پھر مظلوم سے عرض کر کے اس سے وہ حق معاف کروالیا جائے، اسی میں ہماری بھلائی اور نجات ہے۔

(4) کئی لوگ نیکیوں کی کثیر دولت لئے دنیا سے مالدار رخصت ہوں گے مگر بندوں کی حق تلفیوں کے باعث قیامت کے دن اپنی ساری نیکیاں کھو بیٹھیں گے اور یوں غریب و نادار ہو جائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نیک بندوں کی صحبت، **حُقُوقُ اللہ** اور حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق سے بہرہ مند فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 211

کامِل مسلمان کون؟

عَنْ عَبْدِاللہ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللہُ عَنْہُ. [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبداللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔“

افضل مسلمان کی علامت:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت علامہ خطابی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہاں حدیث پاک میں مسلمان سے مراد افضل مسلمان ہے جو کہ مکمل طور پہ **حُقُوقُ اللہ** اور حقوق العباد کو ادا کرے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث پاک میں مسلمان کی وہ علامت بیان کر دی گئی ہو جس سے اس کے مسلمان ہونے پر استدلال کیا جائے اور وہ علامت

[1] . . . بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ۱/ ۱۵، حدیث: ۱۰۔

اپنے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچانا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد بندے کا اپنے رب کے ساتھ حسن معاملہ کی طرف اشارہ ہو کیونکہ جب بندہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو اپنے ربّ کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ حُسنِ معاملہ کرے گا۔"[1]

ایذاءِ مسلم سے بچنے کی اَشَدّ تاکید:

واضح رہے کہ یہاں حدیث پاک میں مسلمان کا ذکر غلبہ کے طور پر کیا گیا ہے کیونکہ مسلمان کی حفاظت کرنے اور اس کو تکلیف پہنچانے سے باز رہنے پر اشد تاکید کی گئی ہے، اگرچہ کفار کو بھی اذیت دینا منع ہے لیکن بعض صورتوں میں کفار کے ساتھ جنگ و قتال کرنا بھی جائز ہے اور مردوں کا ذکر یہ بھی غلبہ کے طور پر کیا گیا ہے ورنہ مسلمان عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ خاص طور پہ زبان کا ذکر اس لئے کیا کیا کیونکہ انسان اپنے دل کی بات کو زبان سے ہی تعبیر کرتا ہے۔ اسی طرح ہاتھ کا ذکر بھی کیونکہ اکثر افعال اسی کے ذریعہ ہوتے ہیں اور حدیث پاک میں مطلقاً زبان کی طرف نسبت کی گئی ہے نہ کہ ہاتھ کی طرف کیونکہ زبان کے ذریعے گزرے ہوئے موجودہ اور آئندہ لوگوں کے بارے میں بات کرنا یعنی غیبت وغیرہ کے ذریعے ایذا دینا ممکن ہے جبکہ ہاتھ کے ذریعے صرف موجود لوگوں کو ہی ایذا دی جاسکتی ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ ایذا دینے کے معاملے میں زبان کے ساتھ لکھنے کو بھی شامل کر لیا جائے اگرچہ اس معاملے میں ہاتھ کا اثر بھی بڑا ہے۔ مسلمان پر جو حد قائم کرتے ہوئے یا تعزیراً ہاتھ سے مارا جاتا ہے وہ صورت اس سے الگ ہے۔ حدیث پاک میں زبان کا لفظ استعمال فرمایا قول نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان سے جو کچھ مذاق کے طور پر بھی کہا جائے وہ بھی اس میں شامل ہو گا اور ہاتھ کے علاوہ کسی اور حصے کا ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں وہ تمام چیزیں شامل ہو جائیں کہ جن کے ذریعے سے غیر کے حق کو ناحق طور پہ لیا جاتا ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... فتح الباری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۱، تحت الحدیث: ۱۰۔

2 ... فتح الباری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۱، تحت الحدیث: ۱۰۔

نیک لوگوں کی اعلیٰ صفت:

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں مسلمانوں کو ہاتھ، زبان اور ہر قسم کی ایذا دینے کے ترک پر ابھارنا ہے، اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: نیک لوگ وہ ہیں جو چیونٹی یا اس سے بھی چھوٹی چیز کو ایذا نہیں دیتے۔“(1)

حقیقی مہاجر کون ہے؟

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مذکورہ حدیث پاک کے تحت حضرت سیدنا ابو زناد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”جب ہجرت منقطع ہو گئی تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے بعض اصحاب ہجرت کی فضلیت سے محروم ہونے پر غمگین تھے۔ اس پر سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بتایا کہ حقیقی مہاجر وہ ہے جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دیا۔“(2)

ہجرت کی اقسام:

ہجرت کی دو قسمیں ہیں: (1) ظاہری (2) باطنی۔ باطنی ہجرت یہ ہے کہ بندہ ہر اس برائی کو چھوڑ دے جس کی طرف شیطان یا نفس اَمارہ بلائے اور ظاہری ہجرت یہ ہے کہ بندہ اپنے ایمان کو بچانے کے لئے فتنے کی جگہ سے کسی دوسری محفوظ جگہ چلا جائے۔ اِس حدیث پاک میں مہاجرین کو خطاب کیا گیا ہے تاکہ وہ صرف اپنے گھر سے نکلنے یعنی ظاہری ہجرت کرنے پر ہی اکتفا نہ کر لیں بلکہ شریعت کی طرف سے جن کاموں کو کرنے کا حکم ہے اس پر عمل کریں اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے اس سے باز رہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب ہجرت منقطع ہو گئی تو وہ لوگ جو ہجرت میں شریک نہ ہو سکے ان کے دلوں کے اطمینان کے لئے یہ فرمایا گیا ہو کہ ہجرت کی حقیقت یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے منع فرمایا ہے پس یہ دو جملے: (1) کسی مسلمان کو ایذا نہ دینا اور (2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دینا

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون۔۔۔الخ، ۱/ ۶۲۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون۔۔۔الخ، ۱/ ۶۲۔

اپنے معانی کے اعتبار سے کئی احکام کو شامل ہے۔“[1]

یہ حدیث جَوامعُ الکلم سے ہے:

فقیہ اعظم مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:”یہ حدیث بھی ان جوامع الکلم میں سے ہے جنہیں محدثین نے اُمُّ الاَحادیث میں شمار کیا ہے۔ غور کیجئے! چند الفاظ ہیں مگر ان میں معانی کے سمندر موجزن ہیں۔ پہلا حصہ بندوں کی تمام حق تلفیوں سے بچنے اور تمام حقوق کی ادائیگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور دوسرا حصہ **حُقُوقُ اللہ** کی بجا آوری میں ہر قسم کی کوتاہی پر قدغن لگارہا ہے، اب ذرا سا غور کرنے پر اس کی شرح میں ہر ذی علم دفتر پر دفتر تیار کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان ان دونوں حصوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارا سماج (معاشرہ) امن کا گہوارا بن جائے، اور انسان کا بھی ظاہر و باطن کُندہ ہو جائے۔“[2]

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں:”جو لغۃً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو وہ مومن ہے، جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے گالی طعنہ چغلی وغیرہ نہ کرے کسی کو نہ مارے پیٹے نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے۔ یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے اس لیے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا، انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت واذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے یا رحم دل کافر مسلمان ہے۔“[3]

”جبلِ نور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) کسی بھی مسلمان کو ہاتھ، زبان وغیرہ سے بلا اجازتِ شرعی کوئی بھی تکلیف دینا حرام ہے۔

---

1 ... فتح الباری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۲، تحت الحدیث: ۱۰۔

2 ... نزہۃ القاری، ۱/ ۳۰۹۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۲۹۔

(2) ظاہری مہاجر تو وہی ہے جو اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے کسی غیر محفوظ مقام سے محفوظ مقام کی طرف ہجرت کر جائے لیکن کامل مہاجر وہ ہے جو تمام اَحکامِ شرعیہ پر عمل کرے اور ممنوعاتِ شرعیہ سے دور رہے۔

(3) کسی کی ہجو، تذلیل و تحقیر سے بچتے رہنا چاہیے کہ زبان کا زخم تلوار کے زخم سے گہرا ہوتا ہے۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے چیونٹی یا اس سے بھی زیادہ چھوٹی شے کو تکلیف نہیں دیتے۔

(5) افضل و کامل مؤمن وہ ہے جو **حُقُوقُ اللہ** اور حقوق العباد کی مکمل ادائیگی کرے۔

(6) مذکورہ حدیث پاک جوامع الکلم سے ہے، اس کے اندر حسن اخلاق کی جامعیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر تمام مسلمان اس پر عمل کریں تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں **حُقُوقُ اللہ** اور حقوق العباد دونوں کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اپنی زبان، ہاتھ اور دیگر اَعضاء سے مسلمانوں کو تکالیف دینے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:212

اَمانت میں خیانت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کَانَ عَلٰی ثَقَلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ کِرْکِرَۃُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ہُوَ فِی النَّارِ فَذَہَبُوْا یَنْظُرُوْنَ اِلَیْہِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَۃً قَدْ غَلَّہَا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامان کی دیکھ بھال پر ایک آدمی مقرر تھا، اُسے کِرْکِرَہ کہا جاتا تھا۔ وہ مر گیا تو حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''وہ جہنم میں ہے۔'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے جب اس کے بارے میں

1 . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب القلیل من الغلول، ۲/۳۳۲، حدیث: ۳۰۷۴۔

کھوج لگائی تو انہیں ایک چادر ملی جو اس نے خیانت کرتے ہوئے چھپائی تھی۔

جہنم میں جانے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جہنم میں جانے سے یا تو یہ مراد ہے کہ اس کے گناہ کی وجہ سے اسے عذاب ہو رہا ہے۔ یا پھر یہ مراد ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے معاف نہ فرمایا تو وہ خیانت میں لی گئی چادر اس کے لیے آگ ہے۔“[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: (1) اس شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈالا جائے مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو معاف فرمادے۔ (2) یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو قبر میں دوزخ کا عذاب دیا جائے، پھر وہ جہنم سے نجات پا جائے اور (3) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اصل میں منافق ہو اور اس کے نفاق کی وجہ سے اس پر دوزخ واجب ہو گئی ہو۔ (4) وہ خیانت کے جرم پر ہی بغیر توبہ کے مر گیا ہو، اس لیے جہنم میں چلا گیا لیکن حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔“[2]

مال غنیمت میں چوری کرنے کا حکم:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس بات پر اجماع ہے کہ مال غنیمت میں چوری کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔“ عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”مال غنیمت میں چوری چاہے کم ہو یا زیادہ دونوں ہی صورت میں حرام ہے۔“[3]

خیانت کی تعریف:

”بلا اجازتِ شرعی کسی کی امانت میں ناجائز تصرف کرنا خیانت کہلاتا ہے۔“[4]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الظلم، ۱/ ۵۳۰، تحت الحدیث ۲۱۳۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قلیل من غلول، ۱۰/ ۴۰۷، تحت الحدیث: ۳۰۷۴۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الظلم، ۱/ ۵۳۰، تحت الحدیث ۲۱۳۔

4 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ۱/ ۳۲۸۔

خیانت سے متعلق تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "منافق کی تین علامتیں ہیں: ❁ جب بات کرے تو جھوٹ بولے ❁ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور ❁ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزے رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔"[1] (2) "قیامت کے دن ہر خائن کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: سنو! یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔"[2] (3) "مکر و فریب اور خیانت جہنم میں لے جانے والے (اعمال) ہیں۔"[3]

خائن کی توبہ کا حکم:

خائن کا ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس خیانت سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ خیانت والی شے اس کے مالک کو واپس کرنا یا اسے معاف کروانا بھی ضروری ہے۔ حضرت علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "خیانت والی شے کو واپس کرنا یا اسے معاف کروانا صحت توبہ کے لیے شرط ہے۔"[4]

عبرت ہی عبرت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی بھی مسلمان بھائی کی امانت میں خیانت کرنا ناجائز و گناہ ہے، خائن کے بارے میں "شعب الایمان" کی یہ روایت پڑھیے اور عبرت سے سر دھنیے:

حضرت سیدنا زاذان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں مرنا امانت کے علاوہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اگرچہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو اور اس سے کہا جائے گا: "اپنی امانت ادا کر۔" وہ عرض کرے گا: "اے رب عَزَّوَجَلَّ! کیسے ادا کروں حالانکہ دنیا تو ختم ہو گئی۔" پس فرشتوں سے کہا

---

1. ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق، ص ۵۰، حدیث: ۵۹۔
2. ... مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب تحریم الغدر، ص ۹۵۵، حدیث: ۱۷۳۵۔
3. ... مستدرک حاکم، کتاب الاهوال، باب تحشر هذه الآمة۔۔۔ الخ، ۵/ ۸۳۳، حدیث: ۸۸۳۱۔
4. ... مرقاة المفاتیح، کتاب الجهاد، باب قسمة الغنائم والغلول فیها، ۷/ ۵۸۴، تحت الحدیث: ۴۰۱۲۔

جائے گا: ”اسے جہنمی وادی **ھَاوِیَۃ** کی طرف لے جاؤ۔“ وہ اسے لے کر **ھَاوِیَۃ** کی جانب چل دیں گے اور پھر اس کی امانت اس کے سامنے اسی حالت میں لائی جائے گی جس حالت میں دنیا میں اسے دی گئی تھی۔ تو وہ اسے دیکھتے ہی پہچان لے گا اور اس کے پیچھے جائے گا یہاں تک کہ اسے حاصل کر لے گا اور اپنے کندھے پر اٹھا لے گا حتی کہ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ وہ باہر آ گیا ہے تو وہ اس کے کندھے سے گر جائے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ اس کے پیچھے جاتا ہی رہے گا۔ نماز ایک امانت ہے، وضو بھی امانت ہے، وزن اور ماپ بھی امانت ہیں اور ان میں سخت ترین ودیعت ہے۔“

حضرت سیدنا زاذان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: میں حضرت سیدنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا اور ان سے عرض کی: ”کیا آپ نہیں جانتے کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایسا ایسا کہا ہے؟“ تو ارشاد فرمایا: ”انہوں نے سچ کہا ہے، کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ﴾ (پ۵، النساء: ۵۸) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کر دو۔[1]

خیانت ایک برا عمل ہے:

حضرت علامہ ابن حجر مکی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جہاں تک امانتوں میں خیانت کرنے کا معاملہ ہے تو ہر ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکامات پر امین ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی بارگاہ میں اس طرح کھڑا کرے گا کہ اس کے اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہو گا۔ پھر اس بندے سے اس کے بارے میں پوچھے گا کہ اس نے شرعی اَحکام میں اس کی امانت کی حفاظت کی یا انہیں ضائع کر دیا؟ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اِن اُخروی سوالات کے جوابات کی تیاری کرے کیونکہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اِن احکام کے بارے میں اِستفسار فرمائے گا تو اُس دن انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمانِ عالیشان میں غور کیجئے: ﴿اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىٕنِیْنَ(۵۲)﴾ (پ۱۲، یوسف: ۵۲) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں

1 . . . شعب الایمان، باب فی الامانات، ۴/۳۲۳، حدیث: ۵۲۶۶۔

چلنے دیتا۔ یعنی امانت میں خیانت کرنے والے کا کوئی حیلہ اسے ہدایت کے مقام پر فائز نہیں کرسکتا بلکہ اسے دنیا میں بھی راہِ ہدایت سے محروم کر دیتا ہے اور آخرت میں بھی ساری انسانیت کے سامنے رسوا کرے گا۔ خیانت اگرچہ ہر چیز میں قبیح ہے لیکن بعض چیزوں میں دوسری چیزوں کے مقابلے میں زیادہ قبیح ہے، کیونکہ جو شخص روپے پیسے کے معاملے میں تجھ سے خیانت کرے وہ اس شخص کی مثل نہیں ہوسکتا جو تیرے اہل وعیال کے معاملے میں خیانت کا مرتکب ہو۔ نیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے امانت کے معاملے کو انتہائی عظمت دی اور اپنے پاک کلام قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اس کی تاکید بیان کی، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاۙ(۷۲) (پ۲۲، الاحزاب: ۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”ولی“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) مالِ غنیمت ہو یا کوئی اور مال کسی بھی امانت میں بلا اجازتِ شرعی خیانت کرنا حرام اور گناہ ہے۔

(2) خائن کے لیے قرآن و سنت میں بہت سخت وعیدیں آئیں ہیں، لہٰذا اگر کسی کے مال میں خیانت کی ہے تو معلوم ہونے کی صورت میں یا تو اسے یا اس کے ورثاء کو واپس کریں یا اس سے معافی کی ترکیب بنائیں، اور اگر معلوم نہ ہو تو اس سے توبہ کریں اور جس کے مال میں خیانت کی ہے اس کی طرف سے صدقہ کر دیں۔

(3) دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی اِطاعت

---

1 . . . الزواجر عن اقتراف الکبائر، باب الودیعت، ص ۵۷۵۔

ہی میں ہے، بہت خوش نصیب ہے وہ شخص جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرتا رہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خیانت جیسے مہلک مرض سے محفوظ فرمائے، ہمیں خود بھی گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:213

خون، مال اور عِزَّتوں کی حُرمَت

عَنۡ اَبِیۡ بَکۡرَۃَ نُفَیۡعِ بۡنِ الۡحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسۡتَدَارَ کَھَیۡئَتِہٖ یَوۡمَ خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ السَّنَۃُ اثۡنَا عَشَرَ شَھۡرًا مِنۡھَا اَرۡبَعَۃٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذُو الۡقَعۡدَۃِ وَذُو الۡحِجَّۃِ وَالۡمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیۡ بَیۡنَ جُمَادٰی وَشَعۡبَانَ اَیُّ شَھۡرٍ ھٰذَا؟ قُلۡنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُسَمِّیۡہِ بِغَیۡرِ اسۡمِہٖ قَالَ: اَلَیۡسَ ذَا الۡحِجَّۃِ؟ قُلۡنَا بَلٰی. قَالَ: فَاَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا؟ قُلۡنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُسَمِّیۡہِ بِغَیۡرِ اسۡمِہٖ. قَالَ اَلَیۡسَ الۡبَلۡدَۃَ الۡحَرَامَ؟ قُلۡنَا بَلٰی. قَالَ: فَاَیُّ یَوۡمٍ ھٰذَا؟ قُلۡنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَمُ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ سَیُسَمِّیۡہِ بِغَیۡرِ اسۡمِہٖ. قَالَ اَلَیۡسَ یَوۡمَ النَّحۡرِ؟ قُلۡنَا بَلٰی. قَالَ: فَاِنَّ دِمَاءَکُمۡ وَاَمۡوَالَکُمۡ وَاَعۡرَاضَکُمۡ عَلَیۡکُمۡ حَرَامٌ کَحُرۡمَۃِ یَوۡمِکُمۡ ھٰذَا فِیۡ بَلَدِکُمۡ ھٰذَا فِیۡ شَھۡرِکُمۡ ھٰذَا وَسَتَلۡقَوۡنَ رَبَّکُمۡ فَیَسۡاَلُکُمۡ عَنۡ اَعۡمَالِکُمۡ اَلَا فَلَا تَرۡجِعُوۡا بَعۡدِیۡ کُفَّارًا یَضۡرِبُ بَعۡضُکُمۡ رِقَابَ بَعۡضٍ اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الۡغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعۡضَ مَنۡ یُبَلَّغُہٗ اَنۡ یَّکُوۡنَ اَوۡعٰی لَہٗ مِنۡ بَعۡضِ مَنۡ سَمِعَہٗ ثُمَّ قَالَ: اَلَا ھَلۡ بَلَّغۡتُ؟ اَلَا ھَلۡ بَلَّغۡتُ؟ قُلۡنَا نَعَمۡ. قَالَ: اَللّٰھُمَّ اشۡھَدۡ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو بکرہ نُفیع بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "زمانہ اپنی اس دن کی اصل حالت پر واپس آگیا جس دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے ان میں سے چار ماہ حرمت والے ہیں: تین تو

[1] ... بخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ۳/۱۴۱، حدیث ۴۴۰۶۔ مسلم، کتاب القسامۃ۔۔۔الخ، باب تغلیظ۔۔۔الخ، ص ۹۲۰، حدیث: ۱۶۷۹۔

ایک ساتھ ہیں ذوالقعدہ الحرام، ذوالحجہ الحرام اور محرم الحرام اور **مُضَر** والوں کا رجب جو کہ جمادی الآخر اور شعبان کے بیچ میں ہے۔‘‘ پھر استفسار فرمایا: ’’یہ کون سا مہینہ ہے؟‘‘ ہم نے عرض کی: ’’**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔‘‘ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ دیر خاموش رہے تو ہمیں گمان ہوا کہ شاید آپ اس مہینے کا کوئی دوسرا نام رکھ دیں گے۔ پھر فرمایا: ’’کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟‘‘ ہم نے عرض کی: ’’جی ہاں۔‘‘ پھر فرمایا: ’’یہ کون سا شہر ہے؟‘‘ ہم نے عرض کی: ’’**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔‘‘ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ دیر خاموش رہے، ہمیں پھر یہی گمان ہوا کہ شاید آپ اس شہر کا کوئی اور نام رکھ دیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا: ’’کیا یہ شہر حرام نہیں؟‘‘ ہم نے عرض کی: ’’جی ہاں۔‘‘ پھر فرمایا: ’’یہ کون سا دن ہے؟‘‘ ہم نے عرض کی: ’’**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔‘‘ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کچھ دیر خاموش رہے، ہمیں پھر وہی گمان ہوا کہ شاید آپ اس دن کا کوئی دوسرا نام رکھ دیں گے۔ پھر فرمایا: ’’کیا یہ یومِ نحر یعنی قربانی کا دن نہیں؟‘‘ ہم نے عرض کی: ’’جی ہاں۔‘‘ پھر فرمایا: ’’بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارا آج کا دن تمہارے اس شہر اور تمہارے اس مہینے میں حرام ہے۔ عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے، وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، خبردار! میرے بعد تم لوگ کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں، جو حاضر ہیں انہیں چاہیے کہ وہ غائب تک میری یہ باتیں پہنچادیں۔ ہوسکتا ہے جنہیں بات پہنچائی جائے اِن میں سے بعض زیادہ یاد رکھنے والے ہوں، بعض سننے والوں سے۔‘‘ پھر دوبار ارشاد فرمایا: ’’سنو! کیا میں نے تبلیغ کردی؟ سنو! کیا میں نے تبلیغ کردی؟‘‘ ہم نے عرض کی: ’’جی ہاں۔‘‘ پھر فرمایا: ’’اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو بھی گواہ ہو جا۔‘‘

حُرمَت والے مہینوں میں رَدّوبَدَل:

زمانہ جاہلیت میں عرب والے **اَشْہُرِ حُرُم** (یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجّہ، محرم، رَجَب) کی حرمت وعظمت کے معتقِد تھے کہ ان مہینوں میں جنگ و جدال نہیں کرتے تھے تو جب کبھی لڑائی کے زمانے میں یہ حرمت والے مہینے آجاتے تو یہ ان پر بہت شاق گزرتا۔ اس لئے انہوں نے یہ کیا کہ ایک مہینے کی حُرمت دوسرے

مہینے کی طرف منتقل کرنے لگے، محرم کی حرمت صَفَر کی طرف منتقل کر کے محرم میں جنگ جاری رکھتے اور محرم کے بجائے صَفَر کو ماہِ حرام بنالیتے اور جب کبھی اس سے بھی حرمت منتقل کرنے کی ضرورت سمجھتے تو اس میں بھی اپنے لئے جنگ حلال کر لیتے اور اس کے بجائے ربیع الاوّل کو ماہِ حرام قرار دیتے۔ اس طرح حرمت سال کے تمام مہینوں میں گھومتی رہتی اور ان کے اس طرح کرنے سے ماہِ حرام کی تخصیص ہی باقی نہ رہتی (کہ کونسا مہینہ حرمت والا ہے)۔ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **حَجَّۃُ الْوَداع** میں اعلان فرمایا کہ نَسِی (یعنی ماہ محرم کی حرمت کو صفر کی طرف بڑھادینے) کے مہینے زمانہ کے گزرنے کے ساتھ گزر چکے ہیں۔ اب مہینوں کے اوقات کار اپنی اسی اصل وضع پر آچکے ہیں کہ جس دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے زمین و آسمان کو پیدا کرتے ہوئے مہینوں کو مقرر کیا تھا۔[1]

رجب کو قبیلہ مُضَر کی طرف مَنسوب کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی **فرماتے ہیں:** ”رجب کے مہینے کو قبیلہ مُضَر کی طرف منسوب اس لیے کیا کیوں کہ مُضَر والے عرب میں سب سے زیادہ رجب کی حرمت کی تعظیم کرتے تھے۔ عرب میں کوئی بھی شخص رجب میں جنگ کرنے کو حلال نہیں جانتا تھا۔ اہلِ عرب حرمت والے مہینوں کو حلال کر دیتے تھے اور ان کی جگہ دوسرے مہینوں کو حرام کر دیتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے حرمت والے مہینوں کی تخصیص کو چھوڑ دیا تھا پس وہ پورے سال میں سے کوئی سے بھی چار مہینوں کو حرام کر دیتے تھے اور کبھی کبھی تو وہ اتنی زیادتی کر بیٹھتے تھے کہ بارہ مہینوں کے بجائے تیرہ یا چودہ مہینوں کا سال بنا دیتے تھے۔“[2]

صحابہ کرام اور تعظیم نبی:

علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں:** ”صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں یہ عرض کرنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں اصل میں بارگاہِ رسالت کے ادب کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو بات

---

1 ... تفسیر خازن، پ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۳۶، ۲/ ۲۳۷، ۲۳۸۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی ارض سبعین، ۱۰/ ۵۴۹، حدیث: ۳۱۹۷۔

ہمارے علم میں ہے وہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم میں بھی ہے۔اسی وجہ سے انہوں نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ نیز صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان یہ بھی جانتے تھے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہم سے اس طرح پوچھنا فقط کسی بات کی خبر دینے کے لیے نہیں ہے بلکہ یقیناً اس کے پیچھے کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جواب میں عرض کیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔"[1]

حدیث پاک سے ماخوذ چند مسائل:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے مراٰۃُ المناجیح میں مذکورہ حدیث کی شرح کے ضمن میں کئی مسائل اور مفید باتیں ذکر فرمائی ہیں، خلاصہ پیش خدمت ہے:

❁ زمانہ مطلق وقت کو کہتے ہیں لیکن یہاں حدیث پاک میں قمری یعنی اسلامی سال مراد ہے۔ ❁ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں دو حرکتیں کرتے تھے ایک تو کبھی سال کو تیرہ ماہ کا بنادینا، کبھی تو جنگ کی وجہ سے مہینوں کو تبدیل کر دیتے جس سے بقر عید بھی تبدیل ہو جاتی، یہی وجہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی والدہ ماجدہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حاملہ ہوئیں اسی سال رجب کو بقر عید مان کر حج کیا گیا تھا اسی لیے روایات میں آتا ہے کہ جناب آمنہ کا حاملہ ہونا ایام منٰی میں ہوا، جس سال حضور انور نے حج کیا اسی سال حسن اتفاق سے سال بارہ ماہ کا ہوا اور ہر مہینہ اپنے اصل پر منایا گیا۔ لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ جب استقرار حمل شریف ایام حج میں ہوا اور ربیع الاول میں ولادت مبارک ہوئی تو نو ماہ کیسے پورے ہوئے؟ معلوم ہو گیا کہ وہ ماہ رجب تھا جسے بقر عید بنا کر حج کیا گیا تھا۔ ❁ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خاموش رہنا اہتمام کے لیے تھا کیونکہ جو بات انتظار کے بعد معلوم ہو وہ خوب یاد رہتی ہے۔ ❁ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اس فرمان کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں واضح ہوا کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ ذکر کرنا ناجائز و ممنوع نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ ❁ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاموشی پر یہ گمان

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب القسامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء۔۔۔الخ، ۶/ ۱۶۹، الجزء احدعشر۔

کیا کہ شاید آپ نام تبدیل فرمادیں گے، معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو نام تبدیل کرنے کا بھی اختیار ہے۔ ❁ حدودِ حرم میں جیسے نیکی ایک کی ایک لاکھ بن جاتی ہے، ویسے ہی گناہ بھی ایک کا لاکھ ہے، اس لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ ”جیسے یہاں کا گناہ دوسرے مقامات کے گناہ سے سخت تر ہے ایسے ہی مسلمان کے خون مال آبرو ظلماً برباد کرنا سخت تر ہے۔“ ❁ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی تبلیغ پر تمام کو گواہ بنایا، اب بھی حجاج روضہ اقدس پر عرض کرتے ہیں **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ نے پوری تبلیغ فرمادی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوسرے تمام صحابہ کو احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا۔ لہٰذا علماء کو چاہیے کہ دین کو نہ چھپائیں، یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امانت ہے، اسے امت کے حوالے کردیں، تیسرے یہ کہ رحمتِ الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا، چمن اسلام میں پھول کھلتے رہیں گے۔ رب نے اپنے حبیب کی اس بات کو کیسا سچا کیا، **سبحٰنَ اللہ** چاروں امام مجتہدین دیگر فقہاء صوفیاء بعد میں پیدا ہوئے جنہوں نے ان ہی احادیثِ مبارکہ سے قیمتی موتی نکالے اور اُمَّتِ مُسلمہ کے لیے آسانی کرتے ہوئے دین کو واضح کردیا۔[1]

مدنی گلدستہ

”اسلام“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ، محرم الحرام اور رجب المرجب یہ چار وہ مہینے ہیں جن کا زمانہ جاہلیت میں اہل عرب بھی بہت احترام کیا کرتے اور ان مہینوں میں جنگ نہ کرتے تھے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بارگاہِ رسالت کا حد درجہ ادب واحترام کیا کرتے تھے کہ جواب معلوم ہونے کے باوجود بھی **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف رجوع کرتے تھے۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر کے ساتھ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر خیر کرنا کوئی ناجائز وممنوع کام نہیں بلکہ عین ایمان ہے اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۱۷۱ ماخوذاً۔

(4) **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے احادیث مبارکہ کو اُمَّتِ مُسلِمہ تک پہنچانے کا حکم فرمایا۔

(5) علم دِین پھیلانے کا حکم خود سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دیا ہے لہٰذا علمائے دین کو چاہیے کہ عام لوگوں تک علمِ دِین کو پھیلاتے رہیں، یہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امانت ہے، ائمہ مجتہدین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن نے بھی اپنا فریضہ ادا کیا اور قرآن وسنت سے مسائل کا اِستخراج کرکے اُمَّتِ مُسلِمہ کے لیے دِین کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان بنایا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں علم دِین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:214

جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنا

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللہُ لَہُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ: وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللہ؟ فَقَالَ: وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِنْ اَرَاكٍ. [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو اُمامہ اِیاس بن ثَعْلَبہ حارِثی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا تو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے دوزخ کو لازم اور جنت کو حرام کردے گا۔“ ایک شخص نے عرض کی: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟“ فرمایا: ”اگرچہ پیلو کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔“

مال پر قبضے کا ذکر نہ کرنے کی وجہ:

علامہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمان کے حق پر قبضے کا ذکر فرمایا ہے، مال پر قبضے کا ذکر نہیں فرمایا اس میں یہ

[1] . . . مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق امری مسلم بیمین فاجرۃ بالنار، ص ۸۲، حدیث: ۱۳۷۔

نکتہ ہے کہ یہ حکم اس صورت کو بھی شامل ہے جس میں مسلمان کا مال نہ ہو بلکہ حق ہو مثلاً مردار کی کھال اور گوبر کہ یہ نَجِس ہے اس لئے مال نہیں لیکن اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے اس لئے وہ مسلمان کا حق ہے۔ اسی طرح اپنی ازواج میں باریوں کی تقسیم کہ یہ بھی مال نہیں لیکن مسلمان (یعنی ازواج) کا حق ہے لہٰذا جو شخص جھوٹی قسم کھاکر کسی مسلمان کے حق کو مارنا چاہے گا وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا۔[1]

لُزُومِ جَہَنَّم اور حُرمَتِ جَنَّت کی وُجُوہات:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان کہ اس پر جہنم لازم ہے اور جنت حرام۔ تو اس کی دو وَجہیں ہوسکتی ہیں: پہلی تو یہ کہ اس شخص نے یہ کام یعنی جھوٹی قسم کھانا اور مسلمان کا حق مارنا حلال سمجھ کر کیا ہو اور اسی پر وہ مر گیا تو وہ کافر مرا، اس لئے اس پر جہنم لازم۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا جہنم کا مستحق تو ہے لیکن اس کے لئے معافی کی گنجائش بھی ہے کہ ابتدا میں اسے نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں جانے سے روک دیا جائے اور سزا پوری ہونے کے بعد اسے جنت میں داخل کردیا جائے گا۔"[2]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ وعید یعنی جہنم کا لازم ہونا اور جنت کا حرام ہونا اس وقت ہے کہ جب وہ شخص توبہ کئے بغیر مَر جائے اور اگر اس نے سچے دل سے توبہ کرلی اس فعل پر نادم بھی ہے اور حق دار کو اُس کا حق ادا بھی کرچکا ہے تو یہ وعید اُس سے ساقط ہوجائے گی۔"[3]

حدیث نمبر: 215

خیانت کرنے والا عامل

عَنْ عَدِیِّ بن عُمَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہُ مِنْکُمْ عَلٰی عَمَلٍ فَکَتَمَنَا مِخْیَطًا فَمَا فَوْقَہُ کَانَ غُلُوْلًا یَاْتِیْ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اِقْبَلْ عَنِّیْ عَمَلَکَ قَالَ: وَمَا لَکَ؟ قَالَ: سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ کَذَا

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم الخ، ۱/ ۱۲۱، الجزء الثانی۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم الخ، ۱/ ۱۲۱، الجزء الثانی۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الظلم، ۱/ ۵۳۵، تحت الحدیث ۲۱۵۔

وَكَذَا قَالَ: وَاَنَا اَقُولُهُ الْآنَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَجِيْءْ بِقَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ، فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا عدِی بن عُمَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”ہم تم میں سے جسے کسی کام پر مقرر کریں اور وہ ایک سوئی یا اس سے زائد کوئی چیز چھپائے تو یہ خیانت ہے، جسے وہ قیامت کے دن لائے گا۔“ ایک سیاہ فام انصاری آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف کھڑا ہوا، (راوی کہتے ہیں) گویا کہ میں اس کی طرف اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے مجھے جس کام پر مقرر کیا ہے، مجھ سے وہ کام واپس لے لیجئے۔“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تمہیں کیا ہوا؟“ عرض کی: ”میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اِس اِس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔“ ارشاد فرمایا: ”میں تو اب بھی یہی کہتا ہوں کہ ہم جسے کسی کام پر مقرر کریں تو اسے تھوڑا اور زیادہ سب کچھ لانا چاہیے۔ پھر اُس میں سے جو دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روکا جائے رُک جائے۔“

معمولی شے کی خیانت بھی گناہِ کبیرہ ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں خیانت کرنے والے عامل کے لئے بہت سخت وعید بیان کی گئی ہے، اگرچہ خیانت معمولی سی چیز کی ہی کیوں نہ ہو تب بھی یہ گناہِ کبیرہ ہے اور خیانت کرنے والے کے لئے توبہ کے ساتھ ساتھ اِس چیز کو واپس کرنا بھی ضروری ہے۔

امام قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ عامل اُس مال میں سے اُجرت کے طور پر کچھ بھی نہیں لے سکتا نہ اپنے لئے نہ ہی کسی اور کے لئے۔ ہاں اگر وہ حاکم اُسے اجازت دے جس کی اطاعت اُس پر لازم ہے تو لے سکتا ہے۔“[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب تحریم ھدایا العمال، ص ۱۰۲۰، حدیث: ۱۸۳۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الظلم، ۱/ ۵۳۶، ۵۳۷، تحت الحدیث: ۲۱۶ ملتقطاً۔

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قیامت کے دن خیانت کرنے والے کو نہایت ہی ذِلّت ورُسوائی کا سامنا ہو گا۔

(2) عامل بلا اجازتِ شرعی مالِ غنیمت میں سے ایک سوئی برابر بھی کوئی شے نہیں لے سکتا۔ جو چیز اُسے حاکم کی طرف سے دی جائے فقط اُسے لے۔

(3) کل بروزِ قیامت تمام حقوق معاف ہوسکتے ہیں لیکن حقوق العباد معاف نہ ہوں گے جب تک بندہ خود معاف نہ کرے۔

(4) یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی معاملے کی ذمہ داری سونپی جائے تو اُسے دیانت داری سے انجام دینا چاہیے بصورتِ دیگر وہ ذمہ داری نہ لینا ہی بہتر ہے جیسا کہ اُس صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی ذمہ داری رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو واپس کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خیانت جیسے قبیح اور بُرے فعل سے محفوظ فرمائے، ہمیں ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 216

خیانت کرنے والا جہنم میں

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: لَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: فُلَانٌ شَهِيدٌ وَفُلَانٌ شَهِيدٌ حَتّٰی مَرُّوْا عَلٰی رَجُلٍ فَقَالُوْا: فُلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَلَّا اِنِّی رَاَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْعَبَاءَةٍ.[1]

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے فرماتے ہیں خیبر کے

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول۔۔۔الخ، ص ۷۱، حدیث: ۱۱۴۔

دن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ایک جماعت آئی، وہ کہنے لگے: ”فلاں شہید ہے، فلاں شہید ہے۔“ یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے تو اس کے بارے میں بھی کہنے لگے: ”فلاں بھی شہید ہے۔“ تب حضور نبی اکرم، شَفِیعِ مُعَظَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ہرگز نہیں! میں اِسے جہنم میں دیکھ رہا ہوں، ایک چادر یا عَباء (یعنی جُبے) کی وجہ سے جسے اُس نے چھپایا تھا۔“

مالِ غنیمت میں خیانت کرنا سخت حرام ہے:

علامہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک سے چند احکام ثابت ہوتے ہیں: (1) مالِ غنیمت میں خیانت کرنا سخت حرام ہے۔ (2) مالِ غنیمت میں خیانت چاہے کم مال کی ہو یا زیادہ دونوں برابر ہیں (یعنی دونوں کا گناہ برابر ہے)۔ (3) جو مالِ غنیمت میں خیانت کرے اگر اسے جنگ میں قتل کر دیا جائے تو اس پر شہید کا اطلاق کرنا منع ہے۔ (4) مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہو گا جو کفر کی حالت میں مرا۔ (5) جس نے مالِ غنیمت سے کوئی چیز خیانت سے لی اسے واپس لوٹانا واجب ہے۔ [1]

رسولُ اللہ اپنی اُمّت کے تمام اَعمال سے باخبر ہیں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں چند حضرات شہید ہوئے تھے۔ ہم نے خیبر میں سترہ شہدائے خیبر کے مزارات کی زیارت کی جو تبوک سڑک پر واقع ہیں۔ جن میں سے حضرت سیدنا سَلَمہ بِن اَکوع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور سیدنا بَراء بن بِشْر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نام معلوم ہو سکے۔ باقی کے نام ہمارے **مُزَوِّر** یعنی زیارت کروانے والے کو بھی معلوم نہ تھے۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے فلاں فلاں کو شہید کہنے کا مطلب یہ تھا یہ لوگ شہید ہیں اور فوراً جنت میں پہنچ گئے کیونکہ شہید کی رُوح مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے، اس لیے اسے شہید کہتے ہیں یعنی جنت میں حاضر ہو جانے والا اور سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمانِ عالیشان کہ

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الغلول، ۱/ ۱۳۰، الجزء الثانی۔

میں اسے جہنم میں دیکھ رہا ہوں کا مطلب ہے یعنی وہ شخص شہید تو ہے مگر جنت میں نہ پہنچا، دوزخ کی آگ کی سزا پارہا ہے کیونکہ خیانت شہادت کے لیے مضر نہیں ثواب کے لیے نقصان دہ ہے۔ جس شخص کے بارے میں جہنم کا فرمایا چونکہ اس نے غنیمت کے مال سے ایک چادر قبل تقسیم سے لے لی تھی لہذا وہ آگ کا عذاب پارہا ہے میں اسے آگ میں دیکھ رہا ہوں، معلوم ہوا کہ حضور اس دنیا میں رہ کر عالَمِ غیب کی بھی ہر چیز دیکھ رہے ہیں اور ہر شخص کے ہر کھلے چھپے عمل بھی ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ فرمایا: وہ آگ میں ہے کیونکہ اس نے خیانت کی تھی، آگ میں ہونا عالَمِ غیب کی خبر ہے اور خیانت یہاں کا چھپا ہوا عمل، یہاں آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمان کہ ”جنت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوگا۔“ میں یہاں جنت میں داخل ہونے سے مراد ہے اوّل داخلہ بغیر سزا بھگتے اور مومن سے مراد مومن کامل یعنی متقی مسلمان یعنی جنت میں اوّل داخلہ کامل مومن کو نصیب ہوگا جو ایمان واعمال کا جامع ہو۔ خیانت کرنے والا مومن اگرچہ شہید بھی ہوجائے مگر اَوّلاً جنت میں نہ جاسکے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں وہاں **حُقُوقُ اللّٰہ** کے گناہ مراد ہیں حقوق العباد کی معافی مراد نہیں۔“[1]

مِلاوٹ کرنے والے کا عبرت ناک انجام:

حضرتِ سیِّدُنا **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ”ہم سفرِ حج پر نکلے ہوئے ہیں، مقامِ صِفاح پر ہمارے قافلے کا آدمی فوت ہوگیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے جب قبر کھودی تو ایک بہت بڑا کالا سانپ بیٹھا نظر آیا جس نے قبر کو بھر رکھا تھا اُسے چھوڑ کر دوسری قبر کھودی تو اس میں بھی وہی سانپ نظر آیا۔ ہم آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں اِس مسئلے کے حل کے لیے آئے ہیں۔“ حضرتِ سیِّدُنا **عبداللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”یہ اُس کی خیانت کی سزا ہے جس کا وہ مرتکب ہوا کرتا تھا۔ اِسے اِن دونوں میں سے کسی ایک قبر میں دفن کردو۔ خدا کی قسم! اگر اس دنیا کی ساری

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۶۰۵ ماخوذاً۔

زمین بھی کھود ڈالو گے تب بھی ہر جگہ یہی صورت حال ہو گی۔" بالآخر لوگوں نے اُسی سانپ بھری قبر میں اسے دفنا دیا۔ واپس آکر اُس کا سامان اُس کے گھر والوں کو دے دیا اور اس کی بیوہ سے اس کے بُرے اعمال کے بارے میں دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ: "یہ اناج بیچتا تھا اور اس میں خیانت کرتا تھا اس طرح کہ اُس میں سے اپنے گھر کے لئے کچھ نکال لیتا اور پھر کمی پوری کرنے کے لئے اُس میں اُتنی ہی مِلاوٹ کر دیتا تھا۔"[1]

"اَحمد" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مالِ غنیمت میں خیانت کرنا چاہے کم مال کی ہو یا زیادہ دونوں ہی سخت حرام ہے۔

(2) مالِ غنیمت میں سے جس چیز کو خیانت کر کے لیا اسے واپس لوٹانا واجب ہے۔

(3) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس دنیا میں رہتے ہوئے عالَمِ بَرزخ یعنی قبر وغیرہ کے معاملات بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(4) خیانت ایک ایسا گناہ ہے کہ خیانت کرنے والا مؤمن اگرچہ شہید بھی ہو جائے اوّلاً جنت میں جانے سے محروم رہے گا۔ اگرچہ اپنے گناہوں کی سزا کے بعد بالآخر جنت میں ہی جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خیانت جیسے قبیح گناہ سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:217

قرض کے سوا سب گناہ معاف

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَامَ فِیْھِمْ فَذَکَرَ لَھُمْ اَنَّ الْجِھَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ

[1] . . . شرح الصدور، باب عذاب القبر، ص ۱۷۴۔

سَبِیْلِ اللهِ تُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَہُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: کَیْفَ قُلْتَ؟ قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَام قَالَ لِیْ ذٰلِكَ. [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوقتادہ حارِث بن رِبْعِی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اُن کے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”تمام کاموں سے افضل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانا ہے۔“ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے؟“ نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں! اگر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اس حال میں شہید ہوئے کہ تم صبر کرنے والے، مُحْتَسِب (یعنی ثواب کی امید کرنے والے)، جنگ میں آگے بڑھنے والے رہے اور پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹنے والے نہ ہوئے تو تمہارے سارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔“ پھر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم نے کیا پوچھا تھا؟“ اس نے عرض کی: ”مجھے یہ ارشاد فرمایئے کہ اگر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟“ فرمایا: اگر تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اس حال میں شہید ہوئے کہ تم صبر کرنے والے، مُحْتَسِب (یعنی ثواب کی امید کرنے والے)، جنگ میں آگے بڑھنے والے رہے اور پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹنے والے نہ ہوئے تو تمہارے سارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ مگر یہ کہ قرض معاف نہ ہوگا۔ جبریل عَلَیْهِ السَّلَام نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔“

حقوق العباد کی اہمیت:

عَلَّامَہ اَبُوْزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِس حدیث میں مجاہدِ اسلام کے لئے ایک بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ حقوق العباد کے سوا اُس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں

1 . . . مسلم، کتاب الامارة، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، ص ۱۰۴۶، حدیث: ۱۸۸۵۔

گے اور اُس کے گناہوں کا مِٹ جانا کچھ چیزوں کے ساتھ مَشروط ہے وہ یہ کہ جب وہ شہید کیا جائے تو وہ صابر ہو، ثواب کی امید رکھتا ہو، آگے بڑھنے والا ہو اور بزدلی کی وجہ سے پیچھے ہٹنے والا نہ ہو۔ اِس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اَعمال نیک نیت اور اِخلاص کے بغیر فائدہ مند نہیں۔ **مُحْتَسِبْ** (یعنی ثواب کی امید رکھنے والا) وہ ہے جو اِخلاص کے ساتھ **اللہ** کے لئے (کفار سے) لڑے پس اگر وہ **عصبیت** (یعنی طرف داری) کے لئے یا **مالِ غنیمت** کے لئے یا شہرت کے لئے جنگ کرتا ہے تو اُس کے لئے کسی قسم کا کوئی ثواب نہیں۔ حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا: ''لیکن قرض معاف نہ ہو گا۔'' اس میں تمام حقوق العباد کی حُرمت پر تنبیہ ہے کہ جہاد، شہادت اور اِس جیسے دیگر نیک اعمال سے بھی حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے صرف **حُقُوقُ اللہ** ہی معاف ہوسکتے ہیں۔''[1]

جہاد سب سے افضل یا نماز؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''حدیثِ پاک میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیشک ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے افضل ہے، اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں فرمایا کہ نماز تمام اَعمال سے افضل ہے اور مذکورہ حدیث میں ہے کہ جہاد تمام اَعمال سے افضل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے ہر ایک کی افضلیت کسی نہ کسی خاص وجہ سے ہے۔ مثلاً نماز کی افضلیت ہمیشہ پڑھتے رہنے کی وجہ سے ہے اور جہاد کی افضلیت اس کی مشقت کی وجہ سے ہے لیکن جہاد کے افضل ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں نماز کی پابندی کی جائے ورنہ نماز کے بغیر صرف جہاد کی کوئی فضیلت نہیں۔''[2]

کون سا قرض معاف نہ ہو گا؟

دَین (قرض) سے مراد وہ قرضہ ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو۔ علامہ تور بشتی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب من قتل فی سبیل اللہ کفرت خطایاہ الا الدین، ۷/ ۲۹، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، الفصل الاول، ۷/ ۳۷۰، تحت الحدیث: ۳۸۰۵۔

فرماتے ہیں: ”یہاں دَین سے مراد مسلمانوں کے وہ تمام حقوق ہیں جن کی ادائیگی اُس کے ذمہ باقی ہو۔“ علامہ علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”میں کہتا ہوں دریا میں شہید ہونے والے کے تمام گناہ اور قرض معاف کر دیئے جائیں گے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دریا میں شہید ہونے والے کی روح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قبض فرماتا ہے اور اسے ملک الموت کے حوالے نہیں کرتا۔“[1]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”قرض کے متعلق شارحین کے کئی اقوال ہیں: بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے تلف کیے ہوئے حقوق ہیں، چوری، خیانت، غصب، قتل وغیرہ۔ بعض نے فرمایا کہ قرض سے وہ قرضہ مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو، اگر ادا کی نیت تھی مگر موقعہ نہ ملا کہ شہید ہو گیا وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کرا دیا جائے گا۔“[2]

دوبارہ سوال کرنے کی وجہ:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگرچہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس شخص کا سوال ایک بار سن چکے تھے لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس لئے دوبارہ سوال کیا تاکہ اسے دوبارہ جواب دیں اور اس میں قرض کا ذکر بھی کریں۔“[3]

وحی کے متعلق دو اہم باتیں:

”جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے مجھے یہ بات بتائی ہے۔“ اس کے تحت **مُفَسِّر شہیر** مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”یعنی ابھی وحی الٰہی آئی جس میں مجھ سے یہ فرمایا گیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآنِ کریم کی ہی وحی نہ ہوئی، اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوئی ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھا نہ کرتے تھے، بعض وقت اُن حضرات نے وحی آتے دیکھی، بلکہ بعض اوقات

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجھاد، الفصل الاول، ۷ / ۳۷۰، تحت الحدیث: ۳۸۰۵ ملتقطاً۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۵ / ۴۲۲ ماخوذاً۔
3. ... شرح الطیبی، کتاب الجھاد، الفصل الاول، ۷ / ۳۳۴، تحت الحدیث: ۳۸۰۵۔

جبرائیلِ امین کو بھی دیکھا اور بعض اوقات کچھ بھی نہ دیکھا۔ ربّ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے باتیں کرلیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اِس وقت جو وحی آئی یہ اسی دوسری قسم کی تھی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں، ورنہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرمادیتے، دوبارہ بلانے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی۔"[1]

مدنی گلدستہ

"صدیق" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اچھی نیت اور اِخلاص کے بغیر نیک اَعمال کا بھی ثواب نہیں ملتا۔

(2) قرض ادا کرنے کی نیت ہو لیکن کسی وجہ سے ادا نہ کرسکا اور شہید کردیا گیا تو وہ قرض خود قرض خواہ سے معاف کرادیا جائے گا البتہ جس قرض کو ادا کرنے کی نیت ہی نہ تھی وہ معاف نہ ہوگا۔

(3) جہاد کرنے والے شخص کے لئے ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ حقوق العباد کے علاوہ اُس کے تمام گناہوں کو معاف کردیا جائے گا۔

(4) دریا اور سمندر میں شہید ہونے والے کے تمام گناہوں کی معافی کے ساتھ اُس کا قرضہ بھی معاف ہوجاتا ہے، اور اُس کی رُوح بلاواسطہ خود اللہ عَزَّوَجَلَّ قبض فرماتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر نیک اور جائز کام اچھی نیت اور اخلاص کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حقوق العباد کی ادائیگی خصوصاً مقروض ہونے کی صورت میں جلد از جلد قرض کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۲۲۔

حدیث نمبر:218

حقیقی مُفلِس کون ہے؟

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ: اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِی مَنْ يَّاْتِی يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَّصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَاْتِیْ وقَدْ شَتَمَ هٰذَا وقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟“ صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت اور سامان نہ ہو۔“ تو آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میری اُمَّت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا، کسی کو مارا ہو گا، پس اُن لوگوں میں سے پہلے ایک کو اُس کی نیکیاں دی جائیں گی، پھر دوسرے کو بھی اُس کی نیکیاں دی جائیں گی، پھر اگر اُس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے قبل نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو اُن (مظلوموں) کے گناہ اُس (ظالم) پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اُسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔“

حقیقی مُفلِس کی وضاحت:

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد میں معافی اور شفاعت نہ ہو گی مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو صاحب حق یعنی مظلوم کو راضی کر دے یعنی ان دونوں میں صلح کروا دے۔ امام نووی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حقیقی مفلس وہی ہے جس کا اِس حدیث پاک میں ذکر کیا گیا ورنہ وہ شخص جس کے پاس مال نہ ہو یا کم ہو اسے

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۳۹۴، حدیث: ۲۵۸۱۔

لوگ مفلس کہتے ہیں حقیقت میں وہ مفلس نہیں کیونکہ یہ اِفلاس ہمیشہ نہیں رہتا کبھی موت سے اور کبھی زندگی میں خوشحالی سے دُور ہو جاتا ہے اِس کے برخلاف قیامت کے روز نیکیوں سے مفلس ہونے والے کے لیے تو مکمل ہلاکت ہے۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ صلح کروادے گا:

حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک روز سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف فرما تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تبسم فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ نے کس لئے تبسم فرمایا؟'' ارشاد فرمایا: ''(کل بروزِ قیامت) میرے دو اُمتی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دوزانو گر پڑیں گے، ایک عرض کرے گا: ''یا اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس سے میرا انصاف دلا کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ مُدَّعِی (دعویٰ کرنے والے) سے فرمائے گا: ''اب یہ بے چارہ کیا کرے، اس کے پاس تو کوئی نیکی باقی نہیں۔'' مظلوم عرض کرے گا: ''میرے گناہ اس کے نامہ اعمال میں ڈال دے۔'' اتنا ارشاد فرما کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رونے لگے، پھر فرمایا: ''وہ دن بہت عظیم دن ہو گا کیونکہ اس وقت ہر ایک اس بات کا ضرورت مند ہو گا کہ اس کا بوجھ ہلکا ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ مظلوم سے فرمائے گا: دیکھ! تیرے سامنے کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار عَزَّوَجَلَّ! میں اپنے سامنے سونے کے بڑے شہر اور بڑے بڑے محلات دیکھ رہا ہوں جو موتیوں سے آراستہ ہیں یہ اور عُمدہ محلات کس پیغمبر یا صدیق یا شہید کے لئے ہیں؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''یہ اُس کے لئے ہیں جو اِن کی قیمت ادا کرے۔'' بندہ عرض کرے گا: ''اِن کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟'' اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''تو ادا کر سکتا ہے۔'' وہ عرض کرے گا: ''کس طرح؟'' اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''اس طرح کہ تو اپنے بھائی کے حقوق معاف کر دے۔'' بندہ عرض کرے گا: ''اے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ! میں نے سب حقوق معاف کئے۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور دونوں

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الظلم، ۸/ ۸۵۱، ۸۵۰، تحت الحدیث: ۵۱۲۷۔

اکھٹے جنت میں چلے جاؤ۔'' پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرواؤ کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی بروزِ قیامت مسلمانوں میں صلح کروائے گا۔''(1)

اَحکم الحاکمین کا عدل واِنصاف:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دینے اور مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالنے سے خدائے اَحکم الحاکمین جَلَّ جَلَالُہٗ کا عقلاً ونقلاً عدل وانصاف ثابت ہو رہا ہے، کیونکہ اگر ظالم کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو اُس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا جو کہ اُس کی برائیوں پہ غالب آجائے گا، اگر اِس سبب سے اُسے جنت میں داخل کر دیا جائے تو مظلوم کا حق باقی رہ جائے گا اور اگر اُسے جہنم میں داخل کر دیا جائے تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمان کے منافی ہے جس میں اِرشاد فرمایا:

فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جن کی تولیں بھاری ہولیں وہ ہی مراد کو پہونچے۔

اور حقوق العباد کا معاملہ ایسا ہے کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ معاف نہ فرمائے گا۔ (یعنی جب تک بندہ خود معاف نہ کردے اللہ عَزَّوَجَلَّ معاف نہ فرمائے گا۔) پس ضروری تھا کہ اس کی نیکیاں لے کر (مظلوم) کو دی جائیں اور مظلوم کے گناہ اس کے پلڑے میں رکھے جائیں تاکہ میزان برابر ہو جائے۔ پھر جہنم میں داخل کر کے اسے اتنا عذاب دیا جائے گا جتنے کا وہ مستحق ہے، پھر اگر اس کی نیکیاں باقی ہوں گی تو اُن کے سبب اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا یا صرف اِیمان کی برکت سے ہی جنت میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔''(2)

ظالِم کی نیکیوں اور مظلوم کے گناہوں کی وضاحت:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے اس حدیثِ

---

1 . . . مستدرک حاکم، کتاب الاھوال، ۵/ ۷۹۵، حدیث: ۸۷۵۸۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الظلم، ۸/ ۸۵۱، تحت الحدیث: ۵۱۲۷۔

مبارکہ کے تحت ظالم کی مظلوم کو دی جانے والی نیکیوں اور مظلوم کے ظالم کو دیئے جانے والے گناہوں سے متعلق دو واہم وضاحتیں فرمائی ہیں:(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے نیکیوں میں اِضافہ فرماتا ہے، بسا اَوقات ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا فرماتا ہے، بعض نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے، ظالم کی جو نیکیاں مظلوموں کو دی جائیں گی وہ اُسی اضافے میں سے ہوگا، اس کی اصل نیکیوں میں سے ایک بھی نہیں چھینی جائے گی۔ یونہی روزہ قرض دار کو نہ دیا جائے گا کہ فرمایا جائے گا: "**اَلصَّومُ لِیْ وَاَنَا اُجْزِیْ بِہٖ** روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا عوض ہوں۔"(2) نیکیاں ختم ہونے کی صورت میں مظلوم کے جو گناہ ظالم کے نامہ اعمال میں ڈال دیے جائیں گے اس سے مراد بُرے عقائد نہیں بلکہ بُرے اعمال ہیں، نیز بُرے اعمال میں بھی فقط گناہ صغیرہ مراد ہیں لہٰذا اگر کسی مسلمان پر کافر کا قرض رہ گیا تو اس کا کفر یا زنا، چوری وغیرہ اس پر نہ ڈالی جائے گی۔[1]

مدنی گلدستہ

"غارِ حرا" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ دیگر اَعمالِ صالحہ لے کر آئے گا لیکن اس نے لوگوں پر ناحق ظلم کیا ہوگا جس کی وجہ سے اس کی نیکیاں مظلوموں کو دے دی جائیں گی۔

(2) روپے پیسے کی مفلسی عارضی ہے جو موت آنے پر بلکہ کبھی زندگی میں ہی دولت مل جانے پر ختم ہو جاتی ہے جبکہ اپنی نیکیاں دوسرے کو دے کر اُس کے گناہ اپنے سر لینا یہ ایسی حقیقی مفلسی ہے جو بروزِ قیامت بعض لوگوں کو ملے گی۔

(3) جب تک خود بندہ اپنے حقوق معاف نہ کر دے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی حقوق العباد کو معاف نہیں فرمائے گا۔

(4) بروزِ قیامت اضافی ثواب مظلوموں کو دے دیا جائے گا اصل نیکیاں نہ دی جائیں گی، اسی طرح

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۷۳ ملخصا۔

نیکیاں ختم ہونے کی صورت کی میں مظلوموں کے بُرے اعمال اور ان میں بھی صغیرہ گناہ ظالم کے نامہ اَعمال میں ڈال دیے جائیں گے۔

(5) کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اپنے بندوں کے درمیان صلح فرمائے گا، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کروائیں۔

(6) بروزِ قیامت اپنے حقوق معاف کر دینے والے اور جس کو معاف کیے دونوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنت میں داخلے کا حکم ارشاد فرمائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ دنیا وآخرت دونوں کی مُفلسی سے محفوظ فرمائے، حقوق العباد کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بلا حساب بخش دے اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:219

جہنم کی آگ کا ٹکڑا

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ یَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَهٗ بِنَحْوِ مَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَیْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِیْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدتنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں ایک بشر ہوں اور تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو۔ شاید تم میں سے کوئی اپنی دلیل کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے تو میں اس کی بات کو سننے کے مطابق فیصلہ کر دوں لہٰذا جس کو میں اس کے بھائی کا حق فیصلہ کر کے دے دوں تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔“

---

1 . . . مسلم، کتاب الاقضیة، باب الحکم بالظاھر واللحن بالحجة، ص ۹۴۲، حدیث ۱۷۱۳۔

رسولُ اللہ کے ظاہری وباطنی فیصلے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ظاہر کے مطابق فیصلہ فرمانے کا ذکر ہے، واضح رہے کہ دوعالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ظاہر اور باطن دونوں پر فیصلہ کرنا کا اختیارِ کلی عطا فرمایا ہے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس کے لیے چاہیں اس کے ظاہری احکام کے مطابق فیصلہ فرمادیں اور جس کے لیے چاہیں اپنے خداداد باطنی علم کے ذریعے فیصلہ فرمادیں۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک ظاہری وباطنی فیصلوں کے متعلق ایک رسالہ بنام ”اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِرِ“ تحریر فرمایا ہے، دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ نے اس کا ترجمہ بنام ”مدنی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روشن فیصلے“ شائع کیا ہے، اس رسالے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ظاہری، باطنی اور ظاہری وباطنی تینوں طرح کے فیصلوں کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

”میں ایک بشر ہوں“ کے معانی:

شارحینِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اِس کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں:

(1) علامہ بدرالدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اِس سے مراد یہ ہے کہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بتائے بغیر ذاتی طور پر عِلم غیب نہیں جانتا، ہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بتائے سے عِلم غیب جانتا ہوں۔“[1]

(2) علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔[2]

(3) **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”میں ایک بشر ہوں یعنی خدا یا خدا کا جزء یا فرشتہ یا جن نہیں ہوں خالص اِنسان ہوں۔ یہ حصرِ اضافی ہے لہٰذا اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں صرف بشر ہوں، نہ نبی ہوں، نہ رسول، نہ نور، نہ رحمۃ اللعالمین وغیرہ۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاحکام، باب موعظۃ الامام للخصوم، ۱۶/ ۴۲۰، حدیث: ۷۱۶۹۔

2 . . . شرح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب بیان ان الحکم الحاکم لا یغیر الباطن، ۶/ ۵، الجزء الثانی عشر، ملخصاً۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو لاکھوں صفات بخشی ہیں مگر حضور ہیں جنس بشر سے جیسے ﴿اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ﴾ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک ہی اِلٰہ ہے، یہ مطلب نہیں کہ وہ اُلوہیت اور وحدانیت کے سواء کسی صفت سے موصوف نہیں، نہ کریم ہے، نہ غفار، نہ ستار، نہ مالک الملک وغیرہ۔ اِس فرمانِ عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہیں بشر اور بشر سے بھول، خطا اِجتہادی غلطی بھی ہوسکتی ہے اور وہ دھوکا بھی دیا جاسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض جھوٹے مدعی اپنے کو سچا ظاہر کریں، ہم اُن کی گواہی پر اعتماد کرکے اسے سچا مان لیں۔ خیال رہے کہ حضراتِ انبیاء کرام (عَلَیْهِمُ السَّلَام) گناہ، بدعقیدگی اور اِن کے اِرادوں سے معصوم ہیں۔ خطائے اِجتہادی سے معصوم نہیں۔‘‘[1]

جو شخص حق پر نہ ہو وہ فیصلہ قبول نہ کرے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی نے مذکورہ حدیثِ پاک سے دو مسئلے بیان فرمائے ہیں:

(1) قاضی یا حاکم یا ہر وہ شخص جس کو کسی مقدمے کا فیصلہ کرنے پر مامور کیا گیا ہے وہ اس بات کا پابند ہے کہ فقط فریقین کے دعوے وغیرہ سن کر ظاہری طور پر جو بھی حکم بنتا ہو اس کے مطابق فیصلہ کردے۔

(2) جس شخص کے حق میں فیصلہ ہو اوہ بخوبی جانتا ہے کہ وہ حق پر ہے یا نہیں اگر وہ حق پر نہ ہو تو قاضی کے فیصلے کے مطابق اپنے بھائی کے حق میں سے کچھ نہ لے۔‘‘[2]

رسولُ اللہ ظاہر پر فیصلہ فرماتے:

عَلَّامَہ نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم لوگوں کے درمیان قسم اور گواہوں کے ذریعے فقط ظاہر پر ہی فیصلہ صادر فرماتے اور آپ کو اسی کا مکلف کیا گیا ہے۔ اگرچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہے تو آپ کو فریقین کے باطنی معاملے پر بھی مطلع فرمادے اور آپ قسم و گواہی کے بغیر ہی یقینی فیصلہ فرمادیں لیکن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی اُمَّت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۹۴۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاحکام، باب موعظۃ الامام للخصوم، ۱۶/ ۴۲۰، حدیث: ۷۱۶۹۔

کو آپ کے اَفعال واَقوال واَحکام کی پیروی کا حکم دیا ہے تو آپ کے لئے بھی ظاہری اَحکام جاری فرمائے تاکہ اُمَّت بھی باطن کی طرف متوجہ ہوئے بغیر ظاہر پر بخوشی آپ کی پیروی کرے۔''[1]

ظاہر پر فیصلہ فرمانے کی حکمت:

مُفَسِّر شہیر، حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اکثر و بیشتر فیصلے ظاہر پر ہوتے تھے نہ کہ حقیقت پر تاکہ قیامت تک اُمَّت کے حکام (یعنی قاضی وغیرہ) فیصلوں میں حضور کی اِس سنت پر عمل کریں کہ اُمَّت کے پاس وحی، اِلہامِ شرعی اور غیب پر اِطلاع نہیں، اگر حضورِ اَنور کے فیصلے سارے اِلہام وغیرہ پر ہوتے تو اُمت کیسے عمل کرتی۔''[2]

جھوٹی گواہی پر ہونے والا فیصلہ:

حدیثِ پاک میں فرمایا: ''جس کو میں اس کے بھائی کا حق فیصلہ کرکے دے دوں تو وہ اسے نہ لے کیونکہ میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔''اِس کے تحت ''مرآۃ المناجیح'' میں ہے: ''یعنی میرا جو فیصلہ گواہی یا اِقرار یا قسم سے اِنکار پر ہوگا وہ ظاہر پر ہوگا اگر واقعہ اِس فیصلے کے خلاف ہو اور فریق دوم کو معلوم ہو تو اُس کے لیے اِس فیصلے سے وہ چیز حلال نہ ہوجائے گی حکم حاکم حرام کو حلال نہیں کرسکتا لہٰذا اگر حاکم جھوٹی گواہی پر مال یا خون یا طلاق کا غلط فیصلہ کردے تو مدعی اپنے مقابل کا نہ مال لے نہ قصاص نہ طلاق کی جھوٹی گواہی پر اُس کی عورت سے نکاح کرے۔ خیال رہے کہ جھوٹی گواہی وغیرہ سے جو فیصلہ ہوگا وہ فیصلہ حق ہوگا مگر اِس فیصلے میں حاکم گنہگار نہ ہوگا، فریقین اور گواہ گنہگار ہوں گے لہٰذا اِس حدیث پاک پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرات انبیاء کرام خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہتے، ربّ تعالیٰ انہیں مطلع فرمادیتا ہے تو اِس غلط فیصلے پر حضور کیوں قائم رہتے تھے بذریعہ وحی مطلع کیوں نہ کیے جاتے تھے؟ کیونکہ خطاء اجتہادی فیصلہ ہی غلط ہوتا ہے اگرچہ اس غلطی پر گناہ نہیں بلکہ ثواب ہوتا ہے اور یہاں فیصلہ حق ہے کیونکہ دلیل پر مبنی ہے۔''[3]

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الاقضیۃ، باب بیان ان الحکم الحاکم لا یغیر الباطن، ۶/ ۵، الجزء الثانی عشر، ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۹۴۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۹۵۔

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے ظاہر و باطن دونوں پر فیصلے کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے لیکن آپ اکثر فیصلے ظاہر پر ہی فرماتے ہیں۔

(2) ظاہر پر فیصلے کرنے میں یہ حکمت ہے کہ آئندہ آنے والے قاضی وغیرہ آپ کے فیصلوں کی اتباع کرتے ہوئے اُن کے مطابق فیصلے کر سکیں۔

(3) جو شخص حق پر نہ ہو اور اُس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ اس فیصلہ کو قبول نہ کرتے ہوئے اپنے بھائی کا حق نہ لے۔

(4) اگر کسی قاضی نے گواہی یا قسم پر ظاہر کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کر دیا مگر گواہوں یا فریقین میں سے کسی ایک نے جھوٹی قسم کھائی تھی تو قاضی پر کوئی گناہ نہ ہوگا بلکہ جھوٹی قسم کھانے والا گنہگار ہوگا۔

(5) ظاہری دلیل کی بنا پر حاکم اِسلام نے اگر کوئی فیصلہ کر دیا اور وہ فیصلہ حقیقت کے خلاف ہو تو حکم حاکم سے وہ حرام شے حرام ہی رہے گی حلال نہ ہوگی۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بالکل صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کسی بھی مسلمان بھائی کا حق جھوٹی قسم کے ذریعے تلف کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:220

قتلِ ناحق کی نحوست

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِیْ فُسْحَۃٍ مِنْ دِیْنِہٖ مَالَمْ یُصِبْ دَمًا حَرَامًا.[1]

[1] . . . بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالٰی: ومن یقتل مؤمناً۔۔۔الخ، ۴/۳۵۶، حدیث: ۶۸۶۲۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مومن ہمیشہ اپنے دِین کی وُسعت اور کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ ناحق قتل نہ کرے۔“

ناحق قتل کرنے تک دِین میں وُسعَت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیۡنِی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡغَنِی فرماتے ہیں: ”اِس کے دو معنی ہیں: (1) جب کوئی شخص کسی جان کو ناحق قتل کردے تو جان بوجھ کر قتل کرنے کی وعید کے سبب اُس کا دِین اُس پر تنگ ہوجاتا ہے، قتل سے قبل اُس کا دِین اُس پر وسیع ہوتا ہے۔ (2) ناحق قتل کرنے والا شخص اپنے اس گناہ کی وجہ سے تنگی میں رہتا ہے، ناحق قتل کرنے سے قبل وہ وُسعت میں ہوتا ہے۔“[1]

دِین میں کُشادگی سے مراد:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡبَارِی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: جب تک بندہ ناحق خون نہ بہائے وہ اپنے دِین کی وُسعت میں ہوتا ہے اور اسے اپنے ربّ سے رحمت کی امید ہوتی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ ملک رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں: جب تک بندے سے کسی جان کا قتل ناحق نہ ہو اُس وقت تک دِین کے معاملات اُس پر آسان رہتے ہیں اور اُسے نیک اَعمال کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ علامہ طیبی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: دِین میں کشادگی سے مراد یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و لطف کی اُمید کی جائے اگرچہ وہ قتل کے علاوہ گناہِ کبیرہ کرے اور جب وہ (کسی جان کو ناحق قتل کرے) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و لطف اس پر تنگ ہوجائے گا اور یوں اس کا شمار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے نااُمید لوگوں میں کیا جائے گا جیسا کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے مروی ہے کہ ”جس نے کسی مومن کے قتل پر ایک لفظ کے ذریعے بھی مدد کی تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے نااُمید ہے۔“ حدیث پاک میں ہے کہ ”مومن ہمیشہ نیکی میں جلدی کرتا ہے یعنی جب تک مومن ناحق خون نہ بہائے اس وقت تک اسے نیک اعمال میں جلدی کرنے کی توفیق

---

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالٰی: ومن یقتل مومناً۔۔۔الخ، ۱۶/ ۱۳۶، تحت الحدیث: ۶۸۶۲۔

ملتی رہتی ہے اور جب وہ ناحق خون بہائے تو اس کے گناہ کی نحوست کی وجہ سے وہ اعمال صالحہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔ ”حضرت سیدنا قَتادہ بن عَیَّاش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنے دین کی وُسعت میں رہتا ہے جب تک کہ وہ شراب نہ پیئے اور جب وہ شراب پی لیتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے اس کے پردے کو ہٹا دیتا ہے اور شیطان اس کا دوست، اس کا کان، اس کی آنکھ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہے پھر شیطان اس کو ہر شر کی طرف لے جاتا ہے اور ہر بھلائی سے پھیر دیتا ہے۔“ یہ حدیثِ پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے مراد کسی ایک کبیرہ گناہ سے بچنا نہیں بلکہ مطلقاً ہر کبیرہ گناہ سے بچنا ہے۔[1]

مومن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے نااُمید نہیں ہوتا:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: مسلمان آدمی کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمتِ الٰہی کی وُسعت میں رہتا ہے، اللہ سے نا امید نہیں ہوتا، مگر قاتل ظالم اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا۔ کل قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: **اٰیِسٌ مِّنْ رَحْمَةِ اللهِ**۔ (یعنی یہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے نا امید ہے۔) حدیث شریف میں ہے کہ جو قتلِ مومن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی ربّ تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہے۔ بعض نے فرمایا: ظالم قاتل کو دنیا میں نیک اَعمال کی توفیق نہیں ملتی۔[2]

”مکی آقا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) کسی مؤمن کو ناحق قتل کرنا بہت بڑا گناہ، حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔

(2) ناحق قتل کرنے والے پر اس کا دِین تنگ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اس گناہ کے سبب تنگی میں رہتا ہے۔

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب القصاص، الفصل الاول، ۷/ ۹، تحت الحدیث: ۳۴۴۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۲۱۴۔

(3) ناحق قتل کرنے والا اعمال صالحہ کی توفیق سے محروم ہو جاتا ہے۔

(4) جب بندہ ناحق قتل، شراب وغیرہ گناہوں میں پڑتا ہے تو شیطان اس کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے اور پھر اسے ہر شر کی طرف لے جاتا ہے اور ہر بھلائی سے پھیر دیتا ہے۔

(5) کسی مؤمن کے ناحق قتل پر چھوٹی سی معاونت کرنے والا بلکہ ایک لفظ کے ذریعے مدد کرنے والا بھی رحمتِ الٰہی سے مایوس افراد میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(6) مؤمن جب تک ناحق قتل نہیں کرتا اسے نیک اعمال میں جلدی کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ ناحق قتل میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اس توفیق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کسی بھی مؤمن کے قتل ناحق جیسے کبیرہ گناہ سے محفوظ فرمائے، ہمیں مسلمانوں کی عزت ومال کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 221

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال میں ناحق تصرف کرنا

عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ ثَامِرٍ الْاَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ امْرَاَةُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ حضرتِ سَیِّدَتُنا خولہ بنت ثامر انصاریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”بعض لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں، قیامت کے دن (وہ مال) ان کے لئے آگ ہوگا۔“

حاکم ومُتَوَلّی کے ناحق تَصَرُّف کی مُمانَعَت:

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحمَد بِنْ مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”بعض لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کی

1 . . . بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالٰی فان للہ خمسه، ٣٤٨/٢، حدیث: ٣١١٨۔

بھلائی کے لئے بنایا ہے۔ اس حدیث پاک میں حاکموں اور متولیوں کے لیے ممانعت ہے کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال میں ناحق تصرف کریں۔"[1]

مالِ ناحق کھانے کا انجام دوزخ کی آگ ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اللہ کے مال سے مراد بیت المال کا مال ہے، زکوۃ، خراج، جزیہ، غنیمت وغیرہ۔ حق سے مراد ہے یا استحقاق یا سلطان اسلام کی اجازت یعنی بیت المال میں ان کا حق نہیں اور وہ لے لیتے ہیں یا حق کم ہے وہ زیادہ لے لیتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ مال ان کے لئے آگ ہو گا۔ ناحق مال کھانے کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔"[2]

"صدیق" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال میں ناحق تصرف کرنا گناہ کبیرہ، حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال سے مراد بیت المال، زکوۃ، خراج، عُشر، جزیہ ومالِ غنیمت وغیرہ ہیں۔

(3) مذکورہ حدیثِ پاک میں ہر وہ شخص مراد ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال پر مقرر کیا گیا ہو جیسے حاکم، متولی، عامل زکوٰۃ، چندہ لینے والے یا مالِ غنیمت پر مقرر کیے جانے والے افراد۔

(4) جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مال میں ناحق تصرف کرے گا کل بروزِ قیامت وہ مال اس کے لیے آگ ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کے مال میں ناحق تصرف کرنے سے محفوظ فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور بلا حساب جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالی فان للہ خمسہ، ٧/ ٣٤، تحت الحدیث: ٣١١٨۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٥/ ٣٨٧۔

باب نمبر: 27

مُسلمانوں کی حُرمت کی تعظیم کا بیان

مُسلمانوں کی حُرمت کی تعظیم اور اُن کے حقوق اور اُن پر رَحمت و شفقت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، اِس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں چھوٹے بڑے، امیر غریب، مَرد و عورت، بچے جوان بوڑھے ہر شخص کے تفصیلی حقوق بیان کیے گئے ہیں، نیز اُن کی پاسداری کا بھی عظیم الشان درس دیا گیا ہے۔ بندوں کے حقوق اور ان کی عزت وحُرمت کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اِسلام میں اگر کوئی شخص **حُقُوقُ الله** کی اچھے طریقے سے ادائیگی نہ کرسکے، مگر اِس پر شرمندہ ہو، ندامت اختیار کرے تو اُمید ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے اُسے کل بروزِ قیامت اپنے وہ حقوق معاف فرمادے لیکن حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق تلف کیے تو رب تعالیٰ بھی اُس وقت تک وہ حقوق معاف نہ فرمائے گا جب تک کہ جس شخص کا حق تلف کیا ہے وہ معاف نہ کردے، یا حق تلفی کرنے والا اُسے راضی نہ کرلے۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے مسلمان کی عزت وحرمت کی ایسی پاسداری فرمائی کہ دنیا کے کسی مذہب میں اِس کی حقیر سی مثال بھی نہیں ملتی۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی مسلمانوں کی عزت وحرمت کی تعظیم، اُن کے حقوق، اُن پر شفقت ورَحمت کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 آیات اور 18 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) رب تعالیٰ کی حُرمتوں کی تعظیم کرنا

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖؕ (پ۱۷، الحج: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

مُفَسِّرِ قرآن عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''**حُرُمَات** **حُرْمَة** کی جمع ہے یعنی ہر وہ شے جس کی ہتک (بے عزتی، بے حرمتی) حرام ہو اس سے **الله** عَزَّوَجَلَّ کے احکام فرائض و سنن اور وہ تمام اُمور مُراد ہیں جن کی توہین حرام ہے جیسے **کعبۃُ الله**، مسجدِ حرام، بلدِ حرام اور شہر

حرام۔اُن کی تعظیم کا معنیٰ یہ ہے کہ اُن کی عظمت کے وجوب کا عقیدہ رکھا جائے اور رب تعالیٰ کی طرف سے اُن کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے اُس پر عمل کیا جائے تو یہ اُس کے لیے بھلا ہے یعنی آخرت میں رب تعالیٰ کے ہاں معظم اَشیاء کی تعظیم ثواب کے اِعتبار سے بہتر ہے۔اِس آیتِ مبارکہ میں اِس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ معظم اشیاء کی تعظیم کرنا یہ حقیقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی تعظیم کرنا ہے کہ جس کام سے اُس نے منع کیا ہے اُسے چھوڑ دیا جائے اور جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اُسے کر لیا جائے۔ منقول ہے کہ نیکی سے جنت ملتی ہے اور معظم اشیاء کی تعظیم سے ربّ تعالیٰ۔ اسی لئے فرمایا کہ **فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ** یعنی قربِ الٰہی کے حصول میں بندے کے لیے اطاعت کرکے تَقَرُّب حاصل کرنے کے مقابلے میں معظم اشیاء کی تعظیم کرکے تقرب حاصل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کہا گیا ہے کہ خدمت کو ترک کر دینا عقوبت یعنی سزا کا سبب ہے جبکہ تعظیم کو ترک کر دینا ہجر و فراق یعنی جدائی کا سبب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اَحکام کی مخالفت سے معافی کی امید ہے لیکن تعظیم کو ترک کرنے سے معافی کے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اس (یعنی **شعائر اللہ** کی تعظیم نہ کرنے والے) بے ادب کا اِیمان و اَسلام اور توحید سب خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔“[1]

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اِس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”جن چیزوں کا اِحترام ہے اُن کا ادب کرنا ضروری ہے، اِس میں خانہ کعبہ، قرآن شریف، ماہِ رمضان، مسجد حرام، مدینہ منورہ کے در و دیوار کا ادب، حضور کی تمام سنتوں کی حُرمت سب ہی داخل ہیں۔ اُن کی تعظیم رب کی تعظیم ہے۔ معلوم ہوا کہ **اللہ** کی چیزوں کی تعظیم عبادت کی جڑ ہے۔ اگر دل میں تعظیم و محبت ہے تو عبادت قابل قبول ہے ورنہ نہیں۔ شیطان کی عبادات اِسی لیے برباد ہوئیں کہ اس کے دل میں آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی تعظیم نہ تھی۔“[2]

مذکورہ آیت کی باب کے ساتھ مناسبت:

اِس آیتِ مبارکہ میں اِس بات کا بیان ہے کہ جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حُرمتوں اور جن چیزوں کے

---

1 ... روح البیان، پ۱۷، الحج، تحت الآیۃ: ۳۰، ۶/۲۹۔

2 ... نور العرفان، پ۱۷، الحج، تحت الآیۃ: ۳۰۔

ادب واحترام اور تعظیم کا اُس نے حکم ارشاد فرمایا ہے، اُن کی تعظیم کرے گا، اُس کے تمام اَحکام فرائض وواجبات وغیرہ کی بجاآوری کرے گا تو یہ اُس کے رب کے ہاں اُس کے لیے بھلا ہے اور مسلمانوں کی عزت وحرمت اور اُن کے ادب واحترام کا حکم بھی رب تعالیٰ نے ہی فرمایا ہے اِس لیے یقیناً مسلمانوں کی حرمت کی تعظیم کرنا بھی اُس کے حکم کی بجاآوری ہے۔ اِسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ آیت اِس باب میں ذکر فرمائی۔

(2) شَعَائِرُ الله کی تعظیم دِلوں کا تقویٰ ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ (پ۱۷، الحج: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

مُفَسِّرشہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان اِس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ عبادتِ ظاہری تو ظاہر جسم کا تقویٰ ہیں اور دل میں بزرگوں اور اُن کے تبرکات کی تعظیم ہونا دلی تقویٰ ہے، اللہ نصیب کرے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جانور یا پتھر کو عظمت والے سے نسبت ہو جائے وہ **شعائرُ اللہ** بن جاتا ہے۔ قرآن نے ہدی (حج کی قربانی) کے جانور کو کعبہ کی نسبت سے اور صفا مروہ پہاڑ کو کعبہ والی ہاجرہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کی برکت سے **شعائرُ اللہ** فرمایا۔ تفسیرِ روح البیان میں فرمایا کہ بزرگوں کی قبریں بھی **شعائرُ اللہ** ہیں اور جن لوگوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ سب **شعائرُ اللہ** ہیں۔“[1]

مذکورہ آیت کی باب کے ساتھ مناسبت:

اِس آیتِ مبارکہ میں **شعائرُ اللہ** کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے، اور جن لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے بندوں سے نسبت ہو جائے وہ بھی **شعائرُ اللہ** ہیں گویا اس آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کی تعظیم اور ان کی حرمت کی عظمت کا بیان ہے اور یہ باب بھی مسلمانوں کی حرمتوں کی تعظیم سے متعلق ہے اسی لیے علامہ

1 . . . نور العرفان، پ۱۷، الحج، تحت الآیۃ: ۳۲۔

نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ اِس باب میں ذکر فرمائی۔

(3) مؤمنین پر رحمت و شفقت اور تواضع کا حکم

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ (پ۱۴، الحجر: ۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو۔

اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اِس آیتِ مبارکہ میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فقراء مسلمانوں پر رحمت و شفقت اور تواضع کرنے کا حکم اِرشاد فرمایا گیا ہے۔''[1]

(4) ایک جان کو بلاوجہ قتل کرنے کا وبال

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (پ۶، المائدہ: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جِلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جِلا لیا۔

اَبُوْ عَبْدُاللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ جس نے ایک جان کو قتل کیا اور اُس کی حرمت کو توڑا تو وہ تمام لوگوں کو قتل کرنے والے کی مثل ہے اور جس نے ایک جان کے قتل کو ترک کیا اور اُس کی حرمت کی حفاظت کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اُسے چھوڑ دیا تو وہ اُس شخص کی مانند ہے جس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔'' امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''اِس آیتِ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ

1 . . . تفسیر کبیر، پ۱۴، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۸، ۷/ ۱۶۲۔

جس شخص نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس سے ناراض ہو گا، اُس کی جزا جہنم بنائے گا اور آخرت میں اُس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کرے گا۔" اِس آیت مبارکہ کے یہ بھی معنی بیان کیے گئے ہیں کہ "جس نے کسی نفس کو قتل کیا اُس پر وہی قصاص لازم ہوتا ہے جو تمام لوگوں کو قتل کرنے والے پر لازم ہوتا ہے اور جس نے ایک جان کو جِلالیا اِس سے مراد یہ ہے کہ جس کے قتل کا فیصلہ اُس کے حق میں ہو گیا اسے معاف کر دے کہ قتل پر شرعی اِعتبار سے قادر ہونے کے باوجود قتل کو معاف کر دے تو اُس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کیا۔" ابنِ عطیہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: "ایک مسلمان کی حرمت کو پامال کرنے والا تمام لوگوں کی حُرمت کو پامال کرنے والا ہے۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:222

مؤمن مؤمن کے لیے دیوار کی طرح ہے

عَنْ اَبِیْ مُوسٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم قَال: اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حُضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے کو تقویت دیتا ہے۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرکے اشارہ فرمایا۔

مُعَاوَنَت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا کہ اِس حدیثِ پاک میں جو مثال پیش کی گئی ہے اُس سے ایک مؤمن کو

1 . . . تفسیر قرطبی، پ٦، المائدة، تحت الاية: ٣٢، جزء: ٦، ٣/ ٨١، ٨٢۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضا، ١٠٦/٤، حدیث: ٦٠٢٦۔

دوسرے مؤمن کی مدد و نصرت پر اُبھارا گیا ہے اور یہ کام یعنی ایک دوسرے کی مدد کرنا ایک پختہ اور ضروری امر ہے کیونکہ عمارت اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتی اور نہ ہی اُس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے جب تک اُس کے بعض حصے دوسرے حصوں کو مضبوطی سے تھام نہ لیں اور انہیں تقویت نہ دیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو عمارت کے مختلف حصے جدا جدا ہو جائیں گے اور عمارت خراب ہو جائے گی۔ مؤمن کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد و نصرت اور تقویت کے بغیر کوئی بھی دِینی و دُنیوی کام نہیں کر سکتا، اگر اسے اپنے بھائی کی مدد و نصرت حاصل نہ ہو تو وہ کوئی بھی اچھا کام کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اپنے مخالف کا سامنا کر سکتا ہے اور ایسی صورت میں دِین و دُنیا کا نظام کبھی مکمل نہیں ہو گا اور وہ مؤمن ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائے گا۔"[1]

مسلمانوں میں بعض کے بعض پر حقوق:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان مرآۃ المناجیح میں مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی مؤمنوں کے دنیاوی اور دینی کام ایک دوسرے سے مل جل کر مکمل ہوتے ہیں جیسے مکان کی دیوار ایک دوسرے سے مل کر مکان مکمل کرتی ہے۔ (آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے) ایک ہاتھ شریف کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں داخل کر دیں یعنی گتھا دیں یہ سمجھانے کے لیے کہ جیسے یہ انگلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو گئیں، ایسے ہی مسلمان ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہیں کہ یہ کبھی بے تعلق نہیں ہو سکتے۔ گتھانے والے یا تو راوی حدیث حضرت سیدنا ابو موسٰی اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں یا حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود ہیں۔ یہ مثال یہ بتانے کے لیے ہے کہ مسلمانوں کے بعض کے بعض پر حقوق ہیں۔"[2]

حقیقی قوی کون ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ البَارِی فرماتے ہیں: "اس میں کچھ شک نہیں کہ حقیقی قوی وہ ہے جو کسی ضعیف کو سہارا اور اُسے تقویت دے تو حدیثِ پاک کا ماحصل یہ ہوا کہ مؤمن اپنے بھائی کی معاونت سے

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب تعظیم حرمات المسلمین الخ، ۲/۲، الحدیث ۲۲۳۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۵۴۹۔

ہی مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے جیسے عمارت کے بعض حصے دوسرے حصوں کو مضبوط بناتے ہیں۔“[1]

گناہ والے کاموں میں تعاون کی ممانعت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ مذکورہ حدیثِ پاک میں ایک مؤمن کو دوسرے مؤمن کی مدد ونصرت پر اُبھارا گیا ہے لیکن اِس مدد ونصرت کا نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہونا شرط ہے کیونکہ برائی اور گناہ والے کاموں پر مدد کرنے سے خود ربّ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ (پ۶، المائدۃ: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ”تمام مسلمان عمارت کی طرح ہیں جو باہم ایک دوسرے سے تقویت پاتے ہیں۔ البتہ اگر یہ تعاون ومدد حرام ومکروہ کاموں میں ہو تو گناہ کا باعث بن جائے گا۔“**[2] **علامہ نووی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے حقوق کی تعظیم کا ذکر ہے اور اُس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے، نرمی کرنے اور مشکل میں مدد کرنے پر اُبھارا گیا ہے جبکہ وہ کام (جن میں مدد کی جارہی ہے) گناہ والے نہ ہوں۔“**[3]

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی پیروی:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال **فرماتے ہیں: اس حدیث کی رُو سے مومنین کا ایک دوسرے کے ساتھ دُنیاوی کاموں میں تعاوُن کرنا مستحب ہے اور یہ اچھے اَخلاق میں سے ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ہے: ”اللہ** عَزَّوَجَلَّ **اُس وقت تک بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔“ لٰہذا مؤمنین کو چاہیے کہ اپنے انبیاء** عَلَیْہِمُ السَّلَام **کے آداب پر عمل کریں اور شفقت ونصیحت**

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب الشفقہ والرحمۃ علی الخلق، ۸/ ۶۸۲، تحت الحدیث: ۴۹۵۵۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۴/ ۱۲۵۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الادب، باب الشفقہ والرحمۃ علی الخلق، ۸/ ۶۸۲، تحت الحدیث: ۴۹۵۵

جیسے وہ اَوصاف جن سے مومنین کو موصوف کیا گیا ہے اِن میں اُن کی اقتداء کریں۔“[1]

”حدیث“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) تمام مؤمنین آپس میں دینی رشتے کے سبب ایک دوسرے کے معاون و مدد گار ہیں۔

(2) نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور برائی و گناہ والے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(3) اسلام ایک عمارت کی طرح ہے اور تمام مؤمنین اس کی اینٹیں ہیں، جس طرح عمارت کی اینٹیں ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہیں اسی طرح تمام مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرکے اس اسلامی عمارت کو مضبوط کرتے اور اسے تقویت دیتے ہیں۔

(4) حقیقی مدد گار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے اور اس کی عطا سے اس کے بندے بھی معاون و مدد گار ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی باہم مدد و نصرت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 223

مسلمانوں کو تکلیف نہ دینے کا حکم

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ مَرَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ مَسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا وَمَعَہُ نَبْلٌ فَلْیُمْسِكْ اَوْ لِیَقْبِضْ عَلٰی نِصَالِھَا بِکَفِّہٖ اَنْ یُّصِیْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْھَا شَیْءٌ.[2]

---

[1] . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الادب، باب تعاون المومنین بعضھم بعضا، ۹/ ۲۲۷

[2] . . . بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح فلیس منا، ۴/ ۴۳۴، حدیث: ۷۰۷۵۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص ہماری مسجدوں یا بازاروں میں گزرے اور اس کے پاس تیر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے تھام لے۔“ یا (ارشاد فرمایا:) ”اس کی نوک کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لے تاکہ کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔“

مسلمان کی حرمت کی تاکید:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں مسلمان کی حُرمت کی تاکید ہے تاکہ اُسے کوئی خوف زدہ نہ کرے اور نہ ہی زخمی کرے کیونکہ مسلمان عموماً مساجد کے پاس سے گزرتے ہیں خصوصاً نمازوں کے اوقات میں لہٰذا حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ خطرہ ہوا کہ تیر کی نوک سے کسی مسلمان کو ایذا نہ پہنچے اور یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاقِ کریمہ کا اِظہار ہے اور اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے قلیل و کثیر خون کی تعظیم ضروری ہے۔“ (1)

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مساجد میں خصوصاً اَوقاتِ صلوٰۃ میں بہت لوگ ہوتے ہیں اگر تیر ہاتھوں میں تھامے بغیر چلے تو مسلمان کو زخم آنے کا خوف ہے۔ خیال کریں کہ سیدِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کس قدر رحیم ہیں کہ کسی کے ہاتھوں مسلمان کو اذیت نہ پہنچے۔“ (2)

بازار یا کسی اور جگہ تیر یا نیزہ پکڑنے کا حکم:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بازار و مسجد کا ذکر ہے لیکن شارحین کرام نے یہاں پر اِس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اِس سے مراد تمام اجتماعات، مِنٰی، عَرَفات، مُزْدَلِفَہ، عُرس وغیرہ یا وہ تمام مقامات مراد ہیں جہاں سے مسلمانوں کا گزر ہوتا ہے یا پھر جہاں مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ نیز اِس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عوامی جگہوں کو بناتے وقت یا اُن کو آباد کرتے وقت مسلمانوں کو نفع پہنچانے یا مسلمانوں کو نقصان سے بچانے کی نیت کی جائے، اگرچہ اِس سے مسلمانوں کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی فائدہ حاصل ہوگا لہٰذا مسافر خانہ، ہسپتال، سایہ

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصلوۃ، باب یاخذ بنصول النبل... الخ، ۲/ ۱۰۲، ملخصاً۔

2 ... تفہیم البخاری، ۱/ ۸۰۱۔

دار درخت، کنواں وغیرہ اِن سب میں یہ ہی نیت ہونی چاہیے کہ مسلمان اِن سے نفع اُٹھائیں۔[1]

کسی مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی بازار، مسجد، اجتماعِ ذکر و نعت، ہفتہ وار اجتماع، بزرگانِ دِین کے عُرس یا کسی بھی ایسی جگہ جانے کا موقع ملے جہاں لوگوں کا مجمع ہو تو اپنے ساتھ بلاضرورت ایسی چیزیں نہ رکھیں جن سے مسلمانوں کو ایذا پہنچنے کا اندیشہ ہو کیونکہ بلااِجازتِ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دینا جائز نہیں۔ مسلمان کی حرمت اور اُسے تکلیف نہ دینے کے متعلق 3 فرامین مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: **(1)** ”جس نے بِلاوجہِ شَرعی کسی مسلمان کو اِیذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے اِیذا دی اُس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اِیذا دی۔“[2] **(2)** ایک بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کعبہ مُعَظَّمَہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: ”مومن کی حرمت تجھ سے زِیادہ ہے۔“[3] **(3)** ”مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زَبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“[4]

”فاطِمَہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اسلام میں ایک مسلمان کی حرمت کا بہت خیال رکھا گیا ہے لہٰذا بلاوجہِ شرعی کسی بھی مسلمان کو کسی بھی طرح کا کوئی بھی نقصان پہنچانے یا تکلیف دینے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

(2) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں پر کمال درجہ مہربان بنا کر بھیجا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مسلمانوں کا تکلیف میں پڑنا کسی طرح بھی گوارا

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۲۵۲، ۲۵۳ ملخصا۔
2. ... معجم اوسط، ۲/ ۳۸۶، حدیث: ۳۶۰۷۔
3. ... ابن ماجه، کتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، ۴/ ۳۱۹، حدیث: ۳۹۳۲۔
4. ... بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون۔۔۔الخ، ۱/ ۱۵، حدیث: ۱۰۔

نہیں، اسی وجہ سے مسلمانوں کو تکالیف سے بچانے کی تعلیم فرمائی۔

(3) بازار، مسجد، اجتماعِ ذکر و نعت، ہفتہ وار اجتماع، بزرگانِ دِین کے عرس یا کسی بھی ایسی جگہ جانے کا موقع ملے تو اپنے ساتھ تکلیف دہ چیزوں (جیسے ہتھیار وغیرہ نوکیلی چیز) کو نہ رکھا جائے اور اگر ضرورتاً اپنے ساتھ کسی ایسی چیز کو رکھنا بھی پڑے تو کوشش کرکے اس انداز میں رکھیں کہ اس سے کسی بھی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

(4) حدیثِ پاک میں ایک مومن کی حرمت کو **کعبۃ اللہ** شریف کی حرمت سے بھی بڑھ کر بتایا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت، جان، مال کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

(5) اسلام امن اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے، اسلام نے ہر معاملے میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی ہے حتی کہ مذکورہ حدیثِ پاک میں ہتھیار اٹھانا بھی سکھایا گیا ہے کہ اسے اس طرح اٹھایا جائے کہ اسے سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں احترامِ مسلم بجالانے کے لیے، اپنے پیارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 224

مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

[1] . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین . . . الخ، ص ۱۳۹۶ حدیث: ۲۵۸۶۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمانوں کی آپس میں دوستی، رحمت اور شفقت کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو پورا جسم بخار اور بے خوابی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“

مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”کامل مسلمان، ایمان، اسلامی رشتے کی وجہ سے ایسے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء جن کے نام بھی مختلف ہیں، کام اور شکل وصورت بھی جداگانہ مگر چونکہ اِن سب کی روح ایک ہے اس لیے ایک عضو کی تکلیف تمام اعضاء کو بے قرار کر دیتی ہے یوں ہی مختلف ممالک کے مسلمانوں کے نام، کام، زبان، غذا، دنیاوی رہن سہن مختلف ہیں مگر ان سب کا نبی حضور محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک ہیں، لہٰذا ایک کی تکلیف سارے مسلمانوں کو بے قرار کر دیتی ہے مگر یہ کیفیت زندہ مسلمانوں کی ہے جو مُردہ یا بے حس ہوگئے وہ مُردہ جسم یا سوکھے ہوئے اَعضاء کی طرح ہیں کہ ایک کو چوٹ لگاؤ دوسرے کو خبر نہ ہو۔ ایک عضو کو بیماری ہو تو سارے اَعضاء بے قرار ہو کر اُس کی تکلیف دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب تک اُسے آرام نہ ہو جائے یہ چین سے نہیں رہتے۔ یوں ہی ایک مسلمان کی تکلیف کو ساری قوم مل کر دفع کرتی ہے اُس کے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔ **اللہ** تعالٰی ہم سب کو اپنے محبوب سے وابستگی نصیب فرمائے اور ہماری ساری قوم کا یہ ہی حال ہو جائے۔“[1]

مُؤمنین کی مثال ایک جان کی طرح ہے:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ”جب مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا پورا جسم بخار اور بے سکونی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔“ **عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جس طرح حالتِ صحت میں اِنسان کا تمام جسم راحت وسکون میں ہوتا ہے اِسی طرح حالتِ بیماری میں اِنسان کا تمام جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب انسان کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو وہ تمام جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ اِسی طرح مومنین کی مثال ہے کہ وہ ایک جان کی طرح ہیں کہ جب اُن میں سے کسی ایک کو بھی تکلیف

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۴۸ ملخصًا۔

پہنچے تو چاہیے کہ تمام کے تمام غمزدہ ہو جائیں اور اُسے زائل کرنے کی کوشش کریں۔“[1]

مسلمانوں کے حقوق اور اُن کی عظمت کا بیان:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”علامہ کرمانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ بخار ایک حرارتِ غریبہ ہے جو دِل میں پیدا ہوتی ہے اور پورے بدن میں پھیل جاتی ہے جس سے پورے بدن کو تکلیف ہوتی ہے۔ اِس حدیثِ پاک میں مسلمانوں کے حقوق کی تعظیم، ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کرنے کا درس دیا گیا ہے۔“[2]

فقیہِ اَعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی تکلیف اور راحت میں تمام اَعضاء آپس میں موافق ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو دُکھ میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔ اِس حدیث سے مسلمانوں کے حقوق کی عظمت، اُن کی معاونت اور ایک دوسرے سے شفقت واضح ہوتی ہے۔“[3]

تمام مسلمانوں میں مذہبی تعلق ہے:

اگر ہاتھ یا پاؤں کی ایک انگلی کے ناخن میں بھی ذرا سی تکلیف ہو تو سارا جسم تکلیف سے بے قرار ہو جاتا ہے، تڑپنے لگ جاتا ہے، اس کا سکون برباد ہو جاتا ہے، کیونکہ جسم کے تمام اجزاء کا آپس میں خونی تعلق ہے، اسی طرح جب ایک مسلمان چھوٹی سی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو تمام مسلمانوں کی نیند اڑ جاتی ہے، وہ سب بے قرار ہو جاتے ہیں، سب بے چین ہو جاتے ہیں کیونکہ تمام مسلمانوں میں ایک مذہبی تعلق ہے۔ کسی بھی مسلمان کو تکلیف میں دیکھ کر اس کے دیگر مسلمان بھائی اس کی ذات، رنگ ونسل، ملک وشہر اور علاقے کی بھی پرواہ نہیں کرتے، اُس کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر یہ عظیم جذبہ خود اسلام نے پیدا کیا ہے، اسلام نے اپنے چاہنے والوں کو یہ شعور دیا ہے کہ تم سب ایک جان ہو، تم میں سے کسی

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۸/۶۸۵، تحت الحدیث: ۴۹۵۳، ملخصًا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ۱۵/۱۷۶، تحت الحدیث: ۶۰۱۱۔

3 . . . تفہیم البخاری، ۹/۲۴۸۔

ایک کی تکلیف سب کی تکلیف ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔'' عرض کیا گیا: ''یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مظلوم کی مدد تو کرتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟'' فرمایا: ''ظالم کو ظلم سے روکو کہ یہی اُس کی مدد کرنا ہے۔''[1]

ایک اور حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اپنے بھائی پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اُسے ظالم کے حوالے کرتا ہے اور جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت کو پورا کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی حاجت کو پورا فرماتا ہے اور جو اپنے مسلمان بھائی کی کسی دُنیوی پریشانی کو دُور کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی قیامت کی پریشانیوں میں ایک پریشانی کو دُور فرمائے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے گا کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔''[2]

امام ''حسن'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) تمام مسلمانوں کی حیثیت ایک جسم کی ہے، جس طرح جسم کے ایک حصے میں تکلیف ہو تو پورے جسم کو محسوس ہوتی ہے ویسے ہی کسی ایک مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو تمام مسلمان بے قرار ہو جاتے ہیں، اپنے اس مسلمان بھائی کی ہر طرح سے مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(2) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر نہ تو ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اُسے ظالم شخص کے حوالے کرتا ہے۔

(3) اِسلام وہ پیارا دِین اور مذہب ہے جس میں اُس کے چاہنے اور ماننے والوں کی عظمت، اُن کے حقوق، ایک دوسرے کے ساتھ تعاوُن اور شفقت و محبت کا درس دیا گیا ہے۔

---

1 ... بخاری، کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبه... الخ، ۲/۳۸۹، حدیث: ۶۹۵۲۔

2 ... بخاری، کتاب المظالم والغضب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ۲/۱۲۶، حدیث: ۲۴۴۲۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے دُکھ درد میں شریک ہونے اور اُن کی ہر طرح سے مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:225

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی بچوں پر شفقت

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ: اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک بار حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو چوما۔ اس وقت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حضرت سیدنا اَقرع بِن حابِس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی موجود تھے۔ انہوں نے عرض کی: ”میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چوما۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: ”جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔“

امامِ حسن کو چومنا بوسۂ رحمت تھا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بوسہ یعنی چومنے کی پانچ قسمیں ہیں، جن میں سے ایک بوسۂ رحمت یعنی رحم اور شفقت کرتے ہوئے کسی کو چومنا بھی ہے جیسے اپنے بچوں کو چومنا۔ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا امامِ حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے رخسار چومے یا سر یا پھر رخسار اور سر دونوں کو چوما اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ چومنا بوسۂ رحمت ہی تھا۔ بچوں کو چومنا بوسۂ رحمت ہے جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں فرماتا۔“[2]

---

1 ... بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، ۴/۱۰۰، حدیث: ۵۹۹۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۳۵۵ ملتقطاً۔

محبت سے نہ چومنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جب حضرت سیدنا اَقرع بن حابس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا کہ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیدنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو چوم رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ”میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے کسی کا بھی بوسہ نہ لیا۔“ اس کی وجہ یہ تھی کہ دیہات والوں میں سخت دلی اور خشک مزاجی ہوتی ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”جو شخص دیہات میں رہا اس کی طبعیت میں سختی آگئی۔“ سیدنا اقرع بن حابس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اپنی اولاد پر شفقت نہ کرنے، انہیں پیار و محبت سے نہ چومنے اور انہیں نہ اُٹھانے کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کی طرف تعجب سے دیکھا اور فرمایا: ”جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر رحم بھی نہیں کیا جاتا۔“[1]

رحم و کرم کی عادت بہت بڑی نعمت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! رحم کرنا اور مہربانی و شفقت کا سلوک اور برتاؤ کرنا یہ مسلمان کی بہترین خصلت اور اعلیٰ درجے کی قابل تعریف عادت ہے کہ خود تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”رحم کرنے والوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ رحم فرماتا ہے۔ اے لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے گا۔“[2] نرم خوئی، مہربانی اور رحم و کرم کی عادت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ”جس شخص کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو نرمی سے محروم ہوا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم ہوا۔“[3]

بچوں پر شفقت کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اپنے بچوں پر شفقت کرنی چاہیے، انہیں پیار سے چومنا ان پر رحم کرنا ہے اور جو کسی پر رحم کرتا ہے تو اس پر بھی رحم کیا جاتا ہے۔ اس حدیث

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی تعظیم حرمات المسلمین، ۲/۸، تحت الحدیث: ۲۲۶، ملخصاً۔

2 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة المسلمین، ۳/۳۷۱، حدیث: ۱۹۳۱۔

3 . . . شرح السنة، کتاب البر والصلة، باب الرفق، ۶/۴۷۲، حدیث: ۳۳۸۵۔

پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندہ دوسروں کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر دوسروں پر رحم کرے گا تو اس پر بھی رحم کیا جائے گا اور اگر دوسروں پر ظلم کرے گا تو اس پر بھی ظلم کیا جائے گا۔ چار فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے:

(1) ”رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا اور معاف کرو **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔“[1]

(2) ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بکری کو ذبح کرتے ہوئے مجھے اس پر رحم آتا ہے۔“ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تو اس پر رحم کرے گا تو **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے گا۔“[2] **(3)** ”بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم فرماتا ہے۔“[3] **(4)** ”تم ہرگز مومن نہیں ہوسکتے جب تک ایک دوسرے پر رحم نہ کرو۔“ بارگاہِ رسالت میں عرض کی گئی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم میں سے ہر ایک رحم دل ہے۔“ فرمایا: ”اپنے ساتھی پر رحم کرنا کافی نہیں بلکہ عام لوگوں پر بھی رحم کرو۔“[4]

مدنی گلدستہ

”بغداد“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اسلام میں اگر بزرگوں کے ادب واحترام کی تعلیم دی گئی ہے تو وہیں چھوٹے بچوں پر شفقت و محبت کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔

(2) اپنے چھوٹے بچوں کو شفقت سے چومنا، ان پر رحم کرنا حدیث پر عمل کرنا ہے۔

(3) جو شخص نرم دلی، رحمت و مہربانی کی خصلت سے محروم کر دیا گیا تو وہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے

---

1 . . . مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/۵۶۵، حدیث: ۶۵۵۲۔

2 . . . مستدرک حاکم، کتاب الاضاحی، باب افضل الضحایا۔۔۔الخ، ۵/۳۲۷، حدیث: ۷۶۳۶۔

3 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب۔۔۔الخ، ۱/۴۳۴، حدیث: ۱۲۸۴۔

4 . . . مجمع الزوائد، کتاب البر والصلة، باب رحمة الناس، ۸/۳۴۰، حدیث: ۱۳۶۷۱۔

محروم ہو گیا۔

(4) رحم کرنا اور مہربانی وشفقت کا سلوک کرنا یہ ایک بہترین اور قابلِ تعریف عادت ہے۔

(5) اگر بندہ دوسروں پر رحم کرے گا تو اس پر بھی رحم کیا جائے گا اور اگر انسان دوسرے انسانوں پر ظلم کرے گا تو اس پر بھی ظلم کیا جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بزرگوں کے ادب واِحترام کے ساتھ ساتھ چھوٹے بچوں پر شفقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ ہر مسلمان پر رحم وشفقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:226

دِلوں سے رحم وکرم کا نکلنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْیَانَکُمْ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! قَالُوْا: لٰکِنَّا وَاللہِ مَا نُقَبِّلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَوَاَمْلِكُ اِنْ کَانَ اللہُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِکُمُ الرَّحْمَةَ؟[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں کہ کچھ دیہاتی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ”کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جی ہاں۔“ وہ کہنے لگے: ”لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم تو نہیں چومتے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے دلوں سے رحمت نکال دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“

رحم صرف ربّ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے:

شاہ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں بے رحمی پر زجر

1 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان۔۔۔الخ، ص۱۲۶۷، حدیث:۲۳۱۷۔

ہے اوراس طرف اشارہ ہے کہ جس دِل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ رحم پیدا نہ فرمائے تو کوئی دوسرا یہ چیز وہاں پیدا نہیں کر سکتا۔‘‘ [1] عَلَّامَه بَدْرُ الدِّين عَيْنِي عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ’’حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے دل سے رحمت نکال دی ہے تو میں تیرے دل میں رحمت لانے پر قادر نہیں ہوں۔‘‘[2]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ’’تم لوگوں کا اپنے بچوں کو نہ چومنا اس لیے ہے کہ رب تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے رحم و کرم نکال دیا ہے جن کے دلوں سے اللہ رحم نکال دے اس کے دل ہم رحمت و کرم کس طرح ڈالیں ہم تو اللہ کی رحمتوں کا دروازہ ہیں۔‘‘[3]

چھوٹے بچوں کو خوش رکھنے کی فضیلت:

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’بے شک جنت میں ایک گھر ہے جسے ’’الفرح‘‘ کہا جاتا ہے، اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے ہیں۔‘‘[4]

رسولُ اللہ کی شہزادہ حَسَن پر شفقت:

حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک بار سرکارِ دوعالَم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دِن کے وقت بنی قینقاع کے بازار سے واپس لوٹنے کے بعد اپنی لاڈلی شہزادی حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر کے صحن میں تشریف فرما ہوگئے اور شہزادہ حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ سیدتنا فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے انہیں تھوڑی دیر روکے رکھا۔ میں سمجھا شاید انہیں ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں۔ اتنے میں وہ دوڑتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف آئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں گلے لگالیا اور اُن کو چوما، پھر بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض گزار

---

1 ... اشعة اللمعات، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ۱۲۲/۴ ملخصاً۔

2 ... عمدة القاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبیله ومعانقته، ۱۲۲/۱۵، تحت الحدیث: ۵۹۹۸۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۵۴۵/۶۔

4 ... جامع صغیر، ص ۱۴۰، حدیث: ۲۳۲۱۔

ہوئے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ تو اِس سے محبت فرما اور جو اِس سے محبت کرے تو اُس سے بھی محبت فرما۔“[1]

رسولُ اللہ کی حَسَنَینِ کرِیمین پر شفقت:

حضرت سیِّدُنا ابو بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک بار خطبہ اِرشاد فرمارہے تھے کہ اتنے میں حضرت سیدنا حسن اور حضرت سیدنا حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا آئے جن پر دو سُرخ (دھاری دار) قمیصیں تھیں۔ وہ چلتے تھے اور گرتے تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دیکھا تو منبر سے نیچے تشریف لائے پھر اُن دونوں کو اُٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا۔“[2]

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں یا سر چومنا جائز ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ جس طرح اپنے چھوٹے مدنی منوں یا منیوں کو شفقت و محبت سے چومنا جائز ہے ویسے ہی بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے ہاتھ پاؤں یا سر وغیرہ چومنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۷۲۳ صفحات پر مشتمل کتاب ”فیضان صدیق اکبر“ صفحہ ۳۶۶ پر ہے: ”حضرت ابو رجاء عمران عطاردی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک جگہ کافی لوگ اکٹھے ہیں اور ان میں سے ایک شخص کسی دوسرے کا سر چوم رہا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ رہا ہے کہ ”میں تم پر فدا ہوں، اگر تم نہ ہوتے تو ہم تباہ ہو جاتے۔“ میں نے کسی سے پوچھا: ”یہ دونوں کون ہیں؟“ بتایا گیا: ”یہ سر چومنے والے حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جن کا سر چوم رہے ہیں وہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا اور اب وہ مانعین زکوٰۃ ذلیل ہو کر خود ان کی بارگاہ میں زکوٰۃ لائے ہیں۔“[3]

---

1 . . . بخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، ۲/۲۵، حدیث: ۲۱۲۲۔

2 . . . ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن۔۔۔الخ، ۵/۴۲۹، حدیث: ۳۷۹۹۔

3 . . . المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ذکر خبر ردۃ الیمن، ۴/۸۷۔

تم ذمہ داری کے قابل نہیں ہو:

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خود بھی نہایت شفیق تھے اور آپ کی یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ جسے بھی حاکم مقرر کریں وہ انتہائی شفیق ومہربان ہو۔ دراصل آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی یہ مدنی سوچ آپ کی اعلیٰ ظرفی اور اُمَّتِ مُسلِمہ پر شفقت ومحبت پر دلالت کرتی ہے۔ جس شخص میں اپنی رعایا یا ماتحت افراد پر شفقت ومحبت کرنے کا ذہن نہیں وہ آپ کے نزدیک کوئی عہدہ دیے جانے کے قابل نہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو عثمان نہدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے قبیلہ بنو اُسد کے ایک شخص کو حاکم بنایا۔ وہ عہدہ لینے کے لیے بارگاہِ فاروقی میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کا ایک چھوٹا مدنی منا بھی آپ کے پاس موجود ہے اور آپ اُسے فرطِ محبت سے چوم رہے ہیں۔ اُس نے تعجب سے کہا: ”حضور! کیا آپ اس بچے کو چوم رہے ہیں؟ میں نے کبھی اپنی اولاد کو محبت سے نہیں چوما۔“ یہ سن کر سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سخت ناپسندیدگی کا اِظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”تم تو لوگوں پر بہت کم رحم کرنے والے ہو، تم اِس قابل نہیں ہو کہ تمہیں کوئی ذمہ داری دی جائے لاؤ ہمارا وہ منصب جو ہم نے تمہیں دیا ہے، آج کے بعد تم کبھی بھی ہمارا کوئی حکومتی کام نہیں کروگے۔“[1]

”بغداد“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بچوں پر شفقت ومحبت کرنا اور انہیں شفقت سے چومنا نہ صرف جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

(2) شفقت ومحبت اور رحم دلی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(3) جنت میں ایک گھر ہے اس سے وہی لوگ داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے ہیں۔

(4) بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے ہاتھ پاؤں اور سر وغیرہ چومنا بھی بالکل جائز ہے۔

---

1 . . . سنن کبری، کتاب السیر، باب ما علی الوالی من امر الجیش، ۹/ ۷۲، حدیث: ۱۷۹۰۶۔

(5) ہمارے اَسلاف ایسے شخص کو کوئی عُہدہ نہ دیا کرتے تھے جس کے دل میں شفقت و محبت نہ ہوتی کیونکہ ایسا شخص مخلوق پر کیسے رحم کرے گا؟ جب اُس کے اپنے دل میں ہی رحم نہیں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں چھوٹے بچوں پر شفقت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:227

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَا یَرْحَمِ النَّاسَ لَا یَرْحَمْہُ اللہُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیدنا جریر بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی اس پر رحم نہیں فرماتا۔“

ربّ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا معنیٰ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں پر شفقت و مہربانی فرمائے گا نہ نرمی۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان بطورِ خبر ہے یا ایسے لوگوں کے خلاف دعا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتے۔ معنیٰ یہ ہوئے کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنہیں رحمت کاملہ ملی ہے اور جو رحمت کے گھر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں ورنہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت تو ہر شے کو شامل ہے۔“[2]

بچوں پر شفقت و محبت کے مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! محبت و شفقت اولاد کے ساتھ اچھے برتاؤ کا اہم ترین ذریعہ ہے، اسی لیے

---

1 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان۔۔۔الخ، ص ۱۲۶۸، حدیث: ۲۳۱۹۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۸/ ۲۸۰، تحت الحدیث: ۴۹۴۷۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کو انسان ہی نہیں بلکہ ہر جاندار کی فطرت میں ودیعت رکھا ہے۔ جانوروں کو دیکھ لیجئے کہ کس طرح وہ اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں، ایک چھوٹے پرندے سے لے کر بڑے بڑے درندوں میں بھی بچوں کی محبت موجود ہوتی ہے، انسان تو پھر انسان ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے، جب یہ انسان خود اپنے رب تعالیٰ کے رحم و کرم کا ہر وقت محتاج ہے تو اس کا دل کیسے رحم سے خالی ہو سکتا ہے؟ ربّ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود اِرشاد فرمایا: ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔“[1]

شاید ہی کوئی ماں باپ ایسے ہوں جن کے دل میں اولاد کی محبت اور اس پر مہربانی کا جذبہ نہ ہو لیکن یہ ضرور ہوتا ہے کہ یا تو والدین محبت کا تقاضا پورا نہیں کرتے یا محبت کا طریقہ غلط اختیار کرتے ہیں۔ محبت کا تقاضا پورا نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو بچوں سے محبت کی وجہ سے جو طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے وہ اُس میں لاپرواہی کرتے ہیں۔ بچوں کو محبت دینے کا غلط طریقہ یہ ہے کہ بچوں کی ہر ضد پوری کی جائے۔ مثلاً جو چیز بھی وہ مانگیں انہیں دے دی جائے، چاہے اُس سے انہیں نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ اُن کی اَنجان حرکتوں پر غور نہ کرنا، چاہے وہ اُن کے اَخلاق و عادات کو بگاڑ ہی کیوں نہ دے۔ محبت و شفقت بچوں کا حق ہے لیکن اُس میں اعتدال ہونا چاہیے کہ نہ تو بچوں کی حق تلفی ہو اور نہ وہ اُن کے لیے مضر و نقصان دہ ہو۔ اِس سلسلے میں سب سے زیادہ ماں کو محتاط ہونا چاہیے کہ ماں کا دل اَولاد کی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور وہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر بچوں کی غلط ضد پوری کرتی ہے اُن کی بری عادتوں کی پردہ پوشی کرتی ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ماں بچوں کی غلط عادات کی اُن کے والد کو اطلاع نہیں ہونے دیتی تاکہ اُن کا والد اُن پر سختی نہ کرے اور وہ سزا سے بچ جائیں۔ ماں کی محبت کا یہ انداز اولاد کے لیے زہر قاتل ہے، ایسی ماں اولاد کی محبت کا حق ادا نہیں کرتی بلکہ اسے تباہی کے گڑھے میں دھکیلتی ہے کہ غلطیوں پر بچوں کو فوراً تنبیہ کرنی چاہیے اور یہی اُن کے ساتھ اچھا

---

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الصبیان، ۳/۳۶۹، حدیث: ۱۹۲۸۔

برتاؤ ہے اور اُن کی محبت کا حق ادا کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیدنا "عمر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسی پر رحم کی بارش فرماتا ہے جس کا دل دوسروں کے لئے رحم و محبت سے بھرا ہوا ہو۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی اس شخص پر رحم اور نرمی نہیں فرماتا جس کا دل رحم و نرمی سے خالی ہو۔

(3) محبت و شفقت بچوں کا حق ہے لیکن اُس میں اعتدال ہونا چاہیے کہ نہ تو بچوں کی حق تلفی ہو اور نہ ہی اُن کے لیے نقصان دہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسلمانوں پر رحم و نرمی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 228

امام مُختَصر نماز پڑھائے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ، فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر پڑھائے کیونکہ اُن میں کمزور، بیمار اور زیادہ عمر والے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے۔"

---

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء، ۱/ ۲۵۲، حدیث: ۷۰۳۔

نماز میں تخفیف سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نماز میں تخفیف سے مراد یہ ہے کہ اَوْسَاطِ مُفَصَّل[1] پڑھے یا چھوٹی سورتوں پر اِکتفا کرے، رکوع اور سجود کی تسبیحات تین تین بار پڑھے، تشہد اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک مکمل پڑھے، یہ عام لوگوں کی اِمامت کے بارے میں ہے اور اگر کوئی شخص ایسی قوم کی امامت کرے جن کے ساتھ کسی کا حق متعلق نہ ہو اور وہ لمبی قراءت پر راضی بھی ہوں اور کوئی دوسرا بھی وہاں آنے والا نہ ہو تو لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“[2]

تخفیف کا حکم صرف امام کے لیے ہے:

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”امام جب نماز پڑھائے تو مقتدیوں کا خیال رکھے اور مقتدیوں پر گراں گزرنے کی صورت میں قراءتِ مَسنونہ سے زائد نہ کرے لیکن اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو خواہ قراءت لمبی کرے یا مختصر دونوں کی اجازت ہے اور تخفیف کا حکم صرف امام کے لیے ہے منفرد کے لیے تخفیف ضروری نہیں ہے۔“[3] فقیہِ اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اختصار سے مراد یہ ہے کہ قیام میں اتنی لمبی قراءت نہ کرے کہ مقتدیوں پر شاق گزرے، رہ گیا رکوع وسجدہ انہیں بطریق مستحب ادا کرے البتہ انہیں بھی بہت لمبا نہ کرے۔“[4]

امام کے لیے طویل قراءت کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب نمازیوں میں بوڑھے، کمزور اور بیمار لوگ ہوں تو امام کو چاہیے کہ وہ مختصر نماز پڑھائے اور قراءت لمبی نہ کرے، فقط ایک مجبور آدمی پر بھی طویل قراءت بار ہو تو امام کو طویل

---

1 ... سورۂ بروج سے سورۂ بینہ تک کی سورتوں کو اوساطِ مفصل کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۳، ۱/ ۵۴۶ ماخوذاً)

2 ... دليل الفالحين، باب في تعظيم حرمات المسلمين، ۲/ ۱۳، تحت الحديث: ۲۲۹، ملخصًا۔

3 ... فیوض الباری، ۳/ ۳۵۲ ماخوذاً۔

4 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۳۶۵۔

قراءت کرنا حرام ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدِّدِ دِین وملت، پروانہ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر ہزار آدمیوں کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں نو سو ننانوے 999 آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں سے اُس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے۔ خود حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نمازِ فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیالِ رحمت سے کہ اُس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طولِ قراءت سے اُدھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بے چین ہوگا صرف **قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ** اور **قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ** سے نماز پڑھادی جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر طویل قراءت کرنے میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدّتِ جلال سے سرخ ہوگئے اور فرمایا: ”اے معاذ! کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔“ یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا۔ امام کا مغرب میں سورۂ **وَالشَّمۡسِ** یا **وَالضُّحٰی** یا اول میں **اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا**، دوسری میں **اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ** یہ دونوں رکوع پڑھنا خلافِ سنّت اور **اَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُ** ایک رکعت میں اور اس سے پہلی میں **اَلۡقَارِعَۃُ** یا دوسری میں **وَالۡعَصۡرِ** پڑھنا مطابقِ سنّت ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ قراءت میں طوالت وہ زیادتی ہے جو قراءتِ مسنونہ پر ہو کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایسی ہی زیادتی سے منع فرمایا ہے اور آپ کی قراءت قراءتِ مسنونہ ہی تھی، لہٰذا جس سے آپ نے روکا وہ اس مسنونہ کے علاوہ ہوئی لہٰذا اس سے گریز کیا جائے۔“[1]

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

[1] ... فتاویٰ رضویہ، ۶/ ۳۲۵، ۳۲۶ ماخوذاً۔

(1) اسلام وہ پیارا دِین ہے جس میں جوانوں، بچوں اور بوڑھوں تمام کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔
(2) اگر مقتدیوں میں کمزور، بیمار اور بوڑھے افراد ہوں تو امام طویل قراءت نہ کرے۔
(3) اگر ہزار 1000 آدمیوں میں سے نو سو ننانوے 999 آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار، ضعیف یا کسی کام کا ضرورت مند ہے تو امام کو حرام ہے کہ وہ لمبی قراءت کرے بلکہ اُن ہزار میں سے فقط اس ایک کے لحاظ سے مختصر نماز پڑھائے۔
(4) اگر نمازیوں میں تمام لوگ صحت مند ہوں اور وہ لمبی نماز پڑھانے سے خوش ہوں تو پھر امام کے لیے لمبی نماز پڑھانا جائز ہے۔
(5) اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو جیسے چاہے پڑھے خواہ قراءت لمبی کرے یا مختصر ہر طرح جائز ہے، تخفیف کا حکم صرف امام کے لیے ہے منفرد کے لیے تخفیف ضروری نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بوڑھے، بیمار اور کمزور افراد کی رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 229 حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا پسندیدہ عمل ترک کرنا

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَدَعُ الْعَمَلَ وَھُوَیُحِبُّ اَنْ یَّعْمَلَ بِہٖ، خَشْیَۃَ اَنْ یَّعْمَلَ بِہِ النَّاسُ فَیُفْرَضَ عَلَیْھِمْ.[1]

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بسا اوقات اپنے پسندیدہ کام کو اس ڈر سے ترک فرمادیتے کہ کہیں لوگ اس کو کرنے لگ جائیں اور وہ ان پر فرض نہ ہو جائے۔"

---

1 . . . بخاری، کتاب التہجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صلوۃ اللیل... الخ، ۱ / ۳۸۴، حدیث: ۱۱۲۸۔

پسندیدہ کام کو چھوڑ دینے کا معنیٰ اور اس کی وجہ:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”حضور نبی پاک، صاحب لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنے پسندیدہ کام کو چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی اُمَّت کی وجہ سے اس عمل کو ظاہر کرنے اور اس عمل کی طرف دعوت دینے کو چھوڑ دیتے تھے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اس عمل کو اپنی ذات کے لیے بھی بالکل ترک کر دیتے تھے جب کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ پر اس عمل کو فرض کیا تھا یا آپ کے لیے مستحب قرار دیا تھا، کیونکہ آپ اپنی اُمَّت سے زیادہ متقی اور ان کی بہ نسبت عمل میں زیادہ کوشش فرمانے والے تھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رمضان میں تیسری یا چوتھی رات کو جب بہت سارے لوگ نماز تراویح کے لیے جمع ہوگئے تو آپ ان کی طرف جماعت کے لیے تشریف نہیں لے گئے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دن بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے معمول کے مطابق گھر میں نماز پڑھی تھی۔ پس آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر آپ ان کی طرف جماعت کے لیے تشریف لے گئے اور انہوں نے بھی آپ کے ساتھ نمازِ تراویح کا التزام کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کے اور اُن کے درمیان نمازِ تراویح کے حکم کو مُساوِی فرمادے گا اور اُن پر بھی آپ کی طرح نمازِ تراویح فرض ہو جائے گی۔

دوسرا یہ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ خوف تھا کہ اگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پابندی کے ساتھ نماز تراویح باجماعت پڑھتے رہے تو وہ کمزوری کی وجہ سے مستقل طور پر باجماعت نہیں پڑھ سکیں گے اور پھر جو اس کو ترک کرے گا وہ گناہ گار ہوگا اور وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِتباع کو ترک کرنے اور آپ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے عذاب کا مستحق ہوگا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی اتباع کو فرض قرار دیا ہے چنانچہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵۸ ترجمۂ کنز الایمان: اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ۔ (پ۹، الاعراف: ۱۵۸)

اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اتباع نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ (پ۱۸، النور: ۶۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

تو حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جو مومنین پر رحم وشفقت فرمانے والے ہیں آپ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں آپ کی اِتباع ترک کرکے وہ لوگ فرض کو ترک کرنے والوں کے زُمرے میں شامل نہ ہو جائیں کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت فرض ہے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس فرض کے ترک سے لوگوں کو بچانے کے لیے نمازِ تراویح کی جماعت کے لیے تشریف نہ لائے۔"[1]

ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قربان جایئے اپنے مُحسِن و مُشفِق آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر جنہیں اپنی اُمَّت کا مشقت میں پڑنا گوارا نہیں، اپنے پسندیدہ عمل کو بھی اس لیے ترک فرمادیتے کہ کہیں اُمَّت پر لازم نہ ہو جائے اور اس کی ادائیگی نہ کرنے کے سبب گناہ گار نہ ہو جائیں، ہم بھی اُن سے عشق و محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، اُن کی محبت کا دَم بھرتے ہیں اور ہونا بھی چاہیے کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے مال، اَہل وعیال بلکہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ جانے، مگر یہ کیسا عشق اور کیسی محبت ہے؟ جو لوگ اپنے والدین سے محبت کرتے ہیں یقیناً وہ اُن کا دل نہیں دُکھاتے، جنہیں اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے وہ اسے ناراض نہیں ہونے دیتے، کوئی بھی اپنے دوست کو غمزدہ دیکھنا گوارا نہیں کرتا کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے اُسے رنجیدہ نہیں کیا جاتا مگر آہ! آج کے اکثر مسلمان جو کہ عشقِ رسول کے دعویدار ہیں مگر اُن کے کام محبوبِ ربُّ الانام صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شاد کرنے والے نہیں، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو ارشاد فرمائیں کہ نماز میری آنکھوں کی

---

[1] ... شرح بخاری لابن بطال، ابواب تقصیر الصلوۃ، باب تحریض النبی علیہ السلام... الخ، ۱۱۷/۳، ۱۱۸۔

ٹھنڈک ہے۔ مگر وہ کیسے عاشقِ رسول ہیں جو کہ نماز سے جی چُرا کر، نماز جان بوجھ کر قضا کر کے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قلبِ پُر انوار کے لئے تکلیف و آزار کا سبب بنتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ماہِ رمضان کے روزوں کی تاکید فرمائیں مگر وہ اِس حکم والا سے رُوگردانی کر کے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ناراضی کا سبب بنیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرمائیں: ”مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو مُعافی دو (یعنی بڑھاؤ) یہودیوں کی سی صورت نہ بناؤ۔“ مگر عشقِ رسول کے دعوے دار اور فیشن کے پرستار دشمنانِ سرکار جیسا چہرہ بنائیں، کیا یہی عشق رسول ہے؟

سرکار کا عاشِق بھی کیا داڑھی مُنڈاتا ہے؟
کیوں عِشق کا چہرے سے اِظہار نہیں ہوتا؟

حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو ساری عمر ہمیں **اُمَّتِی اُمَّتِی** کہہ کر یاد فرماتے رہے، قبر انور میں بھی **اُمَّتِی اُمَّتِی** فرمارہے ہیں اور حشر تک فرماتے رہیں گے یہاں تک کہ محشر کے روز بھی **اُمَّتِی اُمَّتِی** فرمائیں گے۔ حق یہ ہے کہ اگر صرف ایک بار بھی **اُمَّتِی** فرما دیتے اور ہم ساری زندگی ”یانبی یانبی، **یارسولَ اللّٰہ یاحبیبَ اللّٰہ**“ کہتے رہیں تب بھی اُس ایک بار **اُمّتی** کہنے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

جن کے لب پر رہا ”**اُمَّتِی اُمَّتِی**“ ...... یاد اُن کی نہ بھول اے نیازی کبھی
وہ کہیں **اُمَّتِی** تُو بھی کہہ **یَانَبِی** ...... میں ہوں حاضِر تیری چاکری کے لیے

اے عاشقانِ رسول! اُمَّت کے غمخوار آقا کے قدموں پر نثار ہو جایئے اور سنتوں کے مطابق زندگی گزار کر مَرنے کے بعد اُن کی شفاعت کے حق دار ہو جایئے اور اپنا منہ بروزِ قیامت نبی رحمت، **شفیعِ اُمَّت** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دکھانے کے قابل بنالیجئے یعنی یہود و نصاریٰ کی سی شکل وصورت بنانی چھوڑ دیجئے، اپنے چہرے پر ایک مٹھی داڑھی سجالیجئے، انگریزی بالوں کے بجائے زلفیں رکھ لیجئے اور ننگے سر گھومنے کے بجائے سبز عمامہ شریف کے ذریعے اپنا سر ”سرسبز“ کرلیجئے۔ بس اپنے ظاہر وباطن پر مدنی رنگ چڑھالیجئے۔

کاش ہم بھی عاشقِ اکبر امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قدموں کی دُھول کے صدقے سچے اور پکے عاشقِ رسول بن جائیں۔ کاش! ہمارا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، لینا دینا،

جینا مرنا میٹھے میٹھے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سُنّتوں کے مطابق ہو جائے۔

فَنا اِتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذاتِ عالی میں
جو مجھ کو دیکھ لے اُس کو ترا دیدار ہو جائے

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے اندر عشق حقیقی کی شمع روشن کرنے کے لیے تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے اور اپنے یہاں ہونے والے ہفتہ وار دعوتِ اسلامی کے اجتماع میں شرکت فرماتے رہیے اور مَدَنی انعامات پر عمل کر کے فکرِ مدینہ کرتے ہوئے روزانہ مدنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے ہر مدنی ماہ کے ابتدائی دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذمّہ دار اسلامی بھائی کو جمع کرواتے رہیے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ بیڑا پار ہو گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کا بچہ بچہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، تمام صحابہ کرام، اہلِ بیتِ عظام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ، اولیائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کی غلامی پر نازاں ہے، جب یہ غلامانِ مصطفےٰ اِخلاص کے ساتھ عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سفر کر کے نیکی کی دعوت دیتے ہیں تو بسا اَوقات کُفّار دامَنِ اِسلام میں آ جاتے ہیں۔ چنانچہ خانپور (پنجاب) کے ایک مبلغ دعوتِ اسلامی کا بیان ہے کہ بابُ المدینہ کراچی سے سنتوں کی تربیّت حاصل کرنے کیلئے تشریف لائے ہوئے مدنی قافلے کے ساتھ مجھے بھی علاقائی دورہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک درزی کی دکان کے باہر لوگوں کو اکٹھا کر کے ہم "نیکی کی دعوت" دے رہے تھے۔ جب بیان خَتم ہوا تو اسی دوکان کے ایک ملازم نوجوان نے کہا: "میں عیسائی ہوں۔ آپ حضرات کی نیکی کی دعوت نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے، مہربانی فرما کر مجھے اسلام میں داخِل کر لیجئے۔" اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ وہ مسلمان ہو گیا۔

مقبول جہاں بھر میں ہو دعوتِ اسلامی
صَدقہ تجھے اے ربّ غفار مدینے کا

اسم جلالت "اللہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت پر حد درجہ مہربان ہیں۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے پسندیدہ عمل کو بھی اس وجہ سے ترک فرمادیتے تھے کہ کہیں وہ اُمَّت پر لازم نہ ہو جائے اور وہ اسے ادا نہ کرنے کے سبب گناہ گار نہ ہو جائیں۔

(3) سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے، جو شخص آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت نہیں کرے گا وہ عذاب کا مستحق ہو گا۔

(4) ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر حقیقی عشق اور محبت پیدا کریں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل پیرا ہو جائیں، اپنے آپ کو ہر اس عمل سے بچائیں جس میں کسی سنت کا خلاف ہو تا ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سچا اور حقیقی عشق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 230

صومِ وِصَال کی مُمَانَعت

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ: نَہَاھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَۃً لَّھُمْ فَقَالُوْا: اِنَّکَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ.[1] قَالَ النَّوَوِی: مَعْنَاہُ یَجْعَلُ فِیْ قُوَّۃَ مَنْ اَکَلَ وَشَرِبَ.

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے انہیں صومِ وِصال سے منع فرمایا تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کیا: ''یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ بھی تو صومِ وِصال رکھتے ہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''میں تمہاری طرح نہیں ہوں بلکہ میں اپنے رب کے ہاں اس حال میں رات گزارتا ہوں

---

[1] ... بخاری، کتاب الصوم، باب الوصال۔۔۔ الخ، ۱/۶۴۲، حدیث: ۱۹۶۴۔

کہ وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔" علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کھلانے پلانے کا معنٰی یہ ہے کہ وہ مجھ میں کھانے پینے والی طاقت پیدا کر دیتا ہے۔"

صومِ وصال کسے کہتے ہیں؟

فقیہِ اعظم حضرت علامہ مفتی شریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صومِ وصال کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھ کر نہ افطار کرے نہ سحری کھائے نہ اور کسی وقت کچھ کھائے پیے حتی کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ لے اور پھر دوسرے دن روزہ رکھے۔ حضرت **عبد اللہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا پندرہ دن تک کھانا، پینا چھوڑ دیتے تھے۔ امام طبری نے فرمایا کہ بعض صحابہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن تک کھانا، پینا چھوڑ دیتے تھے مگر اِس سے اُن کے معتاد (روزمرہ کے) کاموں میں کوئی خلل نہیں پڑتا تھا یہ اِس بنا پر تھا کہ انھیں کھانے، پینے کی حاجت نہ تھی، اِس سے مستغنی تھے، اپنا کھانا حاجت مند اور فاقہ کش افراد کو دے دیتے تھے۔ حضرت ابرہیم تیمی (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) کبھی کبھی ایک ایک مہینہ اور کبھی کبھی دو دو مہینے بے کھائے پیے رہ جاتے تھے کراہت دفع کرنے کے لیے ایک گھونٹ نبیذ پی لیتے تھے۔ رِیاضت و مُجَاہَدہ کے لئے مشائخ سالکین کو صومِ وصال رکھنے کا حکم دیتے ہیں مگر کراہت دفع کرنے کے لیے ایک گھونٹ پانی یا اور کوئی چیز بہت قلیل مقدار میں کھانے کی اجازت دیتے ہیں۔ مثلاً کشمش کے چند دانے، سوکھی روٹی کے ٹکڑے وغیرہ وغیرہ۔ مُجَدِّدِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہ نے ایک بار چالیس پینتالیس دن تک، چوبیس گھنٹے میں ایک گھونٹ پانی کے سوا اور کچھ نہیں کھایا پیا، اِس کے باوجود تصنیف، تالیف، فتوٰی نویسی، مسجد میں حاضر ہو کر نمازِ باجماعت، اِرشاد و تلقین، وارِدین وصادِرین سے ملاقاتیں وغیرہ معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ ضعف ونقاہت کے آثار ظاہر ہوئے۔"[1]

وِصال کے روزوں سے منع فرمانے کی حکمت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ... نزہۃ القاری، ۳/ ۳۱۰۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا صومِ وِصال سے منع کرنے میں حکمت یہ تھی کہ وِصال کے روزے رکھنے کی وجہ سے کمزوری ہو گی اِطاعت وعبادت اور اُس کے حقوق ادا کرنے اور اُس پر ہمیشگی اختیار کرنے سے انسان عاجز ہو جاتا ہے اس وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو وِصال کے روزوں سے منع فرمایا اور علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے۔"[1]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "روزہ کا وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر افطار کیے، بغیر کچھ کھائے پئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے، حق یہ ہے کہ یہ وصال ہمارے لیے مکروہ تحریمی ہے اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے، اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں: وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے، وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑ جاتی ہیں، وصال میں جوگیوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے، وصال ساری اُمَّت کے لیے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی کئی روز کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزے رکھتے تھے، اس لیے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سنتِ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہونا چاہیے، منع کیوں ہے؟"[2]

میں تمہاری مثل نہیں ہوں:

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ "میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اپنے رب کے ہاں اِس حال میں رات گزارتا ہوں کہ وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔" **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس جملہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (1) ایک یہ کہ کوئی شخص کسی بھی درجہ پر پہنچ کر حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مثل نہیں ہو سکتا، جب

---

1. ... عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر۔۔۔الخ، ۸/۶۸، حدیث: ۱۹۲۲، ملخصا۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۵۲۔

انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانیات سے ذاتی امتیاز دے دیا تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تمام انسانوں سے ذاتی ممتاز کر دیا۔ (2) دوسرے یہ کہ اگر حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہ نیت عبادت کھانا پینا چھوڑیں تو خواہ ہفتوں نہ کھائیں ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہو گی اور اگر بطورِ عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف بھی نمودار ہو گا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عادت میں بشریت کی جلوہ گری۔ لہٰذا یہ حدیث حضرت جابر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو وقت کھانا نہ کھانے پر دو پتھر پیٹ سے باندھے۔ (3) تیسرے یہ کہ جنتی میوے کھانے اور وہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا جیسے رب تعالیٰ سے کلام کرنے اور حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی۔ بعض اولیاء خواب میں کھا پی لیتے ہیں کہ کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد اُن کے منہ میں پائی جاتی ہے مگر اُن کا روزہ قائم رہتا ہے جیسے احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا۔ (4) چوتھے یہ کہ بعض بندوں کو اِسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں، حضرت مریم عَلَیْہَا السَّلَام کا جنتی میوے کھانا قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔ (5) پانچویں یہ کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہر کام ہمارے لیے سنت نہیں بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لیے لائق عمل ہو، خصوصیاتِ مصطفےٰ ہمارے لیے سنت نہیں، روزۂ وصال، ۹ بیویاں نکاح میں جمع فرمانا ہمارے لیے نہ سنت ہیں نہ لائقِ عمل، سنت و حدیث میں یہی فرق ہے۔"[1]

ربّ تعالیٰ کے کھلانے پلانے کے معنیٰ:

"میں اپنے رب کے ہاں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔" کے تحت شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "واضح رہے کہ اس کھانے پینے میں چند اقوال ہیں: (1) ایک یہ ہے کہ اس کھانے پینے سے حسی کھانا پینا مراد ہو جو حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ہر شب آتا تھا، آپ وہی کھاتے اور پیتے تھے، یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۵۳۔

کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عزت افزائی تھی جو آپ کے ساتھ خاص تھی اور آپ کا یہ کھانا پینا روزہ کے وصال کے منافی اور روزہ کے باطل ہونے کا سبب نہ تھا، اگرچہ یہ کھانا پینا دن کے وقت بھی فرض کر لیا جائے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: "میں دن کو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔" کیونکہ جس کھانے سے روزہ شرعاً ٹوٹتا ہے وہ یہ عادی کھانا پینا ہے اور وہ کھانا جو خرقِ عادت (معجزہ) کے طور پر جنت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھیجتا ہے اس کے کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (2) بعض نے کہا: یہاں کھانے پینے سے وہ قوت وطاقت مراد ہے جو خوراک سے حاصل ہوتی ہے تو گویا سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں فرمایا: "مجھے میرا پروردگار کھانے پینے والے انسان کی طرح قوت وطاقت عطا فرماتا ہے اور وہ چیز جو کھانے پینے کے قائم مقام ہے وہ مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ عطا فرماتا ہے اس کی وجہ سے مجھے عبادت وطاعت کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ مختار اور پسندیدہ بات یہ ہے کہ اس کھانے اور پینے سے محسوس کھانا پینا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے غذائے روحانی مراد ہے جو آپ کے قلب مبارک پر مَعَارِف، لَذت و مُناجات اور فیضانِ لَطائِفِ اِلٰہیہ کی صورت میں وارد ہوتی تھی اور اس کی بدولت آپ جسمانی غذا اور اس کے لوازمات سے بے نیاز رہتے تھے۔ یہ چیز مجازی محبتوں و مسرتوں میں ایک تجربہ شدہ چیز ہے تو محبتِ حقیقی اور مَسَرَّتِ مَعنوی کا کیا عالَم ہو گا جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ہر وقت حاصل رہتی تھی۔[1]

کھانے پینے کے قائم مقام کیفیت کا فیضان:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: رات میں افطار کئے بغیر تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو روزوں کو ملایا تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے دو روزوں کو ملایا۔ ان پر صوم وصال دشوار ہو گیا کیونکہ اس میں بھوک اور پیاس کی مشقت تھی، آپ نے انہیں صومِ وصال سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔" مطلب یہ ہے کہ تمہارے کھانے اور پینے کی مثل مجھے نہیں کھلایا پلایا جاتا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر ایسی کیفیت کا فیضان فرماتا ہے جو کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے اس سے مجھے بھوک اور پیاس کا

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب درسحور و مقاصد مختلف از صوم، ۸۶/۲ ملخصاً۔

احساس نہیں ہوتا۔[1]

تین عظیم الشان نعمتوں کا ذکر:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”علماء نے اس کھلانے پلانے کی بہت توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے قوتِ برداشت مراد ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذائیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے معنوی فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے بھاک پیاس کا نہ ہونا مراد ہے وغیرہ۔ مگر حضرت عشق کا فتویٰ یہ ہے کہ حدیث اپنے بالکل ظاہری معنیٰ پر ہے اور اس میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رب تعالیٰ کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا: ایک یہ کہ تم سب اپنے بچوں بیوی کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس۔ دوسرے یہ کہ میں رب تعالیٰ کے پاس رہ کو خود نہیں کھاتا پیتا بلکہ مجھے میرا رب تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے، کھلانے والا اس کا دست کرم، کھانے والا میں۔ تیسرے یہ کہ ربّ تعالیٰ مجھے وہ روزی کھلاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے، نہ روزوں کا تسلسل جائے، یعنی جنت کے میوے اور سلسبیل تسنیم وغیرہ کے شربت۔“[2]

تمام جہاں کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں:

”مرآۃ المناجیح“ میں ہے: ”جب صحابہ حضورِ اَنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مثل نہ ہوسکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو اُن سے ہمسری کا دعویٰ کرے۔ تمام جہان کے اولیاء ایک صحابی کی مثل نہیں ہوسکتے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا، اُن کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے۔“[3]

”ابدال“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور من غیر۔۔۔الخ، ۸/۶۸، حدیث: ۱۹۲۲ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۵۲، ۱۵۳۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۵۲ ملتقطاً۔

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود تو صومِ وِصال رکھتے تھے لیکن اُمَّت کی آسانی کے لیے انہیں صومِ وِصال رکھنے سے منع فرمایا۔

(2) صومِ وِصال اس روزے کو کہتے ہیں جس میں روزہ رکھ کر نہ تو افطاری کی جائے اور نہ تو اگلے روزے کے لیے سحری کی جائے اور نہ کسی اور وقت کچھ کھایا پیا جائے۔

(3) کوئی بھی امتی چاہے جتنی بھی عبادت وریاضت کرلے کبھی بھی کسی صورت بھی حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مثل نہیں ہو سکتا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مثل ہونا تو دُور کی بات ہے اُمَّتِ مُسْلِمَہ کا کوئی غوث قُطب اَبدال کسی ایک صحابیِ رسول کے مقام ومرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

(4) حضورِ اَکرم نورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ خصوصی مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ اپنے رب کے ہاں رات گزارتے ہیں، آپ کا رب آپ کو کھلاتا پلاتا ہے۔

(5) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنے رب تعالیٰ کے ہاں سے وہ نعمتیں کھلائی جاتی ہیں جن سے نہ تو روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا دُنیوی خلل واقع ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا والے کاموں کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن تمام کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جن سے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمایا ہے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:231

رسولُ اللہ کی نماز میں شفقت

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلَاۃِ وَاُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْہَا فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلَاتِیْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو قتادہ حارث بن رِبعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ شہنشاہِ

1 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوۃ عند بکاء الصبی، ۱/ ۲۵۳، حدیث: ۷۰۷۔

مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ نماز میں قراءت طویل کروں لیکن جب میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے قراءت کو طویل نہیں کرتا کہ یہ اس کی ماں پر دشوار ہوگا۔"

رسولُ اللہ کی اپنی اُمت پر کمالِ شفقت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! "یہ حضور سید عالَم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اپنی اُمت پر کمال شفقت ہے کہ آپ بچوں کے رونے کی آواز سن کر قراءت میں تخفیف فرمادیتے تھے اور اس زمانے میں عورتیں بھی نماز میں شامل ہوا کرتی تھی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چھوٹی سورتیں اِس لئے پڑھتے تاکہ ماں کا دل بچے کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔"[1]

واضح رہے کہ عورتوں پر نہ عیدین کی نماز واجب ہے نہ ہی جمعہ کی نماز فرض، بلکہ اُن پر جمعۃ المبارک کے دن ظہر کی نماز فرض ہوتی ہے۔ پنج وقتہ فرض نماز ہو یا عام نفل نماز، اُن کی ادائیگی میں عورتوں کے لیے افضل یہی ہے کہ گھر میں ہی ادا کریں اور گھر میں بھی جتنا چُھپ کر نماز پڑھے اتنا ہی افضل ہے، کسی بھی نماز کے لیے عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت نہیں۔ درمختار میں ہے: فسادِ زمان کی وجہ سے مفتی بہ قول یہ ہے کہ عورتوں کو کسی بھی نماز کی جماعت میں اگرچہ وہ جمعہ یا عیدین کی نماز ہو، حاضر ہونا مکروہ ہے۔[2]

نماز کو مختصر کرنے کا معنیٰ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِختصار کا معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قراءت کو کم کردیتے تھے جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: "حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلی رکعت میں تقریباً ساٹھ آیتیں پڑھیں پھر آپ نے بچے کے رونے کی آواز سنی تو دوسری رکعت میں تین آیتیں پڑھیں۔"[3]

---

1 . . . فیوض الباری ۳/ ۳۵۴۔

2 . . . درمختار، باب الامامۃ، کتاب الصلاۃ، ۲/ ۳۶۷۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوۃ عند بکاء الصبی، ۴/ ۳۴۳، تحت الحدیث: ۷۰۷۔

نماز کو مختصر نہ کرنے پر تنبیہ:

روایت میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کی: ”یارسولَ الله صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! میں فجر کی نماز فلاں شخص کی وجہ سے تاخیر سے ادا کرتا ہوں کیونکہ وہ بہت لمبی قراءت کرتا ہے۔“ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو جتنے جلال وشدت میں اس دن نصیحت کرتے ہوئے دیکھا، اس سے پہلے کبھی اتنی شدت نہ دیکھی۔ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو مُتَنَفِّر کرتے ہیں، لہٰذا جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو نماز کو مختصر رکھے کیونکہ اس کے پیچھے بچے، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔“[1] نماز میں امام کے لیے قراءت کو مختصر کرنے یا طویل کرنے کے مختلف احکام جاننے کے لیے اسی باب کی حدیث نمبر ۲۲۸ کی شرح ملاحظہ کیجئے۔

”مکہ“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اپنی اُمَّت پر کمال مہربان ہیں۔

(2) آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نماز میں بچوں کی آواز سن کر قراءت میں تخفیف فرمادیتے تھے۔

(3) امام کو چاہیے کہ تمام نمازیوں کا خیال کرتے ہوئے نہ تو بہت مختصر قراءت کرے اور نہ ہی بہت زیادہ طویل قراءت کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی شفقت ومہربانی کی نعمت عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . مسلم، کتاب الصلوۃ، باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ فی تمام، ص ۲۴۳، حدیث: ۴٦٦۔

حدیث نمبر:232 نمازِ فجر پڑھنے والا ربّ تعالیٰ کی اَمان میں

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبُهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا جُندُب بن **عبداللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی تو وہ ربّ تعالیٰ کی امان میں ہے لہٰذا ربّ تعالیٰ تم سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ نہ فرمائے کیونکہ جب وہ کسی سے اپنی امان کے بارے میں پوچھ گچھ فرمائے گا تو اُس کی سخت پکڑ فرمائے گا اور پھر اُسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔“

عذابِ الٰہی سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں:

شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عہد اور اُس کی طرف سے لازم کئے ہوئے کاموں میں خلل واقع ہو اور ربّ تعالیٰ اِس پر تم سے پوچھے اور تمہاری باز پرس فرمائے اور صبح کی نماز ادا کرنے والے کسی بھی شخص کو تکلیف نہ پہنچاؤ کہ اِس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا عہد ٹوٹتا اور اُس کی امانت میں خیانت واقع ہوتی ہے اگر تم ایسا کرو گے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا اور اُس کے عذاب سے چھٹکارہ کی کوئی صورت بھی نہیں ہے۔“[2]

نمازِ فجر ادا کرنے والا اللہ کی امان میں ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی، نماز کی امان اور

---

1. ...مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ص ۳۲۹، حدیث: ۶۵۷۔
2. ...اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب در توابع و متممات، ۱/ ۳۲۴۔

قسم کی۔ لٰہذا اَحادیث میں تعارض نہیں۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنتِ اِلٰہیہ کے باغی بَن کر پکڑے جاؤ۔“[1]

نمازِ فجر کی ادائیگی کی خصوصیت:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”فجر کی نماز کو خصوصیت کے ساتھ اِس لئے ذکر کیا کہ اِس نماز کی ادائیگی دوسری نمازوں کے مقابلے میں نفس پر زیادہ گراں گزرتی ہے اور اس نماز کی ادائیگی نمازی کے اِخلاص پر دلالت کرتی ہے۔“[2]

باجماعت نمازِ فجر کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں نمازِ فجر کا ذکر ہے، نمازِ فجر کی احادیثِ مبارکہ میں بہت اہمیت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ باجماعت نمازِ فجر کی فضیلت پر تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔“[3] (2) ”منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نَماز ہے، اگر جان لیتے کہ اِن دونوں نَمازوں میں کیا ہے تو ضرور حاضر ہوتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے اور بیشک میں نے اِرادہ کیا کہ میں نَماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نَماز پڑھانے پر مقرر کروں، پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، پھر اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نَماز میں حاضر نہیں ہوتے اور اُن کے گھروں کو آگ سے جلا دوں۔“[4] (3) ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو کیونکہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے اور تم میں جو

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۳۹۵۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب الصلوۃ، باب فضیلۃ الصلوۃ، ۲/۲۱۷، تحت الحدیث: ۶۲۷۔

3 ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العشاء والصبح فی جماعۃ، ص ۳۲۹، حدیث: ۶۵۶۔

4 ... بخاری، کتاب الاذان، باب فضل العشاء فی الجماعۃ، ۱/۲۳۵، حدیث: ۶۵۷۔

فجر اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو سکے اگرچہ گھسٹتے ہوئے، تو اُسے چاہیے کہ وہ ضرور حاضر ہو۔"[1]

ربّ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت بہت سخت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ اور اُس کی گرفت کا ذکر ہوا، واقعی رب تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے، وہ جس کی گرفت فرمائے گا، اُس کا انجام جہنم کے سوا کچھ نہیں، ہمیں اُس سے پناہ مانگنی چاہیے، اُس سے اُس کا فضل وکرم طلب کرنا چاہیے۔ قرآن واحادیث میں بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شدید پکڑ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ(۱۰۲) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ(۱۰۳) وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ(۱۰۴) یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ(۱۰۵) فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌۙ(۱۰۶) خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ(۱۰۷) وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ(۱۰۸)

(پ۱۲، ھود: ۱۰۲-۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ایسی ہی پکڑ ہے تیرے رب کی جب بستیوں کو پکڑتا ہے ان کے ظلم پر بے شک اس کی پکڑ دردناک کرّی (سخت) ہے بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے وہ دن ہے جس میں سب لوگ اکٹھے ہوں گے اور وہ دن حاضری کا ہے اور ہم اسے پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لئے جب وہ دن آئے گا کوئی بے حکمِ خدا بات نہ کرے گا تو ان میں کوئی بد بخت ہے اور کوئی خوش نصیب تو وہ جو بد بخت ہیں وہ تو دوزخ میں ہیں وہ اس میں گدھے کی طرح رینکیں (چیخیں چلائیں) گے وہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا بے شک تمہارا رب جب جو چاہے کرے اور وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان وزمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا یہ بخشش ہے کبھی ختم نہ ہو گی۔

---

1 . . . مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ، باب فی صلوۃ العشاء الاخرۃ والصبح فی جماعۃ، ۲/۱٦۵، حدیث: ۲۱۴۹۔

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”کیا جو کچھ میں سن رہا ہوں، تم بھی سن رہے ہو؟ آسمان چر چرِ ا اُٹھا ہے اور وہ اس کا حق بھی ہے کیونکہ اُس پر ہر چار انگلیوں کی جگہ پر ایک فرشتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے سجدے میں یا قیام یا رکوع میں ہے، جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر تم بھی جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خوف سے پہاڑوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے اور اس کی عظیم پکڑ اور سخت انتقام سے ڈرتے ہوئے اُس کی پناہ مانگتے۔“ ایک روایت میں ہے: ”اور تم اس بات سے بے خبر ہوتے کہ تمہیں نجات ملے گی یا نہیں۔“[1]

حدیثِ پاک کی باب سے مناسبت:

(1) اس حدیثِ پاک میں نمازِ فجر ادا کرنے والے شخص کی عزت وحرمت، اُس کے حقوق کا بیان ہے، اور یہ باب بھی مسلمانوں کی حرمت کی تعظیم، اُن کے حقوق اور اُن پر رَحمت وشفقت کا باب ہے۔ (2) اِس حدیث پاک میں نمازِ فجر کی ادائیگی کرنے والے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہونا بیان فرمایا گیا ہے، چونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہے لہذا اب دیگر مسلمانوں کو اُس کی حرمت کی تعظیم، اُس کے حقوق کی ادائیگی اور اُس پر رحمت وشفقت کرنا ضروری ہے، اور یہ باب بھی اسی سے متعلق ہے۔ (3) فرمایا گیا کہ نمازِ فجر کی ادائیگی کرنے والا ربّ تعالیٰ کی امان اور عہد میں ہے، رب تعالیٰ کا کسی کو اپنی امان اور عہد میں لے لینا دراصل اس کی حرمت، اس کے حقوق اور اس پر رحمت وشفقت کا بیان ہے، اب جو کوئی اس عہد کو پامال کرے گا گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عہد کو پامال کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے خیانت کی۔ یہ باب بھی مسلمانوں کی حرمت کی تعظیم، ان کے حقوق اور ان پر رحمت وشفقت کا باب ہے، اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔

مدنی گلدستہ

”نماز“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

1 . . . كنز العمال، كتاب العظمة من قسم الاقوال، جزء ١٠، ٥/١٦٦، حديث: ٢٩٨٢٤، ٢٩٨٢٨ ملخصاً۔

(1) اسلام میں تمام نمازوں کی اہمیت بیان کی گئی ہے مگر نمازِ فجر کی اہمیت کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

(2) فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہوتا ہے لہٰذا اسے کسی طرح کی بھی تکلیف نہ پہنچاؤ۔

(3) جب عام مسلمانوں پر شفقت و مہربانی اور نرمی و آسانی کا حکم دیا گیا ہے تو نمازی شخص کے ساتھ تو خاص طور پر اچھا سلوک کرنا چاہئے کہ ایسا شخص تو خود اللہ عَزَّوَجَلَّ کی امان میں ہے۔

(4) نمازِ فجر کی ادائیگی دوسری نمازوں کے مقابلے میں طبیعت پر زیادہ گراں ہے اس لیے اس نماز کے لیے خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پانچوں نمازیں باجماعت پہلی صف میں تکبیر اولی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، تمام مسلمانوں خصوصاً نمازیوں کے ساتھ شفقت و مہربانی، نرمی و آسانی کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی سخت پکڑ سے محفوظ فرمائے، ہم پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 233

حاجت روائی کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہُ وَلَا یُسْلِمُہُ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ اَخِیْہِ کَانَ اللہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللہُ عَنْہُ بِہَا کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (1)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ظالم کے حوالے کرے۔ جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجت پوری فرمائے گا اور جس نے اپنے

(1) ... بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، ۲/ ۱۲۶، حدیث: ۲۴۴۲۔

کسی مسلمان بھائی کی ایک مصیبت کو دُور کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دُور فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

مسلمانوں کے عُیُوب کی پردہ پوشی مُسْتَحَب ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اِس حدیثِ پاک میں مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے کثیر آداب کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت، باہمی اُلفت، مومنوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی ترغیب اور اُن عیوب کے سننے اور انہیں مشہور کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو آخرت میں جو جزا ملے گی وہ دنیاوی عبادات کی جنس سے ملے گی۔" مزید فرماتے ہیں: "مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرنا یہ مستحب ہے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اس گناہ کو تنہائی میں کرے اور اس پر نادم بھی ہو اور اگر وہ سب کے سامنے کوئی گناہ کرے اور اس پر اصرار بھی کرے تو اس صورت میں پردہ پوشی نہیں کی جائے گی کیونکہ حدیث پاک میں حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم فاجر کے عیب کو بیان کرنے میں رعایت کرتے ہو؟ اس میں جو عیب ہے، اسے لوگوں میں بیان کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں اور اس کے فتنے سے اپنے آپ کو بچائیں۔"[1]

اللہ نے پردہ رکھا تو خود بھی پردہ رکھو:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: عَلَّامَہ اِبْنُ الْمُنْذِر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "جو اپنے مسلمان بھائی کے کسی ایسے عیب یا غلطی پر مطلع ہو جو حد یا تعزیر کو لازم کرتی ہو یا اس کے ظاہر ہونے سے اس پر عیب لگتا ہو یا اس کی بے عزتی ہوتی ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کے عیب کو چھپائے اور جو خود کسی ایسے کام میں مبتلا ہو تو اس پر لازم ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا پردہ رکھا ہے تو وہ بھی اپنا پردہ رکھے اور جو ایسا نہ کرے بلکہ قاضی اسلام کے سامنے اس (گناہ) کا اظہار

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب الھبۃ وفضلھا۔۔۔الخ، باب فضل المنیحۃ، ۹/۱۸۹، تحت الحدیث: ۲۶۲۲۔

کر کے حد کا اقرار کرلے تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا اور کسی حدیث میں اس سے ممانعت نہیں ہے۔“[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو بھائی کہنے کا حکم:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مسلمان مسلمان کا دینی بھائی و اسلامی بھائی ہے یا مسلمان مسلمان کے لئے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا اور مسلمان کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھائی بنایا۔ حضور سے رشتہ غلامی قوی ہے، ماں باپ سے رشتہ نسبی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کے بھائی نہیں، حضور تو مثل والد کے ہیں، اس لئے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں، بھاوج نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرانِ کریم نے مومنوں کو بھائی قرار دیا اور حضور نے یہاں مسلمانوں کو۔ خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت و شفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ اَحکام کے اعتبار سے۔“ مزید فرماتے ہیں: ”**سبحٰن اللّٰہ** کیسا پیارا وعدہ ہے مسلمان بھائی کی تم مدد کرو، **اللّٰہ** تمہاری مدد کرے گا۔ مسلمان کی حاجت روائی تم کرو **اللّٰہ** تمہاری حاجت روائی کرے گا۔ معلوم ہوا کہ بندہ بندے کی حاجت روائی کر سکتا ہے، یہ شرک نہیں۔ بندہ بندے کا حاجت روا مشکل کشا ہے۔ اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھا دو کہ اس کی اصلاح ہو جائے، اسے بدنام نہ کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو **اللّٰہ** تعالٰی قیامت کے دن تمہارے گناہوں کا حساب خفیہ ہی لے لے گا، تمہیں رسوا نہیں کرے گا۔ ہاں جو کسی کی ایذا کی خفیہ تدبیریں کر رہا ہو یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہو چکا ہو، اس کا اظہار ضرور کر دو تاکہ وہ شخص ایذا سے بچ جائے یا یہ توبہ کرے، یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں۔ غرض کہ صرف بدنامی سے کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اس کے خفیہ ظلم سے دوسروں کو بچانا یا اس کی اصلاح کرنا بھی اچھا ہے، یہ فرق ضرور خیال میں رہے۔ یہاں (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے ربّ تعالٰی اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا۔“[2]

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم۔۔۔الخ، ۶ / ۵۷۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶ / ۵۵۱، ۵۵۲ ملتقطاً۔

اسم رسالت ”محمد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی واسلامی بھائی ہے بلکہ سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ سگے بھائی کا رشتہ ماں باپ کی وجہ سے قائم ہوتا ہے جبکہ دینی بھائی تو خود رسولِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بنایا۔

(2) احادیثِ مبارکہ میں مسلمانوں کے حُسنِ مُعَاشَرت، باہمی اُلفت ومحبت اور مؤمنوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی بکثرت ترغیب دلائی گئی ہے۔

(3) مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرنی چاہیے، بلاوجہ شرعی کسی بھی مسلمان کے عیوب کو دوسروں کے سامنے بیان کرنا یا اُس کی عیب جوئی کرنا ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(4) کھلم کھلا گناہ کرنے والے کے گناہ کی پردہ پوشی نہیں کی جائے گی بلکہ اُس کے گناہ سے بچانے کے لیے لوگوں کو اُس کے اس گناہ کے بارے میں بتایا جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسلمانوں کی عزت وحرمت کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کی خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، مسلمانوں کی عیب جوئی سے محفوظ فرمائے، اُن کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کل بروزِ قیامت ہمارے گناہوں کی بھی پردہ پوشی فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 234

مُسلمان کی تین اہم صِفات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَخُوْنُهُ وَلَا یَكْذِبُهُ وَلَا یَخْذُلُهُ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ اَلتَّقْوٰی هَاهُنَا بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ

الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس سے خیانت کرے، نہ اُس سے جھوٹ بولے اور نہ اُسے رُسوا کرے۔ ہر مسلمان کی عزت، مال اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ (اور یہ فرماتے ہوئے دست اقدس سے اپنے دل کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر فرمایا:) کسی بھی انسان کے بُرا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔“

خیانت کی مذمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے کسی بھی مسلمان بھائی کے ساتھ خیانت کرنا ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، مگر ہمارے معاشرے میں خیانت کی وبا بہت تیزی سے پھیلتی چلی جا رہی ہے، امانت میں خیانت کرنا کسی مسلمان کی شان نہیں بلکہ منافق کی صفت ہے، خیانت میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ اس میں دنیا و آخرت کی ذِلت ورُسوائی اور تباہی و بربادی چھپی ہوئی ہے۔ احادیث میں خیانت کی بہت شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ خیانت کی مذمت پر تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے:

(1) ”جس شخص میں یہ چار خصلتیں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے اور جس میں اِن میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اُس میں نفاق کی ایک علامت پائی جائے گی یہاں تک کہ وہ اُس کو چھوڑ دے اور وہ خصلتیں یہ ہیں: ❁ جب بات کرے تو جھوٹ بولے ❁ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے ❁ جب عہد کرے تو دھوکا دے اور ❁ جب کسی سے جھگڑے تو گالی گلوچ کرے۔“[2] (2) ”خیانت اور حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتے ہیں جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔“[3] (3) ”قیامت کے دن ہر خائن کے لئے

---

1 ... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی شفقة...الخ، ۳/۳۷۲، حدیث: ۱۹۳۴۔

2 ... بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، ۱/۲۵، حدیث: ۳۴۔

3 ... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، جزء: ۳، ۲/۱۸۶، حدیث: ۷۴۴۱۔

ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور کہا جائے گا: سنو! یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔“[1]

جھوٹ سے بچئے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں جھوٹ نہ بولنے کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔ جھوٹ کی مذمت سے کون واقف نہیں؟ جھوٹ کی مذمت کے لیے تو فقط اتنا ہی کافی ہے کہ جھوٹے پر قرآنِ پاک میں لعنت فرمائی گئی ہے۔ مگر افسوس! صد کروڑ افسوس! آج ہماری اکثریت اس گندی بیماری میں لَت پَت ہو چکی بلکہ جھوٹ ہمارے معاشرے کا ناسور بن چکا ہے، بات بات پر جھوٹ بولنا عام ہو چکا ہے، کوئی بات جھوٹ سے خالی نہیں ہوتی، گھر میں بھی ایک دوسرے سے جھوٹ بولتے ہیں اور باہر بھی۔ باپ بیٹے سے، بیٹا باپ سے، ماں بیٹی سے بیٹی ماں سے، استاد شاگرد سے، شاگرد استاد سے، بیچنے والا خریدنے والے سے اور خریدنے والا بیچنے والے سے جھوٹ بولتا ہے۔ اسی جھوٹ کی نحوست کے سبب ہمارے معاشرے سے امن و سکون رخصت ہو چکا ہے، رزق میں بے برکتی پیدا ہو چکی ہے، صبح سے شام تک کماتے ہیں مگر گزارہ نہیں ہوتا۔ کاش! ہم جھوٹ سے توبہ کرنے والے اور سچ بولنے والے بن جائیں، جھوٹ بولنے میں دنیا و آخرت کی تباہیاں اور سچ بولنے میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔ جھوٹ کی مذمت پر تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”مؤمن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں: (۱) بخل اور (۲) جھوٹ۔“[2] (2) ”منافق کی 3 علامتیں ہیں: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور (۳) جب امانت اُس کے سپرد کی جائے تو اُس میں خیانت کرے۔“[3] (3) ”بیشک سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک بندہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک صدیق یعنی بہت سچ بولنے والا ہو جاتا ہے جبکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور بے شک بندہ جھوٹ

---

1 . . . مسلم، کتاب الجهاد، باب تحريم الغدر، ص ۹۵۵، حديث: ۱۷۳۵۔

2 . . . کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، البخل من الاکمال، ۳/۱۸۱، حديث: ۷۳۸۸۔

3 . . . بخاری، کتاب الايمان، باب علامات المنافق، ۱/۲۴، حديث: ۳۳۔

بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کذّاب یعنی بہت بڑا جھوٹا ہو جاتا ہے۔"[1]

دھوکہ دینے کی ممانعت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں دھوکے سے بھی منع فرمایا گیا ہے، دھوکہ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے اور اسی سے ہلاکت میں ڈالنے والے تمام معاملات کی ابتدا ہوتی ہے، دھوکہ ایک ایسا راستہ ہے جس کا انجام گہرا گڑھا ہے، دھوکے باز شخص سے تمام لوگ نفرت کرتے ہیں، دھوکہ قلبی سکون کا بہت بڑا دشمن ہے، یہی وجہ ہے کہ دھوکے سے اگر کوئی شخص لاکھوں روپے بھی کما لے مگر اس کا دل مطمئن نہیں ہوتا جبکہ ایمان داری سے کمائے جانے والے چند روپوں میں بھی بہت سکون ہوتا ہے، دھوکہ دینا بھی ہمارے معاشرے میں عام ہو چکا ہے، دھوکہ مکر و فریب وہ بڑی بڑی بیماریاں ہیں جو معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اس گناہ سے اور تمام گناہوں سے محفوظ فرمائے، آمین۔ کئی احادیث مبارکہ میں دھوکہ دہی کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ دھوکے کی مذمت پر تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) "جس نے کسی مومن کو نقصان پہنچایا یا اس کے ساتھ فریب کیا وہ ملعون ہے۔"[2] (2) "مکر و فریب اور خیانت جہنم میں (لے جانے والے) ہیں۔"[3] (3) "جس نے کسی مسلمان کے ساتھ بددیانتی کی یا اسے نقصان پہنچایا یا دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"[4]

مسلمان کی عزت، مال اور جان کی حرمت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایک مسلمان کی عزت، مال اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہیں، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی عزت پامال کرے، اسے دیگر لوگوں کے سامنے بلاوجہ شرعی بے عزت کرے، اس کے مال میں ناجائز تصرف کرے،

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالی، ۴/ ۱۲۵، حدیث: ۶۰۹۴۔

2 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الخیانة والغش، ۳/ ۳۷۸، حدیث: ۱۹۴۸۔

3 . . . مستدرک حاکم، کتاب الاھوال، باب تحشر ھذہ الامة علی ثلاثة اصناف، ۵/ ۸۳۳، حدیث: ۸۸۳۱۔

4 . . . جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف اللام، ۷/ ۱۵۷، حدیث: ۱۸۰۹۶۔

اس کی جان کی حرمت کو پامال کرے۔ بہت بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے مسلمان بھائیوں کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں، اُن کے اَموال کو ناجائز طریقے سے اپنے تصرف میں لاتے ہیں، اگرچہ انہیں وقتی طور پر کچھ دُنیوی فائدہ ہو جاتا ہے مگر اِس میں آخرت کا خسارہ ہی خسارہ ہے، کل بروزِ قیامت جس کا کوئی بھی حق تلف کیا ہو گا جب تک اسے راضی نہیں کریں گے نجات نہیں ملے گی، دنیا میں تو کسی کو مال وغیرہ دے کر راضی کیا جاسکتا ہے مگر آخرت میں یا تو اسے اپنی نیکیاں دینی ہوں گی یا نیکیاں نہ ہونے کی صورت میں اس کے گناہ لینے ہوں گے، یقیناً نیکیاں نہ ہونا اور دوسروں کے گناہ لینا بہت ہی گھاٹے کا سودا ہے، سب سے بڑا مفلس وہ شخص ہے جو کل بروزِ قیامت نیکیوں کے ساتھ آئے گا مگر حقوق العباد کی تلفی کے سبب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اور بالآخر اسے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا و آخرت دونوں کی آزمائشوں سے محفوظ فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مُتَّقِی شخص کی عِزَّت کا حکم:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو ظاہری یا جسمانی بُری حالت میں دیکھے تو نہ اس کے عیب کو بیان کرے، نہ اسے بُرے الفاظ سے پکارے، نہ اس کی حالت کا مذاق اڑائے اور نہ ہی اس کو حقیر سمجھے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ شخص باطن کے اعتبار سے نیک ہو تو وہ اس کی بے عزتی کر کے خود اپنا نقصان کرے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے متقی شخص کی عزت کرنے کا حکم دیا ہے۔“[1]

مُتَّقِی شخص تحقیر نہیں کرتا:

امام مظہر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جو مسلمان اپنے آپ کو شرک اور گناہ سے بچائے تو اس کی تحقیر کرنا جائز نہیں اور تقویٰ کا محل دل ہے اور جس چیز کا محل دل ہو، وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتی ہے تو جب تقویٰ نظروں سے پوشیدہ ہے تو اب کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان میں تقویٰ نہ ہونے کا حکم لگائے اور اس کی تحقیر کرے۔ اس جملے کا ایک معنٰی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ ہو تو

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۸/۶۹۰، تحت الحدیث: ۴۹۵۹۔

وہ کسی مسلمان کی تحقیر نہیں کر سکتا کیونکہ متقی شخص کبھی کسی مسلمان کی تحقیر نہیں کرتا۔“[1]

تقویٰ کیا ہے۔۔۔؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! تقویٰ کیا ہے؟ اس کے بارے میں علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے مختلف اَقوال بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِي عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو کرکے اور جن سے منع فرمایا ہے اُن کو نہ کرکے اپنے آپ کو اس کے عذاب سے بچانے کا نام تقویٰ ہے۔“[2]

حضرت علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازِن قُشَیرِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”تقویٰ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے، تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی اطاعت کے ساتھ اس کے عذاب سے بچے۔ تقویٰ کی اصل شرک سے بچنا، پھر گناہوں اور بُرائیوں سے بچنا، اس کے بعد شبہات سے بچنا ہے اور اس کے بعد فضول باتوں کو ترک کرنا ہے۔ استاذ ابو علی دقاق عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: تقویٰ کی ہر قسم کا الگ باب ہے اور قرآن پاک میں جو یہ فرمایا گیا کہ ”اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔“ اس کی تفسیر میں یہ بھی آیا ہے کہ اُس کی اطاعت کی جائے، اُس کی نافرمانی نہ کی جائے، اُسے یاد رکھا جائے، بھلایا نہ جائے، اُس کا شکر ادا کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے۔“[3]

تقویٰ کی جگہ دل کیوں ہے؟

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِي عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے تقویٰ کی جگہ دل بتائی کیونکہ تقویٰ خوف سے حاصل ہوتا ہے اور خوف دل میں ہی ہوتا ہے۔ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ عَزَّ وَجَلَّ

---

1. . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۸/۲۹۰، تحت الحدیث: ۴۹۵۹۔
2. . . . دلیل الفالحین، باب فی تعظیم حرمات المسلمین، ۲/۲۴، تحت الحدیث: ۲۳۶۔
3. . . . الرسالہ القشیریة، باب التقوی، ص ۱۴۲۔

تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں بلکہ وہ تو تمہارے دِلوں کی طرف دیکھتا ہے۔“[1]

تقویٰ و پرہیزگاری کا مرکز:

حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ اس کی شرح کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”صوفیاء کرام اِس جملہ کے معنٰی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینے کی طرف اِشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان اور پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے۔ میرے سینے سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں۔ پھر اُن کے سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں۔ حضور کا سینہ کشف غیوب (یعنی پوشیدہ باتوں کے ظاہر ہونے) کا آئینہ ہے، کونَین یعنی سارے عالَم میں حضور کی عطائیں بہتی ہیں۔“[2]

کسی مسلمان کو حقارت سے دیکھنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں جو سب سے آخر میں بات بیان فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ ”کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ دوسرے کو حقارت سے دیکھے۔“ اگر ہم اپنے معاشرے میں غور کریں تو کئی لوگ اِس بیماری کے مریض نکلیں گے، خصوصاً وہ لوگ جنہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کوئی نعمت مل جائے تو اُس نعمت پر ربّ تعالٰی کا شکر ادا کرنے کی بجائے غرور تکبر سے پھولے نہیں سماتے، خود کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اگر کوئی اُن کے نئے کپڑوں کو غلطی سے بھی ہاتھ لگادے تو غصے میں لال پیلے ہوجاتے ہیں، ”تمہاری جرأت کیسے ہوئی میرے نئے کپڑوں کو ہاتھ لگانے کی؟“ تکبر سے بھرے ہوئے ایسے جملے اُن کی زبان سے اکثر سننے کو ملتے ہیں، نئی گاڑی، نئی موٹر سائیکل، یا گھر کی کوئی بھی نئی چیز لی، یا گھر ہی نیا خریدا یا کوئی اچھی نوکری مل گئی تو فوراً دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی تعظیم حرمات المسلمین، ۲/۲۴، تحت الحدیث: ۲۳۶۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۵۵۳۔

لوگوں کو ڈر جانا چاہیے، کیونکہ انہیں حدیث مبارکہ میں بُرا فرمایا گیا ہے۔

واضح رہے کہ فقط دُنیوی عیش و عشرت کی کوئی اہمیت نہیں جب تک اِس دنیا سے ایمان سلامت لے کر نہ جائیں، ہماری یہ امارت کس کام کی جو ہمیں اُخروی اعتبار سے کوئی فائدہ نہ دے، ہم سے وہ غریب اچھا جس کے پاس پرانی چیزیں ہیں مگر وہ ربّ تعالیٰ کی رضا والے کاموں میں مصروف ہے، اُس کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگا ہوا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے کون واقف ہے؟ کسے معلوم کہ اُس کا انجام کیا ہو گا؟ ہمارے بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن بھی دوسروں کو حقیر سمجھنے کی بجائے فقط اپنی اِصلاح کی کوشش میں مصروف رہا کرتے تھے، نیز ہر وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے خائف رہا کرتے تھے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ ”اگر آسمان سے ندا کی جائے کہ روئے زمین کے تمام لوگ بخش دیے گئے ہیں سوائے ایک کے تو میں خوفِ خدا کے سبب یہی سمجھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں اور اگر یہ ندا کی جائے کہ رُوئے زمین کے تمام لوگ دوزخی ہیں سوائے ایک شخص کے تو میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے امید کے سبب یہی سمجھوں گا کہ وہ شخص بھی میں ہی ہوں۔“[1]

کاش! ہم بھی دوسروں کو حقیر سمجھنے کی بجائے عاجزی وانکساری کرنے والے بن جائیں، احترامِ مسلم کرنے والے بن جائیں، اپنی آخرت کی تیاری کرنے والے بن جائیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنے والے بن جائیں، تقویٰ وپرہیز گاری اختیار کرنے والے بن جائیں۔ آمین

”صفا مروہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) تمام مسلمان آپس میں دِینی بھائی ہیں، جس طرح ہم اپنے سگے بھائی کو کوئی تکلیف وغیرہ نہیں پہنچاتے ویسے ہی اپنے دینی بھائیوں کو بھی کسی قسم کی تکلیف نہیں دینی چاہیے۔

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب الخوف، بیان ان الافضل ھو غلبۃ الخوف۔۔۔ الخ، ۴/ ۲۰۲۔

(2) کسی بھی مسلمان کے ساتھ خیانت کرنا ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(3) جھوٹوں پر لعنت فرمائی گئی ہے، نیز جھوٹ کی بھی احادیث میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے، جھوٹ سے رزق میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے لہٰذا جھوٹ سے بچنے میں ہی عافیت ہے۔

(4) دھوکہ، مکر و فریب کئی بیماریوں کی جڑ ہے، دھوکے میں سراسر نقصان ہے، دھوکے سے بظاہر تھوڑا سا دُنیوی نفع تو حاصل کیا جا سکتا ہے مگر اُس کا اُخروی نقصان بہت زیادہ ہے لہٰذا دھوکہ دہی سے بچنا اور ایمان داری سے کام لینا چاہیے۔

(5) اپنے آپ کو رضائے الٰہی کے لیے گناہوں سے بچانا اور نیکیوں میں مشغول رکھنا حقیقی تقویٰ ہے۔

(6) جب عام مسلمان کو تکلیف دینے کی ممانعت ہے تو متقی شخص کو تکلیف پہنچانا تو بدرجہ اَولیٰ منع ہے۔

(7) کسی بھی مسلمان کو حقیر جاننے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے نیز اسے بُرائی سے تعبیر فرمایا گیا ہے، لہٰذا غرور و تکبر کرکے کسی کو بھی حقیر نہیں جاننا چاہیے بلکہ عاجزی و اِنکساری کرتے ہوئے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور ربّ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ہر دم ڈرتے رہنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں مسلمان کے ساتھ خیانت، دھوکہ اور جھوٹ سے محفوظ فرمائے، ہمیں تمام مسلمانوں کی عزت، مال اور جان کی حرمت کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 235

قطع تعلقی نہ کرو

وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَاتَحَاسَدُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللہِ اِخْوَانًا اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَحْقِرُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ التَّقْوٰی ھَاھُنَا، وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ، اَلْمُسْلِمُ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ۔ [1]

---

1 . . . مسلم، کتاب البر و الصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم۔۔۔ الخ، ص ۱۳۸۶، حدیث: ۲۵۶۴۔

''اَلنَّجْشُ'' اَنْ يَّزِيْدَ فِيْ ثَمَنِ سِلْعَةٍ يُنَادٰى عَلَيْهَا فِي السُّوْقِ وَنَحْوِهٖ وَلَا رَغْبَةَ لَهٗ فِيْ شَرَائِهَا بَلْ يَقْصِدُ اَنْ يَّغُرَّ غَيْرَهٗ وَهٰذَا حَرَامٌ وَالتَّدَابُرُ اَنْ يُّعْرِضَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَيَهْجُرَهٗ وَيَجْعَلَهٗ كَالشَّيْءِ الَّذِيْ وَرَاءَ الظَّهْرِ وَالدُّبُرِ.

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، تناجش نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور قطع تعلقی نہ کرو۔ کسی کی بیع پر بیع نہ کرو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہ کرے، اُسے حقیر نہ جانے، اور نہ ہی اُسے بے یارو مددگار چھوڑے۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہے۔'' پھر فرمایا: ''کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، ہر مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کی عزت، اس کا مال اور اس کا خون حرام ہے۔''

مشکل الفاظ کے معانی: ''**اَلنَّجْشُ**'' کسی سامان کی فروخت کے لئے بازار میں بولی لگائی جارہی ہو تو کوئی شخص دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے قیمت میں اضافہ کردے حالانکہ وہ خریدنا نہیں چاہتا تو یہ نجش ہے اور نجش حرام ہے۔ ''**تَدَابُر**'' یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بے رخی کرے اور اسے اس طرح چھوڑ دے جیسے کوئی چیز پیٹھ کے پیچھے ہوتی ہے۔

حدیثِ پاک کے مضامین:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیثِ پاک میں چند اہم باتوں کا بیان ہے: (1) حسد (2) تناجش (3) بغض (4) قطع تعلقی (5) بیع پر بیع (6) ظلم کرنے (7) بے یارو مددگار چھوڑ دینے (8) اور حقیر جاننے کی ممانعت (9) اور مسلمان کی عزت، مال اور خون کی حرمت کا بیان۔ ان میں سے بعض مضامین کی وضاحت اور شرح حدیث نمبر ۲۳۴ میں گزر چکی ہے، بقیہ مضامین کی مختصر شرح پیشِ خدمت ہے۔

حسد کی تعریف اور اس کی مذمت:

''کسی کی دینی یا دنیاوی نعمت کے زوال (یعنی اس کے چھن جانے) کی تمنا کرنا یا یہ خواہش کرنا کہ فلاں

شخص کو یہ نعمت نہ ملے حسد کہلاتا ہے۔"[1] حسد کی قرآن وحدیث میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا(۵۴) (پ۵، النساء: ۵۴)

ترجمۂ کنز الایمان: یالوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "حسد سے دور رہو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھاجاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو۔"[2] اگر اپنے اختیار وارادے سے بندے کے دل میں حسد کا خیال آئے اور یہ اس پر عمل بھی کرتا ہے یا بعض اَعضاء سے اس کا اظہار کرتا ہے تو یہ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔[3] واضح رہے کہ حسد ایک موذی بیماری ہے، اس کے نقصانات شمار سے باہر ہیں، جب یہ بیماری کسی کو لگ جائے وہ کہیں کا نہیں رہتا، اس کا نامہ اعمال نیکیوں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے، حسد مسلمانوں کے مابین نفرت کا بہت بڑا سبب ہے، حسد سے بہت سے گناہ پیدا ہو جاتے ہیں، حسد بندے کو بدگمانی میں مبتلا کر دیتا ہے، حسد صلہ رحمی کو ختم کر دیتا ہے، حسد سے رزق میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔ الغرض حسد میں کوئی بھلائی اور اچھائی نہیں ہے، حسد میں نقصان ہی نقصان ہے۔ بہت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حسد کی بیماری سے پاک وصاف ہیں بلکہ رشک اور شکر جیسی دولت سے مالا مال ہیں، کسی کے پاس نعمت دیکھ کر حسد مت کیجئے بلکہ اس کے حق میں دعا کر دیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کو بھی وہ نعمت نصیب ہو جائے گی۔ حسد جیسی بیماری کے علاج کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۳۵۲ صفحات پر مشتمل کتاب **"باطنی بیماریوں کی معلومات"** صفحہ ۵۰ کا مطالعہ فرمایئے۔

---

1 ... الحدیقۃ الندیۃ، الخلق الخامس عشر من الاخلاق الستین المذمومۃ، ۱ / ۶۰۰۔

2 ... ابوداود، کتاب الادب، باب فی الحسد، ۴ / ۳۶۰، حدیث: ۴۹۰۳۔

3 ... الحدیقۃ الندیۃ، الخلق الخامس عشر من الاخلاق الستین المذمومۃ، ۱ / ۶۰۱۔

تَنَاجُش کسے کہتے ہیں؟

کسی شے کی فروخت کے لئے بازار میں بولی لگائی جارہی ہو تو کوئی شخص دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے قیمت میں اضافہ کرے، حالانکہ وہ خریدنا نہیں چاہتا تو یہ نجش ہے اور نجش حرام ہے۔ صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نجش مکروہ ہے حضور اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِس سے منع فرمایا۔ نجش یہ ہے کہ مبیع (یعنی فروخت کی جانے والی شے) کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا اِرادہ نہ رکھتا ہو۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خریدلے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے جیسا کہ بعض دُکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں، گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھادیا کرتے ہیں اور اُن کی اِس حرکت سے گاہک دھوکا کھاجاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اُس کے ایسے اَوصاف بیان کرنا جو نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھاجائے یہ بھی نجش ہے۔ جس طرح ایسا کرنا بیع میں ممنوع ہے، نکاح، اِجارہ وغیرہ میں بھی ممنوع ہے۔ اس کی ممانعت اُس وقت ہے جب خریدار واجبی قیمت دینے کے لیے تیار ہے اور یہ دھوکا دے کر زیادہ کرنا چاہے اور اگر خریدار واجبی قیمت سے کم دے کر لینا چاہتا ہے اور ایک شخص غیر خریدار اس لیے دام بڑھارہا ہے کہ اصلی قیمت تک خریدار پہنچ جائے، یہ ممنوع نہیں کہ ایک مسلمان کو نفع پہنچاتا ہے بغیر اس کے کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔“[1]

بُغض کی تعریف اور اُس کی مذمت:

”بغض یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں کسی کو بوجھ جانے، اس سے غیر شرعی دشمنی رکھے، نفرت کرے اور یہ کیفیت ہمیشہ باقی رہے۔“[2] بغض کی قرآن وحدیث میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

---

1 . . . بہارِ شریعت، حصہ ۱۱، ۲/ ۷۲۳۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، القول فی معنی الحقد۔۔۔الخ، ۲۲۳/۳۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ (پ۷، المائدۃ: ۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بَیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیاتم باز آئے۔

صدرُالافاضل حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی ''خزائن العرفان'' میں اِس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ''اس آیت میں شراب اور جوئے کے نتائج اور وبال بیان فرمائے گئے کہ شراب خواری اور جوئے بازی کا ایک وبال تو یہ ہے کہ اس سے آپس میں بُغض اور عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور جو ان بدیوں میں مبتلا ہو وہ ذِکرِ الٰہی اور نماز کے اوقات کی پابندی سے محروم ہو جاتا ہے۔''[1] احادیث میں بھی بغض رکھنے والوں کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے، نیز بغض رکھنے والوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ (ماہ) شعبان کی پندرہویں رات اپنے بندوں پر (اپنی قدرت کے شایانِ شان) تجلّی فرماتا ہے اور مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت فرماتا ہے اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے، جبکہ بغض و کینہ رکھنے والوں کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔''[2] ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''بغض رکھنے والوں سے بچو کیونکہ بغض دِین کو مُونڈ ڈالتا (یعنی تباہ کر دیتا) ہے۔''[3]

کسی بھی مسلمان کے متعلق بلاوجہ شرعی اپنے دل میں بغض و کینہ رکھنا ناجائز و گناہ ہے۔ سیِّدُنا عبد الغنی نابلسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حق بات بتانے یا عدل و انصاف کرنے والے سے بغض و کینہ رکھنا حرام ہے۔''[4] بلاوجہ شرعی مسلمانوں سے بغض و کینہ رکھنے والوں کی کل بروزِ قیامت بہت سخت پکڑ ہو گی، بلکہ بسا

---

1 ... خزائن العرفان، پ۷، المائدہ، تحت الآیۃ: ۹۱۔

2 ... شعب الایمان، باب فی الصیام، ماجاء فی لیلۃ ۔۔۔ الخ، ۳/۳۸۳، حدیث: ۳۸۳۵۔

3 ... کنز العمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، ۳/۲۰۹، حدیث: ۷۷۱۴۔

4 ... الحدیقۃ الندیۃ، السادس العاشر من الاخلاق الستین المذمومۃ، ۱/۶۲۹۔

اوقات تو دنیا میں ہی لوگوں کو مسلمانوں سے بغض و کینہ رکھنے والوں کا عبرت ناک انجام دکھا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی خدمت میں کچھ لوگ گھبرائے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: ”ہم حج کی سعادت پانے کے لیے نکلے تھے، ہمارے ساتھ ایک آدمی تھا، جب ہم ذَاتُ الصِّفَاح کے مقام پر پہنچے تو اُس کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے اُس کے غسل و کفن کا انتظام کیا پھر اُس کے لیے قبر کھودی اور اُسے دفن کرنے لگے تو دیکھا کہ اچانک اس کی قبر کالے سانپوں سے بھر گئی ہے۔ ہم نے وہ جگہ چھوڑ کر دوسری قبر کھودی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی کالے سانپوں سے بھر گئی، بالآخر ہم اسے وہیں چھوڑ کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے ہیں۔“ یہ واقعہ سن کر حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے ارشاد فرمایا: ”یہ اس کا کینہ ہے جو وہ اپنے دل میں مسلمانوں کے متعلق رکھا کرتا تھا، جاؤ! اور اسے وہیں دفن کر دو۔“[1] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کے بغض و کینہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

بیع پر بیع کی ممانعت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ تمام اَحکامِ شرعیہ میں مسلمانوں کا فائدہ ہی فائدہ ہے، جس چیز میں مسلمانوں کا نقصان تھا اسے شریعت نے ممنوع قرار دیا۔ کسی چیز کی خرید و فروخت میں جب دو شخصوں کے مابین بات طے ہوگئی، سودا ہو گیا، ایک نے چیز بیچ دی اور دوسرے نے خرید لی اگرچہ ابھی قیمت یا بیچی گئی چیز کا لین دین نہیں ہوا، کسی تیسرے شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اُس سودے پر قیمت بڑھا کر کوئی دوسرا سودا کرے، کیونکہ اِس طرح کرنے میں مسلمانوں کا نقصان ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ایک شخص کے دام چکا لینے (یعنی قیمت طے کر لینے) کے بعد دوسرے کو دام چکانا (نئی قیمت طے کرنا) ممنوع ہے اس کی صورت یہ ہے کہ بائع (بیچنے والا) و مشتری (خریدنے والا) ایک ثمن (قیمت) پر راضی ہوگئے صرف اِیجاب و قبول ہی یا مبیع (بیچی گئی شے) کو اُٹھا کر دام (قیمت) دے دینا ہی باقی رہ گیا ہے،

[1] ... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب القبور، ۶/۸۳، رقم: ۱۲۸۔

دوسرا شخص دام بڑھا کر لینا چاہتا ہے یا دام اُتنا ہی دے گا مگر دُکاندار سے اس کا میل ہے، یا یہ ذی وجاہت (مقام و مرتبے والا) شخص ہے دُکاندار اُسے چھوڑ کر پہلے شخص کو نہیں دے گا (تو ان تمام صورتوں میں دوسرا سودا کرنا منع ہے) اور اگر اب تک دام طے نہیں ہوا، ایک ثمن (قیمت) پر دونوں کی رضامندی نہیں ہوئی ہے تو دوسرے کو دام چُکانا (یعنی قیمت طے کرنا) منع نہیں۔ "[1]

کسی مسلمان کو حقیر نہ جاننے سے مراد:

مذکورہ حدیثِ پاک میں یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ تو ظلم کرے، نہ ہی اسے حقیر جانے اور نہ ہی اسے اکیلا چھوڑے۔ علامہ محمد بن علان شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حقیر نہ جاننے سے مراد یہ ہے کہ اسے چھوٹا نہ سمجھے اور اس کی قدر و منزلت کو نہ گھٹائے کیونکہ جب ربّ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا تو اس کی تحقیر نہ فرمائی بلکہ اسے رفعت و بلندی عطا فرمائی، اس سے خطاب فرمایا اور اسے اَحکام شرعیہ کا مکلف بنایا لہٰذا اب جو بھی اُس کی تحقیر کرے گا گویا وہ رب تعالیٰ کی حد بندی سے تجاوز کرے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حَد سے تجاوز کرنا ایک بہت بڑا گناہ اور بُرائی ہے۔ اسی وجہ سے یہ فرمایا گیا کہ "کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔" حقارت دراصل تکبر سے پیدا ہوتی ہے، جب بندے میں تکبر پیدا ہو جاتا ہے وہ اس تکبر کے سبب اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھنے لگتا ہے، اُسے عیوب تلاش کرنے والی نظروں سے دیکھتا ہے، وہ اُسے اِس بات کا اہل نہیں سمجھتا کہ اس کے حقوق کی پاسداری کی جائے۔ "[2]

شارِحِ حدیث علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "کسی بھی مسلمان کو حقیر نہ جاننے سے مراد یہ ہے کہ اُس کے عیبوں کا ذکر نہ کرے، اُس کے بُرے بُرے نام نہ رکھے، اُس کے ساتھ مذاق نہ کرے، جب اُسے مفلوک الحال دیکھے یا کسی بیماری میں مبتلا دیکھے یا اُسے بات کرنا نہ آتی ہو تو اُس پر طنز کے

---

1 ... بہار شریعت، حصہ ۱۱، ۲/۷۲۳۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی تعظیم حرمات المسلمین، ۲/ ۲۴، تحت الحدیث: ۲۳۶۔

طور پر نہ ہنسے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اُس کا ضمیر زیادہ مخلص ہو اور وہ قلبی طور پر زیادہ متقی ہو ایسے شخص سے جس میں اِس کے برعکس صفات پائی جاتی ہوں۔ پس جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تقویٰ دے کر عزت بخشی ہے اُس کی تحقیر کر کے بندہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرے گا۔"[1]

بے یارومددگار نہ چھوڑنے کے معانی:

"ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو بے یارومددگار نہ چھوڑے۔" علماء کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے اِس کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں:

(1) امام جلال الدین سیوطی شافعی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مراد یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان ظالم کے ظُلم یا اس جیسے کسی اور معاملے سے نجات کے لیے کسی دوسرے مسلمان سے مدد طلب کرے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو اور کوئی مانع شرعی بھی نہ ہو تو اب اس کی مدد کرنا لازم ہے۔"[2] (2) علامہ ابن اثیر جزری عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی مدد اور نصرت کو کبھی ترک نہ کرے۔"[3] (3) علامہ محمد بن علان شافعی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مراد یہ ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرنا کبھی ترک نہ کرے خصوصاً جب کہ وہ مدد کا محتاج اور مجبور ہو۔" مزید فرماتے ہیں: "اپنے مسلمان بھائی کو بے یارومددگار چھوڑ دینا، دِنیوی و دُینی دونوں اعتبار سے حرام بلکہ سخت حرام ہے۔ دُنیوی اعتبار سے اِس طرح کہ کوئی مظلوم کی مدد کرنے یا اُسے ظالم سے بچانے پر قادر ہو پھر بھی اُسے نہ بچائے تو یہ دُنیوی اعتبار سے اپنے مسلمان بھائی کو بے یارومددگار چھوڑ دینا ہے۔ دِینی اِعتبار سے اِس طرح کہ کوئی غیبت میں مبتلا ہے اور اگر یہ اُسے نصیحت کرے تو وہ رُک جائے گا مگر پھر بھی یہ اُسے نصیحت نہ کرے تو یہ دینی اعتبار سے اپنے مسلمان بھائی کو بے یارومددگار چھوڑ دینا ہے۔ اور یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں۔"[4]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الرحمۃ والشفقۃ علی الخلق، ۸/۲۹۰، تحت الحدیث: ۴۹۵۹۔

2 . . . الدیباج علی مسلم، کتاب الادب والبر والصلۃ، باب تحریم ظلم المسلم۔۔۔الخ، ۵/۵۰۷، تحت الحدیث: ۲۵۶۴۔

3 . . . النہایۃ، باب الخاء مع الذال، ۲/۱۶۔

4 . . . دلیل الفالحین، باب حرمات تعظیم المسلمین، ۲/۲۰، تحت الحدیث: ۲۳۵۔

”حضور غوث پاک“ کے 10 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) اسلام آپس میں عداوتوں اور نفرتوں کا نہیں بلکہ محبتوں اور شفقتوں کا درس دیتا ہے۔

(2) ایک دوسرے سے حسد نہ کریں کیونکہ حسد ایک ایسی بیماری ہے جو نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو۔

(3) کسی بھی شے کی خرید و فروخت میں قیمت بڑھانا منع ہے جبکہ اس کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو، فقط اس لیے قیمت بڑھائی جائے تاکہ خریدنے والا زیادہ سے زیادہ قیمت پر خریدے، یہ نجش اور شرعاً ناجائز ہے۔

(4) کسی بھی مسلمان کے متعلق اپنے دل میں بغض و کینہ ہرگز نہیں رکھنا چاہیے، بغض و کینہ دین کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، بغض و کینہ رکھنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

(5) کسی شے کی خرید و فروخت میں جب فریقین کے درمیان سودا طے ہو گیا ہو تو اب کسی دوسرے کے لیے یہ جائز نہیں کہ اُس سودے پر قیمت بڑھا کر دوسرا سودا کرے۔

(6) اِسلام نے بھائی چارے اور اخوت کو فروغ دیا ہے اور یقیناً اخوت و بھائی چارے میں ہی ایک بہترین معاشرے کا قیام پوشیدہ ہے۔

(7) ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی طرح کے حقوق ہیں، اپنے مسلمان بھائی کو کسی طرح بھی تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے، ایک سچا اور حقیقی مسلمان کبھی بھی اپنے دوسرے بھائی پر ظلم نہیں کرتا، نہ ہی اسے حقیر جانتا ہے اور نہ ہی اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔

(8) جن چیزوں کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے اُن پر عمل کرنے اور جن سے منع فرمایا ہے اُن سے رُکنے کا نام تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔

(9) اپنے کسی بھی مسلمان بھائی کو کسی بھی وجہ سے حقیر نہیں جاننا چاہیے۔

(10) ایک مسلمان کی عزت، مال اور اُس کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عزت کو پامال کرے، اُس کے مال میں ناجائز تصرف کرے یا اُس کے خون کی حرمت کو پامال کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسلمانوں کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کسی بھی مسلمان کو حقیر نہ جاننے کی توفیق عطا فرمائے، تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:236

کامِل مُؤمن کی نشانی

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی بھی شخص اُس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی شے پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“

اِیمان سے مراد اِیمانِ کامِل ہے:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں اِیمان سے مراد اِیمانِ کامل ہے۔ محبت کسی کی طرف دِل کے میلان کو کہتے ہیں، یہاں محبت سے مراد پسندیدگی ہے۔ مراد یہ ہے کہ کامل مؤمن وہی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ جو بات اپنے لئے ناگوار جانے وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے یعنی آدمی یہ چاہتا ہے کہ ہم آرام، اِعزاز کے ساتھ خوش و خرم رہیں کوئی ہماری توہین و تذلیل نہ کرے کوئی ہمیں

1 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، ۱/ ۱۶، حدیث: ۱۳۔

اِیذا نہ پہنچائے، کوئی ہمارا حق غصب نہ کرے، اِسی طرح یہ بھی چاہیے کہ میرا بھائی اِعزاز واکرام کے ساتھ خوش وخرم رہے، نہ اس کی توہین و تذلیل ہو، نہ اس کا حق غصب کیا جائے۔ اس سے بطورِ لزوم یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اگر اس کا عادی ہو جائے تو معاشرہ صاف وستھرا رہے گا اور زندگی چین و اطمینان سے گزرے گی اس حدیث میں تواضع، مروت، امداد، باہمی ایک دوسرے کے کام آنے اور دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بلیغ ترین تبلیغ ہے، حسد، کینہ، عداوت، بغض، ایذا رسانی، حق تلفی، تفوق ترفع تحقیر و تذلیل سے دور رہنے کی انتہائی دلنشین پیرائے میں تلقین ہے اسی لئے علماء نے اس حدیث کو بھی جَوَامِعُ الْکَلِم اور اُمُّ الْحَدِیث میں سے شمار فرمایا ہے۔"[1]

شے سے مرادِ عبادات یا مُباحات ہیں:

علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی اس چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اس چیز سے مراد عبادات یا مباح چیزیں ہیں تو جس کا ایمان کامل ہو گا وہ اپنے بھائی کے لئے اسی نعمت کو پسند کرے گا جسے اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"[2]

مسلمان بھائی کے لیے پسند یا ناپسند کی وضاحت:

جو شے اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔ شاہ عبد الحق مُحَدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "خواہ اس شے کا تعلق دُنیوی خیر سے ہو یا اُخروی خیر سے ہو۔ **اُخروی خیر** یہ ہے کہ دوزخ کے عذاب سے نجات اور درجاتِ جنت کا حصول اور یہ ایمان، نیک اَعمال کا تقاضہ کرتا ہے اور **دُنیوی خیر** سے مراد اَسبابِ متاع اور اہل و اولاد ہیں جو آخرت میں بھلائی کا ذریعہ ہیں، جب اِنسان اپنے لئے اِن دونوں کی خواہش کرتا ہے تو اُسے دوسرے تمام مسلمانوں کے لئے بھی یہی

---

1 . . . نزہۃ القاری، ۱/ ۳۱۴۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان۔۔۔الخ، ۱/ ۱۶، الجزء الثانی۔

خواہش کرنی چاہیے لیکن وہ شخص جو نفس و شیطان کے شر اور فتنہ وفسادِ باطن کی وجہ سے ایسے مال کی خواہش کرے جو ظلم و فساد اور عذاب کا ذریعہ بنے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز کی خواہش دوسرے مسلمان کے لئے بھی کرے بلکہ اسے خود ایسے بُرے عمل سے باز آنا ضروری ہے یا ایک شخص مال و دولت کے حُصُول کی خواہش تو رکھتا ہے اور اُس کا مقصد یہ ہو کہ میں اُس مال کو نیکی کے کام میں خرچ کروں گا تو یہ اچھی چیز ہے لیکن یہ کسی ایسے شخص کے لئے یہ خواہش نہ کرے کہ جس کے بارے میں یہ سمجھتا ہو کہ اسے مال و دولت، گناہ کے کاموں کی طرف لے جائے گا کیونکہ یہ اس کے حق میں خیر نہیں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”پنجتن“ پاک کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو شے اپنے لیے پسند ہو وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرنا ایمانِ کامل کی نشانی ہے لہٰذا جو شے اپنی ذات کے لیے بندہ پسند نہیں کرتا تو اُسے چاہیے کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اُسے پسند نہ کرے۔

(2) پسند یا ناپسند کا تعلق دینی واُخروی دونوں طرح کی چیزوں سے ہے، جس طرح دِینی طور پر بندہ اپنے بارے میں یہ چاہتا ہے کہ دنیا سے وہ ایمان سلامت لے جائے، اُس کا خاتمہ ایمان پر ہو، کل بروزِ قیامت اُس کے لیے آسانیاں ہوں، جنت میں داخلہ نصیب ہو، یہی تمام باتیں وہ اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کے لیے بھی پسند کرے اور اِس کی کوششیں کرے، اِسی طرح دُنیوی نعمتوں کا معاملہ ہے۔

(3) جو شخص نفس و شیطان کے شر کی وجہ سے حرام ذریعے سے مال جمع کرنے کا خواہش مند ہو تو اس کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی یہ خواہش رکھے کیونکہ یہ تو بذاتِ خود گناہ ہے اور گناہ سے بچنے کا حکم ہے نہ کہ بندہ اپنے بھائی کے لیے بھی اس گناہ کی خواہش کرے۔

(4) اگر کوئی شخص اپنی ذات کے لیے مال و دولت کی اس لیے خواہش رکھتا ہے کہ اسے نیکی و بھلائی کے

---

[1] . . . اشعة اللمعات، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۱۲۸/۴۔

کاموں میں خرچ کرے البتہ اسے معلوم ہے کہ میرا فلاں بھائی مال و دولت کو نیکی کے کاموں میں خرچ نہیں کرپائے گاتو اس کے حق میں مال و دولت کی خواہش نہ کرنا بہتر ہے۔

(5) یہ بھی معلوم ہوا کہ مال و دولت میں اضافے کی خواہش کرنا مطلق ممنوع نہیں ہے بلکہ نیکی و بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کی نیت سے مال میں اضافے کی خواہش کرنا اچھی بات ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی اچھی چیزیں اور باتیں پسند کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہیں۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 237

ظالِم و مَظلُوم بھائی کی مدد

وَعَنْهُ: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَنْصُرُهُ اِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ اَنْصُرُهُ؟ قَالَ: تَحْجُزُهُ اَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ. [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رِسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ ایک شخص نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جب وہ مظلوم ہوتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں لیکن جب وہ ظالم ہو تو میں اس کی مدد کس طرح کروں؟“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اُسے روکو یا ظلم کرنے سے منع کرو کیونکہ یہی اس کی مدد ہے۔“

ظالم کی مدد:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظالم کی مدد اس کو ظلم سے روکنا ہے کیونکہ اگر

1 . . . بخاری، کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبہ۔۔۔ الخ، ۴/۳۸۹، حدیث: ۶۹۵۲۔

اس کو ظلم سے نہ روکو گے تو وہ ظلم میں اور آگے بڑھ جائے گا اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کی ایک دن اس سے قصاص لیا جائے گا لہٰذا اس کو ظلم سے روکنے میں اس کو قصاص سے نجات دلانا ہے اور یہ اس کی مدد ہے۔''[1]

مسلمان بھائی کی ہر حال میں مدد کرو:

مُفَسِّر شہیر، مُحدّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اپنے بھائی مسلمان کی بہر حال مدد کرو، خواہ تمہاری مدد اس کو خوش کرے یا مغموم کرے۔ یعنی ظالم کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی بڑی مدد ہے کہ اسے مظلوم کی بد دعاؤں سے، **اللہ** کے عذاب سے بچالینا ہے۔''[2]

حدیثِ پاک کا مفہومِ کُلّی:

شارحِ حدیث مفتی غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''رُوحِ حدیث یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے درمیان اِسلامی رشتے کی بنیاد پر ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں اُس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ بلا وجہ کسی مسلمان پر ظلم وزیادتی کرنا تو حرام و ناجائز ہے لیکن اِسلامی رشتے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو نشانۂ ظلم بننے کے لئے بے مدد نہ چھوڑا جائے اور حتی المقدور اُس کی قانونی، مالی اور اَخلاقی اِمداد کی جائے۔''[3]

دو اہم مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک سے یہ دو اہم مدنی پھول حاصل ہوئے: **(۱)** فقط کسی کو نیکی کی دعوت دینا یا اچھائی کی طرف بلانا ہی اُس کی مدد نہیں ہے بلکہ کسی کو ظلم سے روکنا، یا اُس کی ذات میں پائی جانے والی کسی بھی برائی سے روکنا بھی دراصل اُس کی مدد کرنا ہے۔ **(۲)** حقیقی مددگار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پاک ذات ہے، مگر اُس کی عطا سے اُس کے بندے بھی ایک دوسرے کے مددگار ہیں، کوئی اپنے بھائی کو نیکی و اچھائی کی طرف بلا کر اُس کی مدد کرتا ہے تو کوئی اپنے بھائی کو برائی سے منع کر کے یا بچا کر اُس کی مدد کرتا ہے۔

---

1 ... تفہیم البخاری، ۳/ ۲۷۰۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۵۰۔

3 ... فیوض الباری، ۹/ ۲۳۸۔

لٰہذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے بھی اُس کی عطا سے ایک دوسرے کے مدد گار ہو سکتے ہیں۔

اسم جلالت "اللہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اسلامی رشتے کی بنیاد پر مسلمانوں کے درمیان جو حقوق لازم ہوتے ہیں اُن کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(2) اپنے مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں ہر طرح سے مدد کرنی چاہیے۔

(3) ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی جاسکتی ہے، ظالم کو اُس کے ظلم سے روکنا اور مظلوم کو ظالم کے ظلم سے چھڑانا اُس کی مدد ہے۔

(4) حقیقی مدد گار فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے مگر اُس کی عطا سے اُس کے بندے بھی ایک دوسرے کے مدد گار ہیں اور وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی ہر طرح سے مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، انہیں نیکی کی دعوت دینے اور گناہوں سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:238

مسلمان کے مسلمان پر حقوق

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَۃُ الدَّعْوَۃِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ.[1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: حَقُّ الْمُسْلِمِ سِتٌّ: اِذَا لَقِیْتَہُ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَاِذَا دَعَاکَ فَاَجِبْہُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَکَ

[1] ... بخاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ۱ / ۴۲۱، حدیث: ۱۲۴۰۔

فَانْصِحْ لَهُ وَاِذَا عَطِسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔''

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ''مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب وہ تم سے ملاقات کرے تو تم اسے سلام کرو، جب وہ تمہیں دعوت دے تو تم اُس کی دعوت قبول کرو، جب وہ تم سے کوئی نصیحت طلب کرے تو تم اُس کو نصیحت کرو اور جب وہ چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اُس کی چھینک کا جواب دو اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اُس کی عیادت کرو اور جب وہ مر جائے تو اُس کے جنازہ میں شرکت کرو۔''

حقوق میں تمام مسلمان برابر ہیں:

حضرت علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''اِس حدیثِ پاک میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق بیان کئے گئے ہیں ان میں تمام مسلمان برابر ہیں، چاہے نیک ہوں یا بد لیکن اتنا ضرور ہے کہ نیک لوگ خندہ پیشانی، اچھے طریقے سے ملاقات کرنے اور مصافحہ میں پہل کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔''[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ احادیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، اِن چھ حقوق کا اِجمالی بیان پیشِ خدمت ہے:

(1)۔۔۔سلام کا جواب اور اس کے بہترین الفاظ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں مسلمان کا ایک حق یہ بھی بیان فرمایا گیا کہ جب وہ سلام کرے تو اسے جواب دیا جائے۔ آج کل ہماری اکثریت سلام کرنے کے طریقے اور الفاظ سے ناواقف نظر آتی ہے، اسی طرح سلام

---

1 ۔۔۔ مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم۔۔۔الخ، ص ۱۱۹۲، حدیث: ۲۱۶۲۔

2 ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض، ۴/۲، تحت الحدیث: ۱۵۲۵۔

کا جواب دینے کا بھی علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فتاویٰ رضویہ شریف میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”(سلام کرنے والا) کم از کم اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے اور اس سے بہتر وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ملانا اور سب سے بہتر وَبَرَکَاتُہٗ شامل کرنا (یعنی سلام کے سب سے بہتر الفاظ یہ ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ) اور اس پر زِیادت نہیں (یعنی اس سے زائد الفاظ نہ کہے) پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ سلام میں سلام کیا ہے جواب میں اتنے کا اعادہ تو ضرور ہے اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے۔ اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا تو یہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے اور اگر اس نے وَبَرَکَاتُہٗ کہا تو یہ بھی اتنا ہی کہے، اس سے زیادت نہیں۔“[1]

سلام کے 11 مَدَنی پھول:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۳۲ صفحات پر مشتمل رسالے ”۱۰۱ مدنی پھول“ صفحہ ۲ سے سلام کے ۱۱ مدنی پھول پیش خدمت ہیں: (1) مسلمان سے ملاقات کرتے وقت اُسے سلام کرنا سنّت ہے۔ (2) بہارِ شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۱۰۲ پر لکھے ہوئے جُزیئے کا خلاصہ ہے: ”سلام کرتے وَقت دل میں یہ نیّت ہو کہ جس کو سلام کرنے لگا ہوں اِس کا مال اور عزّت و آبرو سب کچھ میری حفاظت میں ہے اور میں اُن میں سے کسی چیز میں دَخل اندازی کرنا حرام جانتا ہوں۔“ (3) دن میں کتنی ہی بار ملاقات ہو، ایک کمرہ سے دوسرے کمرے میں بار بار آنا جانا ہو وہاں موجود مسلمانوں کو سلام کرنا کارِ ثواب ہے۔ (4) سلام میں پہل کرنا سنّت ہے۔ (5) سلام میں پہل کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مُقرَّب ہے۔ (6) سلام میں پہل کرنے والا تکبُّر سے بھی بری ہے جیسا کے میرے مکّی مَدنی آقا، میٹھے میٹھے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ باصفا ہے: ”پہلے سلام کہنے والا تکبُّر سے بَری ہے۔“ (7) سلام (میں پہل) کرنے والے پر ۹۰ رَحمتیں اور جواب دینے والے پر ۱۰ رَحمتیں نازِل ہوتی ہیں۔ (8) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم کہنے سے ۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔ ساتھ میں وَ رَحمَۃُ اللّٰہ بھی کہیں گے تو ۲۰ نیکیاں ہو جائیں گی اور وَبَرَکاتُہ شامل کریں گے تو ۳۰ نیکیاں ہو جائیں

---

[1] ... فتاویٰ رضویہ، ۲۲/ ۴۰۹۔

گی۔ بعض لوگ سلام کے ساتھ جنَّتُ المقام اور دوزخُ الحرام کے الفاظ بڑھادیتے ہیں یہ غلط طریقہ ہے۔ بلکہ مَن چلے تو معاذاللہ یہاں تک بَک جاتے ہیں: ”آپ کے بچّے ہمارے غلام۔“ (9) اِسی طرح جواب میں **وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَ رَحمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ** کہہ کر ۳۰ نیکیاں حاصِل کی جاسکتی ہیں۔ (10) سلام کا جواب فوراً اور اتنی آواز سے دینا واجِب ہے کہ سلام کرنے والا سُن لے۔ (11) سلام اور جوابِ سلام کا دُرُست تَلَفُّظ یاد فرما لیجئے۔ سلام کا درست تلفظ یہ ہے: **اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ** (اَسْ۔ سَلا۔ مُ۔ عَلَے۔ کُمْ) جواب کا درست تلفظ یہ ہے: **وَعَلَيْكُمُ السَّلَام** (وَ۔ عَ۔ لَیْ۔ کُمُسْ۔ سَلام)۔ ہزاروں سنّتیں سیکھنے کیلئے مکتبۃُ المدینہ کی مطبوعہ دو کُتُب ”بہارِ شریعت حصّہ ۱۶“ نیز ”سنّتیں اور آداب“ ہدیۃً حاصِل کیجئے اور پڑھیے۔ سنّتوں کی تربیت کا ایک بہترین ذَرِیعہ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافلوں میں عاشِقانِ رسول کے ساتھ سنّتوں بھرا سفر بھی ہے۔

سیکھنے سنّتیں قافلے میں چلو ...... لُوٹنے رَحمتیں قافلے میں چلو
ہوں گی حل مشکلیں قافلے میں چلو ...... پاؤ گے بَرَکتیں قافلے میں چلو

(2) دعوت قبول کرنا:

مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کا دوسرا حق ”اُس کی دعوت کو قبول کرنا“ بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرتے ہوئے اُس میں شرکت کرنا یہ اُس وقت سُنّتِ مبارکہ ہے جبکہ وہاں کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو اور اگر خلافِ شرع کام ہو رہے ہوں تو دعوت قبول نہ کرنا لازم ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے تو یہاں تک فرمایا کہ جو دعوت اپنے آپ کو اونچا دکھانے، فخر اور واہ واہ کے لئے ہو اس دعوت کو قبول کرنا منع ہے۔ سلف صالحین اس طرح کی دعوتوں میں شرکت کرنے کو مکروہ فرماتے ہیں۔“[1]

(3) نصیحت کرنا:

تیسرا حق نصیحت کرنا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نصیحت سے

---

1 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۱/ ۶۷۳۔

مسلمانوں کی خیر خواہی مراد ہے، عام حالت میں نصیحت کرنا سنت مبارکہ ہے اور جب کوئی نصیحت کی بات سننے کی خواہش ظاہر کرے تو پھر اس کو نصیحت کرنا واجب ہے۔"[1] **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(نصیحت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب) تم سے کوئی مشورہ کرے تو اچھا مشورہ دو، اگر شرعی مسئلہ پوچھے تو ضرور بتاؤ۔"[2]

(4) چھینک کا جواب دینا:

مسلمان پر مسلمان کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ اُس کی چھینک کا جواب دے۔ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۳۲ صفحات پر مشتمل رسالے "۱۰۱ مدنی پھول" صفحہ ۱۳ سے چھینکنے اور چھینک کا جواب دینے کی چند سنتیں اور آداب پیش خدمت ہیں: **(1)** "چھینک کے وقت سر جھکائیں، منہ چھپائیں اور آواز آہستہ نکالیں، چھینک کی آواز بلند کرنا حماقت ہے۔" فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو آواز بلند نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ اِن میں آواز بلند کی جائے۔"[3] **(2)** "جب چھینک آئے اور **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہیں گے تو فرشتے **رَبِّ الْعٰلَمِیْن** کہیں گے۔ اگر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن** کہیں گے تو معصوم فرشتے یہ دعا کریں گے: **یَرْحَمُکَ اللّٰہ** (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے)۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "جب کسی کو چھینک آئے اور وہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہے تو فرشتے کہتے ہیں: **رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** اور وہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** کہتا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں: **یَرْحَمُکَ اللّٰہ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے۔"[4] **(3)** "چھینک آنے پر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہنا سنت ہے بہتر یہ ہے کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن** کہے۔ سننے والے پر واجب ہے کہ فوراً **یَرْحَمُکَ اللّٰہ** (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم کرے) کہے اور اتنی آواز سے کہے کہ چھینکنے والا خود سن لے۔ اگر جواب میں تاخیر کر دی تو گنہگار ہو گا۔

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۱/ ۶۷۴۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۴۔

3 . . . شعب الایمان، باب فی تشمیت العاطس، فصل فی تکریر العاطس، ۷/ ۳۲، حدیث: ۹۳۵۵۔

4 . . . معجم الاوسط، ۲/ ۳۰۵، حدیث: ۳۳۷۱۔

صرف جواب دینے سے گناہ معاف نہیں ہو گا توبہ بھی کرنا ہو گی۔"(4)"جواب سن کر چھینکنے والا کہے: **یَغْفِرُاللّٰہُ لَنَاوَلَکُمْ** (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے) یا یہ کہے: **یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ** (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے)۔" (5)"چھینکنے والا زور سے حمد کہے تاکہ کوئی سنے اور جواب دے دونوں کو ثواب ملے گا۔"(6)"چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے۔ دوبارہ چھینک آئے اور وہ **اَلْحَمْدُلِلّٰہ** کہے تو دوبارہ جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔" (7)"جواب اس صورت میں واجب ہو گا جب چھینکنے والا **اَلْحَمْدُلِلّٰہ** کہے، اور حمد نہ کرے تو جواب واجب نہیں۔" (8)"بڑھیا کی چھینک کا جواب مَرد، زور سے دے اور جوان عورت کا جواب دل میں دے۔" (البتہ اتنی آواز ضروری ہے کہ جواب دینے والا خود سن لے)(9) "چھینکنے والا دیوار کے پیچھے ہو جب بھی جواب دیں۔" (10)"کئی اسلامی بھائی موجود ہوں اور بعض حاضرین نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے جواب ہو گا مگر بہتر یہی ہے کہ سارے جواب دیں۔"(11)"نماز کے دوران چھینک آئے تو **اَلْحَمْدُلِلّٰہ** نہ کہیں۔" (12)"کسی کو چھینک آئی اور نماز پڑھنے والے نے دورانِ نماز جواب دے دیا تو اُس کی نماز فاسد ہو گئی۔"(13)"کافر کو چھینک آئی اور اس نے **اَلْحَمْدُلِلّٰہ** کہا تو جواب میں **یَھْدِیْکَ اللّٰہُ** (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے ہدایت کرے) کہا جائے۔" اے ہمارے پیارے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! ہمیں چھینک کی سنتوں اور آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

(5)عیادت کرنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کرنا نہایت ہی اَجر و ثواب کا کام ہے، اَحادیث میں اِس کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) "مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کو گیا تو واپس ہونے تک جنت کے پھل چننے میں رہا۔"[1] (2)"جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لیے صبح کو جائے تو شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اِستغفار کرتے ہیں اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اِستغفار کرتے ہیں اور اُس کے لیے جنت

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عیادة المریض، ص ۱۳۸۸، حدیث: ۲۵۶۸۔

میں ایک باغ ہو گا۔"[1] (3)"اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمانت میں ہے اور مریض کی عیادت کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمانت میں ہے اور مسجد کی طرف جانے والا یا مسجد سے لوٹنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمانت میں ہے اور حاکمِ اسلام کے پاس اُس کی عزت اور اِعانت کرنے کیلئے آنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمانت میں ہے اور اپنے گھر میں بیٹھ کر کسی کی غیبت نہ کرنے والا بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمانت میں ہے۔"[2]

مریض کی عیادت سے متعلق چار مدنی پھول پیشِ خدمت ہیں: (1) "عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "جب کوئی شخص کسی بیماری میں مبتلا ہو اور اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی ہو تو اس کی عیادت کرنا سنت مبارکہ ہے اور اگر دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو تو عیادت کرنا واجب ہے۔"[3] (2) فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "مریض کی پوری عیادت یہ ہے کہ اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پوچھے کہ مزاج کیسا ہے؟ اور پوری تحیت (سلام کرنا) یہ ہے کہ مصافحہ بھی کیا جائے۔"[4] (3) جب مریض کی عیادت کو جائیں تو اُس سے اپنے لیے دعا کروائیں۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "مریض جب تک تندرست نہ ہو جائے اس کی کوئی دعا رَد نہیں ہوتی۔"[5] (4) "جب کسی مریض کی عیادت کو جائیں تو مریض کے لئے بھی دعا کریں، ایک دعا حدیث مبارکہ میں تعلیم فرمائی گئی ہے ہو سکے تو یہ دعا ہی پڑھ لیں۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "جس نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت کا وقت قریب نہ آیا ہو اور سات مرتبہ یہ الفاظ کہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اُس مرض سے شفا عطا فرمائے گا۔" (الفاظ یہ ہیں:) "**اَسْئَلُ اللہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ** یعنی میں عظمت والے، عرش عظیم کے مالک اللہ عَزَّوَجَلَّ سے تیرے لئے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔"[6]

---

1 ... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، ۲/ ۲۹۰، حدیث: ۹۷۱۔

2 ... ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ماجاء فی الطاعات وثوابها، ۱/ ۲۹۵، حدیث: ۳۷۳۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض۔۔۔ الخ، ۴/ ۲، تحت الحدیث: ۱۵۲۵۔

4 ... ترمذی، کتاب الاستئذان والآدب، باب ماجاء فی المصافحۃ، ۴/ ۳۳۴، حدیث: ۲۷۴۰۔

5 ... الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، باب الترغیب فی عیادۃ المرضی۔۔۔ الخ، ۴/ ۱۶۶، حدیث: ۱۹۔

6 ... ابوداود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، ۳/ ۲۵۱، حدیث: ۳۱۰۶۔

(6)جنازے کے ساتھ جانا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جنازے میں شریک ہونا بھی اجر وثواب کا کام ہے، اس کے بھی کثیر فضائل وارد ہوئے ہیں، چنانچہ اِس ضمن میں تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1)''جو نماز ادا کرنے تک جنازے میں شریک رہا اُس کے لئے ایک قیراط ثواب ہے اور جو تدفین تک شریک رہا اُس کے لئے دو قیراط ثواب ہے۔'' پوچھا گیا: ''دو قیراط کیا ہیں؟'' فرمایا: ''دو عظیم پہاڑوں کی مثل۔''[1] جبکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے: ''اُن میں سے چھوٹا پہاڑ جبلِ اُحد جتنا ہے۔''[2] (2) ''جو شخص میت کے ساتھ اُس کے گھر سے نکلا اور اُس پر نماز پڑھی اور تدفین تک اُس کے ساتھ رہا تو اُس کے لئے دو قیراط ثواب ہے اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور جو نماز پڑھ کر لوٹ آیا اُس کے لئے اُحد پہاڑ جتنا ایک قیراط ہے۔''[3] (3) ''بندے کو اپنی موت کے بعد سب سے پہلے جو جزا دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اُس کے جنازے میں شریک تمام اَفراد کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔''[4]

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''جنازے کے ساتھ جانا عام حالات میں سنت ہے لیکن جب کوئی یہ کام نہ کرے تو فرض ہے کبھی فرضِ کفایہ کبھی فرضِ عین۔''[5]

علامہ بدرُالدین عینی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جمہور علماء کے نزدیک نمازِ جنازہ پڑھنا فرضِ کفایہ ہے۔ جنازے کے ساتھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ جنازے کو اُٹھانا اور ایک دوسرے سے کندھے بدلنا یہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں پر لازم ہے۔ جنازے کی اتباع کرنے کی تین اقسام ہیں: **پہلی قسم** تو یہ ہے کہ صرف اُس پر نمازہ

---

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن، ۱/۴۴۶، حدیث: ۱۳۲۵۔

2 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاة علی الجنازة، ص ۴۷۲، حدیث: ۹۴۵۔

3 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاة علی الجنازة، ص ۴۷۲، حدیث: ۹۴۵۔

4 . . . مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب اتباع الجنازة۔۔۔الخ، ۳/۱۳۲، حدیث: ۴۱۳۴۔

5 . . . مرآة المناجیح، ۲/۴۰۳۔

جنازہ پڑھی جائے اِس میں ایک قیراط اجر ہے۔ **دوسری قسم** یہ کہ جنازے کے ساتھ جائے اور تدفین تک اُس کے ساتھ رہے اور اس میں دو قیراط اجر ہے۔ **تیسری قسم** یہ ہے کہ دفن کے بعد اُس کو تلقین بھی کرے۔“[1]

حُقوقِ مسلمین سے متعلق اہم وضاحت:

واضح رہے کہ مذکورہ احادیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق کو بیان فرمایا گیا ہے لیکن یہ حقوق فقط ان چھ میں منحصر نہیں، چنانچہ شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مسلمانوں کے ایک دوسرے پر بہت سے حقوق ہیں، صرف اِن چھ میں اِنحصار نہیں۔ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مختلف مواقع پر موقع کی مناسبت سے مختلف حقوق کو بیان کیا یا پھر حقوق المسلمین بتدریج نازل ہوئے، جو حق جب نازل ہوا آپ نے اُسی وقت اُس کو بیان فرمادیا۔“[2]

”رسول کریم“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) حقوق العباد کے معاملے میں تمام مسلمان چاہے نیک ہوں یا گنہگار سب برابر ہیں، البتہ نیک لوگ حسنِ سلوک کے زیادہ حق دار ہیں۔

(2) ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق ہیں، البتہ اِن تمام حقوق کو کسی ایک حدیث میں نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف اَحادیثِ مبارکہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(3) ملاقات کے وقت اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرنا سنت ہے، اور سلام کا جواب اتنی آواز سے دینا واجب ہے کہ سلام کرنے والا سن لے۔ سلام کرنے کے بہترین الفاظ **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ** ہیں اور جواب دینے کے بہترین الفاظ **وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ** ہیں۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، ۶/ ۱۰، تحت الحدیث: ۱۲۳۹۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۱/ ۶۷۴۔

(4) اپنے مسلمان بھائی کی دعوت کو قبول کرنا اُس وقت سنت ہے جبکہ اُس میں کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو، یا وہ دعوت دوسروں کو نیچا دکھانے، فخر اور اپنی واہ واہ کے لئے نہ ہو ورنہ ایسی دعوتوں میں شرکت کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

(5) اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت اور اُن کی خیر خواہی کرنا سنتِ مبارکہ ہے اور جب کوئی نصیحت طلب کرے اور دوسرا اُس پر قادر ہو تو اب نصیحت کرنا واجب ہے۔

(6) چھینکنے والے کو چاہیے کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن** کہے، جبکہ سننے والا اُس کے جواب میں **یَرْحَمُکَ اللّٰه** کہے اور اب چھینکنے والا **یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ** یا **یَھْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُم** کہے، چھینک کا جواب ایک بار دینا واجب ہے جبکہ چھینکنے والا **اَلْحَمْدُ لِلّٰه** کہے، ورنہ واجب نہیں۔

(7) اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کرنا سنتِ مبارکہ ہے اور اَحادیث میں اِس کا بڑا اَجر و ثواب بیان فرمایا گیا ہے اور اگر اُس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی بھی نہ ہو اور یہ اُس پر قادر ہے تو اب اُس کی دیکھ بھال کرنا اِس پر واجب ہے۔

(8) اپنے مسلمان بھائی کے جنازے میں حتی المقدور شرکت کرنی چاہیے کہ احادیثِ مبارکہ میں اِس کے بھی بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 239 سات چیزوں کا حُکم اور سات کی مُمانَعت

وَعَنْ اَبِیْ عُمَارَةَ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَھَانَا عَنْ سَبْعٍ، اَمَرَنَا بِعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِبْرَارِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَنَھَانَا عَنْ خَوَاتِیْمَ اَوْ تَخَتُّمٍ بِالذَّھَبِ وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ وَعَنِ

الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ وَعَنِ الْقَسِّيِّ وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ.[1]

وَفِيْ رِوَايَةٍ: وَاِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي السَّبْعِ الْاُوَلِ.[2]

اَلْمَيَاثِرُ بِيَاءٍ مُثَنَّاةٍ قَبْلَ الْاَلِفِ وَثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ بَعْدَهَا وَهِيَ جَمْعُ مَيْثَرَةٍ وَهِيَ شَيْءٌ يُتَّخَذُ مِنْ حَرِيْرٍ وَيُحْشٰى قُطْنًا اَوْ غَيْرَهُ وَيُجْعَلُ فِي السَّرْجِ وَكُوْرِ الْبَعِيْرِ يَجْلِسُ عَلَيْهِ الرَّاكِبُ وَالْقَسِّيُّ بِفَتْحِ الْقَافِ وَكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ وَهِيَ ثِيَابٌ تُنْسَجُ مِنْ حَرِيْرٍ وَكَتَّانٍ مُخْتَلِطَيْنِ وَاِنْشَادُ الضَّالَّةِ: تَعْرِيْفُهَا.

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو عمارہ براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور سات سے منع کیا۔ آپ نے ہمیں بیمار کی عیادت کرنے، جنازے کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کا جواب دینے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے، سلام کو پھیلانے، مظلوم کی مدد کرنے اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کر دینے کا حکم فرمایا۔ اور سونے کی انگوٹھی، چاندی میں پینے یا چاندی کے برتن میں پینے نیز ریشمی گدوں اور پردوں، ریشم، دیباج اور استبرق پہننے سے منع فرمایا۔"

ایک روایت میں پہلی سات چیزوں میں گم شدہ چیز کے اعلان کا بھی ذکر فرمایا۔

چند مشکل الفاظ کے معانی: "**اَلْمَيَاثِر**" اس شے کو کہتے ہیں جسے ریشم سے تیار کیا جاتا ہے اور اس میں روئی وغیرہ ڈالی جاتی ہے، پھر اسے گھوڑوں اور اونٹوں کی زینوں پر رکھا جاتا ہے تاکہ اس پر سوار ہونے والا شخص آرام سے بیٹھے۔ "**اَلْقَسِّيُّ**" سے مراد ایسے کپڑے ہیں جو ریشم اور سُوت کو ملا کر بُنے جاتے ہیں۔ "**اِنْشَادُ الضَّالَّة**" کا مطلب گمشدہ چیز کا اعلان کرنا ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی حقوقِ مسلمین کا بیان ہے، اِن میں سے چند حقوق یعنی بیمار کی عیادت، جنازے میں شرکت، چھینک کا جواب، دعوت قبول کرنا، سلام کو پھیلانا اور مظلوم کی مدد کرنے کی شرح اور بیان تو پچھلی اَحادیث میں گزر چکا ہے، بقیہ اُمور کا اِجمالی بیان پیشِ خدمت ہے۔

---

1 ... بخاری، کتاب الاشربة، باب آنية الفضة، ۳/۵۹۴، حدیث: ۵۶۳۵۔

2 ... مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال اناء الذهب...الخ، ص ۱۱۴۳، حدیث: ۲۰۶۶۔

مسلمان بھائی کی قسم کو پورا کرنا:

علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اگر کوئی شخص مستقبل کے متعلق کسی ایسے کام کی قسم کھائے جو تم کرسکتے ہو تو ضرور کردو تاکہ اُس کی قسم پوری ہوجائے اور قسم ٹوٹنے کی وجہ سے اُس پر کفارہ واجب نہ ہو جیسے کوئی کہے: خدا کی قسم! جب تک تم فلاں کام نہ کرلو، میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا تو تم وہ کام ضرور کرلو بشرطیکہ وہ کام ناجائز نہ ہو۔“[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بعض نے کہا کہ اِس کا معنی یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو قسم دے کر کہے کہ تم یہ کام ضرور کرو تو تمہارے لئے اُس کام کو کرنا مستحب ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے اسم مبارک کی تعظیم برقرار رہے اگرچہ ایسی قسم کو پورا کرنا لازم وضروری نہیں۔“[2]

چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے اور استعمال کا حکم:

اسلام میں سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ اس ضمن میں تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ ہوں: (1) ”حریر اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ان کے برتنوں میں کھانا کھاؤ کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں ہیں۔“[3] (2) ”جو شخص سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں غٹا غٹ جہنم کی آگ بھرتا ہے۔“[4] (3) ”جس نے دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں پیا وہ آخرت میں ان کے ذریعے نہ پی سکے گا۔“[5]

صدرالشریعہ، بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں:

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض۔۔۔الخ، ۴/۷، تحت الحدیث: ۱۵۲۶ ملتقطاً۔
2. ... اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، ۱/۶۷۴۔
3. ... بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل فی اناء۔۔۔الخ، ۳/۵۳۵، حدیث: ۵۴۲۶۔
4. ... مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم استعمال اوانی الذھب۔۔۔الخ، ص ۱۱۴۲، حدیث: ۲۰۶۵۔
5. ... مستدرک حاکم، کتاب الاشربۃ، باب من لبس الحریر۔۔۔الخ، ۵/۱۹۵، حدیث: ۷۲۹۸۔

”سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اور ان کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا (یعنی دھونی لینا) منع ہے اور یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ عورتوں کو ان کے زیور پہننے کی اجازت ہے۔ زیور کے سوا دوسری طرح سونے چاندی کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہے۔ سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں منہ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد عورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔ سونے چاندی کی چیزوں کے استعمال کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ ان کو استعمال کرنا ہی مقصود ہو اور اگر یہ مقصود نہ ہو تو ممانعت نہیں، مثلاً سونے چاندی کی پلیٹ یا کٹورے میں کھانا رکھا ہوا ہے اگر یہ کھانا اسی میں چھوڑ دیا جائے تو اضاعتِ مال ہے اُس کو اُس میں سے نکال کر دوسرے برتن میں لے کر کھائے یا اُس میں سے پانی چلّو میں لے کر پیا یا پیالی میں تیل تھا، سر پر پیالی سے تیل نہیں ڈالا بلکہ کسی برتن میں یا ہاتھ پر تیل اس غرض سے لیا کہ اُس سے استعمال ناجائز ہے، لہٰذا تیل کو اُس میں سے لے لیا جائے اور اب استعمال کیا جائے یہ جائز ہے اور اگر ہاتھ میں تیل کا لینا بغرضِ استعمال ہو جس طرح پیالی سے تیل لے کر سر یا داڑھی میں لگاتے ہیں، اس طرح کرنے سے ناجائز استعمال سے بچنا نہیں ہے کہ یہ بھی استعمال ہی ہے۔“[1]

ریشمی لباس وریشم کے استعمال کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، جبکہ عورتوں کے لیے جائز ہیں، البتہ بعض مخصوص شرائط کے ساتھ مردوں کو ریشم کا استعمال جائز ہے۔ چنانچہ ریشم کی ممانعت سے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے:

(1) ”جو دنیا میں ریشم پہنے گا، وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔“[2]

---

1 . . . بہار شریعت، حصہ ۱۶، ۳/ ۳۹۵۔

2 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر۔۔۔الخ، ۴/ ۵۹، حدیث: ۵۸۳۴۔

(2) ”دنیا میں وہی ریشم پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“[1]

(3) ”سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور مردوں پر حرام۔“[2]

”حقوقِ مسلم“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اپنے کسی بھی بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کرنا سنت ہے اور اجر وثواب کا کام ہے۔

(2) جنازے کے ساتھ چلنا بھی بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔

(3) جب کسی مسلمان کو چھینک آئے اور وہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہے تو اس کی چھینک کا جواب ضروری ہے۔

(4) اپنے مسلمان بھائی کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے جبکہ اس میں کوئی خلافِ شرع کام نہ ہو۔

(5) سلام کو عام کرنا چاہیے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے جہاں بھی موقع ملے اپنے مسلمان بھائیوں کو سلام کرنا چاہیے، سلام میں پہل کرنے والے کو زیادہ اجر وثواب کی بشارت ہے۔

(6) احادیث میں اپنے مظلوم مسلمان بھائی کی مدد کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے لہٰذا جو اس پر قادر ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی ضرور مدد کرے۔

(7) اپنے مسلمان بھائی کی قسم کو پورا کرنا اور اس کو قسم توڑنے کے کفارے سے بچانا بھی مستحب ہے۔

(8) سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ممنوع ہے اور مَردوں کے لیے ریشم کا لباس حرام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اَحکامِ شرعیہ پر عمل کرنے، اپنے مسلمان بھائیوں کے تمام حقوق کو کماحقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر۔۔۔ الخ، ۴/ ۵۹، حدیث: ۵۸۳۵۔

2 . . . نسائی، کتاب الزینۃ من السنن، باب تحریم الذھب علی الرجال، ص ۸۲۱، حدیث: ۵۱۵۸۔

باب نمبر:28

مسلمانوں کی پردہ پوشی کا بیان

مسلمانوں کی پردہ پوشی اور بلاضرورت اِشاعتِ عُیُوب کی مُمانَعت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنا ایک اچھی صفت ہے نیز اُن کے عیوب کی بلاضرورت اشاعت کرنا ایک بُری صفت ہے اور اسلام میں اس کی ممانعت ہے، اپنے کسی بھی مسلمان بھائی کے عیوب کو بلاضرورت کسی اور کے سامنے ظاہر کرنا یقیناً کئی خرابیوں کا باعث ہے، اس سے آپس میں نفرتیں پیدا ہوتی اور محبتوں کا قلع قمع ہوتا ہے جبکہ اسلام تو نفرتیں مٹانے اور محبتیں پھیلانے کا درس دیتا ہے، اسلام میں مسلمانوں کے عیوب کی پردہ داری اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پاکیزہ صفات میں سے ایک صفت **سَتَّار** بھی ہے یعنی پردہ پوشی فرمانے والا۔ خود ربّ عَزَّوَجَلَّ کسی ایک مسلمان کے عیوب دوسرے مسلمان پر ظاہر نہیں فرماتا حالانکہ وہ تمام اَحوال پر باخبر ہے، اس پر ہر چیز عیاں ہے، حتی کہ کل بروزِ قیامت بھی بعض مسلمانوں کے عیوب دیگر مسلمانوں پر ظاہر نہ فرمائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کا حکم دیا گیا ہے، نیز بلاضرورت کسی بھی مسلمان کے عیوب کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنے اور بلاضرورت اُن کے عیوب کی اِشاعت کی ممانعت کے بارے میں ہے، اِس باب میں 1 آیت اور 4 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلے آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

بے حیائی کا چرچا کرنے والے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اِرشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ (پ۱۸، النور: ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے اُن کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

مُفَسِّرِ قُرآن عَلَّامَه اِسمَاعِیل حَقِّی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی **اِس آیتِ مبارکہ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”وہ

لوگ جو چاہتے ہیں۔" اِس سے مراد عبداللّٰہ بن اُبی منافق اور اُس کے متبعین ہیں۔ بے حیائی تمام بُرائیوں سے قبیح تر ہے، خواہ اُس کا تعلق اَقوال سے ہو یا اَفعال سے۔ یہاں بے حیائی سے مراد زِنا ہے یعنی دشمنانِ رسول اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے اِس واقعے کی خبر اُن لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں جو اِیمان لائے اور اِیمان کے بارے میں مخلص ہیں اِسی وجہ سے دشمنانِ رسول کے لئے دنیا میں دردناک عذاب ہے۔[1]

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّین عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَاطِن اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے یعنی زنا کو ظاہر کرنا اور اُس کو پھیلانا، کہا گیا ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنھوں نے اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر تہمت لگائی اور مؤمنین سے مراد اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور حضرت سیدنا صفوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر ہے اور اِس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو بے حیائی کو پھیلانے اور کسی پر اُس کو ظاہر کرنے کو پسند کرتا ہو۔ دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب یعنی دنیا میں حد قائم کرنا اور اُن کے فعل کی مذمت کرنا اور آخرت میں اُن کے لئے آگ کا عذاب۔"[2]

بے حیائی کو پھیلانے سے متعلق چار اَقوال:

عَلَّامَہ جَلَالُ الدِّین سُیُوطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس آیت کی تفسیر میں بے حیائی کو پھیلانے سے متعلق کئی اقوال بیان فرمائے ہیں جن میں سے چار اَقوال پیش خدمت ہیں: (1) امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضی شیرِ خدا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "بے حیائی کرنے والا اور بے حیائی پھیلانے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں۔" (2) حضرت سیدنا عطاء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "جس نے بے حیائی کے ذکر کو عام کیا تو اُس پر گناہ ہے اگرچہ وہ اپنی بات میں سچا ہو۔" (3) حضرت سیدنا

---

1 . . . روح البیان، پ ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۱۹، ۶/۱۳۰۔

2 . . . تفسیر خازن، پ ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۱۹، ۳/۳۴۴۔

شبل بن عَوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ”منقول ہے کہ جس نے بے حیائی کو سنا پھر اُسے پھیلایا تو گویا وہ اُس شخص کی طرح ہے جس نے بے حیائی کو ظاہر کیا۔“

(4) حضرت سیدنا ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو تکلیف نہ دو، انہیں عار نہ دلاؤ، اُن کے عیب ظاہر ہونے کی جستجو نہ کرو کیونکہ جس نے اپنے بھائی کے عیب ظاہر ہونے کی خواہش کی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی بے پردگی کو چاہے گا یہاں تک کہ اُسے اُس کے گھر میں رُسوا کر دے گا۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 240

قیامت میں اللہ پردہ پوشی فرمائے گا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِی الدُّنْیَا اِلَّا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.[2] ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص دنیا میں کسی کی پردہ پوشی کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔“

ربّ تعالیٰ کی پردہ پوشی کا معنیٰ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس کی سِتر پوشی یوں فرمائے گا کہ اُس کے گناہ مٹا دے گا اور ابتدا میں اُس سے پرسش نہیں ہوگی یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کو آگاہ کیے بغیر سوال کیا جائے گا اور اسے معاف کر دیا جائے گا۔ پردہ پوشی کی جزاء پردہ پوشی سے اِس لیے دی گئی تاکہ جزا عمل کے مطابق ہو جائے۔“[3]

---

1 . . . درمنثور، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۱۹، ۶/۱۶۱۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب بشارۃ من ستر اللہ تعالی عیبہ فی الدنیا۔۔۔الخ، ص۱۳۹۷، حدیث: ۲۵۹۰۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب ستر عورات المسلمین والنھی عن اشاعتھا لغیر ضرورۃ، ۲/۳۲، تحت الحدیث: ۲۴۱۔

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: "بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ستر پوشی کے طفیل اِس بندے کے عیوب و گناہوں پر پردہ فرمائے گا اور اُسے اَہلِ محشر سے مخفی رکھے گا۔ یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ اُس شخص سے حساب نہ لیا جائے اور اُس کا ذکر بھی نہ فرمائے۔"[1]

عیب پوشی کی عادت اپنالیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک یہ درس دے رہی ہے کہ عیب پوشی کی عادت اپنالیں۔ یہ عادت قابل تعریف اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ لیکن جس چیز میں اجر و ثواب اور رضائے الٰہی پوشیدہ ہو شیطان لعین اُس جانب بڑھنے والے قدموں کو روکنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ معاشرے میں امن وسکون قائم کرنے والے کام کو ناکام کرنے کے لیے سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ جس کا عملی مظاہرہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج اگر ہم میں سے کسی سے کوئی غلطی سَر زَد ہوجاتی ہے تو اُس کی پردہ پوشی کے بجائے ہم دوسروں کو بتاتے پھرتے ہیں اور اُس کی عزت سے کھیلنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، بلکہ افسوس صد افسوس! اب تو معاشرے میں یہ رُجحان بھی بڑھتا چلا جارہا ہے کہ دوسروں میں عیب تلاش کرنے کی کھوج میں لگے رہتے ہیں۔ جیسے ہی کسی کی کوئی غلطی سامنے آئی فوراً اُس غلطی کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ شریعت ہمیں یہ مدنی سوچ فراہم کر رہی ہے کہ اگر رب کی رضا کے متلاشی ہو، آخرت میں اجر و ثواب کے متقاضی ہو تو پھر اپنے مسلمان بھائیوں کی عزتِ نفس مجروح نہ کرو، اُن کی پردہ پوشی کرو۔ پردہ پوشی کرنے والوں کی خطائیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ معاف فرما دیتا ہے۔ کیا معلوم کہ جسے ہم گناہ گار کہہ کر پکارتے پھر رہے ہوں، جس کے عیوب کی تشہیر کر رہے ہوں، وہ بارگاہِ الٰہی میں اپنے کسی عمل کی وجہ سے مقبول ہوجائے اور ہماری پکڑ ہو جائے۔ حضرتِ سیِّدُنا عیسیٰ **روحُ اللہ** عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرماتے ہیں: "کتنے ہی صحت مند بدن، خوبصورت چہرے اور فصیح گفتگو کرنے والے کل جہنّم کے طبقات میں چیخ رہے ہوں گے۔"[2]

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب البر والصلۃ، باب بشارۃ من ستر اللہ تعالی عیبہ فی الدنیا۔۔۔ الخ، ۸/۲۱، تحت الحدیث: ۲۵۹۰۔

2 . . . مکاشفۃ القلوب، الباب التاسع وثلاثون، ص ۱۵۲۔

پردہ پوشی نہ کرنے کا وبال:

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور وہ جو اپنے بھائی کا راز اِفشا کرے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کا راز ظاہر فرمادے گا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر ہی میں رُسوا ہو جائے گا۔“[1]

رب تعالیٰ کا دنیا میں عیب پوشی فرمانا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عیب پوشی کرنا خود رب تعالیٰ کی سنت ہے۔ چنانچہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے کپڑوں کے نیچے شراب کی ایک بوتل چھپا رکھی تھی۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُس سے پوچھا: ”اے نوجوان! یہ کپڑوں کے نیچے کیا چھپا رکھا ہے؟“ اس بوتل میں شراب تھی، اس نوجواب کو شراب کی بوتل کا اقرار کرنے میں بڑی شرمندگی محسوس ہوئی تو اس نے فی الفور دل میں دعا کی: ”**یااللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے شرمندہ اور رُسوا نہ فرمانا، ان کے سامنے میری پردہ پوشی فرمانا، میں اِرادہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب نہیں پیوں گا۔“ پھر نوجوان نے عرض کیا: ”اے امیر المؤمنین! میں سرکے کی بوتل اٹھائے ہوئے ہوں۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”مجھے دکھاؤ۔“ جب اس نے وہ بوتل آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے کی تو سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دیکھا تو واقعی وہ سرکہ تھا۔[2]

آخرت کی ذِلت ورُسوائی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ اس نوجوان نے صِدقِ دِل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں

---

1 . . . ابن ماجه، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن۔۔۔الخ، ۳/۲۱۹، حدیث: ۲۵۴۶۔

2 . . . مکاشفة القلوب، الباب الثامن فی التوبة، ص۲۷۔

اپنی غفلت و نادانی اور عِصیاں شِعاری کی پردہ پوشی کے لیے التجا کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی اُس کی لاج رکھی اور اُس کی پردہ پوشی فرمائی اور وہ نوجوان رُسوائی سے بچ گیا۔ واقعی دنیا میں عیب ظاہر ہونے پر جو ذِلّت ورُسوائی ہوتی ہے وہ فانی ہے، دو چار دن میں لوگ اُسے بھول جاتے ہیں لیکن ذرا غور تو کیجئے کہ کل بروزِ قیامت جب تمام اُمتیں موجود ہوں گی، تمام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام موجود ہوں گے، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود ہوں گے، تابعین، تبع تابعین، اَولیائے عظام، علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام موجود ہوں گے، اِن مبارک ہستیوں کے سامنے اور اِن تمام لوگوں کے سامنے جن سے چھپ کر ہم گناہ کرتے تھے، اگر ہمارے تمام عیوب اور گناہ کھول دیے گئے تو ہمارا کیا بنے گا؟ اگر آج ہم نے دنیا میں رہتے ہوئے گناہوں سے توبہ نہ کی، نیکیاں نہ کیں، دوسروں کو اُس کی ترغیب نہ دلائی، نیکی کی دعوت نہ دی، گناہوں سے منع نہ کیا، اور خدانخواستہ ربّ عَزَّوَجَلَّ ناراض ہو گیا تو تباہی وبربادی ہمارا مقدّر ہو گی۔

آج بنتا ہوں معزّز جو کھلے حشر میں عیب ...... آہ رُسوائی کی آفت میں پھنسوں گا یاربّ

قبر محبوب کے جلووں سے بسا دے مالک ...... یہ کرم کر دے تو میں شاد رہوں گا یاربّ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اسلام میں مسلمانوں کی عیوب کی پردہ پوشی اور بلاضرورت اُن عیوب کی تشہیر نہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

(2) بلاضرورتِ شرعی کسی بھی مسلمان کا کوئی بھی عیب دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا منع ہے۔

(3) جب اللہ عَزَّوَجَلَّ مالک و مولیٰ ہونے کے باوجود اپنی صفت ستاری سے ہمارے عیوب کو چھپاتا ہے تو ہم تو اس کے عاجز بندے ہیں، ہمیں بدرجہ اولیٰ اپنے مسلمان بھائیوں کی عیب پوشی کرنی چاہیے۔

(4) اسلام دوسروں کی عِزَّتِ نفس کا پاس رکھنے اور اُن کی پردہ پوشی کا درس دیتا ہے۔ تاکہ ایک پُرامن و پُرسکون معاشرہ قائم ہو۔

(5) جو دنیا میں اپنے بھائی کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود اس کا پردہ رکھتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اُس کے اِس عمل کے بدلے میں اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو دنیا میں دوسروں کے عیب ظاہر کرے گا بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی اُس کے عیوب ساری مخلوق کے سامنے ظاہر فرمادے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی عیب پوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بلا اِجازتِ شرعی کسی بھی مسلمان کے عیبوں کو ظاہر نہ کرنے کا مدنی ذہن عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 241 بندے کا اپنے عُیُوب کو خود ظاہر کرنا

وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم يَقُوْلُ: كُلُّ اُمَّتِي مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ: يَا فُلَانُ! عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”میرے ہر امتی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ معاف فرمائے گا سوا اُن کے جو علانیہ گناہ کرتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی شخص رات کو ایک (گناہ کا) عمل کرتا ہے پھر جب صبح ہوتی ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس کے اِس عمل کی پردہ پوشی فرماتا ہے لیکن وہ صبح کے وقت کہتا ہے کہ اے فلاں! میں نے رات کو ایسا ایسا کیا حالانکہ رات میں اُس کے ربّ نے اُسے چھپالیا وہ صبح کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پردے کو خود ہی چاک کردیتا ہے۔“

”مجاہر“ کسے کہتے ہیں؟

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”مجاہر وہ شخص ہے جو اپنے گناہ کا اعلان کرے

[1] ... بخاری، کتاب الاداب، باب ستر المؤمن علی نفسہ، ۱۱۸/۴، حدیث: ۶۰۶۹۔

اور اسے ظاہر کرے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ میری اُمَّت کے ہر شخص کے گناہ کو معاف کیا جائے گا اور اس سے کوئی مؤاخذہ نہ ہو گا مگر یہ کہ جو اعلانیہ گناہ کرتا ہے۔" امام نووی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: "جو اپنے فسق وبدعت کو اعلانیہ ظاہر کرے تو اِن اُمور میں اُس کی بُرائی کا ذکر جائز ہے بقیہ اُمور میں نہیں۔"[1]

تمام اُمَّت کے لیے معافی کے معنی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِرشاد ہوا: "میری تمام اُمَّت کے لیے معافی ہے۔" معافی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (1) ایک تو یہ کہ رب تعالٰی کی طرف سے اُسے کل بروزِ قیامت معافی دے دی جائے گی۔ (2) دوسرے یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے عافیت دی ہوئی ہے کہ اُس کی غیبت کرنا حرام ہے۔"[2]

رب تعالٰی کا پردہ پوشی فرمانا باطنی نعمت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی۔ (پ ۲۱، لقمان: ۲۰)

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَهَّار نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمانِ عالیشان میں ظاہری نعمت سے مراد اِسلام، اچھی شکل وصورت اور رِزق کی فراخی ہے جبکہ باطنی نعمت سے مُراد گناہوں اور عُیُوب پر پردہ ڈالنا ہے۔"[3]

گناہ کا اِعلان کرنا گناہ ہے:

فقیہِ اَعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق اَمجدی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "گناہ کا اِرتکاب بہر حال گناہ ہے مگر اِس کا اِعلان کرنا بھی گناہ ہے بلکہ اِرتکابِ گناہ سے

---

1 ... عمدة القاری، کتاب البر والصلة، باب ستر المؤمن علی نفسه، ۱۵ / ۲۲۱، تحت الحدیث: ۶۰۶۹۔

2 ... مرآة المناجیح، ۶ / ۵۸۴ ماخوذاً۔

3 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی نفسه، ۹ / ۲۶۳۔

(بھی) بڑا گناہ ہے، (کیونکہ) یہ گناہ کی اِشاعت بھی ہے اور نڈر ہونا بھی ہے۔"[1]

اپنی ہی برائی کرنے والے کی غیبت:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "اِس حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ اُس شخص کی غیبت حرام ہے جو بُرائی کرے اور اُس کو مخفی رکھے لیکن جو بے حیا ہو کر اِعلانیہ بُرائی کا اِرتکاب کرے اُس کی بُرائی بیان کرنا غیبت نہیں۔ فاسِقِ مُعْلِن (اعلانیہ گناہ کرنے والا)، ظالم حاکم اور بدعت کی طرف بلانے والے کی بُرائی کا بیان کرنا بھی جائز ہے یونہی ظلم و زیادتی کے خلاف فریاد رسی، گواہوں کے تزکیہ اور اَحادیث کے راویوں کے بارے میں بھی یہ عمل جائز ہے البتہ ظلم کی صورت میں صبر افضل ہوتا ہے۔"[2]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جائے گی، نہ دنیا میں اِن کی غیبت حرام ہو گی، اِن کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنے پردہ دار نہیں۔"[3]

بندوں پر رَحمتِ خدا و رَحمتِ حبیبِ خدا:

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ٦٤٧ صفحات پر مشتمل کتاب "حکایتیں اور نصیحتیں" صفحہ ٦٣٨ پر ہے: ❁ منقول ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے کی پردہ پوشی چاہے گا اور اُسے سب کے سامنے رُسوانہ کرنے کا اِرادہ فرمائے گا تو اُس کا گناہوں بھرا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں عطا فرمائے گا۔ وہ بندہ اُس کی وجہ سے خوف زدہ ہو گا جو اُس کے نامۂ اعمال میں ہو گا کیونکہ اُسے معلوم ہو گا کہ اُس کے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ، نامۂ اَعمال میں جہاں گناہ لکھے ہوں گے وہاں وہ آواز

---

1 ... نزہۃ القاری، ٥/ ٥٧٨۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم، ٤/ ٧٦۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٤٥٩۔

آہستہ کرلے گا اور اپنے دل میں کہے گا: ''سُبْحَانَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میری تو ایک نیکی بھی نہیں۔'' جبکہ لوگ کہیں گے: ''سُبْحَانَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اس بندے کے نامۂ اعمال میں تو ایک گناہ بھی نہیں۔'' جب وہ آہستہ آواز میں پڑھ کر فارغ ہو گا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: ''اے میرے بندے! تیری نیکیوں کو میں نے اپنی مخلوق پر ظاہر کیا اور تیری بُرائیوں کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی فرمائی، اے میرے فرشتو! اس کو میرے عفو و کرم سے جنت میں لے جاؤ۔'' ❁ حضرتِ سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بارگاہِ الٰہی میں اپنی اُمَّت کے گناہوں کے متعلق دعا کی اور عرض کی: ''یا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! تو اِن کا حساب میرے حوالے کردے تاکہ اِن کی بُرائیوں پر میرے علاوہ کوئی اور آگاہ نہ ہو۔'' اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے وحی فرمائی: ''اے محبوب! یہ تیری اُمَّت ہے، میں اِس پر تجھ سے زیادہ رحم فرمانے والا ہوں، میں اِن کا حساب کسی کے حوالے نہیں کروں گا تاکہ میرے علاوہ کوئی اِن کی برائیاں نہ دیکھے۔''

''نیکی'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مجاہر یعنی اپنے گناہ کا خود اِظہار کرنے والے کے سوا ساری اُمَّت کے لیے معافی ہے۔

(2) گناہ کا اِعلان کرنا بھی گناہ ہے، لہٰذا گناہوں سے بھی اپنے آپ کو ہر دم بچایا جائے اور خدانخواستہ اگر گناہ ہو بھی جائے تو اُس کا اِظہار نہ کیا جائے بلکہ فوراً اُس گناہ سے توبہ کرلی جائے۔

(3) بہت بدنصیب ہے وہ شخص کہ جس کے گناہوں کو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ چھپائے مگر وہ خود اُس کو ظاہر کردے۔

(4) اپنے گناہ کو ظاہر کرنے والے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے کہ کل بروزِ قیامت بھی اُس کی پردہ پوشی نہ کی جائے گی، حتّٰی کہ اُس کی غیبت کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ خود اپنا پردہ دار نہیں لہٰذا گناہ اور گناہ کے اِظہار دونوں سے بچنا چاہیے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے بچنے، دوسروں کو بچانے، نیکیاں کرنے دوسروں کو

ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے، مسلمانوں کی پردہ پوشی کرنے یعنی اُن کے عیوب کو ظاہر نہ کرنے اور اپنے گناہوں یا عیوب کو بھی چھپانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 242

زانیہ لونڈی کو مَلامَت نہ کرنے کا حُکم

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّانِیَةَ فَلْیَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا یُثَرِّبْ عَلَیْهَا ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَر.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی لونڈی کا زنا ظاہر ہو جائے تو اُسے بطورِ حد کوڑے لگائے جائیں لیکن اُسے ملامت نہ کیا جائے، پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو بطورِ حد کوڑے لگائے جائیں اور اِس پر اُسے ملامت نہ کیا جائے، پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اسے بیچ دو اگرچہ بال کی رسی کے عوض۔''

ملامت نہ کرنے کا معنٰی:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''ملامت نہ کرنے کا معنٰی یہ ہے کہ اُس کی حد میں اِضافہ نہ کیا جائے اور اُسے زبان سے ایذا نہ دی جائے۔ تیسری بار زنا کرنے پر اُس کو بالوں کی رسی کے عوض فروخت کیا جائے۔ اِس کلام سے فروخت کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہے اور رسی کے ذِکر سے مراد اُس کو کم قیمت پر فرخت کرنا ہے۔''[2]

غلام اور لونڈی کو رجم نہیں کیا جائے گا:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حدیثِ پاک میں اِس بات کی دلیل

1 . . . بخاری، کتاب البیوع، باب بیع العبد الزانی، ۲/۳۳، حدیث: ۲۱۵۲۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب بیع العبد الزانی، ۸/۴۵۵، تحت الحدیث: ۲۱۵۲۔

ہے کہ لونڈی اور غلام کو رجم نہیں کیا جائے گا، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "انہیں بطورِ حد کوڑے لگائے جائیں۔" اور یہاں اِس بات کا ذکر نہیں کہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ اور زانی کو ملامت نہیں کیا جائے گا صرف اُس پر حد قائم کی جائے۔"[1]

زانی یا زانیہ پر حد لگانے کے مختلف اَحکام:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "جب کسی لونڈی کا زنا کرنا ظاہر ہو جائے، اِس طرح کہ کسی نے اُس کو دیکھ لیا ہو یا خود اُس نے اِقرار کیا ہو یا اُس کے خلاف گواہ قائم ہو جائیں تو اُسے بطورِ حد کوڑے لگائے جائیں۔ حد سے پچاس 50 کوڑے مراد ہیں لیکن اُسے گناہ کرنے پر جھڑکا نہ جائے مثلاً اے زانیہ! اے فاجرہ! وغیرہ یوں نہ کہا جائے کیونکہ یہ فحش گوئی ہے۔ پھر اگر ایک بار حد لگنے کے بعد دوبارہ زنا کرے تو بطورِ حد کوڑے لگائے جائیں لیکن اب بھی جھڑکا نہ جائے پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اسے بیچ دو۔ بیچنے والے کے لئے ضروری ہے کہ خریدنے والے کو لونڈی کا حال بتادے کیونکہ یہ عیب ہے اور چیز بیچتے وقت اُس میں موجود عیب بتانا واجب ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں وہ اپنے مسلمان بھائی کو بیچنا کیسا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شاید خریدار کے پاس وہ اس گناہ سے باز آجائے کہ وہ اپنی ذات کو پاک دامن کر دے یا خریدار کے رُعب کی وجہ سے باز آجائے یا اُس لونڈی پر اِحسان و توسیع کرنے کی وجہ سے وہ باز آجائے یا وہ خریدنے والا اُس کی شادی کرادے جس کی وجہ سے باز آجائے۔"[2]

اِسلام میں زِنا کی مَذَمَّت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں زِنا اور اُس کی سزا کا بیان ہے، واضح رہے کہ زِنا کی اِسلام میں بہت شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔ زانی یا زانیہ پر دنیا میں تو شرعی سزا مُقَرَّر ہے مگر اِن دونوں کو آخرت میں بھی نہایت ہی ذِلَّت کا سامنا ہوگا۔ تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی

---

1 . . . شرح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا، ۶/ ۲۱۱، الجزء الحادی عشر۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی ستر عورات المسلمین، ۲/ ۳۴، تحت الحدیث: ۲۴۳۔

کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۴۸۰ صفحات پر مشتمل کتاب ”نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں“ صفحہ ۳۴ تا ۳۸ پر سے زنا کی مذمت پر چند روایات پیش خدمت ہیں:

حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”زانی قیامت کے دِن اِس حال میں آئیں گے کہ اُن کے چہرے آگ کی طرح بھڑک رہے ہوں گے، وہ اپنی بدبودار شرمگاہوں کی وجہ سے مخلوق میں پہچانے جائیں گے، اُن کی شرم گاہیں بدبودار ہوں گی، اُن کو منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا، جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو داروغۂ جہنم حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام اُن کو آگ کی ایسی قمیص پہنائیں گے کہ اگر اُس کو اونچے اور مضبوط پہاڑ کی چوٹی پر لمحہ بھر کے لئے رکھ دیا جائے تو وہ جل کر راکھ ہو جائے۔ پھر حضرت مالک عَلَیْہِ السَّلَام فرمائیں گے: ”اے عذاب کے فرشتو! اِن زانیوں کی آنکھوں کو آگ کی سلائیوں سے داغ دو جس طرح کہ یہ حرام دیکھتے تھے، اِن کے ہاتھوں کو آگ کی زنجیروں سے جکڑ دو جس طرح کہ یہ حرام کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے، اِن کے پاؤں کو آگ کی بیڑیوں سے باندھ دو جس طرح کہ یہ حرام کی طرف چلتے تھے۔“ عذاب کے فرشتے کہیں گے: ”ہاں! ہاں! ضرور۔“ تو وہ اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کو زنجیروں میں جکڑ دیں گے اور اُن کی آنکھیں آگ کی سلائیوں سے داغ دیں گے تو وہ چیخ وپکار کرتے ہوئے فریاد کریں گے: ”اے عذاب کے فرشتو! ہم پر رحم کرو، ایک لمحے کے لئے تو ہم سے عذاب کم کر دو۔“ فرشتے کہیں گے: ”ہم تم پر کیسے رحم کریں جبکہ ربّ العالمین قہار وجبار جَلَّ جَلَالُہٗ تم پر غضب فرماتا ہے۔“

زِنا کے دُنیوی واُخروی نقصانات:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: ”زنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ نقصانات ہیں، تین دنیا میں اور تین آخرت میں: دنیا کے تین نقصانات یہ ہیں: (1) زنا زانی کے چہرے کی خوبصورتی ختم کر دیتا ہے۔ (2) اسے محتاج وفقیر بنا دیتا ہے۔ (3) اور اُس کی عمر گھٹا دیتا ہے۔ آخرت کے تین نقصانات یہ ہیں: (1) زنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی (2) کڑے وبُرے حساب اور (3) جہنم میں مدّتوں رہنے کا سبب ہے۔“

اِس اُمَّت کا نصف عذاب:

نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی شادی شدہ عورت سے زنا کیا تو قبر میں اِس اُمَّت کا نصف عذاب اُس مَرد اور عورت کو ہوگا۔ اور جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس زانی کی نیکیاں اُس عورت کے شوہر کو دے دے گا اور اُس کے شوہر کے گناہ اُس زانی کے ذمہ ڈال دے گا اور اُسے جہنم میں ڈال دے گا اور یہ اُس وقت ہو گا جب شوہر کو زنا کا علم نہ ہوا، اور اگر اُس کے شوہر کو خبر ہوئی کہ کسی نے اُس کی بیوی سے زنا کیا اور وہ خاموش رہا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس پر جنت کو حرام فرمادے گا۔ اِس لئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے کہ تُو "دُیُّوث" پر حرام ہے۔ (اور دیّوث وہ ہوتا ہے) جسے اپنے اہل خانہ کی ناپسندیدہ بات (یعنی کسی بدکاری) کا علم ہو اور وہ خاموش رہے ایسا شخص کبھی بھی جنت میں داخل نہ ہو گا اور بے شک ساتوں آسمان زانی اور دیوث پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

شرمگاہوں پر آگ دہکتی ہوگی:

بعض آسمانی صحیفوں میں ہے :زانی لوگ قیامت کے دِن اِس حال میں اُٹھائے جائیں گے کہ اُن کی شرمگاہوں پر آگ دہکتی ہوگی، اُن کے ہاتھ اُن کی گردنوں کے ساتھ بندھے ہوں گے، عذاب کے فرشتے اُن کو گھسیٹتے ہوئے صدا لگائیں گے: "اے لوگو! یہ زانی ہیں جن کے ہاتھ گردنوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں میں آگ لئے ہوئے آئے ہیں۔" پھر اُن کی شرمگاہوں کو وسیع کر دیا جائے گا جس سے ان کی شرمگاہوں سے نہایت ہی سخت بدبودار آگ کی بھاپ نکلے گی، عذاب کے فرشتے کہیں گے: "یہ اِن زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو ہے جنہوں نے زنا کرنے کے بعد توبہ نہیں کی تھی۔ تم سب اِن پر لعنت کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِن پر لعنت ہو۔" اس وقت ہر نیک وبد اُن پر لعنت کرتے ہوئے کہے گا: "یااللہ عَزَّوَجَلَّ تُو ان زانیوں پر لعنت فرما۔"

زانی مَردوں وعورتوں کا ذلت ناک انجام:

سَیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عِبرت نشان ہے: "شبِ

معراج میں نے کچھ مَردوں اور عورتوں کو دیکھا کہ سانپوں اور بچھوؤں کے ساتھ قید ہیں اور وہ اُن کو ڈس رہے ہیں۔ ہر کسی کی شرمگاہ کو سانپوں اور بچھوؤں کے درمیان گھسیٹا جارہا ہے۔ بچھو اپنے ڈنکوں سے انہیں ذلیل کررہے ہیں اور ہر ڈنک میں زہر کی ایک تھیلی ہے وہ جسے بھی کاٹتے ہیں اس کے جسم میں زہریلی تھیلی اُنڈیل دیتے ہیں اور اُن کی شرمگاہوں سے پیپ بہتا ہے جس کی بدبو سے جہنمی چیختے چلاتے ہیں اور وہ اپنے بالوں سے لٹکائے گئے ہیں۔ میں نے جبرائیلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام سے دریافت فرمایا: ”اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟“ جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: ”یہ زانی مَرد اور زانی عورتیں ہیں۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! لرز جایئے، خوفِ خدا سے کانپ جایئے، جہنم کا عذاب سہنے کی کسی میں طاقت نہیں، آج دنیا کی معمولی سی تکلیف پر بسا اَوقات ہماری چیخیں نکل جاتی ہیں تو جہنم کا دردناک عذاب کیسے سہیں گے؟ یقیناً سمجھداری اِسی میں ہے کہ موت سے پہلے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلیجئے، اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرلیجئے، نیکیوں پر کمربستہ ہوجایئے، گناہوں سے پیچھا چھڑا لیجئے۔ نہ جانے کب موت ہمیں دُنیا کی رونقوں سے اُٹھا کر ویران قبر کی تنہائیوں میں پہنچادے، جہاں نہ صرف گھپ اَندھیرا بلکہ وحشت کا بسیرا بھی ہوگا، کوئی مُونس نہ کوئی ہمدرد، آج موقع ہے تمام گناہوں سے توبہ کرکے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو منالیجئے۔

کرلے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

سیدنا ”عثمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) گناہ کرنے والے پر شرعی حد جاری کی جائے لیکن اُس کے گناہ کا چرچا نہ کیا جائے۔

(2) گناہ کرنے والے پر شرعی حد قائم کرنے کے بعد اُسے ملامت کرنا گویا کہ شرعی حد میں اپنی طرف

[1] ... نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں، صفحہ ۳۴ تا ۳۷ ملتقطاً۔

سے اِضافہ کرنا ہے اور اِس چیز سے ہمیں اِسلام نے منع فرمایا۔

(3) زنا ناجائز و حرام، گناہِ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے نیز زِنا کی اسلام میں شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

(4) زانی مرد اور زانیہ عورت کے لیے دنیا میں تو شرعی سزا مقرر ہے لیکن آخرت میں بھی اِن دونوں کو نہایت ہی ذِلّت ورُسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(5) زنا کرنے والا اگر بغیر توبہ کے مَر گیا تو آخرت میں قَہرِ قہّار و غَضَبِ جبّار کا شکار ہوگا اور دنیا میں زنا کی نحوست یہ ہے کہ زانی کے چہرے کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے، زنا زانی کو محتاج و فقیر بنا دیتا ہے اور اُس کی عمر کم ہو جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں زِنا جیسے قبیح گناہ سے بچنے اور دوسروں کے عُیُوب کی پردہ پوشی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 243

شیطان کی مددمت کرو

وَعَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ خَمْرًا قَالَ: اِضْرِبُوْهُ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: اَخْزَاكَ اللهُ قَالَ: لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص کو حاضر کیا گیا جس نے شراب پی ہوئی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''اس کو مارو۔'' سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''ہم میں سے بعض لوگوں نے اسے

1 . . . بخاری، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید والنعال، ۴/ ۳۲۹، حدیث: ۶۷۷۷۔

ہاتھ سے مارا، بعض نے جوتے سے اور بعض نے کپڑے سے۔" جب وہ واپس لوٹا تو کسی نے کہا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے رُسوا کرے۔" تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "اِس طرح نہ کہو، اِس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔"

بددعا سے ممانعت کی وجہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "یعنی جب تم اُس کے خلاف ذلیل و رُسوا ہونے کی بد دعا کرو گے تو تم شیطان کی مدد کرو گے کیونکہ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے اُس کے خلاف بدعا کی جائے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے منع نہ فرمائیں تو لوگ اس سے متنفر ہوں گے یا لوگ یہ گمان کریں گے کہ یہ شخص اس بدعا کا مستحق ہے، پھر شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالے گا۔"[1]

علامہ شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس پر دعائے بد کرنے سے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِس لئے منع فرمایا کہ اس کا اندیشہ تھا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے جس پر دعائے بد کی گئی، اِس سے اُس کے دل میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نفرت پیدا ہو جائے۔"[2]

شیطان کی اپنے مقصد میں کامیابی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: "اس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔" عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحمد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی اِس کے تحت فرماتے ہیں: "کیونکہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ وہ شخص گناہ کرے اور ذلیل و رُسوا ہوتا رہے اور جب تم اُس کے لئے بدعا کرو گے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"[3]

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید النعال، ۱۶/ ۵۷، تحت الحدیث: ۶۷۷۷۔

2 ... نزہۃ القاری، ۵/ ۴۵۷۔

3 ... ارشاد الساری، کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید النعال، ۱۴/ ۲۱۹، تحت الحدیث: ۶۷۷۷۔

اِسلام میں شراب کی مذمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شراب پینا ناجائز و حرام اور کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

(پ۷، المائدۃ: ۹۰)

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔“[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص شراب کا ایک گھونٹ پیئے گا تو چالیس دن تک اُس کی نماز قبول نہ ہو گی۔“[2]

شراب نوشی کی دس بُری خصلتیں:

(1) یہ بندے کی عقل میں فتور ڈال دیتی ہے اِس طرح وہ بچوں کے لئے تماشا اور مذاق بن جاتا ہے۔ امام ابن ابی الدنیا رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”میں نے ایک شرابی کو پیشاب کرتے ہوئے دیکھا وہ اپنے منہ پر پیشاب مل رہا تھا اور کہہ رہا تھا: ”یا الٰہی عَزَّوَجَلَّ! مجھے کثرت سے توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں میں شامل فرما۔“

(2) یہ مال کو ضائع اور برباد کرتی ہے اور تنگدستی کا سبب بنتی ہے جیسا کہ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعا مانگی: ”یا الٰہی عَزَّوَجَلَّ! ہمیں شراب کے بارے میں واضح حکم ارشاد فرمادے کیونکہ یہ

---

1 ... مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر۔۔۔الخ، ص ۱۱۰۹، حدیث: ۲۰۰۳۔

2 ... مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو، ۲/ ۵۸۹، حدیث: ۶۶۵۵۔

مال کو برباد اور عقل کو ختم کر دیتی ہے۔“

(3) یہ عداوت اور دشمنی کا سبب ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ

ترجمۂ کنزالایمان: شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

(پ۷، المائدۃ: ۹۱)

(4) شراب کھانے کی لذت اور درست کلام سے شرابی کو محروم کر دیتی ہے۔

(5) بعض اوقات شراب، شرابی کی بیوی کو اس پر حرام کر دیتی ہے اور وہ زنا میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شرابی نشہ میں مدہوش ہو کر اکثر طلاق دے دیتا ہے اور بعض اوقات لاشعوری طور پر قسم توڑ ڈالتا ہے تو اپنی حرام کی ہوئی بیوی سے زنا کر بیٹھتا ہے۔

(6) یہ ہر برائی کی کنجی ہے اور شرابی کو بہت سے گناہوں میں مبتلا کر دیتی ہے جیسا کہ حضرت سیدنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں مروی ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! شراب نوشی سے بچتے رہو کیونکہ یہ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔“

(7) شراب نوشی کا ساتواں نقصان یہ ہے کہ یہ شرابی کو بدکاروں کی مجلس میں لے جاتی ہے اپنی بدبو سے اُس کے کاتب فرشتوں کو ایذا دیتی ہے۔

(8) یہ شرابی پر آسمانوں کے دروازے بند کر دیتی ہے، چالیس دن تک نہ اِس کا کوئی عمل اُوپر پہنچتا ہے نہ ہی دُعا۔

(9) شراب نوشی، شرابی پر اَسّی کوڑے واجب کر دیتی ہے لہٰذا اگر وہ دنیا میں اِس سزا سے بچ بھی گیا تو آخرت میں مخلوق کے سامنے اُسے کوڑے مارے جائیں گے۔

(10) یہ شرابی کی جان اور ایمان کو خطرے میں ڈال دیتی ہے اِس لئے مرتے وقت اِیمان چھن جانے

کا خدشہ رہتا ہے۔[1]

شراب کی نحوست:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے شراب نوشی کتنی بُری خصلت ہے، یہ بندے کو کہیں کا نہیں چھوڑتی، شراب بُرائیوں کی ماں ہے، فقط شراب نوشی کے سبب آدمی کئی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، شراب کی نحوست کے سبب شرابی کی دنیا وآخرت دونوں تباہ وبرباد ہو جاتی ہیں۔ ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''میں نے ایک شخص کو نزع کے عالَم میں دیکھا کہ جب اُسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کی جاتی تو وہ کہتا: ''خود بھی پیو اور مجھے بھی پلاؤ۔'' حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن مَسْعُود رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ''جب شرابی مر جائے تو اُسے دفن کر دو اور مجھے کسی جگہ نظر بند کر کے اُس کی قبر کھود و، اگر اُسے قبلہ سے پھرا ہوا نہ پاؤ تو مجھے قتل کر دینا۔''[2]

شرابی کی توبہ۔۔۔:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! گناہوں سے بچنے کا ایک ذریعہ اچھی صحبت بھی ہے، اچھی صحبت بندے کو اچھا بنا دیتی ہے اور بری صحبت برا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی کا مدنی ماحول ہمیں ایک نیک اور اچھی صحبت فراہم کرتا ہے، آپ بھی دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے، کئی ایسے نوجوان جو گناہوں کے دلدل میں دھنسے ہوئے تھے، شراب وکباب کی محفلیں ان کی زندگی کا جزو لازم تھیں، دعوت اسلامی کے مدنی ماحول کی برکت سے ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا اور وہ گناہوں بھری زندگی سے تائب ہو کر سنتوں کے پیکر بن گئے۔ ترغیب کے لیے ایک مدنی بہار پیش خدمت ہے:

پنجاب (پاکستان) کے شہر گلزارِ طیبہ (سرگودھا) کے ایک اسلامی بھائی کے بیان کا لُبِّ لُباب ہے کہ **دعوتِ اسلامی** کے مشکبار مَدَنی ماحول سے وابستہ ہونے سے قبل (مَعَاذَ اللہ) میں نہ صرف خُود شراب نوشی کا

1... آنسوؤں کا دریا، ص ۲۹۲۔

2... آنسوؤں کا دریا، ص ۲۹۲۔

عادی تھا بلکہ **شراب** کشید کر کے (یعنی بنا کر) سپلائی کرنے کا دھندہ بھی کرتا تھا۔ لوگوں کو تنگ کرنا، فحش گالیاں دینا، **فائرنگ** کرکے خوف وہراس پھیلانا میری پہچانِ بد بن چکا تھا۔ فائرنگ کرنے کے جُرم میں گرفتار ہوکر کئی مرتبہ جیل کی سزا بھی کاٹی۔ الغرض میری غلط کاریوں کی فہرست کافی طویل ہے۔ میں وقت کی دولت عذاباتِ جہنم کی خریداری میں صرف (یعنی خرچ) کرنے میں مصروف تھا کہ ایک دن میری ملاقات سبز سبز **عمامہ** شریف سجائے سنّت کے مطابق سفید لباس میں ملبوس ایک مبلّغِ دعوتِ اسلامی سے ہوئی۔ اُس اسلامی بھائی کی **ملنساری** اور عاجزی بھرا لہجہ مجھے ایسا پسند آیا کہ میں اُن کی نیکی کی دعوت سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوگیا۔ انہوں نے مجھے **دعوتِ اسلامی** اور بانیٔ دعوتِ اسلامی امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار قادری** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کا مختصر تعارُف کروایا اور مجھے اُن کے سنّتوں بھرے **بیان** کی کیسٹ سننے کی ترغیب دلائی، میں نے حامی بھرلی۔ اُن کی **انفرادی کوشش** نے میری آتشِ شوق کو کچھ ایسا بھڑکا دیا کہ میں پہلی فرصت میں **مکتبۃ المدینہ** پہنچا اور **امیر اہلسنّت** دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے **بیان** کی کیسٹ **"قبر کی پہلی رات"** خریدی اور گھر جاکر یکسوئی سے سننا شروع کردی۔

بیان کیا تھا! **عبرت** کے تازیانے تھے جو مجھ گناہ گار کے دل ودماغ پر برس رہے تھے۔ قبر میں طویل عرصہ رہنا اس قدر تکلیف دہ بھی ہوسکتا ہے اس کا اندازہ مجھے زندگی میں پہلی بار یہ بیان سن کر ہوا۔ عذاباتِ قبر کے بارے میں سُن کر تو میری سانسیں رُکنا شروع ہوگئیں، میں پہلی بار اپنے انجام کے بارے میں فکر مند ہوا کہ **" مرنے کے بعد میرا کیا بنے گا؟"** آنکھوں سے **اشکِ ندامت** بہہ نکلے۔ میں نے اسی وقت اپنے سارے گناہوں سے توبہ کی اور چہرے پر **سرکارِ دو عالم**، نورِ مجسم، شاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت کی نشانی یعنی داڑھی شریف سجانے کی بھی نیت کرلی۔

میں **دعوتِ اسلامی** کے مہکتے مہکاتے مَدَنی ماحول سے منسلک ہوگیا جس کی بَرَکت سے نماز پنجگانہ کی ادائیگی اور عاشقانِ رسول کے ساتھ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافلوں میں سفر کو اپنا معمول بنالیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تادمِ تحریر دعوتِ اسلامی کے مَدَنی ماحول میں ذیلی مشاورت کے خادم (یعنی نگران)

کی حیثیت سے سنتوں کی خدمت کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

چھوڑیں مے نوشیاں، مت بکیں گالیاں ... آئیں توبہ کریں، قافلے میں چلو
اے شرابی تو آ، آ جوری تو آ ... چھوٹیں بد عادتیں، قافلے میں چلو
ہو گا لطف خدا، آؤ بھائی دعا ... مل کے سارے کریں، قافلے میں چلو

مدنی گلدستہ

”لُطفِ خُدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) بدکاری کرنے والے شخص کو قاضی یا حاکم کے سامنے پیش کیا جائے اور وہی اُسے سزا دے۔

(2) گناہ کرنے پر کسی کو ذلیل ورُسوا ہونے کی بد دعا دینا گویا کہ اُس کے خلاف شیطان کی مدد کرنا ہے کہ شیطان یہی چاہتا ہے یہ بار بار گناہ کرے اور لوگوں کے سامنے ذلیل ورُسوا ہوتا رہے۔

(3) شراب بُرائیوں کی ماں ہے کہ شراب نوشی کے سبب آدمی کئی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(4) شرابی دنیا وآخرت دونوں میں ذِلّت ورُسوائی کا شکار ہوتا ہے۔

(5) شراب کے دُنیوی نقصانات کے ساتھ ساتھ اُخروِی نقصانات بھی ہیں۔

(6) شرابی کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، شرابی کے لیے آسمانوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، چالیس دن تک اُس کا کوئی عمل اُوپر نہیں پہنچتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں گناہوں سے توبہ کرنے والے یا جسے اُس گناہ کی شرعی حد لگادی گئی ہو اُسے ذلیل ورُسوا کرنے سے محفوظ فرمائے اور شراب نوشی جیسی مُوذی بیماری کے قُرب سے دُور فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:29

مسلمانوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! فرد سے اَفراد اور اَفراد سے معاشرہ بنتا ہے، یہ ایک فطری بات ہے کہ معاشرے میں ایک ساتھ رہنے والے تمام اَفراد کا ایک دوسرے کے ساتھ کسی نہ کسی حوالے سے کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے، ہر شخص کی ضروریات، حاجات اور رہن سہن کے معاملات ایک جیسے نہیں ہوتے، اُسے اپنے معاملات میں کہیں نہ کہیں اپنے دوسرے بھائی کی ضرورت محسوس ہوتی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام اَفراد مل جل کر رہتے ہیں، معاشرتی نظام کی بقاء بھی اِسی میں ہے کہ تمام اَفراد مِل جُل کر رہیں، مختلف معاملات میں ایک دوسرے کی حاجات کو پورا کریں، ایک دوسرے کے کام آئیں، ایک دوسرے کی مشکلات کو دُور کریں، اپنے بھائیوں کی حاجت رَوائی کریں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی مسلمانوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیت اور 2 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت مبارکہ اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

نیک اَعمال، چھٹکارے کا سبب

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ (پ۱۷، الحج:۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بھلے کام کرو اِس اُمید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔

تفسیرِ کبیر میں ہے کہ حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ''اِس آیتِ مبارکہ میں خیر سے مراد صلہ رحمی اور اچھے اخلاق ہیں۔'' امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''نماز عبادت کی اَقسام میں سے ایک قسم ہے اور عبادت کارِ خیر کی ایک قسم ہے کیونکہ کارِ خیر کی دو قسمیں ہیں: ایک تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی تعظیم کرنا، دوسرا خلقِ خدا پر اِحسان یعنی شفقت کرنا اور اِس میں نیکی، بھلائی، فقراء پر صدقہ کرنا اور لوگوں سے اچھے طریقے سے بات کرنا شامل ہے۔ گویا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِس آیتِ مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں نماز کا مکلف کیا، نماز ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ عام

شے یعنی عبادت کا مکلف کیا بلکہ عبادت سے بھی زیادہ عام شے یعنی اَفعالِ خیر کا مکلف فرمایا۔“[1]

خیر کی چار قسمیں ہیں:(1) **خیر مطلق:** جو ہر ایک کو ہر وقت ہر طرح اچھی لگے۔ جیسے عقل، علم، عدل، فضل، رحم۔(2) **خیر مقید:** جو کسی کے لیے خیر ہو کسی کے لیے شر، کبھی سب کے لیے خیر ہو، کبھی سب ہی کے لیے شر۔ جیسے دُنیوی دولت، حرام کی دولت سب کے لیے شر ہے اور حلال کی دولت سب کے لیے خیر۔(3) **خیر ابدی:** وہ جو ہمیشہ سب کے لیے خیر ہو۔ جیسے ایمان اور نیک اعمال۔(4) **خیر وقتی:** جو چند وقتوں کے لیے خیر ہو۔ جیسے کھانا، پینا، ملاقات وغیرہ۔[2]

مذکورہ آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ باب اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجات کو پورا کرنے سے متعلق ہے اور آیت مبارکہ میں اچھے کاموں کا تذکرہ ہے، چونکہ اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجات کو پورا کرنا بھی ایک اچھا کام ہے اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس آیت مبارکہ کو اِس باب میں ذکر فرمایا ہے۔

حدیث نمبر: 244

اپنے مُسلمان بھائی کی حاجت روائی کرو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا أَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ اَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَ.[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ تو وہ اس پر ظلم کرے اور نہ ہی اُسے کسی ظالِم کے حوالے کرے۔ جو مسلمان اپنے کسی بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان بھائی کی ایک دُنیوی تکلیف کو دُور کرے گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کی تکالیف میں سے

1. ... تفسیر کبیر، پ۱۷، الحج، تحت الآیۃ:۷۷، ۸/۲۵۴۔
2. ... تفسیر نعیمی، پ۱۷، الحج، تحت الآیۃ:۷۷، ۱۷/۱۱۰۴، ۱۱۰۵۔
3. ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۳۹۴، حدیث:۲۵۸۰۔

اُس کی ایک تکلیف کو دور فرمائے گا۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔‘‘

ایک دوسرے کا بھائی ہونے کے معنیٰ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہوا کہ ’’ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔‘‘ شارحین نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں، چند وجوہات درج ذیل ہیں:

(1) عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’دائرہ اسلام میں آنے کی وجہ سے دونوں بھائی بھائی ہوگئے، جس طرح والدین کی اولاد یا دونوں میں سے کسی ایک میں شریک اولاد باہم بھائی بھائی ہوتے ہیں۔‘‘[1]

(2) عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ’’یعنی دِینِ اسلام میں ہونے کی وجہ سے وہ اس کا بھائی ہے اور وہ دو افراد جن کے درمیان اتفاق پایا جائے ان دونوں پر بھائی کا اطلاق ہوتا ہے۔‘‘[2]

(3) علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’مسلمان مسلمان کا بھائی اس لیے ہے کہ اِن دونوں کو ایک دِین نے جمع کر دیا ہے اور دینی بھائی ہونا تو حقیقی بھائی ہونے سے بھی افضل ہے کیونکہ حقیقی بھائی ہونا دُنیوی پھل ہے جبکہ دِینی بھائی ہونا اُخروی پھل ہے۔‘‘[3]

(4) مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ’’یعنی مسلمان مسلمان کا دینی و اسلامی بھائی ہے، یا مسلمان مسلمان کے لیے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا ہے اور مسلمان کو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھائی بنایا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے رشتۂ غلامی قوی ہے ماں باپ سے رشتۂ نسبی ہے۔‘‘ مزید فرماتے ہیں: ’’یہ بھی معلوم ہوا کہ مؤمن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرآنِ کریم نے مؤمنوں کو بھائی

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی قضاء الحوائج المسلمین، ۲/۳٦، تحت الحدیث: ۲۴۵۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، ۹/۱۸۸، تحت الحدیث: ۲۴۴۲۔

3 . . . التیسیر، حرف المیم، ۲/۸۸۳ مکتبۃ الامام الشافعی۔

قرار دیا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہاں مسلمون کو۔ خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت وشفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ اَحکام کے اعتبار سے۔"[1]

حضور کو بھائی کہنا ہرگز جائز نہیں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ مؤمنوں کو مومن کا بھائی فرمایا نہ کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو، حضور تو عین ایمان ہیں، ان کی نعلین پر ہزاروں ماں باپ قربان، لہٰذا حضور کو بھائی کہنا ہرگز جائز نہیں۔"[2]

مرآۃ المناجیح میں فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نبی رحمت شفیع امت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسلمانوں کے بھائی نہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو مثل والد کے ہیں اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ مسلمانوں کی مائیں ہیں۔"[3]

اسلام میں ظلم کی ممانعت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اِس بات کا حکم دیا گیا کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے۔ اسلام میں ظلم کی شدید مذمت بیان فرمائی گئی ہے، ظلم چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ بہر صورت ناجائز وحرام ہے، ظلم کرنے والوں کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ سخت ناپسند فرماتا ہے، ظلم کی مذمت پر تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) "ظلم اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کے مرتکب کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ آخرت میں سزا دینے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی سزا دینے میں جلدی کرتا ہو۔"[4] (2) "ظلم سے بچو بلاشُبہ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہو گا۔"[5] (3) "ابلیس اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۵۱ ملتقطاً۔

2 ... نور العرفان، پ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۰۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۵۱۔

4 ... ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۵۷، ۴/ ۲۲۹، حدیث: ۲۵۱۹۔

5 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۳۹۴، حدیث: ۲۵۷۸۔

انسانوں سے ظلم اور حسد چاہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک شرک کے برابر ہیں۔“[1]

ظالم کے سپرد کرنے کی ممانعت:

جس طرح ظلم کرنے کی ممانعت ہے ویسے ہی اپنے مسلمان بھائی کو کسی بھی ظالم کے سپرد کرنے یا کسی بھی ایسے شخص کے حوالے کرنے کی بھی سختی سے ممانعت ہے جو اُسے تکلیف پہنچائے، کیونکہ شریعت نے اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرنے اور اس کی مدد کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو کسی ظالم کے سپرد کرنا اس کے خلاف ہے، نیز اپنے مسلمان بھائی کو کسی بھی ظالم کے سپرد کرنا یہ بھی اُس کے ساتھ ظلم ہے، اور ظلم کی سختی سے ممانعت ہے۔ شارِحِ حدیث علامہ قسطلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اپنے مسلمان بھائی کو ظالم کے حوالے نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اُس کو کسی بھی ایسے شخص کے پاس نہ چھوڑے جو اُسے تکلیف پہنچائے بلکہ اُس کی حفاظت کرے۔“[2]

مسلمان بھائیوں کی حاجت رَوائی کرو:

مذکورہ حدیثِ پاک میں مسلمان کی ایک شان یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی حاجت روائی فرماتا ہے، اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کرنا اس کو خوش کرنا ہے اور جو کسی مسلمان کو خوش کرے گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خوش کیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خوش کرنے کا صلہ جنت میں داخلہ ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو میرے کسی اُمَّتی کی حاجت پوری کرے اور اُس کی نیت یہ ہو کہ اِس کے ذریعے اُس اُمَّتی کو خوش کرے تو اُس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوش کیا اور جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوش کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔“[3]

---

1 . . . مسند الفردوس، ۱/ ۱۴۴، حدیث: ۹۲۳۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم۔۔۔ الخ، ۵/ ۵۰۲، تحت الحدیث: ۲۴۴۲۔

3 . . . شعب الایمان، باب فی التعاون علی البر والتقوی، ۶/ ۱۱۵، الحدیث: ۷۶۵۳۔

اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کو سب سے افضل اَعمال میں شمار فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: "سب سے افضل عمل مؤمن کے دل میں خوشی داخل کرنا ہے خواہ اُس کی ستر پوشی کر کے ہو یا اُسے شکم سیر کر کے یا اُس کی حاجت پوری کرنے کے ذریعے ہو۔"[1]

ایک روایت میں ہے کہ "تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لئے چلے تو یہ عمل میری اِس مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) میں دو مہینے اِعتکاف کرنے سے افضل ہے۔"[2]

مسلمان حاجت رَوا اور مشکل کشا ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث پاک میں ایک مسلمان کی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی حاجت روائی اور مدد کرنے کا بیان ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی حاجت روائی یعنی اس کی حاجت کو پورا اور مشکل کشائی یعنی اُس کی مشکل کو دُور کر سکتا ہے بلکہ ایسا کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرنا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو "حاجت رَوا" یا "مُشکل کشا" کہنا بالکل درست ہے۔ واضح رہے کہ حقیقی حاجت رَوا اور مشکل کشا فقط رب تعالیٰ ہے البتہ اُس کی عطا اور فضل و کرم سے اُس کے بندے آپس میں ایک دوسرے کے حاجت رَوا اور مشکل کشا ہیں۔ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "**سُبْحَانَ اللہ!** کیسا پیارا وعدہ ہے، مسلمان بھائی کی تم مدد کرو **اللہ** تمہاری مدد کرے گا، مسلمان کی حاجت روائی تم کرو **اللہ** تمہاری حاجت روائی کرے گا۔ معلوم ہوا کہ بندہ بندے کی حاجت روائی کر سکتا ہے، یہ شرک نہیں، بندہ بندے کا حاجت روا مشکل کشا ہے۔"[3]

مسلمان کی تکلیف دور کرنے کی فضیلت:

حدیثِ پاک میں ارشاد ہوا کہ جو کسی مسلمان کی دُنیوی تکلیف کو دور کرے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی

---

1 ... الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلة، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلین ... الخ، ۳/ ۲۶۵، حدیث: ۱۹۔

2 ... الترغیب والترھیب، کتاب البر والصلة، باب الترغیب فی قضاء حوائج المسلمین ... الخ، ۳/ ۲۶۳، حدیث: ۸۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۵۱۔

قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور فرمائے گا، پیارے اسلامی بھائیو! یقیناً یہ ایک نفع بخش تجارت ہے بلکہ ایسی تجارت ہے جس میں نفع ہی نفع ہے، دنیا میں کسی مسلمان کی تکلیف کو دُور کرنا بہت آسان ہے، لیکن کل بروزِ قیامت بندے کو جو تکالیف ملیں گی وہ بہت شدید ہوں گی، قیامت کا ایسا ہولناک دن ہو گا جس میں ہر شخص کو اپنی فکر ہو گی کہ کسی طرح میں نجات پا جاؤں، ماں اپنی اولاد سے دُور بھاگے گی، باپ بیٹے سے جان چھڑائے گا، الغرض کل کوئی کسی کا نہ ہو گا، ہر شخص اپنے حساب وکتاب کے خوف سے اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں شرابور ہو گا، تانبے کی دہکتی ہوئی زمین پر کھڑے ہو کر حساب دینا ہو گا، یقیناً اِس کی ہم میں سکت نہیں، لہٰذا دنیا میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی تکالیف کو دُور کیجئے تاکہ کل قیامت کی تکالیف سے نجات پاسکیں، کسی بھی مسلمان کی تکلیف دُور کرنے والوں کو جنت کی وادیوں میں رب تعالیٰ کے جوارِ رحمت یعنی اُس کے قُرب میں رہنے کی سعادت نصیب ہو گی۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۸۸ صفحات پر مشتمل کتاب ''سایہ عرش کس کس کو ملے گا؟''صفحہ ۵۵ پر ہے: ''حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جنت کی وادیوں میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جوارِ رحمت (یعنی قُرب) میں کون ہو گا؟'' سرکارِ والا تَبار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو میری سنت کو زندہ کرے اور میرے پریشان اُمَّتی کی تکلیف دور کرے گا۔''

مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کی فضیلت:

حدیثِ پاک میں یہ بھی فرمایا گیا کہ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو کل بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ کسی بھی مسلمان کے عیوب پر مطلع ہونے کے بعد اُس کی پردہ پوشی کرنا سعادت کی بات ہے، اَحادیثِ مبارکہ میں مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ مسلمان کی پردہ پوشی کرنے سے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ''جو اپنے بھائی کے کسی عیب کو دیکھ لے اور اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اُس پردہ پوشی کی وجہ سے

جنت میں داخل فرمائے گا۔“[1] (2) ”جو اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے بھائی کے راز کھولے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کا راز ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر ہی میں رُسوا ہو جائے گا۔“[2] (3) ”جس نے کسی کی پردہ پوشی کی گویا اُس نے زندہ دفن کی گئی بچی کو زندہ کر دیا۔“[3]

پردہ پوشی سے متعلق اہم مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگرچہ اسلام میں اپنے کسی بھی مسلمان بھائی کے عیوب کی پردہ پوشی کی ترغیب دلائی گئی ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے گناہوں پر پردہ ڈالنے کی ممانعت ہے۔ چنانچہ حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”ایسے لوگ جن کی غلطیوں یا گناہوں پر کئی مرتبہ پردہ ڈالا گیا لیکن اِس کے باوجود انہوں نے گناہ ترک نہ کیے تو ایسوں کا پردہ چاک کرنا واجب ہے کیونکہ بار بار اُن کی پردہ پوشی اُن کے گناہوں پر مُعاوَنت کے مُترادِف ہے۔ پردہ اُس معصیت کا ہے جو گزر چکی ہو۔ اگر کوئی شخص اپنے سامنے کسی کو معصیت کرتے ہوئے دیکھے اور اُس کو روکنے پر قادر ہو تو اُسے روکنا واجب ہے اور اگر وہ اُس پر قادر نہ ہو تو اُس معاملے کو حُکّام بالا (سلطان یا قاضی) کے پاس لے جائے۔“[4]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھا دو کہ اُس کی اصلاح ہو جائے اسے بدنام نہ کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ قیامت میں تمہارے گناہوں کا حساب خفیہ ہی لے گا تمہیں رُسوا نہ کرے گا۔ ہاں جو کسی کی ایذا کی خفیہ تدبیریں کر رہا ہو، یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہو چکا ہو، اُس کا اِظہار ضرور کر دو تاکہ وہ شخص اِیذا سے بچ جائے، یا یہ توبہ کرے یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں۔ غرضیکہ صرف بدنامی سے

1 . . . معجم کبیر، مسند عقبہ بن عاسر، ۱۷/ ۲۸۸، حدیث: ۷۹۵۔

2 . . . ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن، ۳/ ۲۱۹، حدیث: ۲۵۴۶۔

3 . . . ابن حبان، کتاب البر والصلۃ، باب الجار، ۱/ ۳۶۷، حدیث: ۵۱۸۔

4 . . . اکمال المعلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، ۸/ ۴۹، تحت الحدیث: ۲۵۸۰۔

کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اُس کے خفیہ ظلم سے دوسرے کو بچانا، یا اُس کی اِصلاح کرنا بھی اچھا ہے، یہ فرق خیال میں رہے۔ یہاں (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے رب تعالیٰ اس کی سات سو(700) عیب پوشیاں کرے گا لہٰذا کُرْبَۃً کی تنوین تعظیمی ہے اور سَتَرَہُ اللّٰہُ میں سترِ مطلق بمعنیٰ کامل ہے ربّ تعالیٰ کی عطائیں ہمارے خیالات سے وراء ہیں۔“[1]

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) تمام مسلمان آپس میں دِینی بھائی ہیں اور یہ دِینی رشتہ دُنیوی رشتے سے بہت قوی ہے۔

(2) تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی حاجت روائی کریں، ایک دوسرے کی تکالیف کو دور کریں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری قیامت کی تکالیف کو دور فرمائے گا۔

(3) اسلام ایک ایسا پیارا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو اَخوت وبھائی چارے، باہم حاجت روائی، معاونت اور ایک دوسرے کی تکالیف کو دُور کرنے کا درس دیتا ہے، یقیناً یہ تمام اُمور ایک پُراَمن معاشرے کے قیام میں بہترین مُعاون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(4) حقیقی حاجت رَوا اور مشکل کشا رب تعالیٰ ہی ہے، مگر اُس نے اپنے بندوں کو ایک دوسرے کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کی طاقت وقوت عطا فرمائی ہے، اِس لیے مسلمان بھی ایک دوسرے کے حاجت رَوا اور مشکل کشا ہوسکتے ہیں، لہٰذا کسی مسلمان کو حاجت رَوا یا مشکل کشا کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

(5) کسی بھی مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کرنا مسلمان کی شان ہے، ربّ تعالیٰ کی سنت ہے مگر جن عیوب کی پردہ پوشی سے کسی مسلمان یا دیگر مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہواُن کو ظاہر کرنے کی شرعاً اجازت ہے، بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے، کسی کو غلط کام یا گناہ کرتا دیکھیں اور اسے روکنے پر

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۵۱۔

قادر ہوں تو فی الفور اُسے اُس گناہ سے روکنا واجب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی حاجت رَوائی اور مشکل کشائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کی تکالیف کو دُور کرنے اور اُن کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 245 مؤمن کی تکلیف دُور کرنے کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دوعالَم کے مالک ومختار، مکی مَدنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے کسی مسلمان کی دُنیوی تکلیف دُور کی تو قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی اُخروی تکلیف کو دُور فرمائے گا۔ جو کسی تنگدست پر کشادگی کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا اور آخرت میں کشادگی عطا فرمائے گا۔ جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس وقت تک بندے کی مدد فرماتا رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے جنت کی طرف راستہ آسان فرمادیتا ہے۔ جب کچھ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوکر تلاوتِ قرآنِ مجید اور درس و تدریس کرتے ہیں تو اُن پر سکینہ نازل ہوتا ہے، رحمتِ خداوندی انہیں ڈھانپ

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعاوالتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، ص۱۴۴۷، حدیث: ۲۶۹۹۔

لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی خاص مجلس میں اُن کا ذکرِ خیر فرماتا ہے اور جس کا عمل اُسے پیچھے رکھے تو اُس کا نسب اُسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔“

مسلمانوں کی حاجت روائی کرنا عظیم کام ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں مسلمانوں کی حاجت روائی، اپنے علم، مال، مقام ومَرتبے، نصیحت، اچھے کام کی طرف رہنمائی، خود مدد کرنے یا کسی کے ذریعے مدد کرنے یا کسی کی مدد کی سفارش کرنے یا مدد کا وسیلہ بننے یا اس کے لیے مدد کی دعا کر دینے کی عظیم فضیلت کا بیان ہے۔ کسی بھی تنگدست مسلمان پر کشادگی سے مراد یہ ہے کہ یا تو اسے کوئی چیز ہبہ کر کے اُس پر کشادگی کرے یا اس پر صدقہ کر کے کشادگی کرے یا قرض دار ہونے کی صورت میں اُس کو مزید مہلت دے کر اس پر کشادگی کرے۔ اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی قلبی یا بدنی یا مالی طور پر مدد کرے۔ جب بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرنے کا ارادہ کر لے تو اسے چاہیے اب وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے، حق بات کا اقرار کرنے اور اس مدد کو ہمیشہ قائم رکھنے میں کسی بزدلی کا مظاہرہ نہ کرے۔“ مزید فرماتے ہیں: ”ایک بار حضرت سیدنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے حضرت سیدنا ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے کسی حاجت کے لیے ساتھ چلنے کا کہا تو انہوں نے کہا: میں تو معتکف ہوں۔ اس پر حضرت سیدنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ”کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارا کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لیے چلنا تمہارے لیے بار بار حج کرنے سے بھی افضل ہے۔“ حصولِ علم کے لیے کسی راستے پر چلنے میں تمام مَعنوی اُمور یعنی علم کو حفظ کرنا، علمی مذاکرے کرنا، علم کے لیے مطالعہ کرنا، اس کو سمجھنا اور ہر وہ کام جو علم کے حُصول کا ذریعہ ہو وہ سب اس میں شامل ہے۔“[1]

مختلف علوم، قواعد اور آداب کا مجموعہ:

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ بہت عظیم حدیث پاک

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی قضاء حوائج المسلمین، ۲/ ۳۷، تحت الحدیث: ۲۴۶ ملتقطاً۔

ہے، مختلف علوم، قواعد اور آداب کا مجموعہ ہے۔

❁ اِس حدیثِ پاک میں مسلمانوں کی حاجت روائی اور اُن کو اپنے علم، مال، مدد، مصلحت یا نصیحت وغیرہ کے ذریعے نفع پہنچانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

❁ نیز اِس حدیثِ پاک میں مسلمانوں کی ستر پوشی، تنگدستوں پر کشادگی اور علم حاصل کرنے کی طلب میں کسی راستے پر چلنے کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔ یہاں علمِ شرعی کے حُصول میں مَشغولیت اِس شرط کے ساتھ مقید ہے کہ اس سے فقط اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا مقصود ہو، اگرچہ یہ شرط ہر عبادت کے لیے ہے لیکن علم کے ساتھ خاص طور پر اسے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ اس میں سُستی کرتے ہیں اور بعض ابتدائی طور پر علم حاصل کرنے والے اس مقصد سے غافل ہوتے ہیں۔

❁ اس حدیثِ پاک میں مسجد میں اجتماعی طور پر تلاوتِ قرآن کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے اور یہ جو فرمایا گیا کہ جس کا عمل اسے پیچھے رکھے اس کا نسب اسے آگے نہیں پہنچا سکتا اس سے مراد یہ ہے کہ جس کے اَعمال ناقص ہوں تو وہ نیک اعمال کرنے والوں کے مَراتب تک نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ فقط اپنے نسب اور آباء کی فضیلت پر بھروسہ نہ کرے اور نہ ہی عمل میں کوئی کوتاہی کرے۔“[1]

سکینہ سے کیا مراد ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں جمع ہو کر تلاوتِ قرآنِ مجید اور درس و تدریس کرنے والوں پر جو سکینہ نازل ہوتا ہے اس سے مراد وہ حالت اور کیفیت ہے جس سے دل مطمئن ہو جائے۔ اس سکینہ کا ذکر قرآنِ پاک میں بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ ۲۶، الفتح: ۴)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا۔

تو جسے اِس بات کا علم اور یقین ہو کہ ساری کائنات کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت محیط ہے تو اس کا دل پُرسکون ہوتا ہے اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والے اَجر کی قوی امید ہونے کی وجہ سے اطمینان

1 . . . شرح مسلم، کتاب الذکر والدعا۔۔۔الخ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القران، ۹/ ۲۲، ۲۱، الجزء: ۱۷ ملتقطاً۔

حاصل ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سکینہ سے مراد ایک فرشتہ ہے جو مؤمن کے دل پر نازل ہوتا ہے اور اسے بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سکینہ سے مراد رحمت، وقار، سکون اور خشیت ہے۔[1]

تلاوت کے لیے مسجد میں جمع ہونا جائز ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مساجد میں تلاوتِ قرآنِ کریم، اجتماعِ ذِکر و نعت، تعلیم و تَعَلُّم یعنی ہر وہ اجتماع جس میں علمِ دِین سیکھنے سکھانے کا سلسلہ ہو یہ تمام یا اس جیسے دیگر اجتماعات کا مسجد میں قائم کرنا بالکل جائز ہے۔ حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: "لوگوں کا تلاوتِ قرانِ مجید کی خاطر مساجد میں جمع ہونا مباح یعنی بالکل جائز ہے اور بسا اَوقات یہ اجتماعِ تعلیم و تعلم یعنی علمِ دِین سیکھنے سکھانے کے لیے بھی ہوتا ہے۔"[2]

آئیے اپنا محاسبہ کریں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک توبہ بانگِ دہل ہمیں یہ پیارے مدنی پھول ارشاد فرما رہی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف کو دور کرو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری تکالیف کو دور فرمائے گا، اپنے بھائی پر کشادگی کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہاں میں تمہیں کشادگی عطا فرمائے گا، جب تک تم اپنے بھائی کی مدد کرتے رہو گے اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مدد فرماتا رہے گا۔ لیکن کیا ہم نے کبھی اپنا محاسبہ کیا؟ کبھی اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کے بارے میں سوچا کہ کہیں انہیں کوئی تکلیف تو لاحق نہیں ہے؟ کہیں وہ تنگدستی کی حالت میں تو نہیں ہیں؟ کہیں انہیں ہماری مدد کی ضرورت تو نہیں ہے؟ اگر ہم ایسی مدنی سوچ رکھتے ہیں تو صد کروڑ مرحبا اور اگر نہیں تو لمحہ فکریہ ہے، کاش! ہم بھی اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کے دُکھ درد میں شریک ہونے والے بن جائیں، اُن کی مدد کرنے والے بن جائیں، اُن کی تکالیف کو دُور کرنے والے بن جائیں، کاش! مسلمان بھائیوں کی حاجت روائی کو ہم اپنا شعار بنالیں۔

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی اِحیاء العلوم میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی قضاء حوائج المسلمین، ۲/ ۳۹، تحت الحدیث: ۲۴۶۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب الذکر والدعا، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القران، ۸/ ۱۹۵، تحت الحدیث: ۲۶۹۹۔

ایک شخص نے اپنے دوست کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھولا اور پوچھا: ”کیسے آنا ہوا؟“ اس نے کہا: ”مجھ پر چار سو درہم قرض ہیں، میری مدد کرو۔“ اس نے چار سو درہم اپنے اس مقروض دوست کے حوالے کر دیے اور پھر روتا ہوا جب گھر والوں کے پاس واپس آیا، تو اس کی زوجہ نے کہا: ”اگر آپ کو اپنے وہ دراہم دوست کو دینا اتنا ہی ناگوار تھا تو آپ انہیں نہ دیتے۔“ اس نے کہا: ”اے نیک بخت! میں اِس لیے نہیں رو رہا ہوں کہ میں نے اپنے چار سو درہم اپنے دوست کو دے دیے بلکہ میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ میں اپنے دوست کے حال سے اتنا بے خبر ہوں کہ وہ مَقروض ہو گیا اور مجبور ہو کر میرے دروازے پر چلا آیا۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پہلے کے لوگوں میں کس قدر دوسروں کی تکلیف کا اِحساس اور اُن کی حاجت روائی کا جذبہ ہوا کرتا تھا۔ افسوس! اِس دور میں دوست تو دُور کی بات خونی رشتوں یعنی بہن بھائیوں کے حالات سے عدم واقفیت عام ہو چکی ہے، اِس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کی جاتی کہ بہن بھائی، والدین عزیز واَقارب، دوست اَحباب کیسے حالات میں جی رہے ہیں؟ بس یہی خواہش ہے کہ مجھے آسائشوں بھری زندگی نصیب ہو جائے، میں پُرسکون زندگی گزاروں، مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو، میرے بچے بھوکے نہ سوئیں۔ کاش! ہم اِس پیاری حدیث پاک پر عمل کرنے والے بن جائیں، اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کی حاجت روائی کرنے والے بن جائیں، اُن کی تکالیف کو دور کرنے والے بن جائیں، اُن کی مدد کرنے والے بن جائیں، اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ اِس حدیث پاک پر عمل کی برکت سے دنیا وآخرت کی بھلائیاں نصیب ہوں گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مدنی گلدستہ

”گنبد خضرا“ کے آٹھ حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی دُنیوی تکلیف کو دور کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی اُخروی تکالیف میں

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم البخل، حکایات الاسخیاء ۳/۳۱۱۔

سے ایک تکلیف کو دور فرمائے گا۔

(2) جو اپنے کسی مسلمان بھائی پر اُس کی تنگدستی کی حالت میں کشادگی کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہان میں اُس پر کشادگی فرمائے گا۔

(3) جو دنیا میں اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت میں اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(4) جو اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی مدد فرمائے گا۔

(5) حقیقی مددگار اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے اور اُس کی عطا سے اُس کے بندے بھی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اور اُس کے بندوں میں کسی کو حاجت روا یا مشکل کشا کہنا بالکل جائز ہے۔

(6) علم کے حصول کے لیے کسی راستے پر چلنے والے کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے۔

(7) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں تلاوتِ قرآنِ مجید، اجتماعِ ذِکر و نعت اور تعلیم و تَعَلُّم کی مجالس منعقد کرنا بالکل جائز امر اور بڑے ثواب کا باعث ہے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھروں کو آباد کرنا ہے۔

(8) ہمیں چاہیے کہ اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کی خبر گیری بھی کرتے رہا کریں، اور اگر انہیں کسی چیز کی حاجت ہو تو اُن کی حاجت رَوائی اور مدد بھی کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کی حاجت روائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کی تکالیف کو دُور کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کی مدد کرنے کی طاقت و قوت عطا فرمائے، علمِ دِین حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، تلاوتِ قرآنِ مجید، اجتماعِ ذکر و نعت، اور علمِ دِین حاصل کرنے کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے گھر میں مجالس و محافل منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:30

سفارِش کا بیان

میٹھے میٹھے اِسلامی بھائیو! قرآن وحدیث میں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے، مسلمانوں کے مابین اس دینی رشتے کو قائم کرنے کی بنیادی وجہ بھی یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں اتحاد واتفاق، پیار ومحبت سے رہیں، ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی تکالیف کو اپنی تکالیف سمجھے، اسے جب کوئی پریشانی لاحق ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ بذاتِ خود اپنے مسلمان بھائی کا مسئلہ حل کرسکتا ہے تو خود حل کرے ورنہ کسی ایسے مسلمان بھائی سے اُس کے مسئلے کو حل کرنے کی سفارش کرے جو اُسے حل کرسکتا ہو۔ کسی مسلمان بھائی کی مدد کرنے کے لیے دوسرے مسلمان بھائی سے سفارش کرنا بھی دراصل اُسی کی مدد کرنا ہے جبکہ وہ سفارش شرعی طور پر جائز ہو۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی سفارش کے بارے میں ہے، علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 2 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

سفارش سے کیا مراد ہے؟

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَاۚ (پ۵، النساء: ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔

تفسیرِ خازِن میں ہے: ”سفارش کا مطلب یہ ہے کہ اِنسان کسی حاجت مند کے لیے بذاتِ خود سفارش کرے یہاں تک کہ اُس کے مسئلے کے لیے جس سے سفارش کی جائے اُس کے پاس اُس کے ساتھ حاضر ہو۔ اِس قول کے پیشِ نظر مذکورہ آیت میں شفاعت سے اِنسان کا کسی ضرورت مند کو نفع پہنچانا یا اُسے کسی مصیبت سے خلاصی دِلانے کے لیے سفارش کرنا مُراد ہے۔“[1] تفسیرِ روحُ البیان میں ہے: ”آیتِ مبارکہ میں ”حصہ“ سے مراد سفارش کرنے کا ثواب اور وہ اجر ہے جو بھلائی کا سبب بنا۔ شفاعتِ حَسَنَہ سے مراد یہ ہے کہ مسلمان کے حق کی رعایت کرتے ہوئے اُس سے شر کو دُور کیا جائے یا اُسے نفع پہنچایا جائے اور یہ کام اللہ

[1] ... تفسیر خازن، پ۵، النساء، تحت الآیة: ۸۵، ۱/۴۰۸۔

عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ہو اِس پر کسی قسم کی رشوت نہ لی جائے اور جس کام کی سفارش کی جائے وہ جائز ہو، نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدود میں سے کسی حد سے متعلق ہو اور نہ ہی وہ کسی بندے کا حق ہو۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:246

سفارش کرنے پر ثواب

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاہُ طَالِبُ حَاجَۃٍ اَقْبَلَ عَلٰی جُلَسَائِہِ فَقَالَ اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَیَقْضِی اللہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَا اَحَبَّ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَا شَاءَ.[3]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاجت مند بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے ہم نشین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے: ”اے لوگو! سفارش کرو اَجر پاؤ گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی کی زبان پر وہی جاری کرتا ہے جو وہ پسند فرماتا ہے۔“ ایک روایت میں ہے: ”جو وہ چاہتا ہے۔“

سفارش کرنا مستحب ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”معنٰی یہ ہیں کہ تم میں سے بعض بعض کی سفارش کریں تو اِس میں تمہارے لیے اَجر ہے۔ جب تم نے مجھ سے کسی حاجت مند کی سفارش کی اور میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا کے مطابق اُس کی حاجت کو پورا کردیا تو تمہیں بھی اَجر ملے گا۔“ سفارش کرنا مستحب ہے قرآن وحدیث میں اِس کی ترغیب دلائی گئی ہے چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَاۚ (پ۵، النساء: ۸۵)

ترجمۂ کنزالایمان: جو اچھی سفارش کرے اُس کے لیے اُس میں سے حصہ ہے۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا

---

1 ... روح البیان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۲/۲۴۹۔

2 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب الشفاعۃ فیما لیس بحرام، ص ۱۴۱۴، حدیث: ۲۶۲۷۔

3 ... بخاری، کتاب الادب، باب ۳۷، ۴/۱۰۷، حدیث: ۶۰۲۷، ۶۰۲۸۔

ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔“[1]

بھلائی کرنے کی ترغیب:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اِس حدیثِ پاک میں بھلائی کرنے، بھلائی کا سبب بننے، کسی کی مصیبت پر مطلع ہونے کی صورت میں اُس کی سفارش کرنے اور کمزور کی مدد کرنے پر اُبھارا گیا ہے کیونکہ ہر کسی کی افسر تک رسائی نہیں ہوتی اور ہر شخص اپنی بات دوسرے کو سمجھانے پر قادر نہیں ہوتا (تو جو افسر تک پہنچ رکھتے ہیں اور دوسرے کی بات سمجھا سکتے ہیں وہ سفارش کریں اور حاجت مند کا مسئلہ حل کروادیں) لیکن جن کاموں کی سفارش کرنا جائز نہیں وہ اِس حدیث میں داخل نہیں۔“[2] (مثلاً کسی نااہل کو منصب دلوانے کی سفارش یا گناہ کے کام کی سفارش یا ایسی سفارش جس سے دوسرے مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہو۔)

سفارش کرنے والے کو ہر حال میں ثواب ملے گا:

مذکورہ حدیث میں مسلمان کی سفارش کرنے والے کو ثواب کی بشارت دی گئی ہے کیا مسلمان کی سفارش کرنے والے کو ہر حال میں ثواب ملے گا؟ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی حدیث پاک کے اِن الفاظ (اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی کی زبان پر وہی جاری کرتا ہے جو وہ پسند فرماتا ہے) کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ اِس بات کا بیان ہے کہ جس نے سفارش کی اسے ہر حال میں ثواب ملے گا خواہ اُس کی سفارش قبول ہو یا نہ ہو۔ کسی بڑے کو اپنے سے چھوٹے آدمی سے سفارش کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے اور اگر وہ اُس کی سفارش قبول نہ کرے تو اسے ایذا بھی نہیں دینی چاہیے بے شک حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے سفارش کی کہ وہ اپنے سابقہ شوہر سے رجوع کرلیں لیکن انہوں نے معذرت کرلی۔“[3]

”اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نبی کی زبان پر وہی جاری کرتا ہے جو وہ پسند کرتا ہے۔“ اِس کی شرح کرتے ہوئے عَلَّامَہ

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها، ۶/۴۱۰، تحت الحدیث: ۱۴۳۲۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الشفاعة، ۲/۴۲، تحت الحدیث: ۲۴۷۔

3 . . . عمدة القاری، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها، ۶/۴۱۰، تحت الحدیث: ۱۴۳۲۔

مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی اپنے علمِ ازلی کے مطابق جس کا ارادہ کرتا ہے کہ اس کی سفارش کا معاملہ ہوگا، اس کی مراد حاصل ہوگی یا نہیں وغیرہ۔ پس سفارش اور اُس پر مرتب ہونے والا ثواب مطلوب ہے جو کہ سفارش کرنے پر ہر حال میں ملے گا خواہ علمِ الٰہی میں اُس کا حُصُول مقدر ہو یا نہ ہو۔“[1]

سفارش کی مختلف صورتوں کا بیان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث میں مسلمان کی سفارش کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، سفارش کرنے کی مختلف صورتیں ہیں، بعض صورتوں میں سفارش جائز اور بعض میں ناجائز۔ چنانچہ اکمال المعلم میں ہے: ”قاضی یا بادشاہ کے پاس حاجت مندوں کی سفارش کرنا مستحب ہے اور اس پر اجر بھی ہے، اس کی دلیل مذکورہ حدیث اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالیشان ہے:

مَنۡ یَّشۡفَعۡ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّکُنۡ لَّہٗ نَصِیۡبٌ مِّنۡہَا ۚ (پ۵، النساء: ۸۵)

ترجمۂ کنز الایمان: جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔

حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ مسلمان کی قول یا فعل سے مدد کرنے پر اجر ہے اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جائے اور اس پر حد نہ ہو تو اس کی سفارش کرنا جائز ہے جبکہ وہ اس پر شرمندہ ہو اور معافی کا طلبگار ہو، حاکمِ وقت کو بھی چاہیے کہ وہ اس کو معاف کردے لیکن جو غلط کام پر مُصِر ہو اس کی سفارش نہیں کی جائے گی اور حاکمِ وقت بھی اس کو معاف نہ کرے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ حدود میں شفاعت کرنا جائز نہیں۔“[2]

ایسے شخص کی سفارش کرنا سخت منع ہے جس پر کسی گناہ کے سبب حد واقع ہونے کا فیصلہ ہو گیا ہو یا کسی مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہو۔ غزوۂ فتح مکہ کے دوران قبیلہ مخزومیہ کی ایک عورت نے چوری کی تو اس کے قبیلہ کے لوگ بولے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس کی سفارش کون کرے گا؟ حضرت سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لاڈلے ہیں ان کے سوا سفارش کی جرأت کون کرسکتا ہے؟ چنانچہ وہ لوگ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس سفارش طلب کرنے آئے۔ جب

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الشفاعۃ، ۲/ ۴۲، تحت الحدیث: ۲۴۷۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب الشفاعۃ فیما لیس بحرام، ۸/ ۱۰۷، تحت الحدیث: ۲۶۲۷۔

حضرت سیدنا اُسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس عورت کے متعلق سفارش کی تو سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ انور متغیر ہوگیا، اور ارشاد فرمایا: ”تم مجھ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق سفارش کر رہے ہو۔“ حضرت سیدنا اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے لیے مغفرت طلب فرمائیے۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ دیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء بیان کی اور ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! تم سے پہلی قومیں اِس لیے ہلاک ہوگئیں کہ جب اُن میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اُس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور یعنی غریب آدمی چوری کرتا تو اُس پر حد قائم کرتے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی جان ہے اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو میں اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔“ پھر اُس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔[1]

ناجائز سفارشات کا سیلاب، لمحۂ فکریہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل ہمارے معاشرے میں سفارش کا رُجحان بہت عام ہے، ایک معمولی کام سے لے کر کسی بھی بڑے کام میں سفارش جُزو لازم کی حیثیت اختیار کرچکی ہے، بڑے بڑے شہروں، دِینی ودُنیوی تقریباً تمام اداروں میں سفارش کا کلچر عام ہوچکا ہے، کسی کو کوئی نوکری لینی ہو تو اس کے لیے سفارش، کسی ادارے میں داخلہ لینا ہو تو اس کے لیے سفارش، کوئی فارم جمع کروانا ہو تو اس کے لیے سفارش، کوئی بل جمع کروانا ہو تو اس کے لیے سفارش، کوئی پروجیکٹ لینا ہو تو اس کے لیے سفارش، کوئی زمین خریدنی ہو تو اس کے لیے سفارش، کوئی اِدارہ، اِنسٹیٹیوٹ، اسکول، کالج، یونیورسٹی، فیکٹری وغیرہ کھولنی ہو تو اس کے لیے سفارش، اپنے موجودہ عہدے سے اوپر کے عہدے کے لیے ترقی کرنی ہو تو اس کے لیے سفارش، کوئی دکان کھولنی ہو تو اس کے لیے سفارش، کوئی مکان بیچنا ہو تو اس کے لیے سفارش، الغرض کوئی کام بغیر سفارش کے نہیں ہوتا۔ یاد رکھیے، اگر سفارش کسی اہل شخص کے لیے ہے یا کسی جائز کام کے لیے ہے یا کسی کا صحیح حق دلانے کے لیے ہے یا کسی کو ظلم سے بچانے کے لیے ہے یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی صورت ہے کہ جس میں شرعاً سفارش کرنے کی اجازت ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بسا اوقات تو ایسی سفارش کرنا

---

[1] . . . بخاری، کتاب المغازی، باب: ۵۵، ۳/۱۰۸، حدیث: ۴۳۰۴۔

مستحب اور باعث اجر وثواب ہے۔ لیکن اگر سفارش کسی نااہل شخص کے لیے ہو، یا کسی ناجائز کام کے لیے ہو یا کسی کو ناجائز حق دلانے کے لیے ہو یا اِس سفارش میں کسی دوسرے مسلمان کی حق تلفی ہو، اس پر ظلم ہوتا ہو، یا کسی ایسے شخص کے حق میں سفارش کی جس پر حد واجب ہو چکی یا اس کے علاوہ کوئی بھی ایسی صورت ہو جس کی شرعاً اجازت نہیں تو ایسی سفارش کرنا ناجائز وحرام، گناہ کبیرہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ ناجائز سفارشات میں دنیا وآخرت دونوں کی تباہی وبربادی مقدر رہے، ناجائز سفارشات معاشرے کے بگاڑ کا بہت بڑا سبب ہیں، ناجائز سفارشات محبتوں کو مٹاتی اور نفرتوں کو بڑھاتی ہیں، ناجائز سفارشات قابل اور اَہل لوگوں کے ضائع ہونے کا بہت بڑا سبب ہیں، ناجائز سفارشات رِزق میں تنگی کا باعث ہیں، الغرض ناجائز سفارشات میں کوئی بھلائی نہیں، یقیناً سمجھداری اسی میں ہے کہ ناجائز سفارشات کو ترک کرکے فقط جائز سفارشات ہی کی جائیں، اِس سے اَہل اور باصلاحیت لوگ سامنے آئیں گے۔ اِس کی برکت سے ایک بہترین، پُراَمن اور ترقی یافتہ معاشرے کے قیام میں مدد ملے گی۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

”پنجتن“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک جسم کی مانند ہیں، سب کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور مدد کریں۔

(2) اگر کسی مسلمان بھائی کی شرعاً جائز سفارش کے ذریعے مدد کرنی پڑے تو اُس کی مدد کرنی چاہیے۔

(3) اگر کوئی شخص اہل ہو یا کسی کا جائز حق دلانا ہو یا کسی کی ایسی خطا معاف کروانی ہو جس پر وہ شرمندہ ہے اور اس پر شرعی حد بھی نہیں ہے تو ایسے افراد کے حق میں سفارش کرنا بالکل جائز ہے۔

(4) نااہل کے لیے، ظالم کے لیے، کسی مسلمان کا حق تلف کرنے کے لیے یا حُدُودُ اللہ کو معاف کروانے کے لیے سفارش کرنا حرام ہے۔

(5) جائز سفارش ضرور کرنی چاہیے کہ جائز سفارش کرنے والے کو ہر حال میں اس کی اچھی نیت کا ثواب

ملے گا اگرچہ اس کی سفارش قبول ہو یا نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں اتفاق اور اتحاد نصیب فرمائے، ایک دوسرے کی مدد کرنے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آنے کا جذبہ عطا فرمائے، جائز سفارش کرنے اور ناجائز سفارش سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 247

حُضُور عَلَیْہِ السَّلَام کی سِفارِش

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ قِصَّۃِ بَرِیْرَۃَ وَزَوْجِھَا قَالَ: قَالَ لَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِہٖ قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَاْمُرُنِیْ؟ قَالَ: اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ: لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْہِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور اُن کے شوہر کے واقعے کے بارے میں مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ”کاش تم اپنے سابقہ شوہر کی طرف رُجوع کر لیتیں۔“ حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ مجھے حکم ارشاد فرما رہے ہیں؟“ فرمایا: ”میں تو سفارش کر رہا ہوں۔“ حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ”مجھے اُن کی ضرورت نہیں۔“

حدیثِ پاک کا پس منظر:

حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اور آپ کے شوہر کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا ایک انصاری کی باندی تھیں، آپ کے شوہر کا نام مغیث تھا، یہ بنی مطیع میں سے کسی کے غلام تھے، مغیث شکل و صورت کے اعتبار سے خوبصورت نہ تھے۔ حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اُمّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ

[1] . . . بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ، ۳/ ۴۸۹، حدیث: ۵۲۸۳۔

جب کسی باندی کو آزاد کیا جاتا ہے تو اسے اختیار دے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہر جس کے نکاح میں وہ غلامی میں تھی اُسی کے نکاح میں رہے یا پھر اُسے چھوڑ دے، اُسے خیارِ عِتق کہتے ہیں۔ جب حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو خیارِ عِتق ملا تو انہوں نے اپنے شوہر مغیث کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ جب اُن کے شوہر مغیث کو معلوم ہوا تو وہ بہت غمگین ہوئے۔ بعد ازاں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے سفارش کی کہ وہ اپنے شوہر سے رجوع کرلیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے جو سفارش کی اُس کی حکمت بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی تمہارے لیے ثواب اور دِین و دُنیا کی بہتری اس میں ہے کہ تم نکاح فسخ نہ کرو اور اپنا حق فسخ استعمال نہ کرو۔"[1]

حدیثِ پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ اِس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئے: (1) حاکم، عالِم یا خلیفہ وقت کا رِیاعا کی ضرورت کے لیے سفارش کرنا جائز ہے۔ (2) حاکم یا امام پر کوئی حرج نہیں کہ وہ فریقین میں سے جس فریق کا حق ثابت ہو چکا ہے اُس سے درخواست کرے کہ وہ اپنا حق وصول کرنے میں تاخیر کرے یا دوسرے فریق کے لیے اپنا حق چھوڑ دے۔ (3) اگر کسی شخص سے ایسا کام کرنے کو کہا جائے جس کا کرنا اُس پر واجب نہیں تو اُس کے لیے جائز ہے کہ وہ سوال کرنے والے کو منع کر دے خواہ درخواست گزار حاکم، عالِم یا کوئی اور مُعزز ہستی ہو کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدتنا بریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو کچھ نہ کہا جب انہوں نے آپ کی سفارش کو قبول نہ کیا۔ (4) (نکاح اور شادی وغیرہ کے معاملے میں) کسی مسلمان کو اُس کی بد صورتی، بُرے اَخلاق یا کسی ایسی چیز کی وجہ سے طبعی طور پر ناپسند کرنا جائز ہے جس سے عموماً لوگ نفرت کرتے ہیں۔[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۶۴۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ، ۱۴/ ۲۸۵، تحت الحدیث: ۵۲۸۳۔

رسولُ اللہ کے حکم اور سِفارش میں فرق ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (1) ایک یہ کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کسی اُمَّتی کی شفاعت دوسرے اُمَّتی سے کرسکتے ہیں۔ (2) دوسرے یہ کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم اور سفارش میں فرق ہے۔ (3) تیسرے یہ کہ حکمِ رسول ماننا لازم ہے سفارشِ رسول ماننا واجب نہیں بلکہ اُمَّتی کو اختیار ہے جیسے نبی کی رائے کہ اِس کا بھی یہ ہی حکم ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”شفاعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حاکم اپنی رعایا کے لیے جائز سفارش کرسکتا ہے۔

(2) حاکم کا فریقین میں سے ایک فریق سے دوسرے فریق کے لیے سفارش کرنا جائز ہے۔

(3) معزز ہستی کی طرف سے کی گئی سفارش کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔

(4) نکاح اور شادی وغیرہ کے معاملات میں کسی ظاہری عیب کی وجہ سے دوسرے کو پسند نہ کرنے کی شرعی طور پر ممانعت نہیں ہے۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم اور سفارش میں فرق ہے، آپ کے حکم کی اِتباع کرنا اس پر عمل کرنا ضروری ہے جبکہ سفارش پر عمل کرنا مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے حق میں فقط جائز سفارشات کرنے اور ناجائز سفارشات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۶۴۔

باب نمبر:31

لوگوں کے درمیان صُلح کروانے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِسلام اُخوت اور بھائی چارے کا درس دینے والا دِین ہے، یہ اپنے ماننے والے مسلمانوں کو آپس میں میل جول قائم رکھنے اور امن و سلامتی کے ساتھ رہنے کا درس دیتا ہے، اِسلام میں جہاں والدین کے حقوق کا بیان ہے تو وہیں اَولاد کے حقوق کا بھی تفصیلی ذکر ہے، جہاں زَوجین کے حقوق کا بیان ہے تو وہیں رشتہ داروں کے حقوق کا بھی ذکر موجود ہے، حتی کہ اِسلام میں پڑوسیوں کے حقوق بھی تفصیل سے بیان فرمائے گئے ہیں، الغرض مسلمان آپس میں متفرق نہ ہوں اِس لیے صلہ رحمی کے فضائل اور قطع تعلقی کی وعیدیں بھی بیان فرمائی گئیں ہیں تاکہ مسلمان ایک متحد قوم بن کر رہیں اور اگر بتقاضائے بشریت پھر بھی کوئی ایک دوسرے سے کسی بات پر جھگڑ پڑے تو دوسرے مسلمانوں کو اُن کے مابین صلح کروانے کا درسِ عظیم دیا گیا ہے، مسلمانوں کے مابین صلح کروانے کے قرآن وسنت میں کثیر فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ رِیاض الصالحین کا یہ باب بھی لوگوں کے درمیان صُلح کروانے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 آیات اور 4 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) صلح کروانے میں بھلائی ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

لَا خَیْرَ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ (پ۵، النساء: ۱۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا۔

تفسیرِ رُوحُ البیان میں ہے: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ارشاد: ”جو لوگوں میں صلح کرنے کا حکم دے۔“ یعنی جب لوگوں کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو تو شریعت کی حدود کا خیال رکھتے ہوئے اُن کے درمیان صلح کروائے۔ حدیث شریف میں ہے: ”کیا میں تمہیں ایسی نیکی کی خبر نہ دوں جو (نفلی) نماز اور صدقہ سے افضل ہے؟“

صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "کیوں نہیں! ضرور اِرشاد فرمائیے۔" فرمایا: "لڑنے والوں میں صلح کروانا۔ آپس میں بغض رکھنا مونڈنے والا ہے۔ میری مُراد یہ نہیں کہ سر مُونڈنے والا ہے بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ دِین کو جڑ سے اکھاڑنے والا ہے۔" حضرت سیدنا ابو ایوب اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسے صدقے کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہارے لیے سُرخ اُونٹوں کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے؟" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "کیوں نہیں۔" فرمایا: "جب لوگ آپس میں جھگڑا کریں تو اُن میں صلح کرواؤ اور جب ایک دوسرے سے دُور ہوں تو اُنہیں ایک دوسرے کے قریب کرو۔"[1]

اللہ و رسول کا پسندیدہ صدقہ:

تفسیرِ قرطبی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرمان: "لوگوں میں صلح کرنے کا حکم دے۔" کے تحت لکھا ہے: "یہاں لوگوں کے درمیان جس قسم کے بھی جھگڑے ہوتے ہیں جیسے قتل، لوگوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے جھگڑے اور ہر وہ چیز جس میں مسلمانوں کے درمیان اِختلاف اور فتنہ وفساد واقع ہو اُن سب میں اُن کے مابین صلح کروانا مُراد ہے۔ اور اِس میں ہر وہ کلام بھی شامل ہے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے کا ارادہ کیا جائے۔ حدیث میں ہے کہ "ابن آدم کا سارا کلام اُس کے خلاف ہے، اُس کے حق میں نہیں سوائے اُس کلام کے جس میں نیکی کی دعوت دی گئی ہو یا بُرائی سے منع کیا گیا ہو یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کیا گیا ہو۔" ایک اور حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابو اَیوب اَنصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسے صدقے کے بارے میں نہ بتاؤں جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پسند کرتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ جب لوگ جھگڑا کریں تو تم اُن میں صلح کرواؤ اور جب ایک دوسرے سے دُور ہوں تو انہیں قریب کرو۔" امام اَوزاعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کو اِس قدم سے زیادہ محبوب کوئی قدم نہیں جو لڑنے والوں کے درمیان صلح کرنے کے لیے اُٹھے اور جو دو لڑنے والوں کے

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۲/۲۸۴۔

درمیان صلح کروائے، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے جہنم سے براءت لکھ دیتا ہے۔"[1]

(2) صلح کرنا بہتر ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ الصُّلْحُ خَیْرٌؕ (پ۵، النساء: ۱۲۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور صلح خوب ہے۔

علامہ نووی نے اِس آیت کا صرف ایک جزء بیان فرمایا ہے، پوری آیتِ مبارکہ یوں ہے:

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَهُمَا صُلْحًاؕ وَ الصُّلْحُ خَیْرٌؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۲۸﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو اُن پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے اور دل لالچ کے پھندے میں ہیں اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

اِس آیتِ مبارکہ میں زوجین یعنی میاں بیوی کے درمیان صلح کا بیان ہے۔

تفسیرِ رُوح البیان میں ہے: "زوجین کے درمیان صلح کا ہو جانا جُدائی، بُرے سُلوک اور لڑائی جھگڑے سے بہتر ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صلح بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے جس طرح جھگڑا بُرائیوں میں سے ایک بُرائی ہے۔"[2]

اَبُو مُحَمَّد حُسَیْن بِنْ مَسْعُوْد بَغَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی شوہر کا بیوی کو اختیار کرنے کے بعد بیوی کا اُس کے گھر پر قیام پذیر رہنا اور اپنے نان و نفقہ وغیرہ حقوق میں سے بعض حقوق چھوڑ کر مصالحت کرنا اِن دونوں کے درمیان فُرقت سے بہتر ہے۔"[3]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 ... تفسیر قرطبی، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۱۱۴، ۳/۲۶۳ ملتقطا۔

2 ... روح البیان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ۲/۲۹۶۔

3 ... تفسیر بغوی، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ۱/۳۸۸۔

(3) آپس میں صلح صفائی رکھو

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ۪ (پ ۹، الانفال: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل (صلح صفائی) رکھو۔

تفسیرِ کبیر میں ہے: اِس آیتِ مبارکہ میں دو بحثیں ہیں: (1) ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرو، اُس کی نافرمانی مت کرو، اپنے مابین ہونے والے جھگڑے کو چھوڑدو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہیں جو حکم دیں اُس پر راضی رہو۔“ (2) ”تمہارے درمیان جو زبانی کلامی اختلاف ہے، اسے ختم کرو(یعنی آپس میں صلح کرلو)۔“[1] تفسیرِ خازن میں ہے: ”یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اُس سے ڈرو اور اُس کی مخالفت سے ڈرو اور مالِ غنیمت میں لڑائی اور جھگڑا چھوڑدو۔ اپنے حال کی اِصلاح کرو، مالِ غنیمت کے معاملے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول کے سپرد کرکے اپنے درمیان مالِ غنیمت کی وجہ سے پیدا ہونے والے جھگڑے کو ختم کردو۔“[2]

(4) مسلمان مسلمان بھائی ہیں

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ (پ ۲۶، الحجرات: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔

تفسیرِ قرطبی میں ہے: اِس آیتِ مبارکہ میں تین اہم مسائل کا بیان ہے: (1) ”تمام مسلمانِ دِین اور حُرمت میں بھائی بھائی ہیں نہ کہ نسب میں۔ اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ دِینی رشتہ نسبی (خونی) رشتے سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے کیونکہ نسبی رشتہ دِینی مخالفت سے ختم ہوجاتا ہے جبکہ دِینی رِشتہ نسبی مخالفت سے ختم نہیں ہوتا۔“ (2) ”جن دو مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہوجائے اُن میں صلح کرواؤ۔“ (3) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اِس آیت میں اور اِس سے پہلے والی آیت میں اِس بات کی دلیل ہے کہ بَغاوت اِیمان کو زائل نہیں کرتی

---

1 . . . تفسیر کبیر، پ ۹، الانفال، تحت الآیۃ: ۱، ۵/۴۴۹۔

2 . . . تفسیر خازن، پ ۹، الانفال، تحت الآیۃ: ۱، ۲/۱۷۵۔

کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اُن لوگوں کو اُن کی سرکشی کے باوجود مؤمن کے نام سے پکارا ہے۔[1]

تفسیرِ طبری میں ہے:"جب دو مسلمان آپس میں لڑیں تو اُنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم یاد دلاؤ۔"[2]

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:"یعنی لڑنے بھڑنے والے بھی مؤمن ہیں اور ہر مؤمن، مؤمن کا بھائی ہے، لہٰذا اِن میں ہر طرح سے صُلح کی کوشش کرو۔"[3]

تفسیرِ کبیر میں ہے: دو گروہوں کی لڑائی میں صلح کروانے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ڈرنے کا حکم نہیں فرمایا جبکہ یہاں دو بندوں میں صلح کروانے میں فرمایا:"**اللہ** سے ڈرو۔" حالانکہ وہ معاملہ زیادہ اہم ہے وہاں ڈرنے کا حکم فرمانا چاہیے تھا؟ اِس کا فائدہ یہ ہے کہ دو گروہوں کے لڑنے میں جو خرابی اور نقصان ہوتا ہے اُس سے تمام لوگ متاثر ہوتے ہیں اور وہاں ہر شخص صلح کروانے کی کوشش کرتا ہے، ہر شخص چاہتا ہے کہ جلد اَز جلد معاملہ سلجھ جائے، اِس لیے وہاں ڈرنے کا حکم نہ دیا جبکہ دو شخصوں کی لڑائی میں سب لوگ متاثر نہیں ہوتے بلکہ بعض اَوقات تو کچھ لوگ اپنے مَفاد کے لیے اُن کے درمیان جھگڑے کو مزید بڑھاتے ہیں، اِس لیے وہاں فرمایا کہ صلح کرواؤ اور **اللہ** سے ڈرو۔ یا پھر اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں اِس طرف اِشارہ ہے کہ صلح کروانے والے باہم جھگڑنے سے اپنے آپ کو بچائیں،(ایسا نہ ہو کہ صلح کروانے والے خود لڑ بیٹھیں) اِس لیے فرمایا: اور **اللہ** سے ڈرو۔"[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:248

دو مُسَلمانوں میں اِنصاف کرنا صدقه هے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ

---

1 ... تفسیر قرطبی، پ۲۶، الحجرات، تحت الایۃ:۱۰، جزء:۱۶، ۸/۲۳۱۔

2 ... تفسیر طبری، پ۲۶، الحجرات، تحت الایۃ:۱۰، ۱۱/۳۸۹۔

3 ... نور العرفان، پ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ:۱۰۔

4 ... تفسیر کبیر، پ۲۶، الحجرات، تحت الایۃ:۱۰، ۱۰/۱۰۶۔

صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ تَعْدِلُ بَيْنَ الاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے، ہر روز جس دِن سورج طلوع ہوتا ہے دو شخصوں کے درمیان اِنصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا صدقہ ہے، کسی شخص کو اُس کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کرنا یا اُس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، نماز کے لئے جانے والا ہر قدم بھی صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔“

تین سو ساٹھ (360) مرتبہ صدقہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی اِس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیوں کو سُلامٰی کہتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ہڈیاں اُس کے وجود کا اصل ہیں اور اُن سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ انہیں کے ذریعے انسان چلتا پھرتا ہے، یہ ہڈیاں انسان پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمتیں ہیں تو انسان پر واجب ہے کہ وہ ہر نعمت کے بدلے میں شکر ادا کرے۔ لہٰذا جس طرح اس کو نعمت دی گئی ہے اس طرح وہ صدقہ کرے (اور یہ انسان کے لیے بہت مشکل ہے کہ ہر ہر نعمت کے بدلے صدقہ کرے)، اس لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں پر کرم کیا کہ لوگوں کے درمیان عدل کرنے کو صدقہ کے مشابہ کر دیا۔“ مسلم کی روایت میں ہے سُلامٰی کا مطلب ہے انسانی ہڈیاں، اور یہ تقریباً تین سو ساٹھ (360) ہیں۔ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ انسان واجبی طور پر (تین سو ساٹھ مرتبہ) صدقہ کرے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں پر تخفیف فرمائی اور مستحبات کو صدقے کے قائم مقام بنا دیا۔“[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، ص ۵۰۴، حدیث: ۱۰۰۹۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصلح، باب فضل الاصلاح بین الناس والعدل بینھم، ۹/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۲۷۰۷۔

صدقہ کرنا مستحب ہے:

علامہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی علماء کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''حدیث میں جو فرمایا کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے تو اس سے مراد یہ نہیں کہ انسان پر صدقہ کرنا واجب یا لازم ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ صدقہ کرنا مستحب ہے اور یہاں ترغیب کے طور پر ارشاد فرمایا۔ آگے فرمایا کہ دو لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا صدقہ ہے یعنی فریقین میں انصاف کے ساتھ صُلح کروانا صدقہ ہے۔''[1]

صِرف جوڑوں پر ہی صدقہ کیوں؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُس کے بندوں پر بے شمار نعمتیں ہیں، مگر جوڑوں کے عوض ہی صدقہ کرنے کا حکم کیوں ارشاد فرمایا؟ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اگرچہ ہمارا ہر رونگٹا **اللہ** کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑ اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا شکریہ ضروری ہوا۔ صدقے سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ہر شخص پر اَخلاقاً دیانۃً لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑ کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے، اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ (360) نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکریہ ادا ہو۔ سورج چمکنے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ سورج تو ہر شخص پر چمکتا ہے تو شکریہ بھی ہر شخص پر ہے۔ تہذیبِ اَخلاق، تدبیرِ منزل، سیاستِ مدنی، لوگوں سے اچھے برتاؤ صدقہ ہیں بشرطیکہ رِضائے الٰہی کے لئے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب اَدائے سنت کی نیت سے کیا جائے گا تو وہ بڑا ہو جائے گا، کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہ تو بڑے ہیں۔ (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ نماز کا ذکر مثالاً ہے ورنہ طواف، بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت، عِلمِ دِین کی طلب غرضیکہ ہر نیکی کے لئے قدم ڈالنا صدقہ ہے۔ رستہ سے کانٹا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچنے کا

---

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف، ۹۵/۴، الجزء السابع۔

اندیشہ ہو اُس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکریہ ہے۔“[1]

تمام جوڑوں کا صدقہ ادا کرنے کا نسخہ:

حدیثِ پاک میں ہے: **رسولُ الله** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آدمی کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے، ہر تسبیح، ہر تحمید، ہر تہلیل اور ہر تکبیر صدقہ ہے اور نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور اِن سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کفایت کرتی ہیں۔“[2]

”غوث اعظم“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) انسان کے تین سو ساٹھ (360) جوڑ ہیں اور ہر جوڑ پر صدقہ ہے لہٰذا انسان کو تین سو ساٹھ مرتبہ صدقہ کرنا چاہیے لیکن **الله** عَزَّوَجَلَّ نے کرم کیا اور تخفیف فرمائی اور مستحبات کو صدقہ کے مشابہ بنا دیا۔

(2) جہاں تک ممکن ہو اپنے دو مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کروانی چاہیے کہ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کروا دینا بھی صدقہ ہے۔

(3) اپنے کسی بھی مسلمان بھائی کو اُس کی سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا یا اُس کا سامان اُٹھا کر سواری پر رکھ دینا بھی صدقہ ہے۔

(4) قفلِ مدینہ لگاتے ہوئے فضول باتوں سے بچنا چاہیے اور فقط اچھی باتیں ہی منہ سے نکالنی چاہیے کہ اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔

(5) نیکیوں کا مدنی ذہن بناتے ہوئے نیکیاں کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ کسی بھی نیکی کے لیے قدم اُٹھانا بھی صدقہ ہے۔

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۷ ملتقطاً۔

2 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحی۔۔۔الخ، ص ۳۶۳، حدیث: ۸۲۰۔

(6) فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کرنا چاہیے خصوصاً نمازِ اِشراق کہ اُس کے جہاں دیگر فضائل ہیں وہاں یہ بھی فضیلت ہے کہ دو رکعت اشراق پڑھ لینے سے تمام جوڑوں کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

(7) جب بھی راستے میں کوئی ایسی چیز دیکھیں جس سے گزرنے والے مسلمانوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسے ہٹا دیں کہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خوب نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اُس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:249

صُلح کروانے والا جھوٹا نہیں

عَنْ اُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِي مُعَيْطٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِي خَيْرًا اَوْ يَقُولُ خَيْرًا. [1] وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ زِيَادَةٌ قَالَتْ: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُهُ النَّاسُ اِلَّا فِي ثَلَاثٍ تَعْنِي: الْحَرْبَ وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثَ الرَّجُلِ امْرَاَتَهُ وَحَدِيثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا. [2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کروادے (کیونکہ) وہ اچھی نیت کے ساتھ بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔“ مسلم کی روایت میں الفاظ زائد ہیں کہ سیدتنا اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کسی ایسی بات کے بارے میں اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا جسے لوگ جھوٹ بولتے ہیں مگر تین صورتوں میں (اجازت دی ہے) جنگ میں، لوگوں میں

---

1 . . . بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، ۲/۲۱۰، حدیث: ۲۶۹۲۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الکذب وبیان المباح منه، ص ۱۴۰۴ حدیث: ۲۶۰۵۔

صلح کراتے وقت اور شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔“

جھوٹ اور توریہ کی تعریف:

(1)”واقع کے خلاف خبر دینے کو جھوٹ کہتے ہیں۔“[1] اور (2) توریہ یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام سے وہ معنٰی مراد لے جو ظاہر کے خلاف ہوں۔[2] اسے آسان لفظوں میں یوں سمجھیے ایک لفظ کے دو معانی ہوں ایک قریب یعنی مشہور اور دوسرا بعید یعنی غیر مشہور، بولنے والا بعید معنٰی مراد لے اور سننے والے کے ذہن میں قریبی معنٰی کا وہم ڈالے جیسے کسی کو کھانے کے لیے بلایا، وہ کہتا ہے: میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہری معنٰی یہ ہیں کہ ابھی کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھالیا ہے۔

تین جگہوں پر خلاف واقعہ بات کرنا جائز ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین موقعہ پر خلافِ واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ اُن کا انجام بہت اچھا ہے۔ یعنی جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی، پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کردیں گے ہمارے پاس سامان جنگ بہت ہے۔ جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگرچہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر۔ جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنادے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا، تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ۔ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے، یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ، مگر ہے جائز کہ اِس میں معاشرے کی اِصلاح ہے۔“[3]

---

1 . . . التعریفات للجرجانی، ص ۱۲۹۔

2 . . . التعریفات للجرجانی، ص ۵۱۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۱۰ ملتقطاً۔

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں میاں بیوی کو جھوٹ بولنے کی جو اجازت دی گئی ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ وہ محبت کے اِظہار کے لیے، ایک دوسرے کو منانے یا خوش کرنے کے لیے جھوٹ بول سکتے ہیں نہ کہ دھوکہ دینے کے لیے کیونکہ دھوکہ دینا تو باجماعِ مسلمین حرام کام ہے۔"(1)

صلح کروانے کے لیے خلاف واقعہ بات کہنا:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے اقتضاءً یہ ثابت ہوتا ہے کہ دو فریق میں صلح کرانے کے لیے خلاف واقعہ ایسی بات کہنے کی اجازت ہے جس سے صلح میں مدد ملے۔ مگر بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ جھوٹ کسی حال میں جائز نہیں اس سے مراد توریہ ہے یعنی ایسی ذو معانی بات کہنی جس میں سچ کا بھی پہلو ہو۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ جنگ اور زوجین میں میل جول کرانے اور فریق میں صلح کروانے نیز اپنی یا کسی مسلمان کی جان، مال، عزت آبرو بچانے کے لیے خلافِ واقعہ بات کہنی جائز بلکہ مستحب ہے حتی کہ بعض صورتوں میں واجب مگر اس وقت جب کہ توریہ سے بھی کام نہ چلے اور خلافِ واقعہ بات کہے بغیر چارہ کار نہ ہو اور اگر توریہ سے کام چل جائے تو خلافِ واقعہ بات کہنے کی اجازت نہیں۔"(2)

صلح کروانے والا جھوٹا نہیں:

حدیثِ مذکور میں اُس شخص کے جھوٹا ہونے کی نفی کی گئی ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے خلافِ واقعہ بات کرے۔ اُس کے جھوٹا نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یعنی اُس پر جھوٹ کا گناہ نہیں۔ دو لڑنے والوں میں صلح کروانے والا اُن میں صلح کی نیت سے خلافِ واقعہ بات کہے (تو اُس پر جھوٹ کا گناہ نہیں) کیونکہ یہ جھوٹ

---

1 . . . شرح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الکذب وبیان المباح منه، ۱۵۸/۸، الجزء السادس عشر۔

2 . . . نزہۃ القاری، ۸۴۸/۳۔

بھلائی کی طرف لے جانے والا ہے۔“[1]

جھوٹ کی تباہ کاریاں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دو لڑنے والوں میں جھوٹ بول کر صلح کروانے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ بات بات پر جھوٹ بولا جائے۔ افسوس! جھوٹ بولنے کی وبا ہمارے معاشرے میں بڑی تیزی سے پھیلتی چلی جارہی ہے، بات بات پر جھوٹ بولنا اتنا عام ہو چکا ہے کہ گویا جھوٹ کے بغیر کوئی کام مکمل نہیں ہو سکتا، حالانکہ جھوٹ ایک نہایت ہی قبیح اور بُرا فعل ہے۔ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ”احیاء العلوم“ جلد سوم، صفحہ ۴۰٦ سے جھوٹ کی چند تباہ کاریاں ملاحظہ کیجئے:

(1) جھوٹ سے بچو کہ جھوٹ حق تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں یعنی جھوٹ اور حق تعالیٰ کی نافرمانی جہنم میں لے جاتے ہیں۔ (2) جھوٹ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ (3) اپنے مسلمان بھائی سے جھوٹ بولنا بہت بڑی خیانت ہے۔ (4) جو شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے اسے رب تعالیٰ کے ہاں کذّاب (بہت بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔ (5) جھوٹ رِزق کو تنگ کر دیتا ہے۔ (6) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔ (7) بات کرتے ہوئے جھوٹ بولنے والے کے لیے ہلاکت ہے۔ (8) جھوٹے شخص کو قیامت تک قبر میں عذاب دیا جاتا رہے گا۔ کاش ہم سچ بولنے والے بن جائیں، کبھی بھی جھوٹ نہ بولیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جھوٹ کی تباہ کاریوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

میں جھوٹ نہ بولوں کبھی گالی نہ نکالوں
اللہ مرض سے تو گناہوں کے شفا دے

”قرآن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی اصلاح بین الناس، ۲/ ۴۸، تحت الحدیث: ۲۵۰۔

(1) اسلام میں دو لڑنے والوں کے درمیان صلح کروانے کا درس دیا گیا ہے۔

(2) دو لڑنے والوں میں صلح کروانے کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر اُن میں جھوٹ بول کر بھی صلح کرانی پڑے اور وہ صلح کرلیں تو اِس کی اجازت ہے۔

(3) جنگ میں، زوجَین کا ایک دوسرے کو خوش کرنے اور فریقَین میں صلح کروانے کے لیے خلافِ واقع بات کرنا جائز ہے۔

(4) کسی کو دھوکہ دینے یا اُسے نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹ بولنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں، مسلمانوں کی صلح کروانے کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے، خصوصاً جھوٹ بولنے اور اُس کی تباہ کاریوں سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:250

قرض دار کے ساتھ نرمی کرنا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِیَةٍ اَصْوَاتُھُمَا وَاِذَا اَحَدُھُمَا یَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَیَسْتَرْفِقُہُ فِیْ شَیْءٍ وَھُوَ یَقُوْلُ: وَاللّٰہِ لَا اَفْعَلُ فَخَرَجَ عَلَیْھِمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَیْنَ الْمُتَاَلِّیْ عَلَی اللّٰہِ لَا یَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ فَقَالَ: اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَلَہُ اَیُّ ذَالِكَ اَحَبَّ.[1] مَعْنَی "یَسْتَوْضِعُہُ" یَسْاَلُہُ اَنْ یَّضَعَ عَنْہُ بَعْضَ دَیْنِہٖ وَ "یَسْتَرْفِقُہُ" یَسْاَلُہُ الرِّفْقَ وَ "الْمُتَاَلِّیْ" الْحَالِفُ.

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دروازے کے باہر دو لڑنے والوں کی بلند آواز سنی جن میں سے ایک دوسرے سے قرض کم کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا اور قرض میں نرمی چاہ رہا تھا جبکہ دوسرا آدمی کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! میں

1 . . . بخاری، کتاب الصلح، باب ھل یشیر الامام بالصلح، ٢/٢١٤، حدیث: ٢٧٠٥۔

ایسا نہیں کروں گا۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''کون ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نیکی نہیں کروں گا؟'' تو اُن میں سے ایک نے عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ میں ہوں، اور اب اِس (مقروض) کے لیے وہی ہے جو یہ چاہتا ہے۔''

مشکل الفاظ کے معانی: ''یَسْتَوْضِعُہٗ'' کا معنی ہے قرض کے کچھ حصے میں کمی کی درخواست کرنا۔ ''یَسْتَرْفِقُہٗ'' کا معنی ہے نرمی چاہنا۔ ''اَلْمُتَاَلِّیْ'' کا معنی ہے قسم کھانے والا۔

رسولُ اللہ نے صلح کروادی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دو جھگڑنے والے اَفراد میں فقط ایک مبارک جملے سے صلح کروادی۔ اس حدیثِ پاک کی باب سے یہی مناسبت ہے اور علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اسے اس باب میں اسی وجہ سے ذکر فرمایا ہے کہ اس میں دو لڑنے والے افراد کے مابین صلح کروانے کا بیان ہے اور یہ باب بھی لڑنے والوں کے مابین صلح کروانے کا باب ہے۔

نیک کام سے کیا مراد ہے؟

دلیل الفالحین میں ہے: ''اِن میں سے ایک شخص دوسرے سے قرض میں کچھ کمی کرنے اور اس سے اس معاملے میں نرمی اختیار کرنے کا کہہ رہا تھا تو دوسرے شخص نے کہا کہ خدا کی قسم! میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ اس نے یہ بات تین دفعہ کہی تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے درمیان صلح کروانے کے لیے تشریف لائے اور استفسار فرمایا: ''کہاں ہے وہ شخص جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نیک کام نہیں کروں گا؟'' نیک کام سے مراد اپنے بھائی کے ساتھ نرمی والا معاملہ اور قرض میں کمی کرنا۔''[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی اصلاح بین الناس، ۲/ ۴۹، ۵۰، تحت الحدیث: ۲۵۱ ملتقطاً۔

قرض دار کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم:

عَلَّامَه اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں قرض دار کے ساتھ نرمی برتنے، اچھا سلوک کرنے اور قرضے میں کمی کرنے پر اُبھارا گیا ہے۔ نیز اِس حدیث میں حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی قسم کھانے سے منع فرمایا کیونکہ اِس میں بندے کا خود مختار اور اپنے اِرادے پر بذاتِ خود قادر ہونے کا معنیٰ پایا جارہا ہے گویا کہ اُس نے حتمی طور پر فیصلہ کرلیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا اور یہ فرقہ قدریہ کے عقائد کے مشابہ ہے جو کہ بندے کے خود مختار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ بندہ اپنے اَفعال کے بارے میں خود مختار ہے، اس لیے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اُنہیں اِس پر تنبیہ فرمائی اور وہ فوراً سمجھ گئے اور اپنی قسم سے رُجوع کرلیا اور کہا کہ اِس مقروض کے لیے وہی ہے جو یہ چاہے یعنی قرضے میں کمی اور نرمی (جو چاہے میں اُس کے لیے کردوں گا)۔''[1]

قرض میں کمی یا نرمی کا سوال کرنا جائز ہے:

شارحِ حدیث علامہ نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس طرح کسی سے قرضے میں کمی یا نرمی کا سوال کرنا جائز ہے بشرطیکہ بہت زیادہ اِصرار نہ کرے اور اِہانتِ نفس (یعنی اپنے آپ کو ذلیل کرنا) نہ ہو یا ایذا کا اندیشہ نہ ہو بلکہ ضرورةً ایسا سوال کرنا جائز ہے۔ اِس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ بھلائی کے کام کو ترک کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے اور اگر کسی نے نیکی کے کام کو نہ کرنے کی قسم کھائی تو اُس کے لیے مستحب ہے کہ وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے، نیز اِس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ مسجد میں قرض کا مطالبہ کرنا، صاحبِ حق سے حق میں کمی یا نرمی کرنے کی سفارش کرنا، دو لڑنے والوں میں صلح کرنا، اُن کے درمیان میانہ روی کے ساتھ جھگڑا ختم کروانا اور نیکی کے کام میں سفارش کو قبول کرنا جائز ہے۔''[2]

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الصلح، باب ھل یشیر الامام بالصلح، ۸/ ۹۸۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین، ۵/ ۲۲۰، الجزء العاشر۔

تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا گیا ہے کہ آج کل لوگ مجبور و تنگدست قرض دار کے ساتھ بھی بہت ہی ناروا سلوک کرتے ہیں، اس کے ساتھ نرمی کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوتے، وہ جہاں مل جائے اُس کی عزت پامال کرکے رکھ دیتے ہیں، آئے دن اُس کے گھر کے چکر لگاتے، دروازہ بجاتے، گھر کے باہر کھڑے ہو کر اُسے باتیں سناتے، بلکہ بعض بے باک لوگ تو گالیاں تک بک جاتے اور اُس بے چارے، لاچار، غریب اور بے بس شخص کی عزت کا جنازہ نکالتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ احادیثِ مبارکہ میں تنگدست و مجبور قرض دار کے ساتھ نرمی کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ اِس ضمن میں تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) "جو دنیا میں تنگ دست کو آسانی فراہم کرے گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں اُس کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے گا۔"[1] (2) "جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اُس کے قرض میں کمی کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اُس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔"[2] (3) "جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اُس کے لئے ہر روز اُس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔" راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اُسے روزانہ اتنا ہی مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔" میں نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! پہلے تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی اُس کے لئے ہر روز اس قرض کی مثل صدقہ کرنے کا ثواب ہے پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ فرمایا کہ جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی اُس کے لئے ہر روز اس قرض سے دوگنا صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اُسے روزانہ قرض کی مقدار کے برابر مال صدقہ کرنے کا ثواب تو قرض کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے ملے گا اور جب ادائیگی کا

---

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القران، ص۱۴۴۷، حدیث: ۲۶۹۹۔

2 . . . ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انظار المعسر والرفق بہ، ۳/۵۲، حدیث: ۱۳۱۰۔

وقت ہو گیا پھر اُس نے قرض دار کو مہلت دی تو اُسے روزانہ اتنا مال دو مرتبہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔"[1]

اعلیٰ حضرت کا حدیث پر عمل:

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجدِّدِ دِین وملت، پروانہ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن مذکورہ حدیثِ مبارکہ کے عامل تھے، چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۵۴۰ صفحات پر مشتمل کتاب "ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" صفحہ ۹۱ سے ایک سوال اور اُس کے جواب کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا کہ کسی پر قرض ہے اور وہ اب ادائیگی نہیں کرتا تو فرمایا کہ اِس زمانے میں قرض دینا اور یہ خیال کرنا کہ وُصول ہو جائے گا، ایک مشکل خیال ہے۔ میرے پندرہ سو روپے لوگوں پر قرض ہیں۔ جب قرض دیا تو یہ خیال کر لیا کہ دے دے تو خیر ورنہ طلب نہ کروں گا۔ لیکن جن لوگوں نے قرض لیا، واپس کرنے کا نام ہی نہ لیا۔ اور ہاں! جب قرض دیتا ہوں تو ہبہ کیوں نہیں کر دیتا یعنی تحفہ کیوں نہیں دے دیتا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا: "جب کسی کا دوسرے پر دَین یعنی قرض ہو اور اُس کی مدت گزر جائے تو ہر روز اتنے قرض کے برابر روپیہ خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا اِس ثوابِ عظیم کو پانے کے لئے میں نے پیسے قرض دیئے، ہبہ نہ کئے کیونکہ پندرہ سو روپے روزانہ میں کہاں سے خیرات کروں گا؟

"صالحین" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حتی المقدور تنگدست اور مجبور قرض دار کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے۔

(2) قرض خواہ اگر بہت ضرورت مند نہیں تو اُسے قرض دار کے قرض میں کمی بھی کرنی چاہیے۔

(3) قرض خواہ اگر مال دار ہے اور قرض دار بہت نادار ہے تو اُس مال دار کو چاہیے کہ قرض معاف کر

---

1 . . . مسند احمد، حدیث بریدۃ الاسلمی، ۹/۳۲، حدیث: ۲۳۱۰۸۔

دے کہ یہ نہایت ہی اجر و ثواب کا باعث ہے۔

(4) نیک کام کو ترک کرنے کی قسم کھانے والے کو تنبیہ کرنا سنت سے ثابت ہے۔

(5) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مراد کو بہت جلد سمجھ جایا کرتے تھے اور اشارہ ملتے ہی اُس پر عمل پیرا ہو جاتے، نیز نیکیوں پر بہت حریص ہوا کرتے تھے۔

(6) یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض خواہ سے مقروض کے لیے سفارش کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کی توفیق عطا فرمائے، تنگدست قرض دار کو مہلت دینے، یا قرض میں کمی کرنے یا معاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 251

رسول اللہ کا صلح کے لیے تشریف لے جانا

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَلسَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِی عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِی اُنَاسٍ مَعَهُ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ بِلَالٌ اِلٰی اَبِی بَكْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا فَقَالَ: يَا اَبَا بَكْرٍ! اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ اِنْ شِئْتَ فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ وَتَقَدَّمَ اَبُو بَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَمْشِی فِی الصُّفُوْفِ حَتّٰی قَامَ فِی الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِی التَّصْفِيْقِ وَكَانَ اَبُو بَكْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ لَا يَلْتَفِتُ فِی صَلَاتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ اَبُو بَكْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ يَدَهٗ فَحَمِدَ اللہَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰی وَرَاءَهٗ حَتّٰی قَامَ فِی الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰی لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَیْءٌ فِی الصَّلَاةِ اَخَذْتُمْ فِی التَّصْفِيْقِ؟ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ مَنْ نَابَهٗ شَیْءٌ فِی صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللہِ فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللہِ اِلَّا الْتَفَتَ. يَا اَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ اَنْ

تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِينَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ اَبِي قُحَافَةَ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو العباس سہل بن ساعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کوئی جھگڑا ہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے درمیان صلح کروانے کے لیے کچھ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ تشریف لے گئے، وہاں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تاخیر ہوگئی اور (یہاں) نماز کا وقت ہوگیا۔ حضرت سیدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئے اور عرض کی: ”اے ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ! حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو وہیں ٹھہر گئے ہیں اور یہاں نماز کا وقت ہوگیا ہے، کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں گے؟ سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اگر تم چاہتے ہو تو پڑھادیتے ہیں۔“ پھر سیدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اقامت کہی، سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آگے بڑھے اور تکبیر کہہ کر نماز شروع کردی۔ بقیہ لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں تکبیر کہہ کر نماز شروع کردی۔

(بعد ازاں) **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے اور صفوں میں چلتے ہوئے پہلی صف میں آکر مل گئے لوگوں نے تصفیق (یعنی ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مارنا) شروع کردی۔ سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب نماز میں ہوتے تو کسی جانب متوجہ نہ ہوتے لیکن جب تصفیق زیادہ ہوئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم موجود ہیں مگر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا۔ سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد بیان کی۔ پھر اُلٹے قدم پیچھے آئے اور صف میں کھڑے ہوگئے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”اے

---

1 . . . بخاری، کتاب السھو، باب الاشارۃ فی الصلاۃ، ۱/۴۱۷، حدیث: ۱۲۳۴۔

لوگو! تمھیں کیا ہوا کہ جب تمھیں نماز میں کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو تم تصفیق کرتے ہو؟ تصفیق کا حکم تو عورتوں کے لیے ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو نماز میں کوئی معاملہ درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ وہ **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہے، کیونکہ جب کوئی شخص **سُبْحَانَ اللّٰہ** سنے گا تو وہ تمہاری طرف متوجہ ہو جائے گا۔“ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”اے ابو بکر! جب میں نے تمھیں اشارہ کر دیا تھا تو پھر تمھیں کس چیز نے لوگوں کو نماز پڑھانے سے روکا؟“ سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ جرأت نہیں کہ وہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔“

مسلمانوں کے درمیان صُلح کروانا:

مذکورہ حدیثِ پاک کے ابتدائی حصے میں اِس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبیلہ بنی عَمرو بن عَوف کے درمیان صلح کروانے کے لیے تشریف لے گئے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کا مقصود بھی یہی حصہ ہے کیونکہ اس حدیثِ پاک میں مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کا بیان ہے اور یہ باب بھی مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کا ہے۔ اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ مبارکہ اس باب میں بیان فرمائی ہے۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں کہ انصار کے دو قبیلے تھے اَوس اور خزرج۔ بنو عَمرو بن عوف یہ قبیلہ اَوس کی ایک شاخ ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وہاں جانے کا سبب یہ تھا کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے یہاں تک کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر برسائے۔ جب یہ خبر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پہنچی تو ارشاد فرمایا: ”چلو ہم اُن کے درمیان صلح کروادیں۔“[1]

حدیث سے ماخوذ چند اہم اُمور کا بیان:

(1) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبیلہ بنی عَمرو بن عوف کے درمیان صلح

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس، ۴/ ۲۹۱، تحت الحدیث: ۶۸۴۔

کروانے کے لیے ظہر کی نماز کے بعد تشریف لے گئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غیر موجودگی میں امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم سے ہی نماز عصر پڑھائی، کیونکہ آپ نے سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا تھا: ''اگر عصر کا وقت ہو جائے اور میں نہ آؤں تو ابو بکر کو حکم دینا کہ وہ نماز پڑھائیں۔''[1]

(2) امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غیر موجودگی اور موجودگی دونوں حالتوں میں مسلمانوں کی امامت فرمائی۔

(3) تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی وغیر موجودگی دونوں صورتوں میں نماز کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

(4) عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''جب لوگوں نے تصفیق کی تو سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی نماز میں مشغول رہے اور اُن کی طرف متوجہ نہ ہوئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز میں اِدھر اِدھر متوجہ ہونے سے منع فرمایا ہے پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تصفیق شروع کر دی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔''[2]

(5) بحالتِ نماز گردن پھیرے بغیر ضرورتاً اِدھر اُدھر نظر کرنا جائز ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ایسا کرنا ثابت ہے لیکن بلاضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ ہے، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''نماز میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس وقت تک اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ کسی دوسری طرف التفات نہ کرے۔''[3]

(6) دلیل الفالحین میں ہے: ''حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ منہ پھیرے بغیر اُلٹے قدم

---

1 ... ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب التصفیق فی الصلاۃ، ۱/۳۵۵، تحت الحدیث: ۹۴۱۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس، ۴/۲۹۲، تحت الحدیث: ۶۸۴۔

3 ... فیوض الباری، ۳/۳۳۷ ماخوذاً۔

پیچھے اِس لیے چلے تاکہ قبلے سے منہ نہ پھر جائے، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔"[1]

(7) جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبیلہ بنی عَمرو بن عَوف میں صلح کروانے کے بعد واپس تشریف لائے اور نماز میں شریک ہوئے تو تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف متوجہ ہوگئے، بلکہ انہوں نے تصفیق کے ذریعے اپنے امام یعنی امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بھی متوجہ کیا۔ بعد اَزاں سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور نماز میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ادب واحترام اور تعظیم بجالاتے ہوئے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنا شروع ہوئے، لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمادیا۔

(8) جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز میں شریک ہوئے تو تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ادب واحترام اور تعظیم کرتے ہوئے جگہ کشادہ کی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پہلی صف میں تشریف لے گئے، نیز بعد ازاں امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی آپ کی تعظیم کی خاطر پیچھے تشریف لے آئے۔

(9) نماز میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف متوجہ ہونا یا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال اپنے دل میں لانا اور نماز میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت سے ثابت ہے، اِس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اگر کوئی خلل واقع ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو نماز لوٹانے کا حکم ارشاد فرماتے۔

سیدنا "صدیق اکبر" کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) لوگوں کے درمیان صلح کروانا، اُن کے درمیان فتنے کو ختم کرنا اور انہیں ایک بات پر متفق کرنا بڑی

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب فی اصلاح بین الناس، ۲/ ۵۳، تحت الحدیث: ۲۵۲۔

فضیلت کا کام ہے۔

(2) حاکم کو چاہیے کہ اپنی رعایا کی اِصلاح کے لیے بذاتِ خود کوشش کرے۔ لوگوں کے درمیان صلح کرنا حاکم کی اپنی مصلحت پر مقدم ہے کیونکہ لڑائی جھگڑے میں جو فساد ہے وہ بہت بڑا ہے اُس کو دُور کرنا اِمام کی مصلحت سے زیادہ ضروری ہے۔

(3) امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت ہی مقام و مرتبہ رکھنے والے صحابی ہیں کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غیر موجودگی و موجودگی دونوں میں مسلمانوں کی اِمامت کروانے کا شرف حاصل ہوا۔

(4) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا آپ کو نماز جاری رکھنے کا حکم دینا اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد سب سے افضل ہیں۔

(5) اگر مقرر کردہ امام موجود نہ ہو تو کسی اور اہل شخص کو امام بنانا جائز ہے بشرطیکہ کسی فتنے یا مقررہ امام کی طرف سے اِنکار کا خوف نہ ہو۔

(6) نمازی کو نماز میں کوئی مسئلہ پیش آئے یا امام کو متوجہ کرنا ہو تو تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللہ کہنا چاہیے۔

(7) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان چاہے مقتدی ہوتے یا امام ہوتے دونوں صورتوں میں نماز میں بھی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے، نہ صرف متوجہ ہوتے بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم بھی کیا کرتے تھے۔

(8) نماز میں حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا خیال دِل میں لانا، آپ کی ذاتِ مبارکہ کی طرف متوجہ ہونا، بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم کرنا مُفْسِدِ نماز نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسلمانوں کے مابین صلح کروانے کی توفیق عطا فرمائے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:32

کمزور مسلمانوں کی فضیلت کا بیان

کمزور مسلمانوں اور گمنام فقیروں کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا ظاہر غربت اور فقیری کی وجہ سے اچھا نہیں ہوتا، اِسی وجہ سے انہیں معاشرے میں نہ کوئی امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے، نہ ہی وہ لوگوں میں مشہور ومعروف ہوتے ہیں، نہ ہی انہیں عزت و تکریم سے دیکھا اور نوازا جاتا ہے، لیکن اِس کے برعکس اُن کا باطن انتہائی عمدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ ایمان، تقویٰ اور پرہیز گاری کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں، وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت و فرمانبرداری اور نیک اَعمال کے حریص ہوتے ہیں، گناہوں اور نافرمانیوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پکڑ اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اُس کی خفیہ تدبیر سے ہر دم خائف رہتے ہیں۔ یہ نیک لوگ اپنے اِن ہی مبارک اَوصاف کی بنا پر ربّ تعالیٰ اور اُس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پسندیدہ بندے ہیں۔ علامہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے یہ باب ایسے ہی مسلمانوں کے فضائل اور اُن کے مقام و مرتبے کو بیان کرنے کے لئے قائم فرمایا ہے تاکہ دیگر مسلمانوں پر اُن کی عظمت و فضیلت اور اہمیت ظاہر ہو، وہ انہیں حقیر سمجھنے سے بچیں۔ اِس باب میں 1 آیت اور 8 اَحادیثِ مبارکہ بیان کی گئی ہیں۔ پہلے آیت اور اُس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فقیر مسلمانوں کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ (پ ۱۵، الکھف: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔

اِس آیت کا **شانِ نزول** یہ ہے کہ کفار کے سرداروں کی ایک جماعت نے سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ''ہمیں غریب اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے، اگر آپ ہمارے

اور اُن کے درمیان بیٹھنے کی جگہ جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں گے اور ہمارے اسلام لانے سے لوگوں کی کثیر تعداد اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔[1]

مُفَسِّرِ قرآن علامہ محمد بن جریر طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا: ”اے حبیب! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!) اپنی جان اُن اصحاب (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم) کے ساتھ مانوس رکھیں جو صبح وشام رب تعالیٰ کی پاکی اور حمد بیان کرکے، اس کے معبود ہونے کا اِقرار اور اُس کی بارگاہ میں دعا کرکے، فرض نمازیں ادا کرکے اور دیگر نیک اَعمال بجالا کر اسے پکارتے ہیں اور اپنے اُن اَفعال سے دنیا کا مال نہیں بلکہ اُس کی رضا چاہتے ہیں اور اے حبیب! (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) جن لوگوں سے مانوس ہونے کا آپ کو حکم دیا گیا انہیں چھوڑ کر آپ کافروں پر (کبھی) نگاہ نہ ڈالیں۔“[2]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:252

جنتی اور جہنمی افراد

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يقولُ: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَاَبَرَّهُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حارثہ بن وہب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جائے اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (کے کرم) پر (اعتماد کرتے ہوئے) قسم کھالے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی قسم کو ضرور پورا کر دے گا۔ کیا میں تمہیں جہنمی لوگوں کی خبر نہ دوں؟ ہر وہ شخص جو سخت مزاج، بخیل اور خود کو بڑا سمجھنے والا ہو۔“

مشکل الفاظ کے معانی: اَلْعُتُلُّ یعنی سخت مزاج۔ اَلْجَوَّاظُ یعنی مال جمع کرنے اور اس میں بخل کرنے

---

1 ... خزائن العرفان، پ۱۵، الکھف، تحت الآیۃ:۲۸ ملخصاً۔

2 ... تفسیر طبری، پ۲۳، الکھف: تحت الایۃ: ۲۸، ۸/۲۱۳ ملخصاً۔

3 ... بخاری، کتاب الادب، باب الکبر، ۴/۱۱۸، حدیث: ۶۰۷۱۔

والا۔ بعض شارِحین کے نزدیک اِس سے مراد وہ شخص ہے جو اکڑ کر چلتا ہو اور بعض کے نزدیک اِس سے مراد وہ شخص ہے جو چھوٹے قد والا اور بڑے پیٹ والا ہو۔

”ضَعِیْف“ یعنی کمزور کے معنی:

شارِحین نے حدیثِ پاک کے لفظ **ضَعِیْف** یعنی کمزور کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں، اِن میں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اِس سے وہ شخص مراد ہے جس میں تکبر اور ظلم و جبر نہ ہو۔ چنانچہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ضعیف سے مراد وہ شخص ہے جو متکبر اور ظالِم و جابِر نہ ہو۔“(1)

ربّ تعالیٰ کو طاقتور مسلمان پسند ہیں:

معلوم ہوا کہ یہاں کمزور سے مراد وہ شخص نہیں جو جسمانی اعتبار سے کمزور ہو اور اس میں طاقت و قوت نہ ہو کیونکہ قوی اور طاقتور مسلمان تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”طاقتور مومن بہتر ہے اور وہ کمزور مومن سے زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے۔“(2)

مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حکیمُ الامَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں کہ ”تندرستی و صحت اور مضبوط بدن والا مسلمان کمزور بیمار مُسلمان سے زیادہ اچھا ہے کہ تندرست مسلمان نماز وروزہ حج بلکہ جہاد وغیرہ عبادات بے تکلف کر سکتا ہے۔ لہٰذا مسلمان بیمار رہنے کی تمنا نہ کرے بیماری کا فوراً علاج کر کے تندرست ہو جائے۔“(3)

”مُتَضَعَّف“ کمزور سمجھا جانے والا شخص:

علامہ بدرُ الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”**مُتَضَعَّف** سے مراد وہ شخص ہے جسے لوگ کمزور

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الغضب والکبر، تحت الحدیث ۵۱۰۶، ۸/۸۲۷۔

2 . . . مسلم، کتاب القدر، باب فی الامر بالقوۃ وترک العجز ۔۔۔ الخ، ص ۱۴۳۲، حدیث: ۲۶۶۴۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/۱۱۲۔

سمجھتے ہوں اور اس کا دُنیوی حال اچھا نہ ہونے کی وجہ سے اسے حقیر بھی جانتے ہوں۔"[1]

شارِحین نے اِس لفظ کا ایک اِعراب "مُتَضَعِّف" بھی بیان کیا ہے، اِس صورت میں اس سے مراد وہ شخص ہو گا جو مسلمانوں کے ساتھ عاجزی واِنکساری سے پیش آئے اگرچہ وہ اپنے دشمنوں (یعنی کفار) کے ساتھ طاقت وقوت کا مظاہرہ کرے (اِس کی تائید اِس آیت سے ہوتی ہے جس میں) ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ۲۶، الفتح: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

ایک اور آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ (پ۶، المائدہ: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔

یہ لکھنے کے بعد حضرت سَیِّدُنا ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "اس میں اشارہ ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے ساتھ جتنا زیادہ عاجزی اور انکساری سے پیش آئے گا وہ اتنا ہی زیادہ مقرب بندوں کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو گا اور جو جتنا زیادہ تکبر اور ظلم کرے گا وہ اتنا ہی زیادہ پست مقام پر ہو گا۔"[2]

دینی اعتبار سے مضبوط مسلمانوں کا مقام:

اس حدیثِ پاک میں دنیوی اعتبار سے کمزور، غریب اور گمنام جبکہ دینی اعتبار سے مضبوط مسلمانوں کی فضیلت اور اُن کا مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ جنتی لوگوں میں سے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایسے بلند مقام پر فائز ہیں کہ اگر وہ اس کے فضل و کرم پر اعتماد کرتے ہوئے کسی کام کے متعلق قسم کھالیں مثلاً اگر وہ کسی سے کہہ دیں کہ خدا کی قسم! تیرے ہاں بیٹا ہو گا، یا خدا کی قسم! آج بارش ہو گی، یا خدا کی قسم! فلاں اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہو گی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی قسم ضرور پوری فرمادے گا اور ضرور اس کے ہاں بیٹا ہو گا، ضرور اس دن بارش ہو گی، ضرور لشکرِ اسلام کو فتح حاصل ہو گی، یونہی اگر وہ کسی کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کر دیں

---

1. ...عمدۃ القاری، کتاب الایمان والنذور، باب: فی قولہ تعالیٰ: واقسموا باللہ... الخ، ۱۵/ ۷۰۲، تحت الحدیث: ۶۶۵۷۔
2. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الغضب والکبر، ۸/ ۸۲۷، تحت الحدیث: ۵۱۰۶۔

تو وہ ان کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔ ان کے فضائل پر مشتمل تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو جنت کے بادشاہ ہیں؟“ عرض کی گئی: ”کیوں نہیں۔“ فرمایا ”وہ کمزور اور ناتواں شخص (جنت کا بادشاہ ہے) جو پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہو اور لوگ اس کی پرواہ نہ کرتے ہوں لیکن اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بھروسے پر کسی چیز کی قسم کھالے تو وہ اسے پورا فرمادے گا۔“[1] (2) ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندے وہ ہیں جو پرہیز گار اور کم مال والے ہیں، جب وہ غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہ کیا جائے اور جب وہ حاضر ہوں تو انہیں پہچانا نہ جائے، یہی لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔“[2] (3) ”میرے نزدیک قابلِ رشک مسلمان وہ ہے جس کے پاس دنیا کا مال بہت کم ہو، کثرت سے نماز پڑھتا ہو، لوگوں سے اس کا حال چھپا ہوا ہو، لوگ اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوں، گزارے کے مطابق ملنے والی روٹی پر قناعت کرتا ہو، اس کی موت جلد آجائے، اس کے وارث اور اس پر آنسو بہانے والے افراد زیادہ نہ ہوں۔“[3]

جنت اور جہنم میں داخل ہونے والے اکثر افراد:

مذکورہ حدیثِ پاک میں جنت اور جہنم میں داخل ہونے والے دو طرح کے لوگوں کا ذکر ہے اور مراد یہ ہے کہ جنت اور جہنم میں داخل ہونے والے زیادہ تر لوگ ان دو قسموں کے ہوں گے، چنانچہ علامہ بدر الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: ”یہاں مراد یہ ہے کہ اکثر اہل جنت اور اکثر اہلِ جہنم یہ لوگ ہوں گے، یہ مراد نہیں ہے کہ صرف ان دونوں قسموں کے تمام افراد جنت اور جہنم میں داخل ہوں گے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر کمزور اہلِ جنت میں سے ہے اور اس کا عکس لازم نہیں آتا (یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ جو کمزور نہ ہو وہ جنتی نہیں) اور یہی معاملہ اہل نار کا ہے (کہ بدزبان، بخیل اور متکبر جہنم میں جائے گا لیکن اس کا عکس لازم نہیں کہ جو ایسا نہ ہو وہ جہنم میں نہ جائے گا)۔“[4]

---

1 . . . ابن ماجة، کتاب الزهد، باب من لا یؤبه له، ۴/۴۲۹، حدیث: ۴۱۱۵۔

2 . . . حلیة الاولیاء، مقدمة المصنف، ۱/۴۶، حدیث: ۱۔

3 . . . ابن ماجة، کتاب الزهد، باب من لا یؤبه له، ۴/۴۳۰، حدیث: ۴۱۱۷۔

4 . . . عمدة القاری، کتاب الایمان والنذور، باب: فی قوله تعالٰی: واقسموا بالله۔۔۔الخ، ۱۵/۷۰۶، تحت الحدیث: ۶۶۵۷۔

”اولیاء“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو یہ شان بھی عطا فرماتا ہے کہ جب وہ کسی بات پر قسم اٹھالیں تو ربّ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرماتا ہے۔

(2) جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ولیوں کو عظمت عطا فرمائی ہے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ان مقدس ہستیوں کا ادب واحترام کریں اور ان کی عزت وعظمت ہی کو بیان کریں۔

(3) مسلمانوں کے ساتھ عاجزی وانکساری سے پیش آنا اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کا ذریعہ ہے جبکہ تکبر اور ظلم کرنا پستی میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔

(4) رب تعالیٰ اپنی بارگاہ کے مقرب بندوں کو عزت وعظمت اور کرامات سے نوازتا ہے۔

(5) بزرگوں سے نعمتِ الٰہی مانگنا جائز ہے اور ان سے دعائے مغفرت کروانا چاہیے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی باتوں کو پورا فرماتا ہے۔

(6) بدزبانی، بخل اور تکبر ایسے مذموم افعال ہیں کہ ان کی وجہ سے بندہ جہنم میں بھی داخل کیا جاسکتا ہے، لہٰذا ان مذموم اور قبیح افعال سے بچنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کی بھی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں جنت میں لے جانے والے اعمال کرنے اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 253

فقیر مسلمان کی فضیلت

وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، اَنَّہُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَی النَّبِیِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا؟ فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ. هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ هٰذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هٰذَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو العباس سہل بن سعد ساعدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب سے ایک آدمی گزرا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے ارشاد فرمایا: ”اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟“ اس نے عرض کی: ”یہ مالدار لوگوں میں سے ایک شخص ہے، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے نکاح کر دیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کرلی جائے۔“ یہ سن کر **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خاموش ہوگئے۔ پھر ایک دوسرا آدمی گزرا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی شخص سے استفسار فرمایا: ”اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟“ عرض کی: ”**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ فقیر مسلمانوں میں سے ایک شخص ہے اور اس چیز کا حق دار ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔“ یہ سن کر رسول اکرم شفیعِ معظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”یہ فقیر اُس (پہلے آدمی) جیسے روئے زمین کے تمام انسانوں سے بہتر ہے۔“

قریب سے گزرنے والے دو اَفراد کا تعارف:

حضرت سَیِّدُنا علامہ بدر الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”ظاہر یہ ہے کہ گزرنے والا پہلا شخص مسلمان اور اپنی قوم میں معزز آدمی تھا جبکہ دوسرے شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ حضرت سَیِّدُنا

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، ۴/۲۳۳، حدیث: ۶۴۴۷۔

جُعَیل بن سُراقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے جو سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَصحاب اور رب تعالیٰ کے نیک و صالح بندوں میں سے تھے۔"[1] بعض نے یہ لکھا ہے کہ پہلے شخص حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔[2]

دنیاداروں کی نظر میں فضیلت کا معیار:

اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ لوگ مال کو شرافت سمجھتے اور مالدار کو شریف جانتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی بدتر کیوں نہ ہو جبکہ غریب فقیر مسلمانوں کو کسی اچھے سلوک کا حق دار نہیں سمجھتے اگرچہ وہ کتنا ہی پرہیز گار، اِطاعت شعار اور عبادت گزار ہو۔ یاد رہے کہ کسی شخص کے معزز اور شریف ہونے کا یہ معیار بنانا اور دولت کو پیمانہ بنا کر اُس کے ذریعے عزت و شرافت کو پرکھنا کسی طور پر درست نہیں، عقلی طور پر اس لئے کہ مالداروں میں سرکشی، تکبر، غرور اور جبر و ظلم بہت ہوتا ہے اور اِن بدترین خرابیوں والے انسان کو عقل سلیم رکھنے والا شخص کبھی معزز اور شریف نہیں سمجھے گا جبکہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی دُنیوی عزت و شرف، مال و دولت، مرتبہ و منصب، حسب و نسب، شکل و صورت، لباس اور رہائش گاہ نہیں دیکھی جاتی بلکہ اُس کی بارگاہ میں پرہیز گاری، دل اور اَعمال کو دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

ایک اور مقام پر رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ

ترجمۂ کنزالایمان: کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم ان

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، ۱۴/ ۳۵، تحت الحدیث: ۵۰۹۱۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، ۱۳/ ۵۲۶، تحت الحدیث ۶۴۴۷۔

وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ (پ۱۸، المومنون: ۵۵، ۵۶)

کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ مَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ٘ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ (پ۲۲، السبا: ۳۵ تا ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بولے ہم مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم پر عذاب ہونا نہیں تم فرماؤ بیشک میرا رب رزق وسیع کرتا ہے جس کے لئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قرب تک پہنچائیں مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لئے دونا دون (کئی گنا) صلہ ان کے عمل کا بدلہ اور وہ بالاخانوں میں امن و امان سے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! افسوس! ہمارے معاشرے میں بھی یہ وبا عام ہے کہ جس کے پاس دولت، کوئی بڑا عہدہ یا منصب وغیرہ ہو تو وہ لوگوں کی نظر میں انتہائی معزز ہوتا ہے اگرچہ کتنا ہی بڑا رب تعالیٰ کا نافرمان ہو۔ جبکہ غریبوں کو کسی اچھے سلوک کا حق دار سمجھنا تو دور کی بات، اُن سے سیدھے منہ بات کرنا بھی گوارا نہیں کیا جاتا اگرچہ وہ غریب شخص کتنا ہی نیک متقی اور پرہیز گار ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے دِین دار غریب مسلمانوں کی قدر کرنے اور ان کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

1 ... مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم... الخ، ص۱۳۸۷، حدیث: ۲۵۶۴۔

فقیر مسلمان کے افضل ہونے کی وجہ:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ "جس کی تو نے تعریف کی اگر ایسے آدمیوں سے روئے زمین بھر جائے تو ان سب سے یہ آخری اکیلا آدمی افضل و اعلیٰ اور اشرف ہے۔" اس سے معلوم ہوا کہ دیندار فقیر دنیادار مسلمان سے افضل ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے شارحِ حدیث ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "فقیر کا دل صاف ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم قبول کرنے اور اس کی محبت کے مرتبے تک پہنچنے کے زیادہ قریب ہوتا ہے جبکہ بیوقوف مالدار سرکش، بے پرواہ، متکبر اور مغرور ہوتا ہے اور اس بات کا مشاہدہ بھی ہے کہ علمائے کرام کے شاگرد، اولیائے عظام کے مرید اور ابتدا میں انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی پیروی کرنے والے فقیر اور مسکین لوگ ہوتے ہیں بلکہ عبادات جیسے نماز وغیرہ کی طرف سبقت کرنے والے حتی کہ حج جیسی عبادت جو صرف مالداروں پر فرض ہے، اس کی ادائیگی میں کوشش کرنے والے بھی اکثر غریب فقیر ہوتے ہیں، نیز اِن میں اِخلاص ہوتا ہے اور اِن کے کام فاسد اَغراض سے پاک ہوتے ہیں، اِسی لئے وہ کامیاب ہیں۔"[1]

فقیر کے افضل ہونے کا معیار:

مذکورہ بالا کلام سے واضح ہوا کہ فقیر وہ افضل ہے جو دنیوی مال و دولت وغیرہ کے اعتبار سے غریب ہے لیکن شریعت کے احکام پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو، فرائض و واجبات کی اچھے طریقے سے ادائیگی کرتا ہو، نیک اعمال میں مشغول رہتا ہو لہٰذا وہ لوگ جو عوام الناس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ظاہری فقر کا لبادہ اوڑھتے لیتے ہیں، وضع قطع شریعت کے مخالف بنا کر لوگوں کو اپنے زہد اور ولایت کا جھانسا دیتے ہیں، عمل نام کی چیز پلے نہ ہونے کے باوجود جھوٹی عزت اور شہرت حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے بلند و بانگ جھوٹے دعوے کرتے ہیں، خلافِ شرع امور کا ارتکاب کر کے خلقِ خدا کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، اپنے بناوٹی تصوف کو اعلیٰ جانتے اور عُلَمَاء و فُقَہَاء، مُفَسِّرِین و مُحَدِّثِین اور اکابر اہلِ علم کو حقارت کی

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ، ۹/ ۸۸، تحت الحدیث: ۵۲۳۶۔

نگاہ سے دیکھتے اور لوگوں کو ان سے بد ظن کرتے ہیں، یونہی وہ لوگ جو فقیر بن کر بھیک مانگتے نظر آتے ہیں یہ ہر گز افضل نہیں کیونکہ افضلیت کی بنیادی وجہ صورت و سیرت اور عمل و کردار کا شریعت کے مطابق ہونا ہے اور جو خلافِ شرع اُمور کا مرتکب ہو وہ کس طرح افضل ہو سکتا ہے؟

نکاح کے لئے دِین داری دیکھی جائے:

مذکورہ حدیثِ پاک سے اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کے نکاح کے لئے ایسے مرد کا انتخاب کیا جائے جو دیندار اور احکامِ شرع کا پابند ہو اگرچہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو اور ایسے شخص کے انتخاب سے اجتناب کیا جائے جو دولت مند اور رئیس تو ہو مگر دِین دار نہ ہو۔ اس میں ایسے لوگوں کے لیے عبرت کے بے شمار مدنی پھول ہیں جو اپنے بیٹوں، بیٹیوں کے لیے دین داری کے بجائے مال و دولت اور بینک بیلنس، بنگلہ گاڑی والے رشتوں کی تلاش میں رہتے ہیں، بلکہ جب تک مطلوبہ رشتہ نہ مل جائے اس وقت تک کہیں اور نکاح کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے نیز انہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کی جوان اولاد جوانی کی دہلیز سے نکل کر بڑھاپے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 158 صفحات پر مشتمل کتاب ''اسلامی زندگی'' کے صفحہ 38 پر لکھا ہے: ''سخت غلطی یہ ہے کہ لڑکی اور لڑکے مالدار تلاش کئے جائیں کیوں کہ مالدار کی تلاش میں لڑکے اور لڑکیاں جوان، جوان بیٹھے رہتے ہیں نہ کوئی خاطر خواہ مالدار ملتا ہے نہ شادیاں ہوتی ہیں۔ اور جوان لڑکی ماں باپ کے لیے پہاڑ ہے اس کو گھر میں بغیر نکاح رکھنا سخت خرابیوں کی جڑ ہے۔ دوسری یہ کہ جو محبت و اخلاق غریبوں میں ہے وہ مالداروں میں نہیں، تیسرے یہ کہ اگر مالدار کو تم اپنی کھال بھی اتار کر دے دو، ان کی آنکھ میں نہیں آتا، یہ طعنے ہوتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں ملا اور اگر دلہن والے مال دار ہیں تو داماد مثل نوکر کے سُسرال میں رہتے ہیں۔ بیوی پر شوہر کا کوئی رُعب نہیں ہوتا۔ اگر دولہا والے مال دار ہیں تو لڑکی اس گھر میں لونڈی یا نوکرانی کی طرح ہوتی ہے۔''[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ والدین کو عقل سلیم عطا فرمائے، اور انہیں اپنے بیٹوں خصوصاً بیٹیوں کے لئے نیک اور پرہیزگار رشتے تلاش کرنے اور نکاح میں دِین داری کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

1 ... اسلامی زندگی، ص ۳۸۔

”اِخلاص“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دنیا کی مال و دولت اور منصب و وجاہت کو عزت و ذلت اور عظمت و فضیلت کا معیار سمجھنا درست نہیں بلکہ اس کا حقیقی معیار تقویٰ و پرہیز گاری اور نیک عمل و کردار ہے۔

(2) امیروں کے مقابلے میں عموماً غریب لوگ دِین اور اُس کے اَحکام پر عمل کرنے کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں، اِن میں اِخلاص بھی ہوتا ہے اور اِن کے کاموں میں کوئی فاسد غرض شامل نہیں ہوتی۔

(3) بعض مال دار بھی باعمل فقیروں سے افضل ہوتے ہیں۔

(4) باعمل فقیر بے عمل امیر سے افضل ہے جبکہ بے عمل فقیر کسی سے افضل نہیں۔

(5) اپنے یا اپنے بچوں کے نکاح میں دین داری کو ترجیح دینی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بقدر ضرورت ظاہری مال و دولت کے ساتھ ساتھ اخلاص، تقویٰ و پرہیز گاری کی باطنی دولت بھی عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:254

جنت اور جہنم کی بحث

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ: فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِیَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُهُمْ فَقَضَی اللہُ بَیْنَهُمَا اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ وَلِكِلَیْكُمَا عَلَیَّ مِلْؤُهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ

1 . . . مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب النار یدخلها الجبارون۔۔۔الخ، ص ۱۵۲۴، حدیث: ۲۸۴۶۔

مسند امام احمد، مسند ابی سعید الخدری، ۱۵۹/۴، حدیث: ۱۱۷۵۴۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنت اور جہنم میں بحث ہوئی تو جہنم نے کہا: مجھ میں جابر اور متکبر لوگ ہیں اور جنت نے کہا: مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ ہیں۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! بے شک تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے میں (اپنے بندوں میں سے) جس پر چاہوں رحم فرماؤں گا اور اے جہنم! بے شک تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعے میں (اپنی مخلوق میں سے) جس کو چاہوں عذاب دوں گا اور تم دونوں کو بھرنا میرے ذمہ ہے۔“

جنت وجہنم کا کلام کرنا ممکن ہے:

حدیثِ پاک میں جنت اور جہنم کی باہمی بحث کا ذکر ہوا، اس کے متعلق عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”یہ ممکن ہے کہ جنت اور جہنم کی بحث حقیقی طور پر ہوئی ہو (اور اس کی صورت یہ بنی ہو) کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان میں حیات، فہم اور کلام کی صلاحیت پیدا فرمادی ہو (اور اس صلاحیت کی بنا پر انہوں نے باہم کلام کیا ہو) کیونکہ اس پر دلائل قائم ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ (اپنی جس مخلوق میں چاہے) یہ چیزیں پیدا کرنے پر قادر ہے۔“[1]

جَنَّت رحمتِ الٰہی کا مظہر ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت سے ارشاد فرمایا کہ ”تو میری رحمت ہے۔“ اس سے مراد یہ ہے کہ جنت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ظاہر ہونے کی جگہ ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”شرحُ السنہ میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت کو اپنی رحمت فرمایا کیونکہ اس کے ذریعے رحمتِ الٰہی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں رحم فرماؤں گا۔“ ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اُس کی اُن صفات میں سے ہے جن سے وہ ہمیشہ سے متصف ہے، نہ اس کی کوئی صفت حادث (یعنی فنا ہونے والی) ہے، نہ ہی کسی حادث (یعنی فنا ہونے والی) چیز کا نام ہے اور وہ اپنے تمام اسماء اور صفات کے ساتھ قدیم (یعنی ہمیشہ ہمیشہ) سے ہے۔ ”معالم“ میں ہے: رحم فرمانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھلائی کے حق دار کے لئے خیر کا ارادہ فرمائے

---

1 ... شرح ابن بطال، کتاب التوحید، باب قولہ تعالی: ان رحمت اللہ قریب من المحسنین، ۱۰ / ۴۷۱۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سزا کے مستحق کو سزا نہ دینا اور غیر مستحق کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔"[1]

جَہَنَّم قہر اور غضبِ اِلٰہی کا مظہر ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جہنم سے ارشاد فرمایا کہ "تو میرا عذاب ہے۔" اس سے مراد یہ ہے کہ جہنم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والی سزا، اس کی ناراضی، قہر اور غضب ظاہر ہونے کا مقام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنت و جہنم اور مومن و کافر، جمال اور جلال کے کامل مظاہر ہیں۔"[2]

جَنَّت اور جَہَنَّم کو بھرنے کی صورت:

حدیثِ پاک کے آخر میں جنت و جہنم سے ارشاد ہوا کہ "تم دونوں کو بھرنا میرے ذمہ ہے۔" جنت کو بھرنے کی صورت یہ ہوگی اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جس سے جنت کو بھرا جائے گا اور جہنم کو بھرنے کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جہنم میں اپنی شان کے لائق قدم رکھے گا جس سے وہ بھر جائے گی۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جہنم میں مسلسل لوگ ڈالے جارہے ہوں گے اور وہ کہہ رہی ہوگی کہ کیا کچھ اور زیادہ ہیں؟ یہاں تک کہ رب العزت (اپنی شان کے لائق) اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، پھر جہنم کا ایک حصہ دوسرے حصے سے مل جائے گا اور وہ کہے گی: بس، بس، تیری عزت اور تیرے کرم کی قسم! اور جنت میں مسلسل جگہ اضافی رہے گی، حتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا فرمائے گا اور اسے جنت کے اضافی حصے میں رکھے گا۔"[3]

تکبر جیسے مُوذی مرض سے بچیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا ذکر ہوا کہ متکبرین جہنم میں جائیں گے، خود کو افضل اور دوسروں کو حقیر جاننے کا نام تکبر ہے، تکبر ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب صفۃ النار واھلھا، ۹/ ۶۲۲، تحت الحدیث: ۵۶۹۴۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب صفۃ النار واھلھا، ۹/ ۶۲۲، تحت الحدیث: ۵۶۹۴۔

3 . . . مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب النار یدخلھا الجبارون۔۔۔الخ، ص ۱۵۲۵، حدیث: ۲۸۴۸۔

ہے، سب سے پہلے تکبر شیطان نے کیا، جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے اپنے تکبر کے سبب آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ نہ کیا، اسی تکبر کے سبب اس کی تمام ریاضتیں تباہ وبرباد ہو گئیں، ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن گئی، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لعنت کا طوق اس کے گلے پڑ گیا اور وہ جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق ٹھہرا، تکبر کا علم سیکھنا فرض ہے، تکبر سے بچنے والے کے لیے جنت کی بشارت ہے، جبکہ متکبر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ناپسندیدہ بندہ ہے، رب تعالیٰ متکبرین کو سخت ناپسند فرماتا ہے، متکبر کو بدترین شخص قرار دیا گیا ہے، تکبر کرنے والے کو کل بروزِ قیامت ذِلّت ورُسوائی کا سامنا ہوگا، متکبر رحمتِ الٰہی سے محروم ہے، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، الغرض تکبر میں کوئی بھلائی نہیں، فقط نقصان ہی نقصان ہے۔

اپنے آپ کو تکبر سے بچائیے، اپنے اندر عاجزی پیدا کیجئے کہ عاجز بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند ہے، تکبر میں ذلت جبکہ عاجزی میں عزت وعظمت ہے، ہمارے پیارے آقا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی تکبر نہ فرمایا، بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیشہ عاجزی وانکساری کا درس دیا۔ یقیناً سمجھدار ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو تکبر سے بچاتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے عاجزی وانکساری کو اپناتا ہے، دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرتا ہے، اور بہت بدنصیب ہے وہ شخص جو زمین پر اکڑ کر چلتا، اپنے آپ کو افضل اور دوسروں کو حقیر جانتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تکبر جیسے موذی مرض سے نجات عطا فرمائے، آمین۔ تکبر کی علامات اور علاج کی تفصیل کے لیے دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۹۷ صفحات پر مشتمل کتاب ''تکبر'' کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

مدنی گلدستہ

''مدینہ'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی قدرتِ کاملہ سے مخلوق میں سے جسے چاہے جو چاہے طاقت عطا فرمادے۔

(2) ظالم وجابر اور متکبر لوگ جہنم کی زینت ہیں جبکہ کمزور اور مسکین لوگ جنت کی زینت ہیں۔

(3) ظلم و تکبر میں کوئی خیر نہیں، اُن سے بچنے میں ہی دنیاوآخرت کی بھلائی ہے۔

(4) جنت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت و جمال اور جہنم اُس کے قہر و جلال کا مظہر ہے۔

(5) جنت اور جہنم انتہائی وسیع و عریض ہیں اور قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان دونوں کو بھر دے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے وہ ہمیں نیک اعمال کرنے، گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں تکبر جیسے موذی مرض سے نجات عطا فرمائے، جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:255

مچھر کے پر کے برابر وزن نہ ہوگا

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّہُ لَیَاْتِی الرَّجُلُ السَّمِیْنُ الْعَظِیْمُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا یَزِنُ عِنْدَ اللہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک قیامت کے دن ایک بڑا اور موٹا آدمی آئے گا جس کا وزن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔''

مچھر کے پر کے برابر وزن نہ ہونے کا مطلب:

اس حدیثِ پاک میں عظیم سے مراد مال و دولت اور منصب و مرتبے والا جبکہ سمین سے موٹا اور صحت مند آدمی مراد ہے اور بعض شارحین کے نزدیک اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں اس نے جو نیک اعمال (کفر کی حالت میں یا اخلاص کے بغیر) کئے ہوں گے قیامت کے دن اُن کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا اور بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن (کفر اور نفاق کی وجہ سے) اس کی ذلت و حقارت کا یہ حال ہوگا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کی کوئی

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، باب: اولئک الذین کفروا۔۔۔الخ، ۳/۲۷۰، حدیث: ۴۷۲۹

حیثیت اور قدر و منزلت نہ ہو گی۔“[1]

عمل کی مقبولیت کے لئے درکار تین چیزیں:

یاد رہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وہ نیک عمل مقبول ہے جو ایمان کی حالت میں، تمام حقوق و آداب کے ساتھ، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے کیا گیا ہو چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْیَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انہیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۱۹)

صدرُ الاَفاضل حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی ”خزائن العرفان“ میں فرماتے ہیں: ”اس آیت سے معلوم ہوا کہ عمل کی مقبولیت کے لئے تین چیزیں درکار ہیں: ایک تو طالبِ آخرت ہونا یعنی نیت نیک۔ دوسرے سعی یعنی عمل کو باہتمام اس کے حقوق کے ساتھ ادا کرنا۔ تیسری ایمان جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔“[2]

اس سے واضح ہوا کہ جیسے منصب، مرتبہ، مال و دولت اور جسمانی صحت جیسی نعمتیں ایمان کی حالت میں اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے حاصل ہوں، نیز وہ اُن کا استعمال شریعت کے اَحکامات کے مطابق کرے تو اُسے قیامت کے دن یہ نعمتیں کام آئیں گی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایسے شخص کی قدر و منزلت بھی ہو گی اور جسے یہی نعمتیں کفر و نفاق کی حالت میں اور شریعت کے اَحکامات کی مخالفت کر کے حاصل ہوں، یونہی وہ اُن کا استعمال بھی احکامِ شریعت کے برخلاف کرے تو قیامت کے دن اُسے اِن سے کچھ فائدہ نہ ہو گا بلکہ یہ اُس کے لئے وبالِ جان بن جائیں گی اور اِن نعمتوں کے حامل کافر و منافق شخص کی بارگاہِ الٰہی میں کوئی حیثیت نہ ہو گی۔

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب الحشر، تحت الحدیث ۵۵۴۳، ۹/ ۴۸۳، مرآۃ المناجیح ۷/ ۳۷۶ ماخوذا۔
2. ... خزائن العرفان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۱۹۔

کافروں اور ریاکاروں کے اعمال کا حال:

وہ لوگ جو کفر کی حالت میں نیک اعمال کر کر کے تھکے اور یہ اُمید لگائے بیٹھے ہوں کہ ان اعمال پر انہیں فضل و انعامات سے نوزا جائے گا، اسی طرح وہ لوگ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے اور اپنی واہ واہ کروانے کے لئے نیک اعمال کرنے کی مشقت اٹھاتے ہوں، قیامت کے دن ان کے یہ اعمال باطل، مَردود اور بے وزن ہوں گے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۳ تا ۱۰۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ اچھا کام کررہے ہیں یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا دھرا سب اکارت (ضائع) ہے تو ہم ان کے لئے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے۔

اور اخلاص کی دولت سے محروم شخص کی مثال بیان کرتے ہوئے مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور **اللہ** اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور **اللہ** کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت میں بیان کی گئی مثال کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الافاضل حضرتِ علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی ''خزائن العرفان'' میں فرماتے ہیں: ''یہ منافق ریاکار کے عمل کی

مثال ہے کہ جس طرح پتھر پر مٹی نظر آتی ہے لیکن بارش سے وہ سب دور ہو جاتی ہے خالی پتھر رہ جاتا ہے یہی حال منافق کے عمل کا ہے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ عمل ہے اور روزِ قیامت وہ تمام عمل باطل ہوں گے کیونکہ رِضائے الٰہی کے لئے نہ تھے۔“[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے حال پر رحم فرمائے اوراِخلاص کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

نیک اَعمال میں وزن نہ ہونے کا انجام:

یہ بھی یاد رہے کہ انسان دنیا میں اچھے یا بُرے جو بھی اَعمال کرتا ہے، اُن کے بارے میں عمومی قانون یہ ہے کہ قیامت کے دن انہیں میزانِ عمل میں تولا جائے گا، پھر جس کی نیکیوں کا وزن زیادہ ہو گا تو اُسے جنت میں داخلے کی صورت میں کامیابی نصیب ہو گی اور جس کی نیکیوں کا وزن کم ہو گا تو وہ جہنم کے عذاب کا حقدار ہو گا اور جس کی نیکیوں میں کچھ بھی وزن نہ ہو گا تو وہ ہمیشہ کے لئے داخل جہنم ہو کر سب سے زیادہ خسارے میں رہے گا، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

(پ۸، اعراف: ۸، ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اس دن تول ضرور ہونی ہے تو جن کے پلّے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے اور جن کے پلے ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنھوں نے اپنی جان گھاٹے میں ڈالی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِیَةٌ ۠﴿۱۱﴾

(پ۳۰، القارعہ: ۶ تا ۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جس کی تولیں بھاری ہوئیں وہ تو من مانتے عیش میں ہیں اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے اور تو نے کیا جانا کیا نیچا دکھانے والی ایک آگ شعلے مارتی۔

---

1 ... خزائن العرفان، پ۳، البقرۃ: تحت الآیۃ ۲۶۴۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایمان اور اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے پر استقامت عطا فرمائے اور اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

”ایمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اِیمان اور اِخلاص کے بغیر مال و دولت اور صحت و جسامت کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔

(2) کفار نیک اَعمال کی مشقت اُٹھانے کے باوجود قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔

(3) کفرو نفاق سے نیک عمل برباد و باطل ہو جاتا ہے اور ریاکاری سے عمل کا ثواب نہیں ملتا۔

(4) ایمان اور اخلاص سے خالی نیکیاں قیامت کے دن وزن سے خالی ہوں گی۔

(5) نیکیوں میں وزن کم ہونا جہنم میں داخلے کا سبب ہے اور وزن بالکل نہ ہونا ہمیشہ کے لئے دخول جہنم کا سبب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک اعمال کرنے، گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اخلاص کی دولت عطا فرمائے، کل بروزِ قیامت بلاحساب جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:256 مسجد کے غریب خدمتگار کا اعزاز

وَعَنْهُ: اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا: مَاتَ قَالَ: اَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِي فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهُ فَقَالَ: دُلُّوْنِي عَلٰى قَبْرِهِ فَدَلُّوْهُ

فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ: اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک حبشی عورت یا نوجوان مسجد میں جھاڑو لگایا کرتے تھے، ایک بار رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس عورت یا نوجوان کو نہ پایا تو دریافت فرمایا۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "اس کا انتقال ہو گیا ہے۔" ارشاد فرمایا: "تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟" (راوی کہتے ہیں:) شاید صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اس عورت یا نوجوان کا معاملہ معمولی سمجھا تھا۔ (جس کی وجہ سے اطلاع نہ دی) پھر ارشاد فرمایا: "مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کی قبر پر لے گئے تو آپ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی، پھر ارشاد فرمایا: "بے شک یہ قبریں اپنی میتوں پر ظلمت سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ اِن پر میرے نماز پڑھنے کی برکت سے قبروں کو منور فرمادے گا۔"

مسجد کی صفائی کرنے کی فضیلت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں مسجد کی صفائی کرنے اور جھاڑو لگانے کی خدمت سر انجام دینے والے کو ملنے والے اِعزاز کا ذکر ہوا، اِس سے معلوم ہوا کہ مسجد کی صفائی کرنا بڑی فضیلت کا حامل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی خدمت بیکار نہیں جاتی بلکہ اس کی برکتیں قبر میں بھی نصیب ہوتی ہیں اور حشر میں بھی نصیب ہوں گی، ترغیب کے لئے مسجد کی صفائی کرنے کے فضائل ملاحظہ ہوں: (1) مسجد میں جھاڑو دینا اور اس کی صفائی کرنا کامل ایمان والوں کی نشانی ہے، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پارہ ۱۰، سورۂ توبہ، آیت ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

---

1 . . . بخاری، کتاب الصلوة، باب کنس المسجد۔۔۔الخ، حدیث ۴۵۸، ۱ / ۱۷۴، مسلم، کتاب الجنائز، باب: الصلوة علی القبر، حدیث ۹۵۶، ص ۴۷۶۔

حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن احمد نسفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مسجدوں کو آباد کرنے میں یہ اُمور بھی داخل ہیں: جھاڑو دینا، صفائی کرنا، روشنی کرنا اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی چیزوں سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں۔“[1]

(2) مسجد کی صفائی اور اُس کی خدمت کرنا حُصُولِ جنت کا سبب ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”ایک عورت مسجد سے تنکے اٹھایا کرتی تھی، اُس کا انتقال ہو گیا تو رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اُسے دفن کرنے کی اِطلاع نہ دی گئی (جب معلوم کرنے پر اس کے انتقال کی خبر ملی) تو حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں کسی کی وفات ہو جائے تو مجھے اطلاع دے دیا کرو۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس (کی قبر) پر نماز پڑھی اور ارشاد فرمایا: ”میں نے اس عورت کو جنت میں دیکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسجد سے تنکے اٹھایا کرتی تھی۔“[2] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی مسجد کی صفائی کرنے اور اُسے صاف سُتھرا رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے متعلق شرعی حکم:

اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اگر ولی کے نمازِ جنازہ پڑھنے سے پہلے میت کو دفن کر دیا گیا ہو یا نمازِ جنازہ پڑھے بغیر ہی میت کی تدفین کر دی گئی ہو تو اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ چنانچہ بہارِ شریعت میں ہے: (1) ولی کے سوا کسی ایسے نے نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ ہو اور ولی نے اُسے اجازت بھی نہ دی تھی، اس صورت میں اگر ولی نماز میں شریک نہ ہوا تو نماز کا اعادہ کر سکتا ہے اور اگر مردہ دفن ہو گیا ہے تو قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ (2) میت کو نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا اور مٹی بھی دے دی گئی تو اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں، جب تک پھٹنے کا گمان نہ ہو، اور اگر مٹی نہ دی گئی ہو تو قبر سے نکالیں اور نماز پڑھ کر دفن کریں۔ (3) قبر پر نماز پڑھنے میں دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جائے کیونکہ بدن کا پھٹ جانا موسم، زمین اور میت کے جسم و مرض کے اختلاف کی وجہ سے مختلف عرصے میں ہوتا ہے، گرمی میں جلد پھٹے

---

1 . . . تفسیر مدارک، پ ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۸، ص ۴۲۹۔

2 . . . معجم اوسط، ۶/ ۱۴۳، حدیث: ۸۲۲۰۔

گا اور سردی میں دیر سے، تریا شور زمین میں جلد پھٹے گا جبکہ خشک اور غیر شور میں دیر سے، اسی طرح فربہ جسم جلد پھٹے گا اور لاغر دیر میں۔"[1]

نمازِ جنازہ میں تکرار مشروع نہیں:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حکیمُ الامَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "بعض لوگ اِن احادیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کئی بار ہو سکتی ہے مگر یہ غلط ہے، ورنہ تا قیامت ہمیشہ زائرین حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ پر پہنچ کر آپ کی نماز جنازہ پڑھا کرتے۔ ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد اور کسی کو جنازہ پڑھنے کا حق نہیں، دیکھو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر دو روز تک مسلسل نمازیں ہوتی رہیں مگر جب صدیق اکبر نے جو خلیفۃ المسلمین اور ولیٔ **رسول اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے، آپ پر نماز پڑھ لی پھر کسی نے نہ پڑھی۔"[2]

دعائے رسول کی برکات:

سَیِّدِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نماز جنازہ پڑھنے اور دعا فرمانے کی ایک برکت یہ ہے کہ اس سے بندے کی تاریک قبر روشن ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس حدیث پاک کے آخر میں بیان ہوا۔ جب دعا کی یہ برکت ہے تو جس قبر میں خود تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئیں اس کی روشنی کا کیا عالَم ہو گا۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں اپنی قبر کو روشن کرنے کی یوں التجاء کرتے ہیں:

روشن کر قبر بے کسوں کی ...... اے شمعِ جمالِ مصطفائی
اندھیر ہے بے ترے مرا گھر ...... اے شمعِ جمالِ مصطفائی
مجھ کو شب غم ڈرا رہی ہے ...... اے شمعِ جمالِ مصطفائی

---

1 ... بہار شریعت، حصہ چہارم، ۱/ ۸۴۰، ۸۳۸ ملتقطاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۷۲۔

حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دعا فرمانے کی دوسری برکت یہ ہے کہ اس سے دلوں کو چین، اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (پ ۱۱، التوبہ: ۱۰۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

مدنی گلدستہ

”تعظیم“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مسجد کی صفائی کرنا اور اسے صاف ستھرا رکھنا بہت فضیلت وبرکت کا باعث ہے۔

(2) خادم یا دوست غائب ہو تو اس کے بارے میں معلومات لینی چاہیے اور اس کے حق میں دعا کرکے خیر خواہی کرنی چاہیے۔

(3) نیک بندوں کے جنازوں میں خاص طور پر حاضر ہونا چاہیے۔

(4) ولی کے نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دوبارہ نماز جائز نہیں، اسی طرح جسے نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر مخصوص شرائط کے ساتھ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا کی برکت سے قبر کے اندھیرے نور میں تبدیل ہو جاتے ہیں، آپ کی دعا کی برکت سے دلوں کو چین، اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کرنے، ان کے حق میں دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری قبر کو بھی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جلووں سے منور فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:257

گمنام بندوں کی فضیلت

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَاَبَرَّهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پراگندہ بالوں والے، غبار آلود اور دروازوں سے ہٹائے ہوئے ہیں (لیکن بارگاہِ الٰہی میں ان کا مقام یہ ہے کہ) اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (کے بھروسے) پر قسم کھالیں تو وہ ضرور اُن کی قسم کو پورا فرمادے۔''

''دروازوں سے ہٹائے ہوئے'' کا معنی:

علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان ''مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ یعنی دروازوں سے ہٹائے ہوئے'' کا یہ مطلب نہیں کہ وہ (عام فقیروں کی طرح) دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں اور وہاں سے نکال دیئے جاتے ہیں کیونکہ (عمومی طور پر) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اولیاء اِس ذلت سے محفوظ ہیں، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی کے دروازے پر نہیں جاتے، اگر بالفرض جائیں تو لوگوں کی نظر میں حقیر ہونے کی بنا پر کوئی اُن سے ملنا گوارا نہ کرے گا اور یہ اس لئے ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں سے اُن کا حال چھپانے کا اِرادہ فرمایا ہے تاکہ انہیں غیر سے اُنسیت نہ ہو، ظلمت کے دروازوں پر کھڑے ہونے اور حرام کھانے سے بچے رہیں، صرف اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے دروازے پر حاضر رہیں اور (مخلوق سے) ایسے بے نیاز ہو جائیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے کوئی سوال نہ کریں۔''[2]

رب تعالیٰ کے گمنام بندوں کی شان:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے جن بندوں کا حال مخلوق سے چھپایا ہے انہیں دی جانے والی عظمت وشان کے

---

1 . . . مسلم، کتاب الآداب، باب فضل الضعفاء والخاملین، ص ۱۴۱۲، حدیث: ۲۶۲۲، بدون: اغبر۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ، ۹/ ۸۳، تحت الحدیث: ۵۲۳۱۔

بارے میں دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ ہوں:

(1) ”اہلِ جنت کے بادشاہ گرد آلود چہرے، بکھرے بالوں والے اور پھٹے پرانے کپڑوں والے وہ لوگ ہیں جن کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی، اگر وہ بادشاہوں کے پاس جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہ ملے، عورتوں سے نکاح کا پیغام دیں تو اِنکار کر دیا جائے، جب بات کریں تو اُن کی بات سنی نہ جائے اور اُن کی ضروریات اُن کے سینوں میں ہلچل مچا رہی ہوتی ہیں، یہ ایسے جنتی ہیں کہ بروزِ قیامت اِن میں سے ایک کا نور بھی تمام لوگوں پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ سب کو پورا ہو جائے۔“[1]

(2) ”بے شک میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ تم سے ایک دینار مانگیں تو تم انہیں نہ دو، اگر ایک درہم کا سوال کریں تو تم منع کر دو اور اگر ایک پیسہ مانگیں تب بھی تم انکار کر دو حالانکہ ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جنت مانگ لیں تو وہ ضرور انہیں عطا کر دے، بہت سے پھٹے پرانے کپڑوں والے ایسے ہیں کہ ان کی پرواہ نہیں کی جاتی لیکن اگر وہ کسی بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کھالیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ضرور پورا فرمادے۔“[2]

مقبول بندوں کے 3 واقعات:

مذکورہ فرامینِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مقبول بندوں کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے، اسی مناسبت سے قسم پوری ہونے کے تین واقعات پیشِ خدمت ہیں:

(1) حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا رُبَیع بنتِ نَضر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک لڑکی کے سامنے والے دانت توڑ دیئے تو اس کے رشتہ داروں نے قصاص کا مطالبہ کیا، اِن کے رشتہ داروں نے (دیت لے کر قصاص) معاف کر دینے کی درخواست کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر یہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے قصاص کا حکم فرما دیا۔ حضرت سیدنا

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/ ۳۳۲، حدیث: ۱۰۴۸۶۔

2 . . . معجم اوسط، ۵/ ۳۴۴، حدیث: ۷۵۴۸۔

اَنس بن نضر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے عرض کی: ''کیا رُبَیع کے اگلے دانت توڑے جائیں گے ؟ایسا نہیں ہو سکتا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا!اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔'' ارشاد فرمایا''اے انس!کتاب **اللہ** میں قصاص کا حکم ہے۔'' اتنی دیر میں وہ لوگ راضی ہو گئے اور (دیت قبول کر کے قصاص)معاف کر دیا،اس پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ اس کے بھروسے پر قسم کھالے تو وہ رب تعالٰی اسے سچا کر دیتا ہے۔''[1]

(2)حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا رُبَیع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی بہن ام حارثہ نے کسی کو زخمی کر دیا تو اس کے رشتہ داروں نے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں اس کا مقدمہ پیش کیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''اس کا قصاص لیا جائے گا، اس کا قصاص لیا جائے گا۔''حضرت سیدنا رُبَیع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کی والدہ نے عرض کی:''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!کیا فلاں عورت سے قصاص لیا جائے گا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔''حضور نبی کریم، رَءُوْف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''**سُبْحَانَ اللہ**، اے رُبَیع کی ماں!کتاب **اللہ** میں قصاص کا حکم ہے۔''انہوں نے عرض کی:''نہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم!اس سے کبھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔''حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں:''وہ مسلسل یہی کہتی رہیں یہاں تک کہ ان لوگوں نے دِیت قبول کر لی تب رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (کے بھروسے) پر قسم کھالے تو وہ اس کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔''[2]

(3)حضرت سَیِّدُنا محمد بن سُوَید رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا اور وہاں ایک ایسا شخص بھی تھا جو ہر وقت مسجدِ نبوی میں رہتا اور کسی کو اس کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ اہلِ

---

1 . . . بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیة، ۲/ ۲۱۳، حدیث: ۲۷۰۳۔

2 . . . مسلم، کتاب القسامة۔۔۔الخ، باب اثبات القصاص فی الاسنان۔۔۔الخ، ص ۹۱۸، حدیث ۱۶۷۵۔

مدینہ دعا میں مشغول تھے کہ ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادریں تھیں، اس نے دو مختصر رکعت نماز ادا کرنے کے بعد اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کرنے لگا: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں تجھے قسم دیتا ہوں، ہم پر ابھی بارش نازل فرمادے۔'' ابھی اس کے ہاتھ بلند اور دعا جاری تھی کہ آسمان بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا اور اتنی زور دار بارش ہونے لگی کہ اہل مدینہ ڈوبنے کے خوف سے چیخنے لگ گئے۔ اس شخص نے عرض کی: ''اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اگر تیرے علم میں یہ ان کے لئے کافی ہے تو بارش روک دے۔'' پس اسی وقت بارش رک گئی۔ دعا مانگ کر یہ شخص وہاں سے روانہ ہوا تو مسجد میں رہنے والا وہ نیک شخص اس کے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ اس کا گھر دیکھ کر واپس آگیا۔ اگلی صبح یہ نیک آدمی اس کے گھر گیا اور کہا: ''میں ایک کام سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔'' اس شخص نے کہا: ''فرمایئے کیا کام ہے؟'' اس نیک آدمی نے کہا: ''میرے حق میں دعا فرمادیں۔'' اس نے جواب دیا: ''سُبْحٰنَ اللہ! آپ کی شان تو بہت بڑی ہے اور آپ مجھ سے دعا کا سوال کر رہے ہیں۔'' پھر اس نیک آدمی نے پوچھا: ''جو کچھ میں نے دیکھا اس مقام تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی؟'' اس نے جواب دیا: ''میں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احکام میں اس کی اطاعت کی، اب میں نے اس سے مانگا تو اس نے مجھے عطا کر دیا۔''(1)

مدنی گلدستہ

''ولایت'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کچھ لوگ بندوں کی نظر میں حقیر ہوتے ہیں لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے لہٰذا کسی کو بھی ظاہری حلیہ دیکھتے ہوئے حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خاص الخاص بندے دنیاداروں کے دروازوں پر جانے کی ذلت سے محفوظ ہیں۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی بارگاہ کے بعض مقبول بندوں کا حال لوگوں سے چھپا دیتا ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کی حقیقت کو پہچان نہیں سکتے۔

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الجاہ والریا، باب فضیلۃ الخمول، ۳/ ۳۴۱۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اطاعت گزار بندوں کی دعائیں خاص طور پر قبول فرماتا اور بسا اوقات ان کی قبولیت کو فوراً ظاہر بھی فرما دیتا ہے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ولیوں اور برگزیدہ بندوں کو بہت عظمتیں اور شانیں عطا فرمائی ہیں، لہٰذا ان مقدس ہستیوں کی گستاخی سے بچنا چاہیے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ولیوں کی معرفت عطا فرمائے، ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کو حقیر جاننے سے محفوظ فرمائے، ہمیں بھی اپنے مقرب بندوں کے صدقے نیک پرہیزگار بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 258

اکثر جنتی مسکین لوگ ہوں گے

وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اُسامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والے زیادہ تر لوگ مسکین ہیں اور مال داروں کو ابھی جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی لیکن جو جہنم کے حق دار ہیں انہیں آگ کی طرف جانے کا حکم دے دیا گیا ہے اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس کے اندر داخل ہونے والے افراد میں زیادہ تر عورتیں ہیں۔''

مشکل الفاظ کے معانی: اَلْجَدُّ: حصہ اور مالداری۔ مَحْبُوْسُوْنَ: یعنی انہیں مسکینوں کے بعد جنت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔

---

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب: صفة الجنة والنار، ۴/ ۲۵۹، حدیث: ۶۵۴۷۔

جنت وجہنم کے دروازے پر قیام:

شارِحِ حدیث علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جنت و جہنم کے دروازے پر قیام فرمانا یا تو جسمانی معراج کی رات تھا یا خواب میں یا بطور کشف تھا۔“(1)

مال داروں سے قبل مساکین کا جنت میں داخلہ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ مسکین مسلمان مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے اور جنت میں ان کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھی مسکینی بہت محبوب تھی اسی لئے آپ اکثر مسکینی کی دعا مانگا کرتے اور مساکین کی قدر کرنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ دعا مانگی: ”اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں ہی وفات دے اور قیامت کے دن مسکینوں کے زمرہ میں میرا حشر فرما۔“ تو اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ یہ دعا کیوں فرما رہے ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”مسکین لوگ مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! مسکین (کے سوال) کو کبھی رد نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو اور انہیں قریب کرو (ایسا کرنے سے) قیامت کے دن اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اپنا قرب نصیب فرمائے گا۔“(2)

اور حضرت سَیِّدُنا ابو سَعِید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”(اے لوگو!) مسکینوں سے محبت کرو کیونکہ میں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو (اکثر) یہ دعا مانگتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں (دنیا سے) میری رحلت فرما اور قیامت کے دن میں

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ ۹ / ۸۴، تحت الحدیث: ۵۲۳۳۔

2 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین۔۔۔الخ، ۴ / ۱۵۷، حدیث: ۲۳۵۹۔

مسکینوں کی جماعت میں اٹھا۔ "[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی مسکینوں سے محبت اور اُن کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن ہمارا حشر بھی مغفرت یافتہ مسکینوں میں فرمائے۔ آمین

مالداروں کو حساب کے لئے روکا جائے گا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں مال داروں کے جنت میں داخلے کی اجازت نہ ہونے کا ذکر ہے۔ شارح حدیث علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی اس کے بارے میں فرماتے ہیں: "مال داروں اور منصب والوں کو میدانِ محشر میں روکا جائے گا کیونکہ اُن کے اَموال کی کثرت، منصب کی وُسعت، دنیا میں مال و منصب سے لذت اٹھانے اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق اِن سے لطف اندوز ہونے کی وجہ سے اُن کا حساب طویل ہوگا کہ دنیا کے حلال کا حساب ہے اور حرام کا عذاب ہے، جبکہ فقراء اِس سے بری ہوں گے کہ نہ تو ان کا حساب ہوگا اور نہ ہی انہیں روکا جائے گا بلکہ وہ مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور یہ اُن کے لئے آخرت میں اِس کی جزا ہے جو انہوں نے دنیا میں مال اور منصب نہ پایا۔ "[2]

جہنم میں عورتوں کی زیادتی کے اَسباب:

جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہونے کے اَحادیث میں کئی اَسباب بیان فرمائے گئے ہیں، چند اَسباب یہ ہیں: (1) عورتیں بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہیں۔ (2) عورتیں شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہیں۔ (3) عورتیں اِحسان فراموشی کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحرو بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (عید کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد) عورتوں کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: "اے عورتوں کے گروہ! صدقہ دو کیونکہ میں نے جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ دیکھی ہے۔ "خواتین نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اِس کی وجہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: "(اِس کی وجہ یہ ہے کہ) تم لعن طعن اور شوہر کی ناشکری زیادہ کرتی ہو۔ "[3]

---

1 ... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب مجالسۃ الفقراء، ۴/۴۳۳، حدیث: ۴۱۲۶۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ ۹/۸۴، ۸۵، تحت الحدیث: ۵۲۳۳۔

3 ... بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الاقارب، ۱/۴۹۳، حدیث ۱۴۶۲۔

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے جہنم کو دیکھا تو آج جیسا دردناک منظر پہلے کبھی نہ دیکھا اور میں نے دیکھا کہ جہنم میں اکثر عورتیں ہیں۔“ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کی وجہ کیا ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”اُن کے کفر کے سبب۔“ عرض کی: ”کیا یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”یہ شوہر کی ناشکری اور اِحسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تم اِن میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر نیکی کرتے رہو، پھر اسے تمہاری طرف سے کوئی ذرا سی تکلیف پہنچ جائے تو کہتی ہے: میں نے تمہاری طرف سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔“[1]

اسلامی بہنوں کے لیے لمحۂ فکریہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اُن اسلامی بہنوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے، جو رب تعالٰی کے حقوق ادا نہیں کرتیں، اپنے شوہر کے حقوق کا خیال نہیں کرتیں، اُن کی نافرمانی کرتی ہیں، بلاوجہ شرعی اُن کو ایذاء دیتی ہیں، ایک دوسرے پر لعن طعن کرتی ہیں، اُنہیں ڈر جانا چاہیے۔ ذرا غور تو کیجئے! دنیا کی آگ ہم سے برداشت نہیں ہوسکتی، غلطی سے جلتی ہوتی ماچس کی تیلی اگر ہاتھ پر لگ جائے تو جلن سے چیخ اٹھتے ہیں، جہنم کی آگ کیسے برداشت کریں گے؟ جو دنیا کی آگ کے مقابلے میں ستر گناہ زیادہ سخت ہے۔ اب بھی وقت ہے، رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلیجئے، اگر اپنے شوہر کی بلاوجہ شرعی دل آزاری کی ہے تو اُن سے معافی مانگ لیجئے، ایک دوسرے پر لعن طعن کرنا چھوڑ دیجئے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِضا والے کاموں میں لگ جایئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہاں میں بیڑا پار ہو جائے گا۔ اگر آپ نیک بننا چاہتی ہیں، گناہوں سے جان چھڑانا چاہتی ہیں تو دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جایئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس مدنی ماحول کی برکت سے پابندِ سنت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کُڑھنے کا ذہن بنے گا اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ ربّ تعالٰی ہمیں نیکیوں پر استقامت اور گناہوں سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

---

1 . . . بخاری، کتاب النکاح، باب کفران العشیر۔۔۔ الخ، ۳/۴۶۳، حدیث: ۵۱۹۷۔

”مسکین“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مسکین لوگ بڑی فضیلت کے حامل ہیں کہ قیامت کے دِن مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے اور اُن کی تعداد بہت زیادہ ہو گی۔

(2) سُلْطَانُ الْمُتَوَکِّلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مسکینی کی حالت بہت محبوب تھی اور آپ اِس کی دعا بھی مانگا کرتے تھے۔

(3) مسکینوں سے محبت رکھنی اور اُن کی قدر کرنی چاہیے اور اگر یہ کسی چیز کا سوال کریں تو وہ انہیں دے دینی چاہیے، جھڑکنا نہیں چاہیے۔

(4) کل بروزِ قیامت مالدار اپنے مال وغیرہ کے حساب کے سبب پیچھے رہ جائیں گے اور مسکین مال نہ ہونے کے سبب حساب کتاب سے آزاد ہو کر پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے۔

(5) لعن طعن، ناشکری اور اِحسان فراموشی جہنم میں لے جانے والے اَسباب ہیں، تمام اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کو اِن بُرے افعال سے بچنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مساکین سے محبت رکھنے، اُن کی قدر کرنے، اُن کی مالی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور کل بروزِ قیامت ہمیں اُن کے ساتھ جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 259

ماں کی بددعا اور اُس کا اثر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَمْ یَتَکَلَّمْ فِی الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ: عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَصَاحِبُ جُرَیْجٍ، وَکَانَ جُرَیْجٌ رَجُلًا عَابِدًا، فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَکَانَ فِیْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهُ وَهُوَ یُصَلِّیْ

فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ: يَا رَبِّ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ: اَيْ رَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ فَقَالَ: اَيْ رَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهِ فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهُ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ: اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهُ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا فَاَتَتْ رَاعِياً كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى صَوْمَعَتِهِ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهُ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهُ فَقَالَ: مَا شَاْنُكُمْ قَالُوْا: زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ قَالَ: اَيْنَ الصَّبِيُّ فَجَاءُوْا بِهِ فَقَالَ: دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِيْ بَطْنِهِ وَقَالَ: يَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ قَالَ: فُلَانٌ الرَّاعِيْ فَاَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهُ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ وَقَالُوْا: نَبْنِيْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ: لَا اُعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ اُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ اُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَاَقْبَلَ اِلَيْهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِيْ اِرْتِضَاعَهُ بِاُصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِيْ فِيْهِ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا قَالَ: وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ وَهِيَ تَقُوْلُ: حَسْبِيَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَتْ اُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ فَقَالَتْ: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهُ فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا! قَالَ: اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّارًا فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ وَاِنَّ هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ

---

1 . . . بخاری، کتاب الانبیاء، باب واذکر فی الکتاب مریم، ۲/۴۵۶، حدیث: ۳۴۳۶۔

مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلاۃ، ص ۱۳۸۰، حدیث: ۲۵۵۰۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''جُھولے میں تین بچوں نے کلام کیا ہے،ایک حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے۔دوسرے جریج والے بچے نے،یہ ایک عبادت گزار آدمی تھااور اِس نے ایک عبادت خانہ بنایا،ایک دن وہ اپنے عبادت خانے میں نماز پڑھ رہاتھا کہ اُس کی ماں آئی اور کہا:''اے جُریج۔''اِس نے(دل ہی دل میں) کہا:''اے میرے ربّ!ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے۔''پھر وہ نماز پڑھتارہااور اُس کی ماں واپس لوٹ گئی،جب دوسرے دن آئی تواُس وقت بھی یہ نماز پڑھ رہاتھا،اُس نے کہا:''اے جُریج۔''تواِس نے(دل میں) کہا:''اے میرے رب!ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے۔''یہ کہہ کر وہ نماز پڑھتارہا۔ماں واپس چلی گئی اور جب تیسرے دن آئی تواس وقت بھی جُریج نماز پڑھ رہاتھا،اس نے کہا:''اے جُریج۔''تو اُس نے(دل میں) کہا:''اے میرے رب!ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے۔''یہ کہہ کر وہ نماز میں ہی مصروف رہا۔اس کی ماں نے دعا کی:''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اِسے اُس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ زانیہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔''بنی اسرائیل کے لوگ جُریج اور اُس کی عبادت کا بہت چرچا کرتے تھے۔اِن میں ایک فاحِشہ عورت تھی جس کے حُسن کی مثال دی جاتی تھی،اُس نے کہا:''اگر تم چاہو تو میں جُریج کو فتنے میں مبتلا کردوں؟''پھر وہ جُریج کے سامنے آئی تو اُس نے اِس کی طرف توجہ نہ کی،یہاں سے نکل کر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو جُریج کے عبادت خانے میں رہتا تھا،اس نے چرواہے کو اپنے اوپر قدرت دی تو اُس نے اِس کے ساتھ زنا کیا جس سے یہ حاملہ ہوگئی،پھر جب اِس نے بچہ جَن دیا تو کہنے لگی:''یہ جُریج کا بچہ ہے۔''یہ سن کر بنی اسرائیل جُریج کے پاس آئے اور اسے عبادت خانے سے اتار کر عبادت خانہ منہدم کردیا اور اسے مارنے لگے،یہ صورت حال دیکھ کر جُریج نے کہا:''تم یہ ہنگامہ کیوں کر رہے ہو؟''لوگوں نے کہا:''تم نے اس فاحشہ عورت کے ساتھ زنا کیا اور اس نے تیرا بچہ جنا ہے۔''جُریج نے کہا:''وہ بچہ کہاں ہے؟''لوگ بچے کو لے کر آئے تو جُریج نے کہا:''مجھے کچھ وقت دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔''پھر اُس نے نماز پڑھی اور فارغ ہونے کے بعد بچے کے پیٹ میں انگلی مار کر کہا:''اے بچے!تیرا باپ کون ہے؟''اس نے جواب دیا:''فلاں چرواہا۔''یہ سن کر لوگ جُریج کی طرف لپکے اور اس کا بوسہ لینا اور (برکت کے لئے) اسے چھونا شروع کردیا اور کہنے لگے:''ہم آپ کے لئے سونے کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔''

جُریج نے کہا: ”نہیں، بس تم اسے پہلے کی طرح مٹی سے بنادو۔“ چنانچہ انہوں نے ویسا ہی عبادت خانہ بنادیا۔

(جھولے میں کلام کرنے والے تیسرے بچے کا واقعہ یہ ہے کہ) ایک بچہ اپنی والدہ کا دودھ پی رہا تھا، اس دوران ایک شخص عمدہ سواری پر اچھی پوشاک پہنے ہوئے گزرا تو اس کی ماں نے دعا مانگی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے بیٹے کو بھی اس جیسا بنادے۔“ یہ سن کر بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس شخص کی طرف منہ کر کے اسے دیکھتا رہا، پھر کہا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اِس جیسا نہ بنا۔“ پھر دودھ پینا شروع کر دیا۔ (اس حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ اپنی شہادت کی انگلی کو منہ میں ڈال کر اس کو چوستے ہوئے بچے کے دودھ پینے کی حکایت کر رہے تھے۔ (مزید ارشاد فرمایا:) پھر ان کا گزر ایک باندی کے پاس سے ہوا جسے لوگ مار رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، تو نے چوری کی ہے اور وہ جواب میں کہتی تھی: ”مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔“ اس بچے کی ماں نے کہا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنا۔“ اس بچے نے دودھ چھوڑا اور باندی کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس جیسا بنا۔“ تب ماں بیٹے میں بحث ہوئی، ماں نے کہا: ”ایک اچھی حیثیت والا شخص گزرا اور میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے بیٹے کو بھی اس جیسا بنادے، تو تم نے کہا: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اِس جیسا نہ بنانا اور اس باندی کو لوگ مار رہے تھے اور اس سے کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، تو نے چوری کی ہے، اس پر میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میرے بیٹے کو اس کی طرح نہ بنا لیکن تو نے کہا کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اس جیسا بنادے (تم نے ایسی دعا کیوں کی؟)۔“ بچے نے جواب دیا: ”وہ شخص ایک ظالم انسان تھا اس لئے میں نے دعا کی کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس جیسا نہ بنا اور جس باندی سے یہ کہہ رہے کہ تو نے زنا کیا ہے، حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تھی، اس لئے میں نے دعا کی کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس جیسا بنادے۔“

مشکل الفاظ کے معانی: مُومِسَات: اس سے مراد زانیہ عورتیں ہیں، مُومِسَۃ زانیہ عورت کو کہتے ہیں۔ دَابَّۃٌ فَارِھَۃٌ: پھرتیلا اور عمدہ سواری کا جانور۔ اَلشَّارَۃُ۔ لباس اور ہیئت میں ظاہر ہونے والا جمال۔ تَرَاجَعَا الْحَدِیْثَ: اس کا معنٰی یہ ہے کہ عورت نے بچے سے بات کی اور بچے نے عورت سے بات کی۔

والدین کے ساتھ حُسنِ سُلوک عظیم نیکی ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اُن کی خدمت کرنا عظیم نیکی ہے اور اِس کی عظمت واہمیت اور ضرورت کا اندازہ اِس آیت مبارکہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ والدین سے بھلائی کرنے کا بھی حکم دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۫ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (پ ۱، البقرۃ: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ **اللہ** کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

صدرُ الافاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ''**اللہ** تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کے یہ معنیٰ ہیں کہ ایسی کوئی بات نہ کہے جس سے انہیں ایذا ہو اور اپنے بدن ومال سے اُن کی خدمت میں دریغ نہ کرے جب انہیں ضرورت ہو اُن کے پاس حاضر ہو۔ مسئلہ: اگر والدین اپنی خدمت کے لئے نوافل چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دے، اُن کی خدمت نفل سے مقدم ہے۔ مسئلہ: واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کیے جاسکتے۔''[1]

حُسنِ سُلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟

حُسنِ سُلوک کی سب سے زیادہ حق دار ماں ہے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' عرض کی: ''پھر کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' عرض کی: ''پھر کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔'' عرض کی: ''پھر کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''تیرا باپ۔''[2]

---

1 ... خزائن العرفان، البقرہ، تحت الآیۃ: ۸۳۔

2 ... بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، ۴/ ۹۳، حدیث: ۵۹۷۱۔

والدین کی دعا مقبول ہوتی ہے:

والدین اپنی اولاد کے بارے میں جو دعا مانگتے ہیں وہ مقبول ہوتی ہے جیسا کہ اِس حدیث پاک میں ماں کی دعا مقبول ہونے کا ذکر ہے اور والد کی دعا کے بارے میں حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تین قسم کی دعائیں مقبول ہیں اور اُن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: (۱) مظلوم کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) باپ کی اپنے بیٹے کے لئے دعا۔“[1]

اہم کام پہلے کیا جائے:

مذکورہ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام زیادہ اہم ہو پہلے اسے کیا جائے، جیسے نوافل ادا کرنے کے مقابلے میں والدین کا حکم ماننا اہم ہے اس لئے پہلے ان کا حکم مانا جائے بعد میں نوافل ادا کئے جائیں، اسی طرح خود پر اور اہل و عیال پر خرچ کرنا دوسروں پر خرچ کرنے سے اہم ہے اِس لئے پہلے اِن پر خرچ کیا جائے بعد میں دوسروں پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اچھا صدقہ وہ ہے جس کے بعد مال داری قائم رہے (اور محتاج نہ ہو) اور صدقہ دینے کی ابتدا اُن لوگوں سے کرو جو تمہارے زیر کفالت ہیں۔“[2]

نیک لوگوں جیسا ہونے کی دعا مانگیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ بچے نے ظالم آدمی جیسا نہ ہونے اور نیک باندی جیسا ہونے کی دعا مانگی، اس سے معلوم ہوا کہ فاسِق و فاجِر، ظالِم و جابِر، مشہور دنیا داروں اور مالداروں جیسا ہونے کی دعا نہیں مانگنی چاہیے بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک اور پرہیز گار بندوں جیسا ہونے کی دعا مانگنی چاہیے اگرچہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہوں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نیکوں کے سردار اور

---

1 . . . ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماذکر فی دعوۃ المسافر، ۵ / ۲۸۰، حدیث: ۳۴۵۹۔

2 . . . بخاری، کتاب النفقات، باب وجوب النفقۃ علی الاھل والعیال، ۳ / ۵۱۲، حدیث: ۵۳۵۵۔

گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود نیکوں جیسا ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یوں دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے اُن لوگوں میں سے بنا دے جو نیکیاں کریں تو خوش ہوں اور گناہ کریں تو مغفرت طلب کریں۔''[1]

''ماں باپ'' کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا عظیم نیکی اور نفل نماز پر مقدم ہے۔

(2) فرائض وواجبات کی ادائیگی والدین کی اطاعت سے مقدم ہے جبکہ نوافل کی ادائیگی سے والدین کی جائز اُمور میں اِطاعت مقدم ہے۔

(3) حسنِ سلوک میں ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے۔

(4) والدین کی اپنی اولاد کے بارے میں مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے۔

(5) جب دو کام درپیش ہوں تو اُن میں جو سب سے اہم ہے اُسے پہلے کیا جائے۔

(6) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک اور پرہیز گار بندوں جیسا ہونے کی دعا مانگنی چاہئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، اُن کی ہر جائز کام میں اِطاعت کرنے، اُن کی خدمت کرنے، اُن کی دعائیں لینے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں اپنے نیک پرہیز گار بندوں جیسا بنائے، دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ابن ماجہ، کتاب الآداب، باب الاستغفار، ٢٥٧/٤، حدیث: ٣٨٢٠۔

باب نمبر:33

یتیم بچوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کا بیان

یتیم بچوں، بیٹیوں، تمام غریبوں، مسکینوں اور بے بسوں کی دِلجوئی کرنے، اُن کے ساتھ اِحسان اور اُن پر شفقت کرنے، نیز اُن سے عاجزی اور اِنکساری کے ساتھ پیش آنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دورِ جاہلیت میں یتیم بچوں اور بیٹیوں کے ساتھ اِنتہائی ناروا سلوک کیا جاتا تھا، جیسے یتیم پر ظلم و ستم کرنا، اُس کے مال پر قبضہ جما لینا، تقاضا کرنے پر دینے سے انکار کر دینا، پرورش کے نام پر اُس کا مال ہڑپ کر جانا، محض یتیم بچی کے مال کا وارث بننے کے لئے اُس کے ساتھ نکاح کر لینا وغیرہ۔ اِسی طرح بیٹیوں کو اپنے لئے باعِثِ عار سمجھنا، انہیں اپنی تذلیل اور توہین کا سبب جاننا، اپنی جگر پاروں کو اپنے ہی ہاتھوں زندہ زمین میں دفن کر دینا اور جو کسی طرح زندہ رہ جائیں انہیں جینے کی بنیادی سہولتوں سے محروم کر دینا، اُن کی پرورش کا کچھ خیال نہ کرنا، باپ کے مرنے پر رشتہ داروں کا اُسے وراثت سے حصہ نہ دینا بھی اس معاشرے کا ایک سیاہ باب تھا، یونہی اُس دور میں غریب، مسکین اور بے بس و لاچار اَفراد بھی انتہائی ذلت و حقارت بھرے سلوک کا سامنا کرتے اور امیروں کے تکبر و غرور اور اَنانیت کا بڑی بے دردی سے نشانہ بنتے تھے۔ جب ظلمت و جہالت کے اِس دور میں دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا نور چمکا تو سسکتی ہوئی انسانیت کو اُمید کی کرن نظر آئی اور دِینِ اِسلام کا سورج طلوع ہوتے ہی اُن کمزور و لاچار انسانوں سے ظلم و ستم اور جبر و قہر کے بادل چھٹنا شروع ہوگئے اور اس دین کی انتہائی عمدہ، نفیس اور روشن تعلیمات کے نتیجے میں یتیموں کو اُن کے سرپرستوں کی طرف سے شفقت و پیار ملا، اُن کے مالوں سے ناجائز قبضہ ختم ہوا، باشعور ہونے پر اُن کے مال اُن کے سپرد کر دیئے گئے، سرپرست یتیموں کا مال کھانے سے ڈرنے لگے، بیٹیوں کو اپنے لئے شرم و عار کا باعث سمجھنے والے انہیں اپنی عزت و وقار کا سبب قرار دینے لگے، اُن کی اچھی پرورش کو مقاصدِ حیات میں سے ایک اہم مقصد بنا لیا گیا، غریبوں، مسکینوں اور بے بسوں کی تعظیم و توقیر کی جانے لگی، لوگ اُن کے ساتھ اِحسان کرنے اور انہیں اپنے حسن سلوک کا حق دار شمار کرنے لگ گئے، یوں ظلم کی چکی میں پسنے والوں کو چین سکون اور اِطمینان نصیب ہوا۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی یتیموں، بیٹیوں، غریبوں، مسکینوں، بے بسوں کی دلجوئی کرنے، ان کے ساتھ اِحسان اور اُن پر

شفقت کرنے، نیز اُن سے عاجزی اور اِنکساری کے ساتھ پیش آنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 آیتیں اور 13 اَحادیث ذکر کے اِنہی اَفراد سے متعلق دِینِ اِسلام کی عظیم تعلیمات کو بیان کیا ہے جس کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفار کے سامنے اِسلامی تعلیمات واضح ہوں اور مسلمانوں کو اِن تعلیمات پر عمل کی ترغیب ملے۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) مسلمانوں پر رحمت وشفقت کرنے کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ (پ۱۴، الحجر:۸۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو۔

مفسرِ قرآن علامہ احمد صاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی تفسیرِ صاوی میں فرماتے ہیں: ”یعنی (اے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!) آپ مسلمانوں کے لئے تواضع فرمائیں اور اُنہیں اپنی رحمت (کے پروں) میں اِس طرح لے لیں جیسے پرندہ اپنے بچوں پر رحمت وشفقت کرتے ہوئے اُنہیں اپنے پروں میں لے لیتا ہے۔“[1]

اُمّت پر شفقت ورَحمت:

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمانِ عالیشان کی تکمیل کے لیے اپنی اُمَّت پر کمال شفقت ورَحمت اور مہربانی فرمائی، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (پ۱۱، التوبة:۱۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کَعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ

[1] ... تفسیر صاوی، پ۱۴، الحجر، تحت الآیۃ:۸۸، ۳/۱۰۵۱۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے تین سوال عطا فرمائے، میں نے دو بار (تو دنیا میں) عرض کرلی: ”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت کی مغفرت فرما، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری امت کی مغفرت فرما۔“ اور تیسری عرض اُس دن کے لئے اٹھار کھی جس میں مخلوقِ الٰہی میری طرف نیاز مند ہو گی یہاں تک کہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل) حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی میرے نیاز مند ہوں گے۔[1]

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”اے گناہگارانِ اُمَّت! کیا تم نے اپنے مالک و مولیٰ کی یہ کمال رأفت و رحمت اپنے حال پر نہ دیکھی کہ بارگاہِ الٰہی عَزَّجَلَالُہٗ سے تین سوال حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو ملے کہ جو چاہو مانگ لو عطا ہو گا۔ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اُن میں کوئی سوال اپنی ذات پاک کے لئے نہ رکھا، سب تمہارے ہی کام میں صَرف فرما دیئے، دو سوال دنیا میں کئے وہ بھی تمہارے واسطے، تیسرا آخرت کو اٹھا رکھا، وہ تمہاری اس عظیم حاجت کے واسطے جب اس مہربان مولا رؤف و رحیم آقا (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے سوا کوئی کام آنے والا، بگڑی بنانے والا نہ ہو گا وَاللّٰہِ الْعَظِیْمِ! قسم اس کی جس نے انہیں آپ پر مہربان کیا! ہر گز ہر گز کوئی ماں اپنے عزیز پیارے اکلوتے بیٹے پر زنہار (یعنی کبھی بھی) اتنی مہربان نہیں جس قدر وہ اپنے ایک اُمّتی پر مہربان ہیں۔“[2]

(2) غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ تعلق قائم رکھیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ (پ ۱۵، الکھف: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جان اُن سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اُس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار (زینت) چاہو گے۔

---

1 . . . مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب بیان ان القرآن علی سبعۃ احرف، ص ۴۰۹، حدیث: ۸۲۰۔

2 . . . فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۵۸۳۔

اِس آیت کے ابتدائی حصے کی تفسیر اِس سے پہلے والے باب کے تحت گزر چکی ہے، اُسے وہاں ملاحظہ فرمائیں اور یہاں آیت کے آخری حصے ﴿تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا﴾ کی تفسیر ملاحظہ ہو، چنانچہ تفسیر رُوح البیان میں ہے: ''رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حیاتِ دنیا کی زینت سے کوئی نسبت نہیں اور نہ ہی آپ کو اِس طرف توجہ تھی اور آیت کے اِس حصے کا معنٰی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! آپ ایسے عمل نہ کیجئے گا جو زینت دنیا کی طرف مائل ہوں، فقراء سے رُوگردانی اور مال داروں سے وابستگی پیدا کرنے والے ہوں۔''[1] (کیونکہ یہ آپ کی شان کے خلاف ہیں۔)

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اِس میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں، متکبروں، ریاکاروں، مال داروں کی نہ مانا کریں، مُخلِص صالِح غُرباء ومَساکین مسلمانوں کی اِطاعت کیا کریں، اِن مال داروں کی بات ماننادِین ودنیا برباد کر دیتا ہے اور اِن غُرَباء کے ساتھ رہنا دونوں جہان درست کر دیتا ہے، اِسی لیے اکثر اَنبیاء اَولیاء غُرباء میں ہوئے۔''[2]

(3) یتیم پر دباؤ ڈالنے اور سائل کو جھڑکنے کی ممانعت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اِرشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ؕ﴿۱۰﴾ (پ۳۰، والضحی: ۹، ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

تفسیرِ خازن میں ہے: ''دورِ جاہلیت میں لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ یتیم پر دباؤ ڈال کر اس کا مال لے لیتے اور اس کے ساتھ ظلم وزیادتی کرتے اور مانگنے والوں کو جھڑکا کرتے تھے، چنانچہ اِن آیات میں رب تعالٰی نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا کہ آپ کسی صورت بھی یتیم پر سختی نہ فرمایئے گا اور جب آپ کے دَرِ دولت پر آکر کوئی سوالی مانگے تو اُسے کسی بھی صورت جھڑکنا نہیں بلکہ اُسے کچھ دے دیں یا

---

1 . . . روح البیان، پ۱۵، الکہف، تحت الآیۃ: ۲۸، ۵/ ۲۳۹۔

2 . . . نور العرفان، پ۱۵، الکہف، تحت الآیۃ: ۲۸۔

حسنِ اَخلاق اور نرمی کے ساتھ اُس کے سامنے نہ دینے کا عُذر بیان کر دیں۔"[1]

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مُجدِّدِ دِین وملّت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اسی آیتِ مبارکہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مؤمن ہوں مؤمنوں پہ رؤف رحیم ہو ...... سائل ہوں سائلوں کو خوشی لَانَھَر کی ہے

یعنی **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ مؤمن ہو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مؤمنوں پر رؤف رحیم ہیں، میں سائل ہوں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ کے سائلوں کو نہ جھڑکے جانے کی خوشی کی ہے۔"مزید فرماتے ہیں:

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے ...... سرکار میں نہ لَا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

یعنی ہم تو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درِاقدس سے مانگتے رہیں گے اور منہ مانگی مُرادیں پاتے رہیں گے کیونکہ وہ ایسی مُقدّس بارگاہ ہے جہاں "لَا" یعنی "نہیں، منع کر دینا" نہیں ہے، اور نہ ہی اس بارگاہ میں "اگر" ہے کہ اگر ایسا کرو گے تو مل جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ بلکہ وہ تو ایسی پیاری بارگاہ ہے جہاں سے جس وقت جو بھی مانگو بغیر کسی رُکاوٹ کے بلا حساب مل جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مالکیت اور شانِ عطا کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مالِکِ کونَین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ...... دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

یعنی حضور رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کون ومکاں کے مالِکِ کُل ہیں، مگر اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کے بظاہر خالی ہاتھ میں دونوں جہاں یعنی دنیا و آخرت کی نعمتیں موجود ہیں۔ سرکارِ دوعالَم نورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سخاوت کو نہایت ہی پیارے انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دَین تھی ...... دُوری قبول و عَرض میں بس بھیک بھر کی ہے

---

[1] ...تفسیر خازن، پ ۳۰، والضحی، تحت الآیۃ: ۱۰، ۴/۲۱۶ ملخصا۔

یعنی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے جیسے ہی منگتا نے مانگا تو فوراً اُس کی جھولی مُراد سے بھر دی گئی، منگتا کے مانگنے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عطا فرمانے میں بس مانگنے کی دُوری تھی کہ اِدھر مانگا اور اُدھر عطا ہو گیا۔

(4) یتیم اور مسکین سے بدسلوکی کرنے والا شخص

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِؕ(۱) فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَۙ(۲) وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِؕ(۳)

(پ ۳۰، الماعون: ۱، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے پھر وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا۔

مُفَسِّرِ قرآن علامہ علی بن خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اِس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ اُسے پہچانتے ہیں جو جزاء اور حساب کے دن کو جھٹلاتا ہے؟ اگر نہیں پہچانتے تو اُس کے بارے میں سُن لیں کہ یہ وہ شخص ہے جس کا اَخلاقی حال یہ ہے کہ وہ اپنے حق کا مُطالبہ کرنے پر یتیم کو دھکے دے کر نکال دیتا ہے اور اُس کے بخل کا حال یہ ہے کہ نہ خود کسی مسکین کو کھانا کھلاتا ہے اور نہ ہی کسی اور کو کھلانے کی ترغیب دیتا ہے۔“[1]

حدیث نمبر:260

جُداگانہ مَجلِس قائم نہ کرنے کا حکم

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُطْرُدْ ھٰؤُلَاءِ لَا یَجْتَرِؤُوْنَ عَلَیْنَا وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِنْ ھُذَیْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّیْہِمَا فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللہُ اَنْ یَقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَہُ فَاَنْزَلَ اللہُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ﴾.[2]

---

1 . . . تفسیر خازن، الماعون، تحت الایۃ: ۱ تا ۴، ۳/ ۴۴۳ ملخصاً۔

2 . . . مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص، حدیث ۲۴۱۳، ص ۱۳۱۶۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سعد بن اَبی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی رحمت، شَفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ چھ اَشخاص تھے تو مشرکین نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: ”انہیں (اپنی مجلس سے) نکال دیں تاکہ یہ لوگ ہم پر جرأت نہ کریں۔ (حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ ان چھ آدمیوں میں) مَیں، حضرت ابن مسعود، قبیلہ ہذیل کے ایک صاحب، حضرت بلال اور دو شخص مزید تھے جن کا نام نہیں لیتا۔ (جب مشرکین نے یہ کہا) تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دل میں وہ (خیال) آیا جو رب تعالیٰ نے چاہا، حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دل میں کچھ سوچا تب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗؕ (پ۷، الانعام: ۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے۔

بارگاہِ الٰہی میں غریب صحابہ کا مقام:

حضرت سَیِّدُنا ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے اِس حدیثِ پاک کی شرح میں جو کلام ذکر کیا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش کے سرداروں نے مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کہا: ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم اِیمان لے آئیں اور آپ کے پاس حاضر ہوا کریں تو آپ اپنی بارگاہ سے اِن غریبوں اور فقیروں کو دُور کردیں تاکہ یہ ہم سے (برابری کرنے اور) مخاطب ہونے کی جرأت نہ کریں۔ اِن کی بات سن کر حضور نبی پاک، صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دِل میں خیال گزرا کہ اِن کفار کو اُلفت دینے کے لئے ظاہری طور غریب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اِس طرح علیحدہ کردیا جائے کہ وہ سردارانِ کفار کی موجودگی میں آپ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں یاجب وہ سردار آپ کے پاس بیٹھیں تو یہ غریب صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اُٹھ کر چلے جائیں (کیونکہ یہ ایمان پر ثابت قدم ہیں جبکہ) اِس طرح کرنے سے ممکن ہے کہ کافر ایمان لے آئیں لیکن رب تعالیٰ نے اِس طرح کرنے سے منع فرمادیا اور فقراء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تربیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے محبوب! اِن مسکین اور غریب صحابہ کو اپنی (کسی) مجلس سے علیحدہ نہ کریں کیونکہ یہ لوگ کسی دُنیوی لالچ سے نہیں بلکہ صِرف میری رضا کے لیے دن رات مجھے یاد کرتے ہیں اور

اُن کے شب روز میری عبادت واِطاعت میں صَرف ہوتے ہیں۔"[1]

"چل مدینہ" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا مقام ومرتبہ بارگاہِ ربُّ العزت میں بہت بلند ہے اگرچہ وہ غریب ہوں۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اِیمان، اِخلاص اور تقویٰ وطہارت کی گواہی خود رب تعالیٰ نے دی۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اَوصاف کو بیان کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سنت ہے۔

(4) کسی کی عزت اور مقام ومرتبے کا حقیقی معیار تقویٰ وپرہیز گاری ہے، ظاہری حسن وجمال اور مال ودولت والا ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(5) اِسلام میں حقوق کے اعتبار سے امیر وکبیر اور غریب وفقیر سب برابر ہیں۔

(6) امیر شخص کی وجہ سے کسی بھی غریب کی دل آزاری کرنے کی اِسلام میں قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(7) غریب لوگوں کے حقوق کو خود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بیان فرمایا اور اُس کا خیال رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی غریبوں کا خیال رکھنے، اُن کے حقوق کو اچھی طرح اَدا کرنے، اُن کی دِل آزاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 261

غریب ومِسکین کی ناراضی کا وَبال

وَعَنْ اَبِیْ هُبَیْرَةَ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِیِّ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ اَتٰی عَلٰی سَلْمَانَ وَصُهَیْبٍ وَبِلَالٍ فِیْ نَفَرٍ فَقَالُوْا: مَا اَخَذَتْ سُیُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

[1] ... مرقاة المفاتیح، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، ۱۰/ ۵۷۲، ۵۷۳، تحت الحدیث: ۶۲۱۴ ملخصا۔

اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ: يَا اَبَا بَكْرٍ! لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ فَقَالَ: يَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ قَالُوْا: لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اُخَيَّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہبیرہ عائذ بن عَمرو مُزنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے جو اَصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان، حضرت صُہیب اور حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ چند لوگوں میں موجود تھے، اُس وقت اُن کے پاس ابو سُفیان آئے تو اُن سب نے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تلواریں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دُشمن کی گردن میں اپنی جگہ سے نہیں گزریں۔“ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”کیا تم قریش کے شیخ اور اُن کے سردار کے بارے میں اِس طرح کہتے ہو؟“ پھر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے ابو بکر! تم نے (یہ بات کہہ کر) شاید اُن حضرات کو ناراض کر دیا ہے، اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر دیا۔“ یہ سن کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”اے میرے بھائیو! لگتا ہے میں نے تمہیں ناراض کر دیا؟“ انہوں نے کہا: ”نہیں، اے میرے پیارے بھائی! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی بخشش فرمائے۔“

حدیثِ پاک میں مذکور واقعے کا خلاصہ:

اِس حدیث پاک میں بیان کیے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد (اور فتح مکہ سے پہلے) کفارِ مکہ کے ایک بڑے سردار ابوسفیان (جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لے آئے تھے) مدینہ منورہ آئے، وہاں ایک مقام پر حضرت سیدنا سلمان، حضرت سیدنا صُہَیب اور حضرت سیدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ چند لوگوں کے درمیان موجود تھے، اُن کے پاس ابوسفیان آئے تو اُن حضرات نے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تلواریں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ سے نہیں گزریں۔“ اِس سے مراد یہ تھی کہ ہماری تلواروں نے ابھی تک ابوسفیان کی گردن نہیں کاٹی۔ یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُن سے فرمایا: ”کیا تم قریش کے ایک بڑے شخص اور اُن کے سردار کے بارے میں اِس طرح کے (سخت) الفاظ کہتے ہو؟“ پھر

[1] ... مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل سلمان وصہیب وبلال، حدیث ۲۵۰۴، ص ۱۳۵۹۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اِن حضرات نے ابوسفیان سے یہ کہا تھا اور میں نے انہیں یہ کہا ہے۔“ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے ابوبکر! تمہاری نیت بالکل درست ہے مگر اس میں ایک کافر کی حمایت اور مؤمنوں کی تادیب (یعنی سرزنش) کی مہک آرہی ہے ممکن ہے کہ اِس وجہ سے اِن کے دلوں کو صدمہ پہنچا ہو، اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کر دیا۔“ یہ سن کر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُن کے پاس آئے اور فرمایا: ”اے میرے بھائیو! لگتا ہے میں نے تمہیں ناراض کر دیا؟“ توانہوں نے دعا دیتے ہوئے کہا: ”نہیں، اے میرے بھائی! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کی بخشش فرمائے۔“[1]

نیک لوگوں کا احترام کیا جائے:

اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے نیک بندوں کا اِحترام کرنا چاہیے اور ایسی باتوں سے بچا جائے جو اُن کی ناراضی اور اذیت وتکلیف کا سبب بنیں کیونکہ جو شخص رب تعالیٰ کے اولیاء میں سے کسی کو تکلیف پہنچاتا ہے اُس سے رب تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے اور رب تعالیٰ کو ناراض کرنا اس کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کئی مقامات پر نیک لوگوں کے اِحترام کی تعلیم وترغیب دی ہے، چنانچہ ایک مقام پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَۙ (پ۷، الانعام: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تمہارے حضور وہ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام تمہارے رب نے اپنے ذمّہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بوڑھے مسلمان اوراُس حامل قرآن کا احترام کرنا جو نہ تو اُس میں زیادتی کرے اور نہ اُس سے دور رہے اور عادِل بادشاہ کا احترام کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم میں سے ہے۔“[2]

---

1 ... مرقاة المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، تحت الحدیث ۶۲۱۴، ۱۰/ ۵۸۴ ملخصاً۔

2 ... ابوداود، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ۴/ ۳۴۴، حدیث: ۴۸۴۳۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک بندوں کا اِحترام اور اُن کی تعظیم و توقیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

معاشرے کا ناسور و فسادات کا بڑا سبب:

صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے حضرت ابو سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے متعلق حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کلام سن کر اُن کی نیک نیتی پر شک نہیں کیا اور نہ ہی اُن پر کسی طرح کے الزامات کی بوچھاڑ کی بلکہ جب حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُن کے پاس آکر دریافت فرمایا تو انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ وہ اُن سے ناراض نہیں ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی جو کلام کرے اُس کے اچھے معنی مراد لئے جائیں اور خوامخواہ اُس کے کلام کو بُرے معنی پر محمول کر کے رَنجش و ناراضی، لڑائی جھگڑا اور فساد برپا نہیں کرنا چاہیے۔ افسوس! آج کل اپنے مسلمان بھائیوں کے کلام سے اچھا معنٰی مراد لینے کے بجائے بُرے معنی مراد لینا ہمارے معاشرے کا ایک ناسور اور کئی طرح کے فسادات کا بڑا سبب بن چکا ہے اور اِس کے نتائج بھی ہمارے سامنے ہی ہیں کہ کوئی گھر، کوئی گلی، کوئی محلہ، کوئی علاقہ، کوئی شہر ایسا نہیں جہاں امن وامان کی ٹھنڈی ہوا چلتی ہو بلکہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ دست وگریباں ہے، باپ بیٹے سے تو بیٹا باپ سے بدتمیزی کرتا ہے، ماں بیٹی کی آپس میں تکرار جاری ہے، گلی محلے اور شہروں کی سڑکوں پر عدم برداشت کے مظاہرے تو آئے دن ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں، رشتہ داروں کی آپس میں ٹھنی ہوئی ہے، پڑوسی ایک دوسرے سے نالاں ہیں، دوست اَحباب کی باہمی دوستی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، ساتھ کام کرنے والے ایک دوسرے پر تنقید برائے تنقید کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں اور بسا اَوقات یہ لڑائیاں، جھگڑے اور فساد اِس نہج پر پہنچ جاتے ہیں کہ لوگ زندگی بھر ایک دوسرے کا منہ دیکھنا، ایک دوسرے سے کلام کرنا اور ایک دوسرے کی غمی خوشی میں شریک ہونا گوارا نہیں کرتے، کسی پر مصیبت آجائے تو خوشیاں مناتے اور موقع ملنے پر ایک دوسرے کو ذلیل و رُسوا کرتے نظر آتے ہیں اور اِن سب بُرائیوں کی بنیادی جڑ یہی ہے کہ ہم نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے کلام کو اچھے معنی پر محمول کرنے کے بجائے بُرے معنی لینا شروع کر دیے ہیں، حسن ظن کے بجائے بدگمانی کو اپنا وطیرہ بنالیا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ

عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کے متعلق بُرے گمان سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سورہ حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (پ ٢٦، الحجرات: ١٢)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

مفسرِ قرآن صدرُ الافاضل حضرتِ علامہ مولانا مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی ”خزائن العرفان“ میں اِسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”مومنِ صالح کے ساتھ بُرا گمان ممنوع ہے، اسی طرح اُس کا کوئی کلام سن کر فاسِد معنیٰ مراد لینا باوجود یہ کہ اُس کے دوسرے صحیح معنیٰ موجود ہوں اور مسلمان کا حال اُن کے موافق ہو، یہ بھی گمانِ بد میں داخل ہے۔“[1]

دوسری آیت میں کافروں کا طرزِ عمل بیان کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٣٦ (پ ١١، یونس: ٣٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر بیشک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا بیشک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی وہ اپنے مسلمان بھائی کا کلام سنے تو جہاں تک ممکن ہو اس کو اچھے معنیٰ پر ہی محمول کرے جبکہ اُس میں اچھے معنیٰ پائے بھی جاتے ہوں، فقط اپنے سوچ کے مطابق بُرے معنی نکالنے سے بچے کہ بلاوجہِ شرعی بُرے معنی مراد لینے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

دنیا کی رنجشیں جلد ختم کرلینی چاہئیں:

مذکورہ حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دُنیوی رنجشیں بہت جلد دور کرلینی چاہئیں اور جس سے شکایت ہو اُس سے براہِ راست مل کر بات کرکے معاملے کو درست کرلینا چاہیے تاکہ آپس میں فساد اور باہمی تعلقات میں بگاڑ پیدا نہ ہو، احادیث میں باقاعدہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

1 ... خزائن العرفان، پ ٢٦، الحجرات، تحت الآیۃ ١٢۔

”باہمی عداوت سے بچو کیونکہ یہ مونڈ دینے (یعنی دین کو خراب وبرباد کرنے دینے) والی چیز ہے۔“[1]

حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور زکوٰۃ سے زیادہ ہے؟“ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”کیوں نہیں۔“ ارشاد فرمایا: ”آپس میں تعلقات کو خوشگوار رکھنا کیونکہ باہمی تعلقات کا بگاڑ مونڈ دینے والی چیز ہے۔“ دوسری روایت میں ہے: ”یہ مونڈ دینے والی چیز ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ وہ دِین کو مونڈ (یعنی خراب کر) دیتی ہے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیثِ پاک کو پڑھنے کے بعد اگر ہم اپنے آپ پر غور کریں تو یہ بات بالکل ظاہر ہوجائے گی کہ واقعی ہم میں سے کئی لوگ ایسے ہیں جو خوامخواہ اپنے دیگر مسلمان بھائیوں سے تعلقات خراب کیے ہوئے ہیں اور تعلقات کی خرابی کا باعث کوئی شرعی قباحت نہیں بلکہ عموماً کوئی نہ کوئی دُنیوی معاملہ ہوتا ہے، کاش ہم بھی مذکورہ اَحادیث پر عمل کرنے والے بن جائیں، اپنے مسلمان بھائیوں سے تعلقات توڑنے والے نہیں بلکہ جوڑنے والے بن جائیں، اُن کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو محسوس کرنے کے بجائے عفوودرگزر سے کام لینے والے بن جائیں، اپنے مسلمان بھائی کے کلام کو جہاں تک ممکن ہو اچھے معنی پر محمول کرنے والے بن جائیں، بدگمانی کے بجائے حسنِ ظن کو اپنالیں، اگر ہم اِن مدنی پھولوں پر عمل کرنے والے بن گئے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اِس کی برکت سے ایک بہترین اور پرامن معاشرہ قائم ہوگا۔

خواجہ ”غریب نواز“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اسلام وہ پیارا مذہب ہے جس میں غریبوں اور مسکینوں کو بہت اہمیت وفضیلت دی گئی ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا وخوشنودی مسکینوں، غریبوں

---

1 . . . ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ۔۔۔ الخ، باب منہ، ۴/ ۲۲۸، حدیث: ۲۵۱۶۔

2 . . . ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ۔۔۔ الخ، باب منہ، ۴/ ۲۲۸، حدیث: ۲۵۱۷۔

اور خاص طور پر مسکین صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ کی رضا و خوشنودی میں ہے اور اُن کی ناراضی اِن حضرات کی ناراضی میں ہے۔

(3) نیک لوگوں کو اذیت دینے اور ناراض کرنے والی باتوں سے بچنا چاہیے اور اُن کا احترام کرنا چاہیے۔

(4) اپنے مسلمان بھائی کے کلام کو جہاں تک ممکن ہو اچھے معنی پر محمول کرنا چاہیے، بلا وجہ شرعی اس کے کلام کو برے معنٰی پر محمول کرنا اور اس پر فساد برپا کرنا یا لڑائی جھگڑا کرنا مسلمان کی شان نہیں۔

(5) بدگمانی میں کوئی خیر نہیں، اپنے مسلمان بھائی اور اس کے کلام کے متعلق حسن ظن ہی رکھنا چاہیے۔

(6) دنیا کی رنجشیں دور کرنے میں جلدی کرنی چاہیے اور جس سے کوئی شکایت ہو اس سے براہِ راست مل کر اپنے معاملات کو شرعی طریقے کے مطابق حل کر لینا چاہیے۔

(7) باہمی تعلقات کا بگاڑ و باہمی دشمنی یہ دونوں دِین کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

(8) کسی دُنیوی معاملے کی وجہ سے آپس کے تعلقات کو خراب کرنا بے وقوفی ہے جبکہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو درگزر کرتے ہوئے آپس کے تعلقات کو بنائے رکھنا نہایت ہی سمجھداری کا کام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں غریبوں مسکینوں کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کی دل آزاری سے بچائے، ہمیں بدگمانی سے بچنے اور حسنِ ظن رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:262

یتیم کی کَفالت کرنے کا اجر

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِى الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں

1 . . . بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ٣/٤٩٧، حدیث: ٥٣٠٤۔

گے۔"پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی شہادت والی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور اُن کے درمیان کچھ کشادگی فرمائی۔

یتیم کسے کہتے ہیں؟

یتیم اس نابالغ بچے یا بچی کو کہتے ہیں جس کے والد کا انتقال ہو چکا ہو اور یہ بچے امیر ہوں یا غریب دونوں صورتوں میں یتیم ہی شمار ہوں گے۔ جیسا کہ فقہِ حنفی کی کتاب "تکملہ بحر الرائق" میں ہے: "یتیم وہ نابالغ ہے جس کا والد فوت ہو چکا ہو، خواہ وہ نابالغ مال دار ہو یا فقیر۔"[1]

یتیم کی کفالت کرنے والا کون ہے؟

یتیم کی کفالت کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے جیسا کہ علامہ بدر الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "یتیم کی کفالت کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے معاملات اور ضروریات کا انتظام کرتا ہے۔"[2]

انگلیوں کے درمیان کشادگی فرمانے کی حکمت:

علامہ بدرالدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اپنی مبارک انگلیوں میں کشادگی کرنے سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُمتیوں کے درجے میں فرق ہے۔"[3]

آخرت کا افضل ترین مرتبہ:

حضرت سَیِّدُنا علی بن خلف قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: "جو مسلمان اس حدیث پاک کو سنے اس پر لازم ہے کہ وہ یتیم کی کفالت کرنے پر راغب ہو، تاکہ اسے جنت میں تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور انبیاء و مرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رفاقت نصیب ہو اور رب تعالیٰ کے نزدیک

---

1 . . . تکملۃ البحر الرائق، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ للاقارب ولغیرھم، ۹/۲۹۳۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۱۴/۳۱۹، تحت الحدیث: ۵۳۰۴۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، ۹/۳۱۹، تحت الحدیث: ۵۳۰۴۔

آخرت میں انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رفاقت سے افضل کوئی مرتبہ نہیں۔"[1]

"جنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) یتیم کی کفالت کرنا ایک عظیم کام ہے اور اِس کی فضیلت اَحادیثِ مبارکہ میں بیان فرمائی گئی ہے، یتیم کی کفالت کرنے والے کو قیامت کے دن حضور سَیِّدُ الانبیاء، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک رَفاقت نصیب ہوگی۔

(2) قیامت کے دِن انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی رَفاقت نصیب ہونا بہت بڑی سعادت اور افضل ترین مرتبہ ہے جو یقیناً خوش نصیب لوگوں کو ہی ملے گا۔

(3) انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُمتیوں کے مَراتِب و دَرجات میں بہت فرق ہے لہٰذا رفاقت کی سعادت پانے والا اُن کا مرتبہ ہرگز نہ پائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یتیموں کی کفالت کرنے کی سعادت عطا فرمائے، ہمیں بھی کل بروزِ قیامت حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک رَفاقت نصیب فرمائے۔

اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیۡن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:263 رشتہ دار اور اَجنبی یتیم کی کَفالت کا ثواب

وَعَنْ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: كَافِلُ الۡيَتِيۡمِ لَهٗ اَوۡ لِغَيۡرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيۡنِ فِی الۡجَنَّةِ وَاَشَارَ الرَّاوِیۡ وَهُوَ مَالِكُ بۡنُ اَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالۡوُسۡطٰى.[2]

1 . . . شرح ابن بطال، کتاب الادب، باب فضل من یعول یتیما، ۹/۲۱۷۔

2 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الاحسان الی الارملۃ ـ ـ ـ الخ، ص ۱۵۹۲، حدیث: ۲۹۸۳۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے خاندان یا غیر کے یتیم بچے کو پالنے والا اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے۔“ یہ کہہ کر راوی حدیث حضرت امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

مشکل لفظ کا معنیٰ: ”اَلْیَتِیْمُ لَہٗ اَوْ لِغَیْرِہٖ معنیٰ یہ ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والا اُس کا قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی ہو۔ قریبی یہ ہے کہ جیسے یتیم کی والدہ یا دادا یا بھائی یا چچا وغیرہ۔

ہر یتیم کی کفالت باعِثِ اجر ہے:

حضرت سَیِّدُنا عبد المؤمن بن شرف دمیاطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی حدیث پاک کے اس حصے ” اپنے گھر یا غیر کے یتیم بچے“ کی وضاحت میں جو کلام لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیم خواہ کفالت کرنے والے کا رشتہ دار ہو جیسے ماں اپنے یتیم بچوں کی کفالت کرے یا دادا، دادی اپنے یتیم پوتوں کی کفالت کریں یا بھائی اپنے یتیم بھتیجوں کی کفالت کرے، یا وہ یتیم اجنبی ہو کہ کفالت کرنے والے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو تو بے شک ان دونوں میں سے کسی کی بھی کفالت کرنے والے کو تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قُرب کا یہ اجر عظیم حاصل ہو گا اور وہ آخرت میں اُس بڑے ثواب کو پائے گا اور رب تعالیٰ بے انتہا فضل والا ہے۔“[1]

یتیموں کی کفالت کا اجر و ثواب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قرآن و حدیث میں یتیم بچوں پر مال خرچ کرنے، اُن کی تعلیم و تربیت کرنے اور اُن کی پرورش کی ذمہ داری لینے، اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں، ترغیب کے لئے چند فضائل ملاحظہ ہوں۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ — ترجمۂ کنز الایمان: تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں

[1] . . . المتجر الرابح، ابواب البر والصلة، ثواب كفالة اليتيم والنفقة عليه، ص ۴۲۷۔

مِنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾ (پ۲، البقرہ: ۲۱۵)

تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

یتیم کی کفالت سے متعلق تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) ”جس نے دو مسلمانوں کے درمیان کسی یتیم کے کھانے اور پینے کی ذمہ داری لی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائے گا جبکہ وہ کوئی ناقابل معافی گناہ نہ کرے۔“[1]

(2) ”جس نے تین یتیموں کی پرورش کی، اسے رات کو قیام، دن میں روزہ اور صبح وشام راہِ خدا میں اپنی تلوار چلانے والے کا ثواب دیا جائے گا اور میں اور وہ جنت میں اس طرح بھائی بھائی ہوں گے جس طرح یہ دونوں ہیں۔“ یہ کہہ کر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی شہادت اور بیچ والی انگلی ملادی۔“[2]

(3) ”مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو۔“[3]

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں بھی یتیموں کی تعلیم وتربیت اور پرورش کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

”مجاھد“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) رشتہ دار اور غیر رشتہ دار، ہر طرح کے یتیم کی پرورش کرنا باعث اجر وثواب ہے۔

---

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الیتیم وکفالته، ۳۶۸/۳، حدیث: ۱۹۲۴۔

2 . . . ابن ماجه، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۱۹۴/۴، حدیث: ۳۶۸۰۔

3 . . . ابن ماجه، کتاب الادب، باب حق الیتیم، ۱۹۳/۴، حدیث: ۳۶۷۹۔

(2) ربّ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال سے باخبر ہے اور وہی ان کی جزا عطا فرمائے گا۔

(3) یتیم کی کفالت کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل کرم سے جنت میں ضرور جائے گا جبکہ اس نے کوئی ناقابلِ معافی گناہ نہ کیا ہو۔

(4) تین یتیموں کی پرورش کرنے والے کو رات بھر نماز ادا کرنے، دن میں روزہ رکھنے اور صبح وشام راہِ خدا میں اپنی تلوار چلانے والے مجاہد کا ثواب دیا جائے گا۔

(5) جس گھر میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو وہ بہترین گھر ہے اور جس میں بُرا سلوک کیا جاتا ہو وہ بدترین گھر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے وہ ہمیں بھی یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، اُن کی صحیح طرح سے کفالت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، کل بروزِ قیامت ہمیں بھی جنت میں داخلہ نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:264

مِسکین کون؟

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَتَعَفَّفُ. (1)

وَفِىْ رِوَايَةٍ فِى الصَّحِيْحَيْنِ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ. (2)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مسکین وہ نہیں جسے ایک دو کھجوریں اور ایک دو لقمے لوٹا دیں بلکہ مسکین تو وہ غریب شخص ہے جو سوال کرنے سے بچتا ہے۔“

---

(1) ...بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب لا یسألون الناس الحافا، ۳/۱۸۶، حدیث: ۴۵۳۹۔

(2) ...بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: لا یسألون الناس الحافا، ۱/۴۹۹، حدیث: ۱۴۷۹۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے: ”مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر لگاتا رہے اور وہ اسے ایک دو لقمے یا ایک دو چھوہارے دے کر لوٹا دیں بلکہ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اُسے بے نیاز کر دے اور اُسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اُس پر صدقہ کیا جائے اور نہ ہی وہ اِس لئے کھڑا ہوتا ہو کہ لوگوں سے سوال کرے۔“

کامل مسکین کی پہچان:

مذکورہ بالا دونوں اَحادیث میں کامل مسکین کی پہچان اور علامت بیان کی گئی ہے۔ پہلی حدیثِ پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ کامل مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے سوال کرے تو وہ اسے پیٹ میں ڈالنے کے لئے تھوڑی سی غذا اور ستر چھپانے کے لئے کچھ لباس دے دیں بلکہ کامل مسکین وہ غریب شخص ہے جو لوگوں سے سوال نہ کرے اور لوگ (اُس کے اَحوال سے) اُسے پہچانتے نہ ہوں تاکہ (اُس کی فقیرانہ حالت دیکھ کر) اُس پر صدقہ کریں۔[1]

دوسری حدیثِ پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ کامل مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس اِس لئے چکر لگائے تاکہ انہیں اپنے اوپر صدقہ کرنے کا کہے اور لوگ اسے لقمہ دو لقمہ یا ایک دو کھجور دے کر واپس لوٹا دیں بلکہ کامل مسکین وہ شخص ہے جو اپنے پاس ایسی چیز نہ پائے جس سے اُس کی حاجت پوری ہو اور نہ ہی اُس کا حال دیکھ کر اسے پہچان لیا جائے (کہ یہ مسکین ہے) تاکہ لوگ اس پر صدقہ کریں اور نہ ہی وہ لوگوں سے مانگنے کے لئے کھڑا ہو۔[2]

کس مسکین کو سوال کرنا حلال ہے؟

واضح رہے کہ جو شخص واقعی مسکین ہے اسے اپنی ذات کے لیے سوال کرنا جائز ہے لیکن اُس کے لئے بھی اَحسن اور اَولیٰ یہی ہے کہ سوال نہ کرے جیسا کہ مذکورہ حدیثِ پاک میں کامل مسکین کا حال بیان ہوا، البتہ جو بناوٹی مسکین ہیں انہیں سوال کرنا اور اُن کے سوال پر کچھ دے دینا جائز نہیں۔ صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب إذا رکع دون الصف، ۴/۵۰۹۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: لا یسألون الناس الحافا، ۳/۲۹۳، تحت الحدیث: ۱۴۷۹۔

خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اَوروں کو کھلائیں مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے؟ مصیبت جھیلے، بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے؟ ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ وعار خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لئے بے عزتی وبے غیرتی ہے، مایۂ عزت جانتے ہیں اور بہت ساروں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں، سود کا لین دین کرتے، زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے، واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں؟ حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو، اُسے جائز نہیں کہ اُن کو دے۔"[1]

صدقات کے عُمدہ مَصارِف:

مذکورہ حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقات کے بہترین اور عمدہ مَصرف ایسے مسکین لوگ ہیں جو حاجت مند ہونے کے باوجود اپنے حال سے مسکینی ظاہر نہیں ہونے دیتے اور ایسے سفید پوش ہیں کہ ضرورت مند ہوتے ہوئے بھی لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ قرآنِ مجید میں بھی ایسے لوگوں پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ صدقہ کرنے کی ترغیب دینے کے بعد اس کا (بہترین) مَصرف بیان کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ٘ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْۚ لَا یَسْــٴَـلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًاؕ (پ۳، البقرہ: ۲۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تُو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے۔

---

1 ...بہار شریعت، حصہ پنجم، ۱/ ۹۴۰۔

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 524 صفحات پر مشتمل کتاب "صراطُ الجنان فی تفسیر القرآن" جلد اول کے صفحہ 409 پر ہے: "انہی حضرات کی صف میں وہ مشائخ و علماء و طلبہ و مبلغین و خادمین دِین داخل ہیں جو دِینی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے کمانے کی فرصت نہیں پاتے۔ یہ لوگ اپنی عزت و وقار اور مُرَوَّت کی وجہ سے لوگوں سے سوال بھی نہیں کرپاتے اور اپنے فَقر کو چھپانے کی بھی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اِن کا گزارا بہت اچھا ہو رہا ہے لیکن حقیقتِ حال اِس کے برعکس ہوتی ہے۔ اگر کچھ غور سے دیکھا جائے تو اِن لوگوں کی زندگی کا مشقت سے بھرپور ہونا بہت سی علامات و قرائن سے معلوم ہو جائے گا۔ اِن کے مزاج میں تواضع اور اِنکساری ہو گی، چہرے پر ضعف کے آثار ہوں گے اور بھوک سے رنگ زرد ہوں گے۔

درس: ہمارے ہاں دِین کے اِس طرح کے خادموں کی کمی نہیں اور اِن کی غربت و محتاجی کے باوجود انہیں مالدار سمجھنے والے ناواقفوں اور جاہلوں کی بھی کمی نہیں۔ شاید ہمارے زمانے کا سب سے مظلوم طبقہ یہی ہوتا ہے، اِس چیز کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو عالِم اِس لئے نہیں بناتے کہ یہ کھائیں گے کہاں سے؟ جب اِس بات کا علم ہے تو یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ جو علماء و خادمینِ دِین موجود ہیں وہ کیسے گزارا کر رہے ہوں گے؟ اصحابِ صفہ کی حالت پر مذکورہ آیت مبارکہ کا نزول صرف کوئی تاریخی واقعہ بیان کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ ہمیں سمجھانے، نصیحت کرنے اور ترغیب دینے کے لئے ہے۔ علماء و مُبَلِّغین کی گھروں کی پریشانیاں ختم کر دیں پھر دیکھیں کہ دِین کا کام کیسی تیزی سے ہوتا ہے۔ سمجھنے کے لئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اِن دس نکات کو پڑھ لیں جن میں بار بار علماء کی مَعاشی حالت سُدھارنے کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: "مولانا! روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی اِنْ شَآءَ اللہُ الْعَزِیْز آسان ہو گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت سے اَفراد صرف تنخواہوں کے لالچ سے زہر اُگلتے پھرتے ہیں۔ ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے اب آپ کی سی کہے گا، یا کم از کم بہ لقمہ دوختہ بہ تو ہو گا۔ دیکھئے حدیث کا اِرشاد کیسا صادق ہے کہ: "آخر زمانہ میں دِین کا کام بھی درہم و دینار سے چلے

گا۔“[1] اور کیوں نہ صادِق ہو کہ صادِق و مَصدوق صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کلام ہے، عالَم ماکان و مایکون صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خبر ہے۔“[2]

”مسکین“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کامل مسکین وہ ہے جو حاجت مند ہونے کے باوجود سوال نہ کرے اور اُس کے اَحوال و آثار اُس کی مسکینی کا پتانہ دیں۔

(2) جو واقعی مسکین ہو اسے اپنی ذات کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔

(3) بناوٹی مسکین کو نہ تو سوال کرنا جائز ہے اور نہ ہی ایسے نام نہاد مساکین کو کچھ دینا جائز ہے۔

(4) ضرورت مند سفید پوش لوگ صدقات کے عمدہ اور بہترین مصرف ہیں اور ایسے حضرات پر صدقہ کرنا اور اُن کی ضروریات کو پورا کرنا بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے۔

(5) مالدار لوگوں کو چاہیے کہ وہ سفید پوش علماء و مبلغین اور خادمانِ دِین کی حاجات و ضروریات کا خیال رکھیں تاکہ وہ اپنی معاشی مصروفیات کے بجائے دِین کے کام میں مصروف رہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مساکین کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، حقیقی مساکین کو دینے کی توفیق عطا فرمائے، علمائے کرام، طلبہ کرام، عِلمِ دِین پھیلانے والے مبلغین کی اپنی جائز اور حلال روزی میں سے عاجزی کے ساتھ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... معجم کبیر، ۲۰/ ۲۷۹، حدیث: ۶۶۰۔

2 ... فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۶۰۰۔

حدیث نمبر:265

راہِ خُدا کے مجاہد کی مثل ثواب

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَاَحْسَبُهُ قَالَ: وَکَالْقَائِمِ الَّذِیْ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ الَّذِیْ لَا یُفْطِرُ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بنا شوہر والی عورت اور مسکینوں (کی امداد) کے لئے کوشش کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔“ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”وہ اُس شب بیدار کی طرح ہے جو تھکتا نہیں اور اُس روزہ دار کی طرح ہے جو روزہ نہ چھوڑے۔“

”اَلسَّاعِی“ اور ”اَلْاَرْمَلَة“ کے معنیٰ:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللہِ الْقَوِی مسلم شریف کی شرح میں فرماتے ہیں: ”ساعی سے مراد وہ شخص ہے جو اَرمَلہ اور مسکین کے لئے کوشش اور ان کی امداد کرنے کے لئے کام کرے اور اَرمَلہ سے مراد وہ عورت ہے جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ کنواری ہو، طلاق یافتہ ہو یا بیوہ ہو گئی ہو۔“[2]

جہاد کرنے والے غازی کی طرح ثواب:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”اَرمَلہ عورت اور مسکین و فقیر کی ضروریات کا انتظام کرنے، اُن کا حال سنوارنے اور اُن پر مال خرچ کرنے کی کوشش کرنے والے کا ثواب راہِ خدا میں جہاد کرنے والے غازی کے ثواب کی طرح ہے یا جس قسم کا اور جتنا ثواب اُس محنتی عبادت گزار کو ملتا ہے جو (ممنوع ایام کے علاوہ) ہمیشہ روزہ رکھتا اور ساری ساری رات نوافل پڑھتا ہو اس قسم کا اور اتنا ثواب اس خدمت کرنے والے کو ملتا ہے۔“[3]

---

1 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الاحسان الی الارملة والمسکین والیتیم، ص ۱۵۹۲، حدیث: ۲۹۸۲۔

2 . . . شرح مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الاحسان۔۔۔الخ، ۱۸/ ۱۱۲ ملخصاً۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۸/ ۶۸۳۔

بغیر خسارے والی تجارت:

حضرت سَیِّدُنا علی بن خلف قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو شخص راہِ خدا میں جہاد کرنے، ساری رات نوافل پڑھنے اور ہمیشہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو اُسے اِس حدیثِ پاک پر عمل کرتے ہوئے بنا شوہر والی عورت اور مسکین کے (اخراجات اور ضروریات پوری کرنے کے) لئے کوشش کرنی چاہیے تاکہ قیامت کے دِن اُس کا حشر روزہ داروں اور عبادت گزاروں کے گروہ میں ہو اور دن میں کھاتے، رات میں سوتے رہنے کے باوجود اُن کا درجہ پالے اور (عمومی طور پر) ہر مومن کو چاہیے کہ خسارے سے خالی اِس تجارت پر حریص ہو جائے اور رضائے الٰہی کی خاطر بنا شوہر والی عورت اور مسکین کے لئے کوشش کر کے کسی قسم کی تھکاوٹ اور مشقت اٹھائے بغیر روزے داروں اور عبادت گزاروں کا درجہ پا کر اپنی تجارت کا نفع حاصل کر لے اور یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا کر دے۔“[1]

ایک اہم مدنی پھول:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ بنا شوہر والی عورت اگر غیر محرم ہو تو اُس کے اَخراجات اور ضروریات کا انتظام کرنے والے کو پردہ کرنا ضروری ہے، اسی طرح بلا اجازتِ شرعی تنہائی سے بھی بچنا ہو گا۔ اِس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ایسا شخص اپنے گھر کی کسی محرم عورت کے ذریعے اس عورت کی مدد کرے، نیز اس بات کا بھی خیال رکھنا ہو گا کہ اس طرح کرنے سے کسی بھی قسم کے فتنے کا اندیشہ نہ ہو، بصورت دیگر اُس پر لازم ہے کہ وہ اُس مستحب کام کو چھوڑ دے، ایسا نہ ہو کہ مستحب کام کرنے کی وجہ سے حرام کام میں جا پڑے اور ثواب کے بجائے عذابِ جہنم کا حق دار ہو جائے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

”رحمٰن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

[1] ... شرح ابن بطال، کتاب الادب، باب الساعی علی الارملة والمسکین، ۹/ ۲۱۸

(1) اِسلام اپنے ماننے والوں کو غرباء ومساکین اور نادار لوگوں کی مدد کرنے کا درس دیتا ہے۔

(2) بنا شوہر والی عورت اور مسکین کی ضروریات کا انتظام کرنے والے کا ثواب مجاہد اور عبادت گزار آدمی کے ثواب جیسا ہے۔

(3) کمزور وناتواں لوگوں کی مدد کرنا آخرت کی ایسی تجارت ہے جس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

(4) مستحب پر عمل کرتے ہوئے حرام میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو اُس مستحب پر عمل کرنا منع ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں غُرَباء ومَسَاکین اور نادار لوگوں کی مدد کرنے اور اُس پر ملنے والے عظیم اجر وثواب کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں فرائض وواجبات کی ادائیگی کرنے اور حرام کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:266

ولیمے کا بدترین کھانا

وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیمَۃِ یُمْنَعُھَا مَنْ یَاْتِیھَا وَیُدْعَی اِلَیْھَا مَنْ یَاْبَاھَا وَمَنْ لَمْ یُجِبِ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہُ۔ [1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مِنْ قَوْلِہٖ: بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِیمَۃِ یُدْعٰی اِلَیْھَا الْاَغْنِیَاءُ وَیُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ۔ [2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''بدترین کھانا اُس ولیمے کا کھانا ہے جس میں (شرکت کرنے سے) اُسے روک دیا جائے جو آنا چاہتا ہے اور اُسے بلالیا جائے جو نہیں آنا چاہتا اور جس نے (کسی سبب اور عذر کے بغیر) دعوت کو قبول نہیں کیا تو اُس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔''

---

1 . . . مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعي الی دعوۃ، ص ٧٥٠، حدیث: ١٤٣٢۔

2 . . . بخاری، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ۔۔۔الخ، ٣/٤٥٥، حدیث: ٥١٧٧۔

مسلم، کتاب النکاح، باب الأمر بإجابۃ الداعي إلی دعوۃ، ص ٧٤٩، حدیث: ١٤٣٢۔

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بُرا کھانا اُس ولیمے کا کھانا ہے جس کے لیے مالداروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جائے۔''

ولیمے کا کھانا بُرا ہونے کی وجہ:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ''دورِ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ (ناموری، ریاکاری اور لالچ کی وجہ سے ولیمے وغیرہ کی) دعوت میں امیروں کا لحاظ رکھتے، دعوت کو اُنہی کے ساتھ خاص کرتے، دعوت میں شرکت کے لئے انہیں ہی ترجیح دیتے، صرف اُن کے لئے اچھے کھانے تیار کرتے، انہیں بلند جگہوں پر بٹھاتے اور آگے آگے رکھتے تھے۔ اِن وجوہات کی بنا پر ایسے ولیمے کے کھانے کو بدتر اور بُرا فرمایا گیا (کیونکہ اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا مقصود نہیں) ورنہ فی نفسہ کھانا بُرا نہیں۔''[1]

غریبوں کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے:

یاد رہے کہ اگر دعوت میں امیروں اور غریبوں دونوں کو بلایا جائے اور میزبان دونوں کو جدا جدا بٹھائے اور علیحدہ علیحدہ کھانا دے تو اِس میں کوئی حرج نہیں اور یہ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے طرزِ عمل سے ثابت ہے جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے اپنی دعوت میں مالداروں اور فقیروں کو بلایا تو قریش کے لوگوں کے ساتھ مساکین بھی آئے اور آپ نے (ایک مناسب جگہ کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے) مساکین سے فرمایا: ''تم یہاں بیٹھو تاکہ تمہارا امیروں کے ساتھ بیٹھنا انہیں اپنی شان کے خلاف نہ لگے اور بے شک ہم تمہیں بھی وہی کھانا کھلائیں گے جو اُنہیں کھانے کو دیں گے۔''[2]

البتہ غریبوں کے ساتھ یہ سلوک کرنا کہ انہیں دعوت میں بلا کر ایسی جگہ بٹھایا جائے جہاں بیٹھنے کی صورت میں عزت دار آدمی اپنی تذلیل سمجھے اور انہیں ذلت وخواری کے ساتھ کھانا کھلایا جائے تو ایسا کرنا بہت ہی برا ہے، غریب مسلمان بھی ہمارے دِینی بھائی ہیں اور انہیں بھی بہتر جگہ بٹھانا اور عزت و تکریم سے

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمۃ، ۶/۳۷۱، تحت الحدیث: ۳۲۱۸۔

2 . . . شرح ابن بطال، کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، ۷/۲۸۹۔

ویسے کھانا وغیرہ کھلانا چاہیے جیسے ہم اپنے مالدار بھائیوں کو کھلاتے ہیں۔

دعوت قبول کرنے کا شرعی حکم:

بعض علماء کے نزدیک دعوت قبول کرنا واجب یا فرض ہے جبکہ جمہور کے نزدیک دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور اَحادیث میں اِسی مستحب عمل کی تاکید بیان کی گئی ہے۔[1]

صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ولیمہ میں جس شخص کو بلایا جائے اُس کو جانا سنت ہے یا واجب۔ علما کے دونوں قول ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِجابت (یعنی ویسے کی دعوت میں جانا) سنت مؤکدہ ہے۔ ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں میں بھی جانا افضل ہے۔“

مزید فرماتے ہیں: ”دعوتِ ولیمہ کا یہ حکم جو بیان کیا گیا ہے، اُس وقت ہے کہ دعوت کرنے والوں کا مقصود ادائے سنت ہو اور اگر مقصود تفاخر ہو یا یہ کہ میری واہ واہ ہوگی جیسا کہ اِس زمانہ میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے، تو ایسی دعوتوں میں نہ شریک ہونا بہتر ہے خصوصاً اہلِ علم کو ایسی جگہ نہ جانا چاہیے۔“[2]

”ولیمہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دعوتِ ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت، ہر ایک میں نام و نمود اور دِکھاوے سے بچنا چاہیے اور فقط رِضائے اِلٰہی کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔

(2) اپنی دعوتوں کو فقط امیروں یا مالدار لوگوں کے ساتھ ہی خاص نہیں رکھنا چاہیے بلکہ غریبوں اور فقراء حضرات کو بھی اپنی دعوتوں میں بلانا چاہیے۔

(3) دعوت میں فقط مالداروں کو عزت اور غریبوں کی تذلیل و توہین نہ کی جائے بلکہ امیر ہو یا غریب سب کے ساتھ عزت و تکریم والا سلوک کرنا چاہیے۔

---

1 ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمہ، ۶ / ۳۷۲، تحت الحدیث: ۳۲۱۸۔

2 ...بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ۳ / ۳۹۱، ۳۹۲۔

(4) اگر ضرورتاً مالداروں اور غریبوں کو علیحدہ علیحدہ جگہوں پر بٹھا کر ایک ہی کھانا وغیرہ کھلایا جائے تاکہ مالداروں کو اُلجھن نہ ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(5) سنت ادا کرنے کی نیت سے کی جانے والی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کرنا سنت مؤکدہ ہے جبکہ فخر و بڑائی کے اِظہار والی دعوت میں شرکت نہ ہی کرنا بہتر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے مالدار اور غریب بھائیوں دونوں کے ساتھ ایک سا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جس طرح ہم مالدار بھائیوں کی عزت و تکریم کرتے ہیں ویسے ہی اپنے غریب مسلمان بھائیوں کی بھی عزت و تکریم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جس طرح ہم اپنے مالدار بھائیوں کی کھانے وغیرہ کے حوالے سے خیر خواہی کرتے ہیں ویسے ہی اپنے غریب مسلمان بھائیوں کی بھی خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 267

دو بیٹیوں کی پرورش کرنے کی جزا

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنَا وَھُوَ کَھَاتَیْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو میں اور وہ شخص قیامت کے دن اِس طرح آئیں گے۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

بیٹیوں کی پرورش کے فضائل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ دو بیٹیوں کی پرورش کرنے والے کو قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اتنا قُرب نصیب ہو گا جیسے دو انگلیاں ایک دوسرے کے

---

1 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل الاحسان إلی البنات، ص ١٤١٥، حدیث: ٢٦٣١۔

قریب ہوتی ہیں۔ بیٹیوں کی پرورش سے متعلق دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے:

(1) ”جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، اُنہیں ادب سکھایا، اُن کی شادی کروائی اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کیا تو اُس کے لئے جنت ہے۔“[1]

(2) ”جو تین بیٹیوں یا اُن کی مثل (یعنی تین) بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے اور اُن پر مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں (اِس سے) بے نیاز کردے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے جنت واجب کردے گا۔“ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اور دو کی۔“ (یعنی دو کی پرورش کرنے والے کے لئے بھی یہی اجر ہے؟) ارشاد فرمایا: ”دو کی پرورش کرنے پر بھی یہی اجر ہے۔“ (راوی کہتے ہیں:) حتی کہ اگر لوگ یوں کہتے: ”یا ایک کی؟“ تو بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہی ارشاد فرماتے کہ: ”ایک کی پرورش پر بھی یہی اجر ہے۔“[2]

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) دو بیٹیوں کی پرورش کرنے والے کو بھی قیامت کے دن محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا انتہائی قرب نصیب ہوگا۔

(2) بیٹیوں اور بہنوں کی پرورش کرنا، انہیں ادب سکھانا، ان پر مہربانی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا جنت پانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(3) تین بیٹیوں اور اور بہنوں کی پرورش پر ہی یہ اجر ملنا موقوف نہیں بلکہ دو یا ایک کی پرورش کرنے پر بھی یہی اجر مل سکتا ہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتیما، ۴/۴۳۵، حدیث ۵۱۴۷۔

2 . . . شرح السنة، کتاب الادب، باب ثواب کافل الیتیم، ۶/۴۵۲، حدیث: ۳۳۵۱۔

حدیث نمبر:268

جہنم کی آگ سے آڑ

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ اِمْرَاَةٌ وَمَعَهَا اِبْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ. [1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، اس نے کچھ مانگا تو میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے اُسے وہی دے دی تو اُس نے اُسے اپنی بیٹیوں میں بانٹ دیا اور خود اُس میں سے کچھ نہ کھایا، پھر کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ بعد ازاں حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ کو اِس واقعے کی خبر دی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جسے اِن بیٹیوں کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیا جائے، پھر وہ اُن سے اچھا سلوک کرے تو وہ اُس کے لیے جہنم کی آگ سے آڑ ہو جائیں گی۔“

محتاج کا سوال کرنا جائز ہے:

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ محتاج کا سوال کرنا جائز ہے۔ یاد رہے کہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں بندے کا اپنی ذات کے لئے سوال کرنا جائز ہے اور حدیث پاک میں جس خاتون کا واقعہ بیان کیا گیا یہ بھی کسی ایسی ہی مجبوری میں گرفتار ہوں گی جس کی وجہ سے انہیں شرعی طور پر سوال کرنے کی رخصت تھی لہٰذا ان کا سوال کرنا درست تھا جیسا کہ **مُفَسِّرِ شَہیر، مُحَدِّثِ کبیر** حکیمُ الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”بعض مجبوریوں میں مانگنا جائز ہے، یہ بی بی صاحبہ انہیں مجبوریوں میں پھنسی ہوں گی اس لیے اسے سوال درست تھا۔“[2]

---

1. ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار...الخ، ١/ ٤٧٨، حدیث: ١٤١٨۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٤٥۔

صدقہ کریں خواہ قلیل ہو یا کثیر:

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے پاس ایک کھجور موجود تھی آپ نے وہ ہی صدقہ کر دی۔ فتح الباری میں ہے: ''اِس سے ثابت ہوا کہ تھوڑی چیز ہونے کی صورت میں صدقہ دینے سے رُک نہیں جانا چاہیے بلکہ صدقہ دینے والے کو چاہیے کہ جو چیز میسر ہو اسے صدقہ کر دے خواہ وہ تھوڑی ہو یا زیادہ۔''(1)

یاد رہے کہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں صدقے کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ مؤمن کا اِخلاص دیکھا جاتا ہے اور جو مؤمن اِخلاص کے ساتھ کم یا زیادہ جتنا بھی صدقہ کرتا ہے رب تعالیٰ اُسے مزید بڑھاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۶۵﴾ (پ۳، البقرہ: ۲۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ (رتیلی زمین) پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دونے میوے لایا پھر اگر زور کا مینھ اُسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر کوئی مسلمان راہِ خدا میں زیادہ مال خرچ کرتا ہے تو اس پر ریاکاری کا الزام نہ لگایا جائے اور جو مسلمان تھوڑا سا مال صدقہ و خیرات کرے تو اِس پر اُسے بھی ملامت نہ کی جائے کہ یہ انتہائی مذموم اَفعال ہیں اور اِن پر بڑی سخت وعید ہے، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں اور ان کو جو نہیں پاتے مگر اپنی محنت سے تو ان سے ہنستے ہیں اللہ ان کی ہنسی کی

1 . . . فتح الباری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وقبلتہ ومعانقتہ، ۱۱/ ۳۶۳۔

مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾ (پ۱۰، التوبہ: ۷۹)

سزا دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نیکی کا اظہار کرنا جائز ہے:

اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ واقعہ حضور نبی رحمت، شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے بیان کیا، اِس سے معلوم ہوا کہ نیکی کا اِظہار کرنا جائز ہے جبکہ فخر و تکبر، ریاکاری اور اِحسان جتانے کے طور پر نہ ہو۔ صدقہ دے کر اِحسان نہ جتانا باعث اَجر ہے چنانچہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو اپنے مال **اللّٰہ** کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دیے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں ان کا نیگ ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

صدقہ دے کر اِحسان جتانا صدقے کا ثواب باطل کر دیتا ہے، چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶۴﴾ (پ۳، البقرہ: ۲۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور **اللّٰہ** اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور **اللّٰہ** کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

حُبِّ مَدْح سے اپنے آپ کو بچائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر دیکھا جائے تو ہمارے معاشرے میں صدقہ دے کر جتانے کی بیماری بہت عام ہے، دوبارہ صدقہ دیتے ہوئے پہلے صدقے کو یاد کروایا جاتا ہے کہ پچھلی دفعہ بھی میں نے اتنی رقم صدقہ کی تھی بلکہ بعض بے وقوف لوگ تو جسے صدقہ دیتے ہیں دوبارہ اس کا احتساب وغیرہ بھی جاری رکھتے ہیں اور اس سے پوچھ گچھ کرتے رہتے ہیں کہ میرے دی ہوئی رقم کو کہاں خرچ کر رہے ہو؟ وغیرہ وغیرہ یقیناً بلاوجہ شرعی صدقہ دے کر جتانا **حُبِّ مَدْح** جیسی موذی بیماری کی طرف اشارہ کرتا ہے، اپنے کسی کام پر لوگوں کی طرف سے کی جانے والی تعریف کو پسند کرنا یا یہ خواہش کرنا کہ فلاں کام پر لوگ میری تعریف کریں، یہ حب مدح کہلاتا ہے۔ حب مدح صدقہ تو کیا تمام نیکیوں کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے، ہمارے بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن اس باطنی بیماری سے ہر دم خبردار رہا کرتے تھے اور کسی بھی طرح اسے اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے، ہمیں بھی چاہیے کہ فقط **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے صدقہ وخیرات کریں اور حب مدح سے بچتے ہوئے اخلاص کے ساتھ نیک اَعمال کریں۔ حب مدح جیسی موذی بیماری کے اسباب وعلاج اور دیگر تفصیل کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ٣٥٢ صفحات پر مشتمل کتاب ”**باطنی بیماریوں کی معلومات**“ کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بیٹیوں کے ذریعے بھی آزمائش ہوتی ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگرچہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں مطلق اولاد کو بھی آزمائش فرمایا گیا ہے لیکن مذکورہ حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بندے کو بسا اوقات فقط بیٹیوں کے ذریعے بھی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، لہٰذا جسے اولاد میں صرف بیٹیاں ہی عطا ہوں یا بیٹیوں کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گھبرانا یا بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے رب تعالیٰ کی آزمائش سمجھتے ہوئے اس پر صبر وشکر سے کام لینا چاہیے کہ بے صبری اجر کے ضائع ہونے اور صبر وشکر اجر کے حاصل ہونے کا سبب ہے۔ بیٹیوں جیسی آزمائش پر صبر کرنے کے فضائل پر دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”جس کے پاس تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے وجود پر صبر کرے، انہیں کھلائے پلائے اور اپنی طاقت کے مطابق لباس پہنائے

تو قیامت کے دن وہ تینوں اس کے لئے جہنم سے حجاب بن جائیں گی۔"[1] (2) "کیا میں تمہیں سب سے بہتر صدقہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (سنو! وہ یہ ہے کہ) تمہاری جو بیٹی (طلاق یا بیوہ ہونے کے بعد) تمہارے پاس واپس آ گئی تو اس کے ساتھ بھلائی کرو کیونکہ اب اس کے لئے تمہارے سوا کمانے والا کوئی نہیں۔"[2]

جہنم سے نجات کا ذریعہ ہونے کی صورت:

حدیثِ پاک کے آخر میں فرمایا گیا کہ بیٹیاں جہنم کی آگ سے آڑ ہوں گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوں گی اور اس کی صورت یہ ہو گی کہ وہ جہنم میں جائے گا ہی نہیں یا اگر گیا تو وہاں جہنم کی آگ اس تک نہ پہنچ سکے گی کہ یہ بیٹیاں پردہ بن کر اسے محفوظ رکھیں گی۔ البتہ یاد رہے کہ اس میں شرط یہ ہی ہے کہ اُن سے گھبرائے نہیں اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

بیٹیوں سے متعلق دو اہم مدنی پھول:

(1) **میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!** یاد رکھیں کہ اولاد عطا فرمانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضہ واختیار میں ہے وہ جسے چاہے فقط بیٹے یا بیٹی جیسی نعمت ورحمت سے نوازے اور جسے چاہے بیٹا اور بیٹی دونوں سے نواز دے کیونکہ وہ مالک حقیقی ہے وہ جسے چاہے جو چاہے عطا فرمادے، اس بندے کے حق میں وہی بہتر ہے، کسی کو اُس کی عطا پر اِعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ ہمارا خالق مالک، پیارا رب عَزَّوَجَلَّ پارہ ۲۵، سورۂ شوریٰ، آیت ۴۹ اور ۵۰ میں ارشاد فرماتا ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًاۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًاؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے بیشک وہ علم و قدرت والا ہے۔

---

1 . . . ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالد والإحسان إلى البنات، ۴/۱۸۹، حدیث: ۳۶۶۹۔

2 . . . ابن ماجه، کتاب الادب، باب بر الوالد والإحسان إلى البنات، ۴/۱۸۸، حدیث: ۳۶۶۷۔

(2) بیٹی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بہت ہی پیاری نعمت اور رحمت ہے، ربّ تعالیٰ کی نعمت ورحمت پر غمگین ہونا یا اُسے اپنے لیے باعثِ عار سمجھنا یقیناً کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو کفار کا طریقہ ہے، چنانچہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ۚ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۱۴، النحل: ۵۸، ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ان میں کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب کیا اسے ذلّت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبادے گا ارے بہت ہی بُرا حکم لگاتے ہیں۔

بہت **بدنصیب** ہیں وہ لوگ جو بیٹی پیدا ہونے پر اپنی بیویوں پر طعن وتشنیع کرتے، بات بات پر مار پیٹ اور طرح طرح کے ظلم وستم کرتے ہیں، اُن کو اذیتیں دیتے ہیں، اُن سے بیزاری کا اِظہار کرتے ہیں، بیٹی پیدا ہونے پر رنج وغم کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کوئی مبارکباد دے تو خوشی سے مبارک قبول کرنے کے بجائے جھینپ جاتے ہیں، شرم وعار سے چھپتے پھرتے ہیں، یقیناً ایسے لوگ حقوق العباد کی تلفی کے سبب ناجائز وحرام اور گناہوں بھرے اُمور میں مبتلا ہیں، عموماً ایسے لوگ قرآن وحدیث کے علم سے جاہل ہوتے ہیں۔ افسوس! دِینِ اِسلام نے عورت کو ظلم کی جس چکی سے نکالا، ہمارے معاشرے میں آج اسی چکی میں اسے دوبارہ پیسنے کی کوشش کی جارہی ہے، دِینِ اِسلام نے لوگوں کو جہالت کی جس وادی سے نکالا آج پھر اُنہیں اُسی وادی میں دھکیلا جارہا ہے۔ بہت **خوش نصیب** ہیں وہ لوگ جو بیٹیاں پیدا ہونے پر بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتے ہیں، بیٹوں کی طرح خوشی کا اظہار کرتے ہیں، بیٹیوں کو زحمت نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی رحمت سمجھتے ہیں، اُن کی اچھے طریقے سے دینی تربیت کرتے ہیں، یقیناً دنیا وآخرت کی بھلائیاں ایسے لوگوں کا مقدر ہوتی ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے، بیٹیوں کی عزت وعظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اَحکامِ شرعیّہ کو سمجھ کر اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

”راہ نجات“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) بلاحاجتِ شرعی اپنی ذات کے لیے سوال کرنا منع ہے البتہ حاجت ہو تو جائز ہے۔

(2) اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائِشہ صِدِّیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا صدقہ دینے پر بہت حریص تھیں کہ آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس ایک ہی کھجور تھی، آپ نے اُسے بھی صدقہ کر دیا۔

(3) صدقہ دینے کے لیے مال کا زیادہ ہونا ضروری نہیں بلکہ تھوڑے مال سے بھی صدقہ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ بارگاہِ الٰہی میں صدقہ کی مقدار نہیں بلکہ بندے کا اِخلاص دیکھا جاتا ہے۔

(4) تکبر، ریاکاری اور اِحسان جتانے کا اندیشہ نہ ہو تو نیکی کا اِظہار کرنا جائز ہے۔

(5) بیٹیوں پر خرچ کرنا، اُن کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرنا بہت بڑی نیکی اور افضل عمل ہے اور یہ عمل جہنم سے نجات کا بھی سبب ہے۔

(6) اولاد عطا کرنا رب تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہے وہ جسے چاہے بیٹا عطا کرے اور جسے چاہے بیٹی۔

(7) بیٹی کی پیدائش پر شرم وعار محسوس کرنا کفار ومشرکین کا طریقہ ہے مسلمانوں کا نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بیٹیوں کی عزت وعظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بیٹیوں کی پیدائش پر غم نہیں بلکہ خوشی کا اِظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:269

نارِ جہنم سے آزادی کا ذریعہ

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْنِي مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَاَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَاَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ اِلٰى فِيْهَا تَمْرَةً لِتَاْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِيْ كَانَتْ تُرِيْدُ اَنْ تَاْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَاَعْجَبَنِيْ شَاْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِيْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ

اللہ قَدْ اَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ اَوْ اَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے آئی تو میں نے اسے کھانے کے لئے تین کھجوریں دیں، اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور خود کھانے کے لئے ابھی اپنے منہ تک لائی تھی کہ اسے بھی دونوں بیٹیوں نے مانگ لیا، اس عورت نے وہ کھجور بھی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی جسے خود کھانے کا ارادہ کیا تھا۔ مجھے اس کے معاملے پر بڑا تعجب ہوا، پھر میں نے اس کا یہ عمل رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے لئے اس عمل کی برکت سے جنت کو واجب کر دیا۔'' یا (یہ ارشاد فرمایا:) ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے اِس عمل کی بنا پر جہنم سے آزاد کر دیا۔''

دونوں اَحادیث میں مُطابَقت:

اِس حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہے کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اس عورت کو تین کھجوریں دیں جبکہ اِس سے پہلی والی حدیث میں یہ تھا کہ ایک کھجور دی۔ علامہ بدرُ الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے اِن دونوں میں یوں مطابقت بیان فرمائی ہے: ''ممکن ہے کہ دونوں احادیث میں بیان کیا گیا واقعہ ایک ہی ہو اور پہلے اُمُّ المومنین سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس ایک کھجور تھی جو آپ نے اس خاتون کو دے دی اور بعد میں مزید دو کھجوریں آگئیں تو وہ بھی اسے دے دیں اس لئے یہ احادیث ایک دوسرے کے خلاف نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں احادیث میں جدا جدا واقعات بیان کیے گئے ہوں۔''[2]

ماں کی اولاد پر شفقت و رحمت:

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ ماں اپنی اولاد پر بڑی شفیق اور مہربان ہوتی ہے، انہیں تکلیف میں دیکھ کر تڑپ جاتی اور ان کی تکلیف دور کرنے کی کوشش میں لگ جاتی ہے، خود تکلیف برداشت کر کے بچوں کو راحت دیتی اور اپنی بھوک کو بھول کر بچوں کی بھوک مٹانے کو ترجیح دیتی ہے۔ اولاد اگرچہ ساری زندگی ماں

---

1 . . . مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلى البنات، ص ۱۴۱۵، حدیث: ۲۶۳۰۔

2 . . . عمدة القاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، ۱۵ / ۱۶۴۔

کو ستاتی رہے، دکھ درد اور اذیتیں پہنچاتی رہے لیکن ماں انہیں تکلیف میں دیکھ کر سب بھول جاتی ہے۔

مدنی گلدستہ

"والدہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا مساکین کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں اور اُن پر صدقہ وخیرات بھی کیا کرتی تھیں۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ماں کے دل میں اپنی اولاد کے لئے بہت شفقت ومحبت رکھی ہے۔

(3) ماں خود تکلیف اور پریشانی برداشت کرکے اولاد کو راحت وسکون پہنچاتی ہے۔

(4) ماں کو ستانا اور اسے تکلیف دینا نزع کے وقت کلمہ پڑھنے میں رُکاوٹ بن سکتا ہے۔

(5) اولاد کی تکلیف دیکھ کر ماں اُن کی طرف سے پہنچنے والی اذیتیں فراموش کر دیتی اور اُن کے سکھ چین کی کوشش کرتی ہے، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ماں کی عزت وعظمت کو سمجھیں اور اُن کے حقوق کو اچھی طرح ادا کریں، انہیں تکلیف دینے کے بجائے راحت کا سامان مہیا کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ماں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ان کی نافرمانی سے محفوظ رکھے، ان کے تمام حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:270

یتیم اور عورت کا حق ضائع نہ کیا جائے

وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ الْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَۃِ.[1]

---

[1] . . . سنن کبری للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، ابواب حقوق الزوج، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ۵/۳۶۳، حدیث: ۹۱۴۹۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (بارگاہِ الٰہی) میں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں دو کمزور انسانوں یتیم اور عورت کا حق (ضائع کرنا خاص طور پر) حرام قرار دیتا ہوں۔''

مشکل لفظ کا معنٰی: اُحَرِّجُ: اس کا معنی یہ ہے کہ میں اس شخص کے ساتھ حرج وگناہ لاحق کرتا (یعنی اسے گناہگار قرار دیتا) ہوں جو یتیم اور عورت کا حق ضائع کرے اور اس چیز سے واضح طور پر ڈراتا ہوں اور بڑی شدت سے اس کے بارے میں زجر وتوبیخ کرتا ہوں۔

دو اہم مسائل کی وضاحت:

مذکورہ بالا حدیث سے اِجمالی طور پر دو اہم مسئلے معلوم ہوئے: (1) اِسلام وہ پیارا دِین ہے جس میں کمزور انسانوں کے حقوق کو ضائع کرنے کی نہیں بلکہ اُن کے حقوق کے تحفظ کی ترغیب دلائی جاتی ہے، اِسلام میں کسی بھی کمزور شخص خصوصاً یتیم اور عورت پر بلاوجہ شرعی سختی کرنے یا اُس کی حق تلفی کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ (2) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی بھی چیز کے حلال یا حرام فرمانے کا اختیار عطا فرمایا ہے، آپ اپنی اُمَّت میں سے جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جو چاہیں حرام فرمادیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کسی چیز کو حرام یا حلال فرمانا دراصل رب تعالٰی کا ہی حلال وحرام فرمانا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حلال پر عمل کرنے اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بچوں اور عورتوں کے حقوق کا محافظ دِین:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دِین اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے دنیا کی مختلف تہذیبوں اور خاص طور پر عرب کے معاشرے میں یتیم بچوں اور عورتوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا، وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اور مختلف کتب میں زمانہ جاہلیت کے ظلم وستم کے ایسے ایسے واقعات بھی مذکور ہیں جنہیں پڑھ کر پتھر دل انسان کی آنکھوں سے بھی اَشک رَواں ہو جائیں، ہر طرف وَحشت وبربریت کا دور دورہ تھا، انصاف نام کی چیز سے لوگ قطعاً واقف نہ تھے، گھر کی خواتین کو ظلم وستم کے لیے تختۂ مشق بنانا ان کی عادات

میں شامل تھا، بیٹیوں پر تو ظلم کی انتہاء کر دی گئی کہ انہیں زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، اپنوں اور بیگانوں کی بد ترین ستم ظریفی کا شکار یہ طبقہ بڑی شدت سے کسی مسیحا کا انتظار کرنے والوں کی اَوّلین صف میں شامل تھا اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے دیگر افراد کی طرح یہ طبقہ بھی کسی جانفزا صبح کا سورج طلوع ہونے کی راہ دیکھ رہا تھا، پھر خالقِ کائنات، ربّ العالَمین، **اَرْحَمُ الرّٰاحِمِیْن** جَلَّ جَلَالُہٗ نے اس سسکتی ہوئی انسانیت پر اپنا فضل وکرم فرمایا اور آسمانِ ہدایت کا وہ سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ طلوع ہو گیا جس کی راہیں تکتے تکتے مظلوموں کی آنکھیں تھک چکی تھیں۔ چنانچہ **شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری ہوگئی، آپ کا لایا ہوا مُقَدَّس دِین اسلام تھا، اس کی تعلیمات اور اَحکامات نے مظلوموں کی ایسی داد رسی فرمائی کہ ہر طرف عدل وانصاف کا دَور دَورہ ہو گیا، دِینِ اِسلام نے معاشرے کے کمزور ترین افراد خصوصاً یتیم ومساکین اور عورتوں کے جو حقوق بیان فرمائے دنیا کے تمام مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی، اسلام سے پہلے جس عورت کو معاشرے کے لیے باعثِ عار اور ذلت ورسوائی سمجھا جاتا ہے اِسلام نے اس کے ایسے حقوق بیان فرمائے کہ وہی عورت اب معاشرے کی عزت وعظمت سمجھی جانے لگی، اِسلام نے عورت کے فقط عورت ہونے کے ناطے نہیں بلکہ اس کی مختلف جہات سے حقوق بیان فرمائے، اِسلام نے عورت کے ماں ہونے کے اعتبار سے بھی حقوق بیان فرمائے، بیٹی ہونے کے اعتبار سے الگ حقوق بیان فرمائے، بہن ہونے کے اعتبار سے الگ حقوق بیان فرمائے، بیوی ہونے کے اعتبار سے جدا حقوق بیان فرمائے، الغرض اسلام ہی وہ پیارا مذہب ہے جس نے عورت کی عظمت کو زندہ کیا، اُس کی عزت کو جلا بخشی، کاش ہم اِسلام کے اَحکام پر عمل کرنے والے بن جائیں، اِس کی عظمت کو سمجھنے والے بن جائیں، بلاوجہ کے اِعتراضات کے بجائے اِس کی حکمتوں کو سمجھنے والے بن جائیں، جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا دنیا کے لیے اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنا آخرت کی تیاری میں مشغول ہو جائیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا والے کاموں میں لگ جائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں اَحکامِ شَرعِیَّہ پر صحیح طریقے سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جس کے لیے جو چاہیں حلال یا حرام فرمادیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا رب تعالیٰ ہی کا حلال یا حرام قرار دینا ہے۔

(2) دِین اِسلام وہ پیارا دِین ہے جس نے معاشرے کے تمام لوگوں کے حقوق کو بیان فرمایا۔

(3) اسلام نے اُن تمام لوگوں کے حقوق کو تفصیل سے بیان فرمایا جنہیں زمانہ جاہلیت میں کسی بھی قسم کا کوئی حق نہیں دیا جاتا تھا بلکہ اُن کو ظلم وبربریت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

(4) دِین اِسلام وہ واحد دِین ہے جس نے یتیم ومساکین اور عورتوں کے ایسے حقوق بیان فرمائے جس سے اِن تمام لوگوں کو اپنی عزت وعظمت کا احساس ہوا۔

(5) اسلام وہ پیارا دِین ہے جس نے فقط عورت کے حقوق کو بھی کئی جہات سے بیان فرمایا، ماں کے الگ حقوق بیان فرمائے، بیٹی، زوجہ، بہن وغیرہ خواتین کے الگ حقوق بیان فرمائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام لوگوں کے حقوق شریعت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اَحکامِ شرعیّہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 271

کمزوروں کے سبب مدد و رِزق

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَہٗ فَضْلاً عَلٰی مَنْ دُوْنَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ھَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ.[1]

[1] . . . بخاری، کتاب الجھاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، ٢ / ٢٨٠، حدیث: ٢٨٩٦۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا مُصْعَب بن سعد بن ابی و قاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دِل میں خیال آیا کہ شاید اُنہیں کمزور لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ تو سیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی اور تمہیں رِزق دیا جاتا ہے۔“

ربّ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی و قاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دل میں خیال آیا کہ میں شجاعت اور سخاوت وغیرہ میں افضل ہوں (آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا اور آپ کا یہ خیال بھی یقیناً شکر کے طور پر ہوگا نہ کہ فخر کی بنا پر، مگر) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوسروں سے ارشاد فرما کر انہیں جواب دے دیا کہ: ”اے لوگو! دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری جو مدد کی جاتی ہے اور مالِ غنیمت وغیرہ کی صورت میں تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے وہ ان غریبوں اور فقیروں کی برکت سے دیا جاتا ہے جو تمہارے درمیان موجود ہیں، لہٰذا تم اِن کی تعظیم کیا کرو اور اُن پر فخر و بڑائی کا اظہار نہ کیا کرو۔“[1]

کمزوروں کی برکت سے نعمتیں ملنے کا سبب:

حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی و قاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ اِس اُمَّت کی مدد اِس کے کمزور اور بے بس لوگوں کی دعا، اِن کی نماز اور اِخلاص کی وجہ سے فرماتا ہے۔“[2]

عمدۃ القاری میں ہے: ”کمزور بندوں کی دعا سے مدد اور رزق دیا جاتا ہے، اِس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی عبادت اور دعا میں شدید اِخلاص اور کثیر خشوع ہوتا ہے کیونکہ اُن کے دل دنیا کی آرائش اور اُس کی زینت کے ساتھ تعلق رکھنے سے خالی ہوتے ہیں اور اُن کے پوشیدہ اَحوال اُنہیں ربّ تعالیٰ سے دُور کر دینے والی چیزوں سے خالی ہوتے ہیں، اُنہوں نے اپنے تمام مقاصد کو ایک بنا دیا (کہ بس ربّ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے) اِسی

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ، ۹/ ۸۴، تحت الحدیث: ۵۲۳۲۔

2 . . . نسائی، کتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعیف، ص ۵۱۸، حدیث: ۳۱۷۵۔

لئے اُن کے اعمال پاکیزہ کر دیئے گئے ہیں اور اُن کی مانگی ہوئی دعائیں مقبول ہیں۔"[1]

"فقر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے رب کی عطا سے ہمارے دلوں کے اَحوال سے بھی ہر دم باخبر ہیں۔

(2) جنہیں مال و دولت اور شجاعت و بہادری کی نعمتیں عطا ہوئی ہیں انہیں فقیر اور کمزور مسلمانوں پر فخر و تکبر اور بڑائی کا اظہار کرنے کے بجائے اُن کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیے۔

(3) ربِّ تعالٰی کے نیک بندے اُس کی نعمتیں مثلاً رزق، مدد اور بارش وغیرہ ملنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فقیر اور کمزور مسلمانوں پر فخر و تکبر اور بڑائی کا اظہار کرنے کے بجائے اُن کی تعظیم و توقیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیارے بندوں کے سبب ہمارے رِزق، آل اولاد، جان مال سب میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 272

کمزور اور بے بس لوگوں کا وسیلہ

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عُوَیْمِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: اِبْغُوْنِی الضُّعَفَاءَ فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو درداء عُوَیمِر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم مجھے کمزور اور بے کس لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہیں روزی دی جاتی اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔"

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، ۱۰/۲۱۷، تحت الحدیث: ۲۸۹۶۔

2 . . . ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الانتصار برذل الخیل والضعفة، ۳/۴۶، حدیث: ۲۵۹۴۔

رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا پانے کا ذریعہ:

علامہ مُلَّا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک کا معنٰی یہ ہے کہ اے لوگو! تم فُقَرَاء کے ساتھ اِحسان اور مظلوموں کی داد رسی کر کے میری رضا تلاش کرو کیونکہ تم میں کمزور لوگوں کے موجود ہونے کی برکت سے تمہیں حِسّی اور مَعنَوی رزق دیا جاتا ہے اور تمہارے ظاہری و باطنی دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کی جاتی ہے۔''[1]

مدنی گلدستہ

''فقراء'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) فقراء و مساکین، مظلوموں اور بے کسوں کے ساتھ اِحسان کرنا اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(2) حِسی اور مَعنَوی رزق اور ظاہری و باطنی دشمنوں کے خلاف مدد افقراء کی برکت سے ملتی ہے۔

(3) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے اُس کے مجبور و بے کس بندوں کی مدد کرنا بلا شبہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ و رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو راضی کرنے والا ایک نیک عمل ہے۔

(4) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے۔

(5) اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بعض ایسے بھی مقبول بندے ہوتے ہیں جن کی داد رسی اور مدد کرنے میں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضا پوشیدہ ہوتی ہے۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی غریبوں فقیروں، مظلوموں اور بے کسوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دنیا و آخرت کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء۔۔۔الخ، ۹/۹۹، تحت الحدیث: ۵۲۴۶۔

باب نمبر:34

بیویوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام سے پہلے بیوی کی عزت وناموس کی ایسی دھجیاں اڑائی جاتی تھیں گویا اسے پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا تھا لیکن اِسلام نے بیوی کے حقوق کو تفصیلاً بیان فرمایا، اُس کی ناموس کی حفاظت فرمائی، اسلام نے بیویوں کے ایسے اَحکام بیان فرمائے ہیں کہ جس سے ایک بیوی بھی معاشرے میں باوقار و باعزت زندگی گزار سکتی ہے۔ نیز قرآن وحدیث میں شوہروں کو سختی کے ساتھ اِس بات کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اُس کے ساتھ نرمی وخوش اَخلاقی سے پیش آؤ۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی بیویوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 8 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے پاک کلام قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج (پ۴، النساء:۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور ان سے اچھا برتاؤ کرو۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَاطِن **مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:** ”اچھا برتاؤ یہ ہے کہ کھلانے پہنانے، حق زوجیت ادا کرنے اور بات چیت کرنے میں اُن سے خوش اَخلاقی سے پیش آئے۔ اچھا برتاؤ کی ایک وضاحت یہ بھی کی گئی ہے جو اپنے لئے پسند کرو، اُن کے لئے بھی وہ ہی پسند کرو۔“[1]

علامہ بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:** ”بیویوں کے ساتھ خوش اَخلاقی سے بات کرنا اور تمام اُمور میں اُن کے ساتھ اِنصاف کرنا اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ ہے۔“[2]

(2) اَزواج میں عدل وانصاف

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

1 . . . تفسیر خازن، پ۴، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۱/۳۶۰۔

2 . . . تفسیر بیضاوی، پ۴، النساء، تحت الآیۃ: ۱۹، ۲/۱۶۳۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ (پ۵، النساء: ۱۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم سے ہر گز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اَدھر (درمیان) میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیز گاری کرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیرِ قرطبی میں ہے: "یعنی تم برائی نہ کرو بلکہ نان نفقہ اور باری مقرر کرنے میں برابری کو لازم پکڑو کیونکہ اس کی تم استطاعت رکھتے ہو۔"[1]

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ آیت اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوسری اَزواج کی بنسبت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اَزواج میں باری مُعَیَّن فرماتے اور اُن میں عدل کرتے، پھر یوں دعا فرماتے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ میری تقسیم ہے، جس کا میں مالک ہوں، مجھے اُس چیز میں ملامت نہ کرنا جس کا مالک تو ہے میں نہیں۔" حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس کی دو بیویاں ہوں، اُن میں سے ایک کی طرف مائل ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کی ایک جانب گری ہو گی۔"[2]

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی خزائن العرفان میں مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی اگر کئی بیبیاں ہوں تو یہ تمہاری مقدرت میں نہیں کہ ہر امر میں تم انہیں برابر رکھو اور کسی امر میں کسی کو کسی پر ترجیح نہ ہونے دو، نہ میل و محبت میں، نہ خواہش و رغبت میں،

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ۵، النساء، تحت الایۃ: ۱۲۹، جزء: ۵، ۳/ ۲۸۹۔

2 . . . درمنثور، پ۴، النساء، تحت الایۃ: ۱۲۹، ۲/ ۷۱۲، ۷۱۳۔

نہ عشرت و اختلاط میں، نہ نظر و توجہ میں۔ تم کوشش کر کے یہ تو کر نہیں سکتے لیکن اگر اتنا تمہارے مقدور میں نہیں ہے اور اِس وجہ سے اُن تمام پابندیوں کا بار تم پر نہیں رکھا گیا اور محبتِ قلبی اور میلِ طبعی جو تمہارا اختیاری نہیں ہے، اِس میں برابری کرنے کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ ضرور ہے کہ جہاں تک تمہیں قدرت و اختیار ہے وہاں تک یکساں برتاؤ کرو، محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت حسن و اَخلاق کھانے پہننے پاس رکھنے اور ایسے اُمور میں برابری کرنا اختیاری ہے، ان اُمور میں دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا لازم وضروری ہے۔"[1]

حدیث نمبر: 273

عورتوں سے حُسنِ سُلوک کی وَصِیَّت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ مَا فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهُ کَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَکْتَهُ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ.[2]

وَفِیْ رِوَایَةٍ فِی الصَّحِیْحَیْنِ: اَلْمَرْاَةُ کَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا کَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ وَفِیْهَا عِوَجٌ.[3]

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَكَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِیْهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا کَسَرْتَهَا وَکَسْرُهَا طَلَاقُهَا.[4]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ محبوبِ ربِّ داور، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "عورتوں سے حسنِ سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے، پس اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسی طرح چھوڑ دو تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی لہٰذا عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔"

---

1. ... خزائن العرفان، پ٥، النساء، تحت الآیۃ:١٢٩۔
2. ... بخاری، کتاب النکاح، باب المداراۃ مع النساء، ٣/٤٥٧، حدیث ٥١٨٦، ٥١٨٥۔
3. ... بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ٣/٤٥٧، حدیث ٥١٨٤۔
4. ... مسلم کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، الحدیث ١٤٦٨ ص ٧٧٤، ٧٧٥۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے: ”عورت پسلی کی مانند ہے، اگر اسے سیدھا کروگے تو توڑ دوگے اور اگر تم اس سے نفع اٹھانا چاہو تو اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی نفع اٹھاؤ۔“

مسلم کی ایک روایت میں ہے: ”عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ ایک راستے پر ہر گز سیدھی نہیں رہ سکتی لہٰذا اگر تم اُس سے نفع اٹھانا چاہو تو اُس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی اٹھاؤ گے اور اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور توڑنے سے مراد طلاق ہے۔“

عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”عورت کو ایک پسلی سے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جنت میں رکھا تو ایک مدت کے بعد اُن کو گھبراہٹ ہوئی تو انہوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے تنہائی کی شکایت کی، پس انہوں نے خواب میں ایک حسین عورت کو دیکھا پھر جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ اُن کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے اُن سے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ انہوں نے کہا: ”میں حواء ہوں۔“ مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِس لئے پیدا کیا تاکہ آپ مجھ سے سکون حاصل کریں اور میں آپ سے سکون حاصل کروں۔“ حضرت سیدنا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے بیان کیا کہ ”حضرت سیدتنا حواء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔“ مُقَاتِل بِن سُلَیمان نے کہا: ”حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام جنت میں سو گئے تو حضرت سیدتنا حواء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اُن کی دائیں جانب سے بغیر کسی درد کے پیدا کیا گیا، اگر انہیں درد ہوتا تو کبھی کوئی مرد عورت پر رحم نہ کرتا۔“[1]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں یہ دلیل ہے کہ حضرت سیدتنا حواء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔“ اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ارشاد فرمایا: ”عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔“ اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، ان پر

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، ۱۱ / ۱۴، تحت الحدیث: ۳۳۳۱۔

اِحسان کرنا، ان کی بد اخلاقی اور عقل کی کمزوری پر صبر کرنا اور بلا سبب ان کو طلاق دینے کو ناپسند کرنا اور اس بات کی خواہش نہ رکھنا کہ یہ بالکل سیدھی ہو جائے گی۔"[1]

عورتوں کے بُرے سلوک پر صبر کرو:

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "گویا کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ تعلیم فرمائی کہ عورتوں سے اُسی وقت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جب تم اُن کی بد سلوکی پر صبر کرو اور میں تم کو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں لہٰذا تم میری وصیت کو قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔" امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "عورت کو چاہیے کہ اپنے خاوند کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرے اور مرد کو چاہیئے کہ اپنی زوجہ سے اچھے اخلاق سے پیش آئے اور عورت کے ساتھ حسن خلق یہ نہیں کہ عورت کو تکلیف نہ دے بلکہ حُسنِ خُلق یہ ہے کہ عورت کے غصے اور اس کی ایذا کو برداشت کرے اور اس میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتدا و اتباع کرے کیونکہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود اپنی بعض اَزواجِ مُطَہَّرات کے مختلف رویوں کے باوجود اُن کے ساتھ خوش طبعی فرماتے۔ مرد عورت کی ایذا اور بد سلوکی پر بھی اُس سے خوش اَخلاقی سے پیش آئے یہی وہ چیز ہے جو عورت کے دِل کو جیت لیتی ہے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ "**رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے دوڑنے میں مقابلہ کیا، پس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آگے نکل گئی۔"[2]

عورت میں سب سے ٹیڑھی چیز:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اِس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیدتنا حواء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی کا اوپر کا

---

1 . . . شرح مسلم، کتاب، باب الوصیۃ بالنساء، ٥/٥٧، الجزء العاشر۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب انکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ١١/٥٣٠، تحت الحدیث: ٥١٨٦۔

حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ عورت میں سب سے ٹیڑھی چیز اُس کی زبان ہے۔ اِس مقدمے کا فائدہ یہ ہے کہ عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور اُس کے ٹیڑھے پَن کا اِنکار نہیں کیا جا سکتا یا وہ سیدھے پَن کو قبول ہی نہیں کرتی جیسا کہ پسلی سیدھا ہونے کو قبول نہیں کرتی، اِسی لیے فرمایا: ”اگر اِسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے۔“ یعنی پسلی کا اوپر کا حصہ کہ جس کی فطرت میں ہی ٹیڑھا پَن ہے اُس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اُسی طرح چھوڑ دو تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی کیونکہ ٹیڑھا پن پسلی کی فطرت میں شامل ہے اسی طرح عورت بھی ہے کہ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے اور اس کے سیدھا نہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ نفرت وجدائی کی طرف لے جائے گا اور یہ اس کا ٹوٹنا ہے اور اگر اس کی بدسلوکی وکم عقلی اور اسی طرح کے دیگر ٹیڑھے پَن پر صبر کرو گے تو معاملہ قائم رہے گا اور مُعَاشَرت باقی رہ سکے گی۔ پس عورتوں سے اچھا سلوک کرو یعنی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور ان سے اچھا سلوک کرو اور ان سے صادر ہونے والی تمام ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرو۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورت کو نرمی سے درست کرو، اس طرح کہ نہ تو اتنا مبالغہ (شدت) کرو کہ ٹوٹ جائے (یعنی طلاق ہو جائے) اور نہ بالکل ہی چھوڑ دو کہ اس کا ٹیڑھا پَن باقی رہے۔“[1]

عورت کی بدسلوکی پر صبر کرو:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے الفاظ ”عورتوں سے حسن سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔“ کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی حضرت حوا کی پیدائش آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پسلی کے اوپری حصہ سے ہوئی جو ٹیڑھا ہے اور تمام عورتیں انہی حوا کی اولاد سے ہیں، فطری طور پر سب میں قدرِ کجی سخت مزاجی ہے اور رہے گی۔ ”پس اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے۔“ یعنی جو چیز ٹیڑھی بھی ہو خشک بھی وہ سیدھی نہیں ہو سکتی، پسلی کا اوپر حصہ ٹیڑھا اور خشک ہے اور وہ سیدھا نہیں ہو سکتا اسی طرح عورت بالکل سیدھی نہیں ہو سکتی، معلوم ہوا کہ اصل کا اثر شاخ میں ہوتا ہے۔ ”عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ ایک

---

1 . . . دليل الفالحين، باب في الوصية بالنساء، ٢/ ٩٥، تحت الحديث ٢٧٤۔

راستہ پر ہر گز سیدھی نہیں رہ سکتی۔" کیونکہ ٹیڑھا پن عورت کی فطرت میں داخل ہے تعلیم وتربیت سے کچھ درست ہو جاتی ہے مگر بالکل سیدھی نہیں ہوتی۔ "اگر تم اس سے نفع اٹھانا چاہو تو اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ ہی اٹھاؤ گے۔" یعنی اسے اس کی حالت پر رہنے دو، اس کی بد خلقی ناشکری وغیرہ کو برداشت کرو اور اپنا کام نکالو، اس کے بغیر تمہارے کام نہیں چل سکتے، وہ تمہاری وزیر اور گھر کی منتظم ہے۔ "اور اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور توڑنے سے مراد طلاق ہے۔" اگر تم اسے ہر بات پر ملامت کرو، اس کے ہر عمل کی نگرانی کرو تو تمہارا گھر میدانِ جنگ بن جائے گا اور آخر طلاق دینا پڑے گی لہٰذا بعض باتوں میں چشم پوشی کیا کرو۔"[1]

زَوجَین میں محبت کا فاروقی نسخہ:

ایک شخص امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی بارگاہ میں اپنی زوجہ کی شکایات کے ارادے سے حاضر ہوا۔ جب دروازے پر پہنچا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر کے اندر سے آپ کی ایک زوجہ کی (غصے کی حالت میں) بلند آواز سے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی۔ جب اس شخص نے یہ ماجرا دیکھا تو یوں کہتے ہوئے واپس لوٹ گیا کہ میں اپنی زوجہ کی شکایات کرنے آیا تھا لیکن یہاں تو خود امیر المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی اسی مسئلے سے دوچار ہیں۔ بہر حال بعد میں امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس شخص کو بلایا اور آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی: "حضور! میں تو آپ کی بارگاہ میں اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا تھا مگر جب دروازے پر آپ کی زوجہ محترمہ کی گفتگو سنی تو واپس لوٹ گیا۔" امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس شخص کی گفتگو سن کر اُسے زوجین میں اُلفت ومحبت کا ایک ایسا قیمتی نسخہ عطا فرمایا کہ اگر دنیا کا ہر شوہر اسے گرہ سے باندھ لے تو اس کا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن جائے، اُس کے اور اُس کی زوجہ کے درمیان لڑائی جھگڑے اور فتنہ وفساد ختم ہو جائیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اُس سے ارشاد فرمایا: "میری زوجہ کے مجھ پر چند حقوق ہیں جن کی بناء پر میں اس سے درگزر کرتا ہوں، وہ حقوق یہ ہیں: (1) وہ مجھے جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ ہے، اس کی وجہ سے میرا

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۸۷ ملتقطا۔

دِل حرام کی خواہش سے بچا رہتا ہے۔(2)جب میں گھر سے باہر ہوتا ہوں تو وہ میرے مال کی حفاظت کرتی ہے۔(3)میرے کپڑے دھوتی ہے۔(4)میرے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔(5)میرے لئے کھانا پکاتی ہے۔یہ سن کر وہ شخص بے ساختہ بول اٹھا:"حضور!یہ تمام فوائد تو میری بیوی سے بھی مجھے حاصل ہوتے ہیں، مگر افسوس!میں نے اُس کی اِن خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے اُس کی کوتاہیوں سے کبھی در گزر نہیں کیا، لیکن آج کے بعد میں بھی اُس کے اِن حقوق کی وجہ سے در گزر سے کام لوں گا۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نسلِ انسانی کی بقا اور بڑھوتری کے لئے مَرد و عورت کو جس خوبصورت رشتے کی لڑی میں پرویا ہے وہ رشتہ جس قدر اَہم ہے اُسی قدر نازُک بھی ہے۔باہمی تعاوُن، خُلُوص، چاہت اور در گزر اِزدواجی زندگی میں خوشیوں کے رنگ بکھیر دیتے ہیں لیکن اِس کے برعکس عدمِ برداشت اور در گزر نہ کرنے اور ہمیشہ ایک دوسرے کی بُرائیوں پر نظر رکھنے کی عادت زندگی میں زہر گھول دیتی ہے۔مذکورہ بالا روایت میں امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے گھر کو اَمن کا گہوارہ بنانے کا بہت ہی پیارا نسخہ عطا فرمایا ہے۔واقعی اگر شوہر بیوی کی اچھائیوں پر نظر رکھے اور معمولی غلطیوں پر اُس سے در گزر کرے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُن کا گھر خوشیوں کا گہوارہ نہ بنے۔مگر افسوس!آج کل میاں بیوی کے درمیان ناچاقیوں اور لڑائی جھگڑوں کا مَرض تقریباً ہر گھر میں سَرایت کر چکا ہے جس کے سبب گھر گھر میدانِ جنگ بن چکا ہے۔دراصل ہم میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ میرے حُقُوق پورے کئے جائیں اور وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دوسروں کے بھی کچھ حُقُوق ہیں جنہیں ادا کرنا مجھ پر لازم ہے۔بس یہاں سے نااِتّفاقی کی آگ شُعلہ زَن ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے لڑائی جھگڑے کا رُوپ دھار کر قلبی چین و سکون کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔اگر ہم میں سے ہر ایک اپنے حصے کے حُقُوق ادا کرے اور دوسروں سے ہونے والی کوتاہیوں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے در گزر کرے تو گھر امن و سکون اور خوشیوں کا گہوارہ بن جائے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

---

[1] ... تنبیہ الغافلین، باب حق المرأۃ علی الزوج، ص ۲۸۰۔

”نیکی“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اسلام ایسا پیارا دِین ہے جس نے زمانہ جاہلیت میں ذلت ورسوائی کی چکی میں پِسی ہوئی عورت کو عزت وحیا کی چادر عطا فرمائی اور اُس کے حقوق کو تفصیلی طور پر بیان فرمایا۔

(2) عورت کی فطرت میں ٹیڑھاپَن ہے، لہٰذا اُس کے ٹیڑھے پَن سے درگزر کرتے ہوئے نرمی وخوش اَخلاقی سے پیش آنا چاہیے۔

(3) شوہر کو چاہیے کہ اپنی زوجہ کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرے، اس کی بُرائی کو دیکھ کر اُس کی اچھائیوں پر نظر کرے، اُس کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرے۔

(4) بیوی کی طرف سے جب کوئی توہین آمیز سلوک پیش آئے تو یہ مدنی ذہن بنائے کہ یہ میری عزت کی محافظ ہے، میرے گھر کو سنبھالتی ہے، اِس کے سبب میں حرام اور غیر عورتوں سے بچتا ہوں، یہ میرے بچوں کو پالتی ہے، میرے مال ودولت کو حفاظت سے رکھتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ازواج کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کی طرف سے پہنچنے والی تمام تکالیف پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 274

عورتوں کو غلام کی طرح نہ مارو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَمْعَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَخْطُبُ وَذَکَرَ النَّاقَۃَ وَالَّذِیْ عَقَرَھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾ اِنْبَعَثَ لَھَا رَجُلٌ عَزِیْزٌ عَارِمٌ مَنِیْعٌ فِیْ رَھْطِہٖ ثُمَّ ذَکَرَ النِّسَاءَ فَوَعَظَ فِیْھِنَّ فَقَالَ: یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ فَیَجْلِدُ امْرَاَتَہُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّہُ

يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ: لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن زَمْعَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (حضرت سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی) اونٹنی اور اس کو زخمی کرنے والے کا ذکر فرمایا پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "﴿إِذِ انۢبَعَثَ أَشْقٰىهَا ۙ﴾ (پ۳۰، الشمس: ۱۲) ترجمۂ کنزالایمان: جب کہ اس کا سب سے بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔" قوم (ثمود) کا ایک شرارتی وفسادی، طاقتور وظالم وجابِر سردار کھڑا ہوا۔" اِس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کا ذکر فرمایا اور اُن کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "تم میں سے کوئی اپنی زوجہ کو اِس طرح مارتا ہے جس طرح غلام کو مارا جاتا ہے، شاید پھر اُس دن اُس سے جماع بھی کرتا ہے۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ریح خارج ہونے پر ہنسنے کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "تم ایسے کام پر کیوں ہنستے ہو جو خود بھی کرتے ہو؟"

سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی اونٹنی کا مختصر واقعہ:

سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی ناقہ یعنی اونٹنی کا تفصیلی واقعہ قرآنِ پاک کی سورۂ اَعراف میں ذِکر فرمایا گیا ہے۔ اِس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ حضرت سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم نے آپ سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے بارگاہِ ربُّ العزت میں دعا کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ایک پتھر سے بحکمِ اِلٰہی اونٹنی پیدا فرمائی، یہ اونٹنی بہت سے عجائبات پر مشتمل تھی کہ عَظِیْمُ الْجُثَّہ پیدا ہوئی، پیدا ہوتے ہی بچہ جنا اور اتنا کثیر دودھ دیتی کہ پوری قومِ ثمود کو کافی ہوتا۔ اِس ناقہ کے متعلق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قوم ثمود کو حکم دیا تھا کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں ورنہ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ الغرض اُن لوگوں نے ناقہ کی کُونچیں کاٹ دیں تو حضرت سیدنا صالح عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ "تم اِس کے بعد تین روز زندہ رہو گے۔ پہلے روز تمہارے سب کے چہرے زرد ہو جائیں گے، دوسرے روز سُرخ، تیسرے روز سیاہ، چوتھے روز عذاب آئے گا۔ چنانچہ ایسا

---

1 . . . بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ الشمس وضحاھا، ۳/ ۳۷۸، حدیث ۴۹۴۲۔

ہی ہوا، یک شنبہ (اتوار) کو دوپہر کے قریب آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی جس سے اُن لوگوں کے دل پھٹ گئے اور سب ہلاک ہوگئے۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم، رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہی آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی ہے جس میں اُس اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے بدبخت کا ذکر ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے الفاظ کے تحت فرماتے ہیں: ”اس اونٹنی کو زخمی کرنے والے شخص کا نام قذار بن سلف ثمودی تھا جو کہ قومِ ثمود کا سب سے بڑا بد بخت انسان تھا۔“(1)

بیویوں کو مارنے کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام میں جہاں دیگر حقوق بیان فرمائے گئے ہیں وہیں زوجین یعنی میاں بیوی کے حقوق بھی تفصیل سے بیان فرمائے گئے ہیں، بیوی اپنے شوہر کی برابری کرنے کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے کے مطابق شوہر کی برتری تسلیم کرے اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے جبکہ شوہر اپنی ذمّہ داری کا اِحساس کرتے ہوئے بیوی کے نان، نفقہ و دیگر حُقُوق ادا کرنے میں کوئی کَسَر نہ چھوڑے تو کافی حد تک لڑائی جھگڑوں کا سدِّباب ہوسکتا ہے۔ گھر کا اَفسَر اور حاکم ہونے کی حیثیت سے شوہر اِس بات کو مدِّ نظر رکھے کہ اگر بیوی نافرمانی کرتی ہے تو فوراً اُسے مارنے یا طلاق کا پروانہ دے کر رخصت کرنے کے بجائے وہ اس معاملے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کے مطابق حل کرے۔ سب سے پہلے اُسے اچھے طریقے سے سمجھائے، اگر نہ سمجھے تو بستر الگ کرکے ناراضی کا اظہار کرے، پھر بھی نہ مانے تو اب شریعت نے گھر ٹوٹنے سے بچانے کے لئے معمولی طریقے سے مارنے کی اجازت دی ہے۔ یاد رہے کہ مارنے کی اجازت دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شوہر بیوی پر خونخوار بھیڑیئے کی طرح حملہ آور ہوجائے اور مار مار کر اس کی ہڈی پسلی ایک کرکے ظلم وستم کی ساری حدیں پار کردے، بلکہ شریعت کی مُتَعَیَّن کردہ حُدود کے اندر رہ کر فقط اِصلاح کی غرض سے مارا جائے یہ نہ ہو کہ مارنے کی اجازت تو یاد رہے مگر اس کی حُدود بھلادی جائیں۔ ایسا کرنا سراسر خواہشاتِ نفسانی

---

(1) . . . دلیل الفالحین، باب فی الوصیۃ بالنساء، ٢/ ٩٨، تحت الحدیث: ٢٧٥۔

کی پیروی ہے۔ آیئے! شریعت کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں بیوی کو مارنے کی اجازت ہے۔

کن صورتوں میں مارنے کی اجازت ہے؟

(1) عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ''عورتوں کو مارنے میں حد سے تجاوز کرنا مکروہ ہے اور حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''عورتوں کو غلام کی طرح نہ مارا جائے۔'' عورت کو مارنا اُس وقت جائز ہے جب وہ شوہر کو جماع سے منع کرے یونہی خدمت نہ کرنے پر بھی مارا جائے گا کیونکہ عورت کے لئے مرد کی (خواہش پر جماع کے لئے راضی ہونا جس طرح واجب ہے اسی طرح) خدمت کرنا بھی عرفاً واجب ہے۔''[1]

(2) فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ''چار وجوہات کی بنا پر بیوی کو مارنے کی اجازت ہے: (۱) شوہر بناؤ سنگھار کرنے کا حکم دے پھر بھی وہ نہ کرے۔ (۲) شوہر ہمبستری کرنا چاہے اور وہ نہ کرنے دے جبکہ شرعی مجبوری بھی نہ ہو۔ (۳) نماز نہ پڑھے یا جنابت و حیض کے بعد غسل نہ کرے کیونکہ یہ نماز نہ پڑھنے جیسا ہی ہے۔ (۴) مہر کی ادائیگی کے باوجود وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے چلی جائے۔''[2]

(3) فقیہِ اَعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اگر عورت گھر کی خدمت میں تقصیر (کوتاہی) کرے، مثلاً آٹا نہ گوندے، روٹی نہ پکائے، گھر کی صفائی نہ کرے وغیرہ وغیرہ۔ اِسے مارنے میں علماء کے مختلف اَقوال ہیں: قیاس چاہتا ہے کہ اِن اُمورِ خانہ کی عدمِ تکمیل (یعنی نہ کرنے) پر مارنا جائز ہے، کیونکہ جب شوہر سے اِمتناعِ مُباشَرت (جماع نہ کرنے) کے سبب مارنا جائز ہے تو خدمتِ ضروریہ کی تقصیر کے سبب بھی مارنا جائز ہے۔''[3]

---

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء۔۔۔الخ، ۷/۳۲۵۔

2 ... فتاوی قاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی حقوق الزوجیۃ، ۱/۲۰۳۔

3 ... تفہیم البخاری، ۸/۲۱۴۔

بیویوں کو نہ مارنا افضل ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا تمام اُمور میں جب اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو شوہر کو مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر افسوس! آج کل معاشرے میں شاید ہی کوئی ایسا شوہر ہوگا جو اَحکامِ شرعِیَّہ کی عدم تکمیل اور غیر شرعی اُمور پر بیوی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہو بلکہ یہاں تو سالن میں نمک مرچ کم یا تیز ہو جائے، کھانا دیر سے ملا، کپڑے استری نہ ہوئے، لباس اچھی طرح نہ دُھلا، پانی لانے میں دیر ہوگئی یا ٹھنڈا نہ تھا، جھاڑو دینے میں کچھ کوتاہی ہوگئی یا ساس و نندوں کی جھوٹی سچی شکایت پر بغیر تصدیق کئے بیوی کو مار مار کر بُرا حشر کر دیا جاتا ہے۔ یاد رہے اگر بیوی سے واقعی ایسا قصور ہو بھی جائے جس میں شریعت نے مارنے کی اجازت دی ہے تو وہاں بھی نہ مارنا افضل ہے جیسا کہ ''تفسیرِ کبیر'' میں ہے: ''امام شافعی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: بیوی کو مارنا مباح ہے لیکن نہ مارنا افضل ہے لیکن اگر مارے تو اتنا نہ مارے کہ ہلاکت تک پہنچا دے مثلاً بدن پر الگ الگ مقام پر مارے ایک ہی جگہ نہ مارے اور چہرے پر مارنے سے بچے۔ بُنے ہوئے رومال یا ہاتھ سے مارے، کوڑا اور ڈنڈا نہ استعمال کیا جائے الغرض ہلکے سے ہلکا طریقہ اختیار کیا جائے۔'' میں کہتا ہوں (یعنی امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی) فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ مجید میں پہلے بیویوں کو سمجھانے کا حکم دیا پھر بستروں سے علیحدگی کو بیان کیا اور آخر میں مارنے کی اجازت دی تو یہ اِس بات پر صراحۃً تنبیہ ہے کہ نرمی سے غرض حاصل ہو جائے تو اُسی پر اِکتفا لازم ہے سختی اختیار کرنا جائز نہیں۔''[1]

مار پیٹ نفرت کا باعِث ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اِس حدیثِ پاک میں غلاموں اور لونڈیوں کو ادب سِکھانے کے لئے سخت سزا دینے کی طرف اِشارہ ہے جبکہ بیویوں کو ہلکی سزا کے ساتھ ادب سکھانے کی طرف اِشارہ ہے۔ حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقلمند شخص ایسا نہیں کر سکتا کہ دن میں عورت کو مارے اور پھر اُسی دن یا رات میں عورت کے ساتھ جماع بھی کرے کیونکہ جماع کرنا اُسی وقت ہوتا

---

1 . . . تفسیر کبیر، پ ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۴/ ۷۲۔

ہے جب دونوں ایک دوسرے کی طرف مائل ہوں جبکہ مارپیٹ نفرت کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے حدیث پاک میں مار پیٹ کی مذمت فرمائی گئی۔"[1]

ضربِ شدید سے مارنا مکروہ تحریمی ہے:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ بات مناسب نہیں کہ بیوی کو مارے پیٹے اور پھر اُسی روز اُس سے جماع بھی کرے لیکن یہاں ایک اشکال ہے کہ اس حدیث شریف میں عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے، حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: "انہیں مارو۔" اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں مخالفت نہیں، کیونکہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کو اتنا مارنا مکروہ تحریمی ہے جو انہیں زخمی کر دے اور قرآنِ کریم نے اس کی تائید کی ہے کہ انہیں ضرب شدید نہ مارو۔ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کو مارنے اور غلاموں کے مارنے میں فرق کیا، کیونکہ غلامی اور آزادی کا حال ایک دوسرے کے مخالف ہے۔ الحاصل عورتوں کو ضربِ شدید سے مارنا مکروہِ تحریمی ہے اور تادیب یعنی ادب سکھانے کے لئے مطلق ضرب (مارنا) جائز ہے۔[2]

گھر امن کا گہوارہ کیسے بنے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! چھوٹی چھوٹی باتوں پر بحث مُباحَثَہ کرنا، لڑائی جھگڑے ہونا تقریباً ہر گھر کی کہانی ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول جہاں سنتوں کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہے، وہیں معاشرتی اُمور کی بہتری میں بھی نمایاں کردار ادا کر رہا ہے، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو کر لاکھوں لوگوں کی زندگیوں میں مدنی انقلاب برپا ہو چکا ہے، کل تک جنہوں نے اپنے گھر کو لڑائی جھگڑے کر کے میدانِ جنگ بنایا ہوا تھا، آج وہی لوگ عفو و درگزر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی برکت سے اپنے گھر کو امن کا گہوارہ بنا چکے ہیں۔ اگر آپ بھی اپنے گھر کو امن کا

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الوصیۃ بالنساء، ۲/ ۹۹، تحت الحدیث: ۲۷۵۔

2 ... تفہیم البخاری، ۸/ ۲۱۳، ۲۱۴ ملتقطاً۔

گھوارہ بنانا چاہتے ہیں تو دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوجائیں اور دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتب ورسائل کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے گھر کے دیگر تمام افراد کو بھی ترغیب دلائیں: (1) گھر امن کا گھوارہ کیسے بنے؟ (2) ناچاقیوں کا علاج (3) غصے کا علاج (4) تنگدستی کے اَسباب اور اُن کا حل (5) گھر کا افسر (6) بیوی کو کیسا ہونا چاہیے؟ (7) غیرت مند شوہر (8) پردے کے بارے میں سوال جواب (9) میں سدھرنا چاہتا ہوں (10) عفوودرگزر کی فضیلت (11) شیطان کے بعض ہتھیار (12) گناہوں کا علاج (13) اِحترامِ مُسلِم (14) ساس بہو میں صلح کا راز (15) گانے باجے کی ہولناکیاں۔ اِن کُتُب کے مطالعے کی برکت سے اپنی اور گھر کے تمام افراد کی اصلاح اور گھریلو ناچاقیوں کے خاتمے میں بہت مدد ملے گی۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

ریح کے خارج ہونے پر ہنسنے کے بارے میں تنبیہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک کے آخری حصے میں کسی کے ریح خارج ہونے پر جو لوگ ہنستے یا اس کا مذاق وغیرہ اڑاتے ہیں انہیں تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ تو ایسا امر ہے جو خود ہنسنے والوں کے ساتھ بھی بسا اوقات پیش آتا ہی رہتا ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آواز کے ساتھ ہوا کے خارج ہونے پر ہنسنے کے بارے میں نصیحت فرمائی کیونکہ یہ کام خلافِ مروّت ہے کہ اس میں کسی کی عزت کا مذاق بنانا ہے، تم ایسے کام پر کیوں ہنستے ہو؟ جو خود بھی کرتے ہو، کیونکہ ہنسنا تو کسی عجیب بات پر ہوتا ہے جبکہ ہوا کا خارج ہونا یہ ہر انسان میں عادۃً پایا جاتا ہے تو پھر ایسے کام پر ہنسی کا کیا معنی جس کو وہ خود بھی کرتا ہے؟“[1]

اَسلاف کا بے مثال طرزِ عمل:

”مرقاۃ المفاتیح“ میں ہے: ”حضرت سیدنا حاتِم اَصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بہرے نہ تھے، ایک بار آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زوجہ نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا، اِس دوران اُس کی ریح خارج ہوگئی۔ اس پر آپ رَحْمَۃُ

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الوصیۃ بالنساء، ۲/ ۹۹، تحت الحدیث: ۲۷۵۔

اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے (اپنی زوجہ کو شرمندگی سے بچانے کے لئے) فرمایا: بلند آواز سے کہو، مجھے اونچا سنائی دیتا ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زوجہ سمجھیں کہ شاید آپ بہرے ہیں، اس پر وہ خوش ہو گئیں۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ساری زندگی اپنی زوجہ کو شرمندگی سے بچانے کے لئے بہرے ہی بنے رہے۔" علامہ طیبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "عقلمند شخص کو چاہیے کہ جب وہ اپنے مسلمان بھائی میں عیب نکالنے کا ارادہ کرے تو پہلے اپنی ذات کو دیکھ لے کہ وہ خود اس عیب سے پاک ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو بہتر ہے کہ دوسرے کی ذات میں بھی عیب نہ نکالے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"حق العبد" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) عورتوں خصوصاً بیویوں پر ظلم وتشدد کرنے کی اسلام میں سختی سے ممانعت ہے۔

(2) شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی زوجہ کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرے اور بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو کماحقہ ادا کرے، حقوق العباد کی تلفی ناجائز وحرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

(3) اگر بالفرض بیوی شوہر کے حقوق ادا نہ بھی کرے تو شوہر کو اس پر صبر سے کام لینا افضل ہے۔

(4) بیوی کی نافرمانی کی صورت میں اسے ضرورتاً مارنا جائز ہے لیکن نہ مارنا افضل ہے۔

(5) اگر بیوی نافرمان ہو تو شرعی طور پر شوہر اَوّلاً اس سے بات چیت بند کر دے، پھر بستر الگ کر دے اور جب کسی بھی صورت اس کی نافرمانی نہ ختم ہوتی ہو تو طلاق کا راستہ اختیار کرے لیکن اس کے لیے بھی شرعی راہنمائی لینی ضروری ہے تاکہ طلاق دینے میں غیر شرعی اُمور کا ارتکاب لازم نہ آئے۔

(6) زوجین یعنی میاں بیوی کا رشتہ الفت ومحبت کا ہے، مار پیٹ نفرت کا باعث ہے اسی وجہ سے حدیثِ پاک میں اس کی مذمت فرمائی گئی۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب انکاح، باب عشرۃ النساء، ٦/٣٩١، تحت الحدیث: ٣٢٤٢۔

(7) ریح خارج ہونا ایک فطری عمل ہے، لہٰذا اس معاملے میں کسی بھی مسلمان کا مذاق اڑا کر اس کی دل آزاری کرنا شرعاً ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، جب اس طرح کا معاملہ پیش آئے تو اپنی ذات پر غور کرے کہ یہ کام تو مجھ سے بھی صادر ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی ازواج کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے، ان پر ظلم و تشدد کرنے کے بجائے اچھے طریقے سے ان کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ان کی زیادتیوں پر صبر و شکر سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 275

کوئی مؤمن کسی مؤمنہ سے بُغض نہ رکھے

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقاً رَضِیَ مِنْھَا اٰخَرَ اَوْ قَالَ: غَیْرَہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کوئی مؤمن کسی مؤمنہ سے بُغض نہ رکھے، اگر اُسے اِس کی کوئی ایک بات ناپسند ہو تو دوسری پسند ہو گی۔“ یا یہ فرمایا: ”کوئی بات ناپسند ہو تو اس کے علاوہ کوئی بات پسند بھی ہو گی۔“

عورتوں کی بُرائیوں سے درگزر کرو:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے بُغض و عناد نہ رکھے، اگر اس کی کوئی خصلت ناپسند ہے تو اس میں پسندیدہ عادات بھی پائی جاتی ہیں۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کی شان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ زوجہ کے ساتھ اس طرح کا بغض نہ رکھے جو کہ ان دونوں کو جُدائی پر اُبھارے، بلکہ ضروری ہے کہ اُس کے اِحسانات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی بُرائیوں

[1] . . . مسلم، کتاب الرضا، باب الوصیۃ بالنساء، ص ۷۷۵، حدیث: ۱۴۶۹۔

سے درگزر کرے اور عورت کی جن باتوں کو ناپسند کرتا ہے، اُن کو پسندیدہ باتوں سے بدل دے۔"[1]

بے عیب بیوی ملنا ناممکن ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "**سُبْحَانَ الله**! کیسی نفیس تعلیم ہے، مقصد یہ ہے کہ بے عیب بیوی ملنا ناممکن ہے، لہذا اگر بیوی میں دو ایک بُرائیاں بھی ہوں تو اسے برداشت کرو کہ کچھ خوبیاں بھی پاؤ گے۔ یہاں مِرقات نے فرمایا کہ جو شخص بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے گا، ہم خود ہزارہا بُرائیوں کا سرچشمہ ہیں، ہر دوست عزیز کی بُرائیوں سے درگزر کرو، اچھائیوں پر نظر رکھو، ہاں اصلاح کی کوشش کرو، بے عیب تو **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔"[2]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: "کسی بھی آدمی کے تمام اَخلاق و اَعمال بُرے نہیں ہوتے، اگر اُن میں کچھ بُرے ہوں تو کچھ دوسرے اچھے ہوں گے، مَرد اپنی بیوی کے وہی اچھے اَخلاق و اَعمال پیشِ نظر رکھے، راضی رہے اور صبر کرے، اِس حدیثِ پاک میں حُسنِ مُعاشَرت، صُحبت برقرار رکھنے اور عورتوں کی اذیتوں پر صبر کی تلقین میں ترغیب دلانا اور مبالغہ کرنا مقصود ہے۔"[3]

بیوی کی خطا معاف کرنے کا اَجر:

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 472 صَفحات پر مشتمل کتاب "بیاناتِ عطّاریہ" حصّہ دُوُم کے صَفْحہ 164 پر ہے: ایک آدمی کی بیوی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا۔ اسے غُصّہ تو بہت آیا، مگر یہ سوچتے ہوئے وہ غُصّے کو پی گیا کہ میں بھی تو خطائیں کرتا رہتا ہوں، اگر آج میں نے بیوی کی خطا پر سختی سے گرفت کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل بروزِ قِیامت **الله** عَزَّوَجَلَّ بھی میری خطاؤں پر گرفت فرمالے۔ چنانچہ اُس نے دل ہی دل میں اپنی زَوجہ کی خطا مُعاف کردی۔ اِنتِقال کے بعد اُس کو کسی نے خواب

---

1. . . . دلیل الفالحین، باب فی الوصیة بالنساء، ۲/ ۱۰۰، ۱۰۱، تحت الحدیث ۲۷۶۔
2. . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۸۷۔
3. . . . اشعۃ اللمعات، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ من الحقوق، ۳/ ۱۴۸۔

میں دیکھ کر پوچھا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے ساتھ کیا مُعامَلہ فرمایا؟'' اُس نے جواب دیا: ''گناہوں کی کثرت کے سبب عذاب ہونے ہی والا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: میری بندی نے سالن میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا اور تم نے اُس کی خطا مُعاف کر دی تھی، جاؤ میں بھی اُس کے صلے میں آج تمہیں مُعاف کرتا ہوں۔''

''مکہ'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) کوئی بھی مؤمن کسی بھی مؤمنہ سے بغض نہ رکھے کہ حدیثِ پاک میں اِس سے منع فرمایا گیا ہے۔

(2) کوئی مسلمان مَرد اپنی مسلمان عورت سے اس طرح کا بغض نہ رکھے کہ جس کا نتیجہ ان دونوں کی جدائی ہو، بلکہ ایک دوسرے کی اچھائیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خطاؤں سے درگزر کرنا چاہیے۔

(3) ہر شخص میں اچھائیاں اور بُرائیاں دونوں ہوتی ہیں، اگر کوئی شخص بے عیب بیوی کی تلاش میں ہے تو اس کی یہ خواہش کبھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی، اس لیے بُرائیوں کی اِصلاح کرتے ہوئے اچھائیوں پر نظر رکھنی چاہیے اور عفوودرگزر سے کام لینا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اَزواج کی غلطیوں سے درگزر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اُن کی برائیوں کی اِصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 276

زَوجَین کے حُقُوق کا بیان

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ یَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَذَکَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ: اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّمَا ھُنَّ عَوَانٍ عِنْدَکُمْ لَیْسَ تَمْلِکُوْنَ مِنْھُنَّ شَیْئًا غَیْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاھْجُرُوْھُنَّ فِي

الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَّا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا عَمرو بن اَحوص جُشَمِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے حجۃ الوداع کے موقع پر سنا، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثناء کے بعد وعظ ونصیحت کی پھر ارشاد فرمایا: ”سنو! عورتوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آؤ، بیشک وہ تمہارے پاس قیدی ہیں، تم اُن کی کسی چیز کے مالک نہیں سوائے جماع کے مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں، اگر وہ ایسا کریں تو اُن کے بستر الگ کردو اور ہلکی مار مارو، اگر تمہاری بات مان جائیں تو اُن کے خلاف راستہ تلاش نہ کرو۔ سنو! بیشک تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں، اور اُن کے تم پر کچھ حقوق ہیں، اُن پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کے لیے تمہارے بستر نہ بچھائیں اور انہیں تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں اور سنو! تمہارے ذمہ اُن کا حق یہ ہے کہ تم اُن کے لئے اچھا لباس اور اچھا کھانا مہیا کرو۔“

حدیثِ پاک کی آیتِ مبارکہ سے مُوَافقت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں عورتوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کی وصیت فرمائی گئی ہے، نیز اِس میں اِس بات کا بھی بیان ہے کہ اگر عورت نافرمانی کرے تو اُس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے، دراصل اِس حدیثِ مبارکہ کی قرآنِ پاک کی ایک آیتِ مبارکہ کے ساتھ مُوافقت ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ

ترجمۂ کنز الایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس

[1] ... ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرءة علی زوجها، ۲/۳۸۷، حدیث: ۱۱۶۶۔

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

(پ۵، النساء: ۳۴)

طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور اُنہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بے شک اللہ بلند بڑا ہے۔

میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق:

(1) حدیث پاک میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، اسے حجۃ الوداع اس لئے کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِس خطبہ میں الوداع فرمایا اور اس کے بعد حج ادا نہ کیا۔

(2) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثناء کے بعد وعظ و نصیحت کی، یعنی تکبیر و تہلیل کہی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرایا اور اُس کے انعامات یاد دلائے۔

(3) پھر ارشاد فرمایا: "سنو! عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ، بیشک وہ تمہارے پاس قیدی ہیں، تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں سوائے جماع کے، مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔" یہاں بے حیائی سے مراد نافرمانی اور بد مزاجی ہے، معنٰی یہ ہیں کہ وہ ایسے اُمور میں نافرمانی کرے جن میں شوہر کی اطاعت اس پر فرض ہے۔

(4) اگر وہ ایسا کریں تو ان کے بستر الگ کر دو۔ یعنی اگر ان سے نافرمانی ظاہر ہو تو ان کو سمجھاؤ، اگر نہ سمجھیں تو ان سے اپنے بستر الگ کر لو یعنی الگ سوؤ۔

(5) "اور ہلکی مار مارو۔" ایسی مار کہ جس سے نہ زخم پڑے اور نہ ہی ہڈی ٹوٹے۔ چہرے اور نازک مقام پر بھی نہ مارا جائے۔ بستر سے الگ کرنا اور مارنا یہ اس کی نافرمانی کی سزا ہے۔ بعض علماء نے یہ بیان فرمایا: رومال کو لپیٹ کر اس سے مارا جائے، یا ہاتھ سے مارا جائے، کوڑے یا لاٹھی سے نہ مارے، اس صورت میں بیوی کو مارنے کی اجازت شریعت نے صرف شوہر کو دی ہے اور وہ بھی اپنا حق لینے کے لئے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ جس میں شوہر اپنا حق لینے کے لئے بیوی کو مار سکتا ہو اور آقا اپنے غلام کو جبکہ وہ آقا کا حق ادا نہ کرے اور مارنے کا جواز اس وقت ہے جبکہ غالب گمان ہو کہ مارنے سے اس کی اصلاح ہو جائے

گی، اگر اصلاح ہونے کا امکان نہ ہو تو پھر نہ مارے۔

(6) اگر تمہاری بات مان جائیں تو ان کے خلاف راستہ تلاش نہ کرو۔ ڈانٹ کر یا ایذا دے کر، یعنی پھر ان سے روگردانی کرنا چھوڑ دو اور ان کے ساتھ اسی طرح ہو جاؤ جیسے پہلے تھے کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

(7) ''بیشک تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور ان کے تم پر کچھ حقوق ہیں، ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ غیر مردوں سے خلوت نہ کریں، قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: عربوں کی عادت تھی کہ مرد عورتوں سے باتیں کیا کرتے تھے، ان کے ہاں اس بات کو معیوب نہ سمجھا جاتا تھا، جب پردے کے بارے میں آیت نازل ہوئی تو اس سے منع کر دیا گیا۔ علامہ نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس کا معنٰی یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کو شوہر ناپسند کرتا ہو عورت نہ تو اسے گھر میں داخل ہونے دے اور نہ ہی اسے گھر میں بیٹھنے دے چاہے وہ اجنبی مرد ہو یا عورت یا وہ عورت کے محارم میں سے کوئی شخص ہو کہ حدیث میں ممانعت ان تمام افراد کو شامل ہے۔

(8) ''اور انہیں تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں۔'' یعنی جن لوگوں کا گھر میں آنا شوہر کو ناپسند ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ فقہاء کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ: عورت کو حلال نہیں کہ وہ کسی مرد و عورت خواہ وہ محرم ہو یا غیر محرم شوہر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے، صرف وہ لوگ آسکتے ہیں جن کے متعلق اس عورت کو علم ہو کہ اُن کا آنا شوہر کو ناپسند نہیں کیونکہ اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا حرام ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کو آنے کی اجازت ہو یا عرف سے جن کے متعلق رضامندی معلوم ہو اور جب شک ہو اور کوئی قرینہ ترجیح کا نہ ہو تو اس صورت میں داخلہ جائز نہیں اور نہ ہی عورت کی طرف سے ان کو داخلے کی اجازت دینا جائز ہے۔

(9) ''تمہارے ذمہ ان کا حق یہ ہے کہ تم اُن کے لئے اچھا لباس اور اچھا کھانا مہیا کرو۔'' یعنی اپنے حالات کے مطابق ان کو کھانا اور لباس دے۔ حدیث پاک میں بیوی کی نافرمانی نہ کرنے کی صورت میں اس

کے نفقے اور کپڑے کا وجوب بیان کیا گیا ہے اور یہ بالاجماع واجب ہے۔[1]

عورت پر سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے:

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”زَن وشوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوقِ کثیرہ (بہت سے حقوق) واجب ہیں، اُن میں جو بجا نہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا، اگر ایک ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اُسے دستاویز بنا کر اُس کے حق کو ساقط نہیں کر سکتا، مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں، اگر یہ اُس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اُس کے یہ حقوق کہ اِس پر مبنی تھے ترک کر سکتا ہے۔ جیسے عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اُس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی۔ غرض واجب ہونے، مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادا نہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوقِ زَن وشوہر برابر ہیں، ہاں! شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اُس پر وجوب بھی اَشد وآکد (اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی عورت پر بہت زیادہ لازم اور ضروری ہے) ہم اِس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے۔ یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مَرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے (ماں سے) بلکہ باپ سے بھی کم۔“[2]

اسم جلالت ”اللّٰہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) عورت مَرد کے نکاح میں آنے کے بعد اُس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی پابند ہے اور اُس عورت کے ساتھ حُسنِ سُلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

---

1 ... دلیل الفالحین، باب الوصیۃ بالنساء، ۲/ ۱۰۱، تحت الحدیث: ۲۷۷۔

2 ... والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق، ص۳۸۔

(2) بیوی کو مارنے کے اجازت شریعت نے صِرف شوہر کو دی ہے اور وہ بھی اپنا حق لینے کے لئے، لہٰذا بلا وجہِ شرعی بیوی پر تشدد یا ظُلم وسِتم کرنا سَراسَر ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(3) بیوی کو مارنے کا جواز اُس وقت ہے جبکہ غالِب گمان ہو کہ مار سے اُس کی اِصلاح ہو جائے گی، اگر اِصلاح ہونے کا اِمکان نہ ہو تو پھر ہرگز نہ مارے۔

(4) شوہر کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کو شوہر ناپسند کرتا ہو بیوی اُن کو اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دے چاہے وہ لوگ بیوی کے مَحرم ہوں یا غیر مَحرم۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے ساتھ پیار و مَحبت سے رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 277

جو خود کھاؤ بیوی کو بھی وہی کھلاؤ

وَعَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ حَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! مَا حَقُّ زَوْجَۃِ اَحَدِنَا عَلَیْہِ؟ قَالَ: اَنْ تُطْعِمَہَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَکْسُوْھَا اِذَا اکْتَسَیْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْہَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَھْجُرْ اِلَّا فِی الْبَیْتِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا مُعاوِیہ بن حَیْدَۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رِسالت میں عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بیوی کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟“ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”جب تم کھاؤ تو اُنہیں بھی کھلاؤ، پہنو تو اُنہیں بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، اُسے بُرا نہ کہو اور اُسے گھر سے باہر مَت چھوڑو۔“

بیوی کو کھلانے، پہنانے کے مَعنٰی:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”اِس کا معنٰی یہ ہے کہ جب مَرد خود بقدرِ کفایت کھاتا ہو تو عورت کو بھی بقدرِ کفایت کھلانا فرض ہے اور اگر مَرد اچھا

[1] ...ابوداود، کتاب النکاح، باب فی حق المراۃ علی زوجھا، ۲/۳۵۶، حدیث: ۲۱۴۲۔

کھانے، اچھا پہننے والا ہو تو ضرورت سے زیادہ جو کھلائے یا پہنائے گا تو وہ عورت پر اِحسان اور نفل ہو گا۔"[1]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی اپنی بیوی کو اپنی حیثیت کے لائق کھلاؤ پہناؤ اور جب خود کھاؤ پہنو تب ہی اُسے کھلاؤ پہناؤ۔ اگر اپنے لیے دو جوڑے بناؤ تو اُس کے لیے بھی بناؤ۔ پہناؤ میں لباس جوتا وغیرہ سب داخل ہیں۔ زیور اپنی مرضی پر ہے اُس کا پہنانا بھی سنت ہے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو ہار عطا فرمایا تھا اور اپنی لختِ جگر فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو کنگن نقرئی اور ہاتھی دانت کا ہار عطا فرمایا۔"[2]

چہرے پر مارنے کی ممانعت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی چہرے پر مارنے کی ممانعت کے بارے میں فرماتے ہیں: "چہرہ تمام اَعضاء میں سے عظمت والا ہے اور یہ تمام اَعضاء کا مظہر اور یہ نازُک اَعضاء پر مشتمل ہے، چہرے کے علاوہ باقی اَعضاء پر اُس صورت میں مارنے کی اجازت ہے جبکہ بیوی کوئی بے حیائی کا کام کرے یا کوئی فریضہ چھوڑے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چہرے پر مارنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے۔"[3]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "چہرے پر مارنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کیونکہ چہرہ نازک عضو ہے اور اس میں نشان کا ہونا بُرا ہے۔"[4]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی قُصُور کرنے پر اُسے مار سکتے ہو مگر چہرے پر نہ مارو کیونکہ چہرہ میں نازُک اَعضاء ہیں اور اِنسان کا چہرہ رب کو بڑا ہی محبوب ہے **خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ**۔[5] (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا)۔

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الوصیۃ بالنساء، ۲/۱۰۵، تحت الحدیث: ۲۷۸۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۹۹ بتغیر قلیل۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء... الخ، ۶/۴۰۳، تحت الحدیث: ۳۲۵۹۔

4 ... دلیل الفالحین، باب فی الوصیۃ بالنساء، ۲/۱۰۵، تحت الحدیث: ۲۷۸۔

5 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۹۹۔

بیوی کو بُرا نہ کہو:

اِس کے دو معنی ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ اُسے گالیاں نہ دو کہ اِس سے تمہاری زبان گندی ہو گی، عورت کی عادت بگڑے گی کیونکہ گالیاں سننے والا گالیاں بکنے بھی لگتا ہے دوسرے یہ کہ اُسے بُرے کاموں کا عیب نہ لگاؤ، بے عیب کو عیب لگانے سے وہ عیب دار ہو جاتا ہے بلکہ بُرائی دیکھ کر اکثر چشم پوشی کر لیا کرو۔[1]

بیوی کو گھر سے باہر مت چھوڑو:

یعنی تم اُس کی اِصلاح کے لیے اُس سے کلام و سلام بند کرو تو گھر سے باہر نہ نکال دو کہ اِس سے وہ اور بھی آزاد ہو جائے گی، بلکہ گھر ہی میں رکھو، کھانا پینا جاری رکھو، صرف بول چال چھوڑ دو، یہ بائیکاٹ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے لیے پوری اِصلاح کا ذریعہ ہو گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ﴾ (پ۵، النساء: ۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور اُن سے الگ سوؤ۔“[2]

امام ”حسن“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اگر زوجہ نافرمانی کرے یا فرائض کو ترک کرے یا اُسے ادب سکھانا مقصود ہو تو چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں پر مارنے کی ضرورتاً اجازت ہے۔

(2) عورت کی بدمزاجی و بدسلوکی پر نہ تو اسے گالی دی جائے اور نہ ہی اسے جلے کٹے الفاظ سے مخاطب کیا جائے کہ اس طرح اس کی مزید عادت بگڑنے کا اندیشہ ہے کہ بے عیب کو عیب لگانے سے وہ عیب دار ہو جاتا ہے، لہٰذا اَحسن طریقے سے اُس کی اِصلاح کی کوشش کی جائے۔

(3) عورت کی اِصلاح کے لئے اُس سے کلام کرنا بند کر دیا جائے لیکن اسے گھر سے باہر ہرگز نہ نکالا جائے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۹۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۹۹۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں غلطیوں کی اَحسن انداز میں اِصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:278

اچھے اَخلاق والا کامِل مُؤمِن

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِینَ اِیمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ”سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کامل مؤمن وہ ہے جس کا اَخلاق سب سے اچھا ہو اور تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں اچھے ہیں۔“

حُسنِ اَخلاق کیا ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اَخلاق ایک ایسا ملکہ ہے جو اچھے اعمال پر اُبھارتا اور عاداتِ شریفہ کا ذریعہ بنتا ہے۔ علامہ حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے فرمایا: اَخلاق کی حقیقت نیکی اختیار کرنا، تکلیف دہ شے کو دُور کرنا اور خوش مزاجی سے پیش آنا ہے۔“ ابو ولید باجی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”پاس بیٹھنے والے یا آنے والے کے لئے پانچ باتیں ظاہر کرنا اَخلاق ہے: (1) خوشی (2) حوصلہ (3) شفقت (4) تعلیم پر صبر (5) چھوٹے بڑے سے محبت۔“[2]

حسن اَخلاق کے فضائل:

حُسنِ اخلاق سے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیش خدمت ہیں: (1) حسنِ

---

1 . . . ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرءۃ علی زوجها، ۲/۳۸۷، حدیث: ۱۱۶۵۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الوصیة بالنساء، ۲/۱۰۵، تحت الحدیث: ۲۷۹۔

اخلاق نیکی ہے اور جو تیرے دل میں کھٹکے اور جس بات پر لوگوں کا مطلع ہونا تجھے ناپسند ہو وہ گناہ ہے۔''[1]

(2)''کامل ترین مؤمن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں اور جو اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ نرمی کرنے والا ہو۔''[2] (3) ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سے بہترین شخص کون ہے؟'' عرض کی گئی: ''کیوں نہیں **یارسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!'' فرمایا: ''تم میں سے عمر رسیدہ اور زیادہ حسنِ اَخلاق والا۔''[3]

بیوی کے ساتھ خوش اَخلاقی سے پیش آنا:

''اور تم میں سے بہترین وہ ہیں جو عورتوں کے حق میں اچھے ہیں۔'' علامہ ابن اثیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ''حدیثِ پاک میں صلہ رحمی کرنے اور اس پر اُبھارنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی بیوی سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور اس کو ایذا نہ دے اور اس پر احسان کرے اور اس کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر صبر کرے۔ چنانچہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اہل کے لئے سب سے زیادہ اچھے اور ان کے اختلافِ احوال پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔''[4]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اشعۃ المعات میں مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''عورتوں کے حق میں جو اچھے ہیں انہیں بہترین اس لیے فرمایا گیا کیونکہ عورتوں کی طرف سے اذیت اور تکلیف زیادہ پہنچتی ہے اس کے باوجود خوش اخلاقی اور نرم رویہ اپنانا ایمان اور صبر کمال ہے۔''[5]

سُنَّتِ اِلٰہِیَّہ اور سُنَّتِ رسول:

مُفَسِّرِ شہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک

1 ... مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب تفسیر البر والاثم، ص ۱۳۸۲، حدیث: ۲۵۵۳۔

2 ... ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی استکمال الایمان، ۲۷۸/۴، حدیث: ۲۶۲۱۔

3 ... صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق، ۳۵۲/۱، حدیث: ۴۸۴۔

4 ... دلیل الفالحین، باب فی الوصیة بالنساء، ۱۰۵/۲، تحت الحدیث: ۲۷۹۔

5 ... اشعة المعات، کتاب النکاح، باب عشرة النساء، ۱۵۶/۳۔

کے تحت فرماتے ہیں: ”حسنِ اخلاق وہ عادت ہے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی راضی رہیں اور مخلوق بھی، یہ ہے بہت مشکل مگر جسے یہ نصیب ہو جائے اس کے دونوں جہان سنبھل جاتے ہیں۔“ ”اور تم میں سے بہترین وہ ہیں جو عورتوں کے حق میں اچھے ہیں۔“ کیونکہ بیوی صرف خاوند کی خاطر اپنے سارے میکے والوں کو چھوڑ دیتی ہے اگر خاوند بھی اس پر ظلم کرے تو وہ کس کی ہو کر رہے؟ کمزور پر مہربانی سنتِ الٰہیّہ بھی ہے سنتِ رسول بھی۔“[1]

مدنی گلدستہ

”بریلی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر کسی کے ساتھ حُسنِ اَخلاق سے پیش آنا چاہیے کیونکہ حُسنِ اَخلاق کو کامل مؤمن ہونے کی ایک نشانی بیان فرمایا گیا ہے۔

(2) اچھائی اختیار کرنا، تکلیف دہ شے کو دُور کرنا اور دوسروں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا بھی حُسنِ اَخلاق میں شامل ہے۔

(3) حُسنِ اَخلاق ایک ایسا ملکہ ہے جو اِنسان کو اچھے اَعمال پر اُبھارتا اور عاداتِ شریفہ کا سبب بنتا ہے۔

(4) اپنی زوجہ کے ساتھ بھی حُسنِ اَخلاق کے ساتھ پیش آنا چاہیے، اُسے تکلیف نہ دینا، اُس پر اِحسان کرنا، اور اُس کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر صبر کرنا بھی اُس کے ساتھ حُسنِ اَخلاق ہے۔

(5) عموماً زوجہ کی طرف سے اذیت اور تکلیف زیادہ پہنچتی ہے اِس کے باوجود خوش اَخلاق اور نرم رویہ اپنانا کمالِ ایمان اور صبر کمال ہے، اِسی وجہ سے عورت کے حق میں اچھا ہونے والے شخص کو بہترین شخص قرار دیا گیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حُسنِ اَخلاق جیسی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے، ہمیں ہر ایک

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۱۰۱۔

کے ساتھ خصوصاً اپنی زوجہ کے ساتھ حُسنِ اَخلاق کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 279

بیویوں کو مارنے والے پسندیدہ نہیں

عَنْ اِیَاسِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِی ذُبَابٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: لَا تَضْرِبُوا اِمَاءَ اللهِ فَجَاءَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰی اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِی ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِآلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: لَقَدْ اَطَافَ بِآلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا اِیاس بن عبداللہ بن ذُباب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی باندیوں کو نہ مارو۔“ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں۔“ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کو مارنے کی اجازت دے دی تو بہت سی عورتیں اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میرے گھر کی خواتین کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آئی ہیں، ایسے لوگ پسندیدہ نہیں۔“

بیوی کو مارنا تنگ دِلی کا باعِث ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”**اللہ**

1 . . . ابوداود، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء، ۲/۳۵۷، حدیث: ۲۱۴۶۔

عَزَّوَجَلَّ کی باندیوں کو نہ مارو۔'' یہاں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی باندیوں سے مُراد عورتیں ہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مارنے کی مطلقاً ممانعت ہے اِسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں، جب سے انہوں نے مار کی ممانعت سنی۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کو مارنے کی اجازت دے دی۔ یہ رخصت حکم کو تنگی سے آسانی کی طرف پھیرنے کے لئے ہے اور نہ مارنے کا حکم نرمی کے لئے تھا جو کہ اپنی جگہ قائم ہے۔ ''ایسے لوگ پسندیدہ نہیں ہوتے۔'' یعنی تم میں سے وہ لوگ پسندیدہ نہیں جو اپنی بیویوں کو مارتے ہیں کیونکہ یہ چیز تنگ دِلی کا باعث ہے جو کہ حُسنِ اَخلاق کے خلاف ہے۔''[1]

بلاقصور مارنا حرام ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی باندیوں کو نہ مارو۔'' یعنی جیسے مَرد اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے بندے ہیں، ایسے ہی عورتیں بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی بندیاں ہیں۔ جیسے مولیٰ اپنے غلام کو مارنے والے پر ناراض ہوتا ہے ایسے ہی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ظلماً مارنے والے پر ناراض ہوگا، نہ کسی مَرد کو مارو، نہ عورت کو۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عورتوں کے بارے میں یہ کہنا کہ عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ جب عورتوں کو پتہ لگ گیا کہ ہمارے خاوند ہم کو قطعاً نہیں مار سکتے، تو وہ کچھ دلیر سی ہوگئیں۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عورتوں کو مارنے کی اجازت دے دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً قصور پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی اب قصور پر مارنے کی اجازت دی گئی۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مالکِ اَحکام ہیں۔ بہت سی عورتیں اَزواجِ مُطَہَّرات کے پاس اپنے خاوند کی شکایت لے کر آئیں۔ یہاں حدیثِ مذکور میں لفظ آل سے مراد بیویاں ہیں، قرآن شریف میں آل بیویوں کو ہی کہا گیا ہے۔ بیویاں اہلِ بیت

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الوصیۃ بالنساء، ۲/۱۰۷، تحت الحدیث: ۲۸۰۔

سکونت ہوتی ہیں اور بچے اہلِ بیتِ ولادت۔ یعنی عورتیں براہِ راست بارگاہِ نبوی میں حاضری کی تو ہمت نہ کر سکیں اس لیے اَزواجِ مُطَہَّرات کی خدمت میں حاضر ہو کر بالواسطہ اپنے شوہروں کی شکایت کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ قصور مند بیوی کو اِصلاح کے لیے مارنا جائز ہے مگر نہ مارنا اور وعظ و نصیحت سے اِصلاح کرنا بہتر ہے۔ بلا قصور مارنا حرام جس پر پکڑ ہو گی، یونہی بہت مارنا بے دردی سے یہ حرام ہے، بیوی کی سختی برداشت کرنا، یونہی خاوند کی سختی جھیلنا اور نباہ کرنا بڑے اَجر کا باعث ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"نبی" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) نافرمان بیوی کو اِصلاح کے لیے مارنا جائز ہے مگر نہ مارنا اور وعظ و نصیحت سے اِصلاح کرنا بہتر ہے جبکہ بلا وجہِ شرعی اور بلا قصور مارنا ناجائز و حرام ہے اور کل بروزِ قیامت اِس پر پکڑ ہو گی۔

(2) جو لوگ اپنی بیویوں کو مارتے ہیں، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

(3) شوہر کو چاہیے کہ بیوی کے معاملے میں اِعتدال سے کام لے نہ تو اتنا مارے کہ وہ شکایت لے کر دوسروں کے پاس جائے اور نہ ہی اتنی ڈھیل دے کہ وہ غیر شرعی اُمور پر دلیر ہو جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اَحسن طریقے سے اِصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بلا وجہ شرعی کسی کو بھی تکلیف دینے سے بچائے، خصوصاً اپنی اَزواج کو ناجائز تکلیف دینے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۱۰۰ ملتقطاً۔

حدیث نمبر: 280

دنیا کا بہترین سامان

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ. (1)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر وبَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”دنیا سامان ہے اور اُس کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔“

عورت بہترین سامان کیسے ہے؟

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں ہے عورت شوہر کے لیے بہترین سامان اُس وقت ہے جب شوہر بیوی کو دیکھے تو وہ اُسے خوش کر دے، جب حکم دے تو اِطاعت کرے اور شوہر گھر میں نہ ہو تو بیوی اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔“ (2)

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”یعنی دنیا تھوڑا سامان ہے جس کا نفع عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اُس کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔“ دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔ یعنی دنیا کا وہ تمام سامان کہ جس سے نفع اٹھایا جائے، اُن میں سب سے بہتر نیک عورت ہے کیونکہ نیک عورت اُمورِ آخرت پر مددگار ہوتی ہے۔“ (3)

نیک بیوی مرد کو نیک بنا دیتی ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”دنیا سامان ہے۔“ کہ اِنسان اُسے بَرت کر چھوڑ جاتا ہے۔ صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ

---

1 ... مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ، ص ۷۷۴، حدیث: ۱۴۶۷۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی الوصیۃ بالنساء، ۱۰۷/۲، تحت الحدیث: ۲۸۱۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، ۲۶۵/۲، تحت الحدیث: ۳۰۸۳۔

السَّلَام فرماتے ہیں کہ ”اگر دُنیا دِین سے مل جائے تو لازوال (ختم نہ ہونے والی) دولت ہے، قطرے کو ہزار خطرے ہیں، دریا سے مل جائے تو رَوانی طغیانی سب کچھ اُس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے۔“ دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے کیونکہ نیک بیوی مَرد کو نیک بنا دیتی ہے وہ اُخروی نعمتوں سے ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی شیر خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجۡهَهُ الۡکَرِیۡم نے ”رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً“ کی تفسیر میں فرمایا کہ ”خدایا! ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے، آخرت میں اعلیٰ حور عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا۔“ جیسے اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب۔“[1]

”غوث“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حدیثِ پاک میں نیک بیوی اِختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ نیک بیوی دنیا میں مَرد کے لئے سعادت کا باعث اور اِطاعتِ خداوندی میں معاون ہوتی ہے۔

(2) نیک بیوی کی خصلت یہ ہے کہ جب شوہر اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب حکم دے تو اطاعت کرے اور شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔

(3) جس طرح نیک بیوی **الله** عَزَّوَجَلَّ کی نعمت ہے اسی طرح بد اَخلاق و بد مزاج بیوی **الله** عَزَّوَجَلَّ کا عذاب ہے کہ اُس کی بد مزاجی و بد اَخلاقی کی وجہ سے شوہر اذیت میں رہتا ہے۔

الله عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی بیویوں کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں تمام غیر شرعی اَعمال سے بچائے، ہماری، ہمارے والدین اور ساری اُمَّت کی مغفرت فرمائے۔

اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۔

باب نمبر:35

عورت پر شوہر کے حقوق کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کل میاں بیوی میں نااتفاقی، بات بات پر لڑائی جھگڑے ایک عام سی بات ہے اور جب ایسے دو اَفراد میں نااتفاقی پیدا ہوجائے جنہوں نے پوری زندگی ایک ساتھ ہی رہنا ہو تو پھر اُن کی زندگی بہت تلخ اور نتائج نہایت سنگین ہوجاتے ہیں۔ آپس کی یہ نااتفاقی نہ صرف دنیا کا اَمن وسُکون تباہ وبرباد کردیتی ہے بلکہ بسا اَوقات تو دِین وآخرت کی بربادی کا سبب بھی بن جاتی ہے، اِس نااتفاقی کا اثر نہ صرف میاں بیوی پر ہوتا ہے بلکہ اُن کی اولاد اور اُن سے متعلقہ دیگر تمام لوگوں پر بھی ہوتا ہے۔ اِس نااتفاقی کا سب سے بڑا سبب میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق کو نہ جاننا ہے، خصوصاً بیوی جب اپنے شوہر کی عزت وعظمت کو نہیں سمجھتی تو بات بات پر لڑائی جھگڑے معمول بن جاتے ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب عورت پر شوہر کے حقوق سے متعلق ہے اِس لیے اِس میں شوہر ہی کے حقوق بیان کیے جائیں گے۔ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے شوہروں کے حقوق کا تحفظ کریں اور شوہروں کو ناراض کرکے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضگی کا وبال اپنے سر نہ لیں کہ اس میں دنیا وآخرت دونوں کی بربادی ہے۔ عَلَّامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 8 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت اور اُس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

مَرد عورتوں پر حاکم ہیں

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُؕ

(پ:۵، النساء:۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے اُن پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔

تفسیر طبری میں ہے: مَرد اپنی عورتوں کو ادب سکھانے اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حقوق اور شوہر کے حقوق اُن پر واجب ہیں، اُن کے بارے میں باز پُرس کرنے میں اُن پر نگران ہیں۔ (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اُن میں ایک کو

دوسرے پر فضیلت دی) یعنی مَردوں کو اُن کی عورتوں پر اِس لیے فضیلت دی کیونکہ وہ اُن کے مہر ادا کرتے ہیں، اُن پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، یہ فضیلت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مَردوں کو دی ہے، اِس لیے مَرد عورتوں پر حاکم ہیں اور اُن پر اَحکام نافذ کرتے ہیں۔ (تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حفاظت کا حکم دیا) نیک بخت سے مراد سیدھی راہ پہ چلنے والی اور نیک اعمال کرنے والی۔ ادب والی سے مراد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور شوہروں کی فرمانبردار عورتیں ہیں۔ خاوند کے پیچھے حفاظت کرنے والی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت و آبرو اور شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اُن پر واجب کردہ جو حق ہے اس کی حفاظت کرتی ہیں۔‘‘[1]

مَردوں کی عورتوں پر فضیلت کی وُجوہات:

تفسیرِ کبیر میں امام فخر الدین رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’مَرد کو عورتوں پر کئی وجوہات کی بنا پر فضیلت حاصل ہے، ان میں سے بعض صفاتِ حقیقیہ ہیں اور بعض احکامِ شرعیہ ہیں۔ صفاتِ حقیقی یعنی حقیقی فضائل کا حاصل دو اُمور ہیں: (1) **علم:** بے شک مردوں کی عقل اور ان کے علوم زیادہ ہیں۔ (2) **قدرت:** اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مَرد سخت سے سخت کام کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، اِن دو وُجوہات کی بنا پر عقل، سمجھ، طاقت، کتابت، گھڑ سواری اور تیر اندازی میں مَردوں کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ نیز مَردوں ہی میں انبیاء، علماء ہیں، اُنہیں میں امامتِ کبریٰ اور صغریٰ ہیں، جہاد، اَذان، خُطبہ، اِعتکاف اور حدود و قصاص میں اُن کی گواہی، وراثت میں اُن کا حصہ عورتوں سے زیادہ، عصبہ بننا، قتل اور خطاء میں دیت دینا، اِسی طرح نکاح، طلاق، رُجوع اور عددِ اَزواج (ایک سے زیادہ شادی) کا مالک ہونا اور نسب کا انہیں سے ثابت ہونا، یہ تمام چیزیں مَرد کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔[2]

عورت ہر ہر معاملے میں مَرد سے نصف ہوتی ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر

---

1 . . . تفسیر طبری، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۴/ ۵۹، ۶۲ ملتقطاً۔

2 . . . تفسیر کبیر، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۴/ ۷۰۔

خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے منقول ہے کہ ”لڑکی کا دودھ لڑکے سے نصف ہوتا ہے، لڑکی کی میراث لڑکے سے نصف ہوتی ہے، لڑکی کی عقل لڑکے کی عقل سے نصف ہوتی ہے، لڑکی کی شہادت لڑکے کی شہادت سے نصف ہوتی ہے، لڑکی کی دیت لڑکے کی دیت سے نصف ہوتی ہے، بلکہ لڑکی ہر معاملے میں لڑکے سے نصف ہوتی ہے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:281 صبح تک نافرمان بیوی پر فرشتوں کی لعنت

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَہُ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَلَمْ تَاْتِہٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْھَا لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ.[2] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَھُمَا اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَۃُ ھَاجِرَۃً فِرَاشَ زَوْجِھَا لَعَنَتْھَا الْمَلَائِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ.[3] وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْ امْرَاَتَہُ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَتَاْبٰی عَلَیْہِ اِلَّا کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطاً عَلَیْھَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْھَا.[4]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ عورت نہ آئے، پھر اُس کا شوہر ناراضی کی حالت میں رات گزارے تو فرشتے صبح ہونے تک اُس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“ صحیحین کی روایت میں ہے: ”جب کوئی عورت اپنے شوہر کے بستر سے علیحدہ رات گزارے تو صبح تک فرشتے اُس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“ ایک روایت میں ہے: **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے

---

1 . . . کنز العمال، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، الاقضیۃ، جزء: ۵، ۳/۳۳۰، حدیث: ۱۴۵۰۴۔

2 . . . مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا، ص ۷۵۳، حدیث: ۱۴۳۶۔

3 . . . بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملئکۃ فی السماء۔۔۔الخ، ۲/۳۸۸، حدیث: ۳۲۳۷۔

4 . . . مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا، ص ۷۵۳، حدیث: ۱۴۳۶۔

سے انکار کر دے تو آسمان والوں کا مالک یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس عورت سے اُس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی نہ ہو جائے۔“

شوہر کی اِتباع کرنا لازم ہے:

مذکورہ حدیث سے پتہ چلا کہ عورت پر اپنے شوہر کی اِتباع کرنا لازم ہے وہ اسے کسی وقت بھی بلائے، دن میں یا رات میں جماع کے لیے یا خدمت کے لیے، عورت اُس سے انکار نہیں کر سکتی یہاں تک کہ روایت میں آتا ہے کہ جس عورت سے اُس کا شوہر ناراض ہو اُس کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی اور نیکی۔ چنانچہ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”آدمی اپنی بیوی کو بستر پر یعنی جماع کے لیے بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے تو صبح تک فرشتے اُس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ ”صبح تک“ سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ رات میں جب یہ واقعہ ہو تو فرشتے صبح تک لعنت کرتے ہیں لیکن رات کی کوئی قید نہیں۔ اِس کا ذکر اِس لیے کیا کہ جماع غالباً رات کے وقت ہوتا ہے، ورنہ یہ رات دن دونوں کو شامل ہے (یعنی چاہے مرد رات میں بیوی کو جماع کے لیے بلائے یا دن میں)۔ ابنِ خزیمہ اور ابنِ حبان میں حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تین اَفراد ایسے ہیں کہ جن کی نماز قبول نہیں اور نہ اُن کی کوئی نیکی آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے: (1) بھاگا ہوا غلام جب تک کہ مالک کے پاس واپس نہ لوٹے۔ (2) نشہ کرنے والا حتی کہ اُس کا نشہ زائل ہو جائے۔ (3) وہ عورت جس سے اُس کا شوہر ناراض ہو حتّٰی کہ وہ اُس سے راضی ہو جائے۔ یہ روایت مطلق ہے جس سے معلوم ہوا کہ رات اور دن دونوں کو شامل ہے۔“[1]

لعنت بھیجنے کی وجہ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ ”فرشتے اُس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔“ لعنت کرنے کی وجہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی کچھ یوں بیان فرماتے ہیں: ”عورت ہر نیک و جائز کام میں اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبراری پر مامور ہے اِس لیے اگر وہ مامور بہ کاموں سے منع کرے تو فرشتے اُس پر لعنت کرتے

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب اذا باتت المراۃ مہاجرۃ فراش زوجھا، ۱۴/ ۱۶۶، ۱۶۷، تحت الحدیث: ۵۱۹۳۔

ہیں، نیز حالتِ حیض میں بھی وہ انکار نہ کرے کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک حالتِ حیض میں بھی شوہر ناف سے لیکر گھٹنوں تک کے حصے کے علاوہ سے نفع اٹھا سکتا ہے۔[1]

حالتِ حیض میں جماع کرنا حرام ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں شوہر اپنی زوجہ کے گھٹنوں سے لے کر ناف تک کے علاوہ دیگر حصے سے نفع اٹھا سکتا ہے، اِس مخصوص حصے سے نفع اٹھانا یا جماع کرنا ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى یَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ (پ ۲، البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہو لیں پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں **اللہ** نے حکم دیا۔

صدرُ الشریعہ، بدرُ الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ہم بستری یعنی جماع اِس حالت (حیض و نفاس) میں حرام ہے۔ ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کر لیا تو سخت گنہگار ہوا، اِس پر توبہ فرض ہے اور آمد کے زمانہ میں کیا تو ایک دینار اور قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مُستَحَب۔ اِس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عُضْو سے چھونا جائز نہیں جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو شَہوت سے ہو یا بے شَہوت اور اگر ایسا حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہو گی تو حَرَج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حَرَج نہیں، یوہیں بوس و کنار بھی جائز ہے۔“[2]

بیوی کو شوہر کا ساتھ دینا چاہیے:

علامہ عینی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کو شوہر کا ساتھ دینا چاہیے

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ... الخ، ۶/ ۳۹۳، تحت الحدیث: ۳۲۴۶۔

2 ... بہار شریعت، حصہ دوم ۱/ ۳۸۲۔

اور اُس کو راضی رکھنا چاہیے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا ترکِ جماع پر صبر کرنا یعنی جماع سے رُکے رہنا مَرد کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جبکہ مَرد زیادہ عرصے نہیں رُک سکتا، اِسی لیے حضور نبی کریم عَلَیْہِ السَّلَام نے عورت کو مَرد کا ساتھ دینے کی ترغیب دی۔“[1]

شوہر کی رضا میں رب کی رضا ہے:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اِس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی رضا میں رب کی رضا ہے اور شوہر کی ناراضی میں ربّ کی ناراضی ہے اور سوچو کہ قضائے شہوت میں شوہر کی رضامندی اتنی اہم ہے تو پھر دِین کے معاملے میں اُس کی رضا و ناراضی کی کس قدر اہمیت ہو گی۔[2]

”آسمان والوں کا مالک“ کے معنیٰ:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو اس سے آسمان والوں کا مالک عَزَّوَجَلَّ ناراض ہو جاتا ہے۔ حالانکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو آسمان اور زمین والوں سب کا مالک ہے تو پھر صرف آسمان والوں کا ذکر کیوں کیا؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کی حکومت، ملکیت، آسمان میں بھی ہے، خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۸۴) (ترجمۂ کنزالایمان: ”آسمان والوں کا خدا اور زمین والوں کا خدا۔“) اگرچہ زمین و آسمان والا مکان سب ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ملکیت ہیں، مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے، زمین فیض لینے والی، اِس حیثیت سے آسمان زمین سے اَشرف ہے۔ اِسی لیے صِرف آسمان کا ذکر ہوا یا یہ مراد ہے کہ آسمان میں رہنے والے فرشتوں کا خدا، تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا علم اُن فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے، آپ بھی ہمارے

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب اذا باتت المراۃ مہاجرۃ فراش زوجہا، ۱۴/ ۱۶۸، تحت الحدیث: ۵۱۹۴۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ من الحقوق، ۶/ ۳۴۴، تحت الحدیث: ۳۲۴۶۔

ظاہر و پوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔"[1]

"حق زوج" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر جائز اور نیک کاموں میں عورت پر اپنے شوہر کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

(2) جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو اس کی نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی نیکی۔

(3) جس عورت سے اس کا شوہر ناراض ہو اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی ناراض ہو جاتا ہے بشرطیکہ جائز کام پر ناراض ہوا ہو، اِس لیے عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہروں کو راضی رکھیں۔

(4) عورت کو اپنے شوہر کی موافقت کرنی چاہیے اور تمام جائز اُمور میں اُس کا ساتھ دینا چاہیے۔

(5) فرشتوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے زمین والوں کے اَعمال کی خبر ہوتی ہے تو فرشتے جن کے در کے خادم ہیں یعنی ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُنہیں کیسے ہمارے اَعمال کی خبر نہ ہوگی، یقیناً آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی ہمارے اَعمال سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے باخبر ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری خواتین کو اپنے شوہروں کی ہر جائز امر میں اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، انہیں ناراض کرنے کے بجائے خوش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 282

بِلا اِجازتِ شوہر روزہ رکھنے کی مُمانَعَت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَيْضًا اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/۹۱۔

وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَلَا تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی روزہ) رکھے اور کسی کو اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر نہ آنے دے۔“

رمضان کے علاوہ نفلی روزوں کی مُمانَعت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”ابو داود کی روایت میں ہے کہ ”عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے کے (یعنی نفلی) روزے نہ رکھے۔“ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ”شوہر کی موجودگی میں۔“ یعنی خاوند اُسی شہر میں مُقیم ہو، کہیں سفر پر گیا ہوا نہ ہو۔ اگر وہ کہیں گیا ہوا ہے تو عورت اُس کی اجازت کے بغیر بھی روزے رکھ سکتی ہے کیونکہ اِس صورت میں اُس کا شوہر فی الحال اُس کے پاس نفع اُٹھانے نہیں آسکتا۔ علامہ کرمانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: ”یہ ممانعت مکروہِ تحریمی ہے۔“ جبکہ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اور ہمارے بعض اَصحاب نے کہا: ”شوہر کی اِجازت کے بغیر روزہ رکھنا مکروہ ہے اگر رکھ لیا تو روزہ ہو جائے گا لیکن گناہ گار ہوگی۔“[2]

رمضان اور قضائے رمضان کے روزوں کا حکم:

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: عورت بغیر شوہر کی اِجازت کے نفل اور منّت و قسم کے روزے نہ رکھے اور رکھ لیے تو شوہر تُڑوا سکتا ہے مگر توڑے گی تو قضا واجب ہوگی، مگر اُس کی قضا میں بھی شوہر کی اجازت درکار ہے یا شوہر اور اُس کے درمیان جدائی ہو جائے یعنی طلاق بائن دیدے یا مَر جائے۔ ہاں اگر روزہ رکھنے میں شوہر کا کچھ حرج نہ ہو مثلاً وہ سفر میں ہے یا بیمار ہے یا اِحرام میں ہے تو اِن حالتوں میں بغیر اِجازت کے بھی قضا رکھ سکتی ہے بلکہ اگر وہ منع کرے جب بھی اور اِن

1 . . . بخاری، کتاب النکاح، باب لا تاذن المراۃ فی بیت زوجھا، ۳/۴۶۲، حدیث: ۵۱۹۵۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب صوم المراۃ باذن زوجھا تطوعا، ۱۴/۱۶۶، تحت الحدیث: ۵۱۹۲۔

دنوں میں بھی بے اِس کی اجازت کے نفل نہیں رکھ سکتی۔ رمضان اور قضائے رمضان کے لیے شوہر کی اجازت کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ اُس کی ممانعت پر بھی رکھے۔[1]

غیر مرد و غیر عورت کے داخلے کی مُمَانَعَت:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ ”عورت اپنے شوہر کی اِجازت کے بغیر کسی کو اُس کے گھر میں نہ آنے دے۔“ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اِس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کی اِجازت کے بغیر کسی مَرد کو یا اُس عورت کو آنے نہ دے جس کو اُس کا شوہر ناپسند کرتا ہے کیونکہ اِس سے بدگمانی ہوگی اور مَرد کی غیرت جاگے گی اور یہ بات اُن کے درمیان قطع تعلق کا سبب بن جائے گی۔“[2]

”طاعت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے البتہ غیر موجودگی میں رکھ سکتی ہے۔

(2) قضائے رمضان کے روزے رکھنے کے لیے شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔

(3) بیوی کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی اِجازت کے بغیر کسی بھی مرد یا ایسی عورت کو گھر میں نہ آنے دے جس کا آنا اُس کے شوہر کو پسند نہ ہو۔

(4) عورت ہر اُس کام سے بچے جو شوہر کو ناپسند ہو کیونکہ ایسا کام قطع تعلقی کا سبب بن سکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام فرائض وواجبات کی صحیح طریقے سے ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری خواتین کو اپنے شوہروں کی اِطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . بہار شریعت، حصہ پنجم، ۱/۱۰۰۸۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب لا تاذن المراۃ فی بیت زوجھا، ۱۴/ ۱۶۸، تحت الحدیث: ۵۱۹۵۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:283

عورت شوہر کے گھر واَولاد پر نگران ہے

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَہْلِ بَیْتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِہَا وَوَلَدِہٖ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ.“[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”تم سب نگران ہو اور تم میں ہر ایک سے اُس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہو گا، امیر نگران ہے، مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کی اولاد پر نگران ہے اور تم سب نگران ہو اور تم سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

لفظ ”راعی“ کے معانی:

مذکورہ حدیث میں لفظ ”رَاعٍ“ آیا ہے۔ اس کا مطلب اور معنٰی بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حکیمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”راعی کے لغوی معنی ہیں چرواہا، اصطلاح میں ہر محافظ اور حاکم کو راعی کہہ دیتے ہیں کہ جیسے چرواہا ساری بکریوں کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ اگر ایک بکری بھی ضائع ہو گئی تو بکری والا اُس سے مطالبہ کرتا ہے، ایسے ہی رب تعالیٰ اُس سے ماتحت بندوں کے متعلق سوال فرمائے گا: ﴿قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ (پ۲۸، التحریم: ۶) (ترجمۂ کنز الایمان: ”اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ۔“) مثلاً والد سے سوال ہو گا کہ تم نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کیوں نہ پہنچایا؟ یہ بھی سوال ہو گا کہ اُنہیں نیک کیوں نہ بنایا؟“[2]

---

1 ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل۔۔۔الخ، ص۱۰۱۶، حدیث: ۱۸۲۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۵۱۔

مَرد کی ذمہ داری:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ذُوالامر سے مُراد صاحب اِقتدار ہیں خواہ بڑا حاکم ہو یا چھوٹا سب اِس میں شامل ہیں کہ سب اپنے ماتحتوں پر نگران ہیں اور اُن پر لازم ہے کہ اپنی رعایا کے معاملات پر نظر رکھیں، اُن کے مسائل حل کریں اور اُن کی پریشانیوں کو دُور کریں۔ اِسی طرح مَرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق اُن کی کفالت کرے گا کہ متوسط طبقے کا ہے تو متوسط اور اگر غنی ہے تو اُس طبقے کے لحاظ سے اور اُنہیں نیکی کا حکم دے، بُرے کاموں سے روکے اور وہ شرعی اَحکامات سکھائے جن کی اُنہیں ضرورت ہے۔“[1]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”مَرد سے سوال ہوگا کہ تُو نے اپنی بیوی بچوں کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں؟ جن کا خرچہ تیرے ذمے تھا انہیں خرچ دیا یا نہیں؟ اور جن کی تعلیم تجھ پر لازم تھی انہیں تعلیم دی یا نہیں؟“[2]

عورت کی ذمہ داری:

مذکورہ حدیثِ پاک میں عورت کو بھی اپنے شوہر کے گھر اور اولاد کی ذمہ دار فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”عورت اپنے شوہر کے گھر کی چور، اُچکوں سے حفاظت کرے اور (گھر کے کھڑکی دروازے بند رکھ کر) چوہے بلیوں جیسے دیگر نقصان پہنچانے والے جانوروں سے حفاظت کرے جو کہ گھروں میں گھس جاتے ہیں یونہی شوہر کے مال سے ایسا صدقہ نہ کرے جس پر شوہر راضی نہ ہو۔“[3]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اور عورت سے سوال ہوگا کہ تُو نے اپنے خاوند کی خدمت کی یا نہیں؟ خاوند کے مال اور اولاد کی خیر خواہی کی یا

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب حق الزوج علی المراۃ، ۲/۱۱۱، تحت الحدیث: ۲۸۴۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۳۵۲۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب حق الزوج علی المراۃ، ۲/۱۱۱، تحت الحدیث: ۲۸۴۔

نہیں؟بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے،اس لیے ماں پر لازم ہے کہ ان کی پرورش اور تربیت اچھی کرے، ماں خاتون جنت سیدتنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جیسی پرہیز گار بنے تاکہ اس کی اولاد جنتی نوجوانوں کے سردار سیدنا امام حُسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جیسی ہونہار ہو۔اسی لیے اچھی لڑکیوں سے نکاح کرنا اچھا ہے کہ زمین اچھی ہو تو پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔"[1]

بیوی کی دو اہم ذمہ داریاں:

دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۳۹۳ صفحات پر مشتمل کتاب احیاء العلوم جلد2 صفحہ 218 پر ہے: "بیوی کے ذمہ شوہر کے کئی حقوق ہیں لیکن دو اُمور زیادہ اہمیت کے حامل ہیں: (1) حفاظت و پردہ کرنا (کہ جہاں تک ہو سکے خود کو غیر محرموں کی نظروں سے بچائے اور اُن سے پردہ کرے۔)۔(2) غیر ضروری چیزوں کا مطالبہ کرنے سے بچنا اور اگر شوہر کی کمائی حرام ہو تو اُس سے بھی بچے۔"گزشتہ زمانے میں عورتوں کی یہی عادت تھی کہ مرد گھر سے نکلنے لگتا تو اس کی بیوی یا بیٹی اس سے کہتی: "حرام کمائی سے بچتے رہنا، ہم بھوک و تکلیف تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن جہنم کی آگ برداشت نہیں کر سکتے۔"

ہر شخص اپنا بھی نگران ہے:

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ جس کے پاس کوئی اِقتدار نہ ہو اور نہ ہی اُس کے بیوی بچے ہوں وہ تو کسی پر نگران نہیں تو کیا اُس سے کوئی سوال جواب نہ ہو گا؟ اِس کا جواب دیتے ہوئے عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ایسا انسان اپنے آپ پر نگران ہے۔یعنی وہ اپنے اعضاء وجوارح کا ذمہ دار ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ نیک کام کرے، بُرے کاموں سے بچے، قولی طور پر بھی عملی اور اعتقادی طور پر بھی۔اِس کے اَعضاء وجوارِح اِس کی رعایا ہیں لہٰذا ہر شخص سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ جس کا کرنا اور جس کام سے بچنا اُس پر لازم تھا کیا وہ اُس پر قائم رہا یا نہیں؟"[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح،۵/ ۳۵۲۔

2 ... دلیل الفالحین، باب حق الزوج علی المراۃ، ۲/ ۱۱۲، تحت الحدیث: ۲۸۴۔

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”ہر شخص خود اپنے نفس اور اپنے اَعضاء کا راعی و ذمہ دار ہے کہ اُس سے اپنے اَوقات، اپنے حالات، اپنے خیالات، آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہو گا کہ کہاں استعمال کیے؟ اللہ عَزَّ وَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾﴾ (پ۲۶، ق: ۱۸) (ترجمۂ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔) غرض یہ کہ ہر ایک سے اُس کی ذمہ داریوں کے متعلق پُرسش ہوگی، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہی ہم گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے، پردے رکھے، لغزشیں مُعاف کرے۔[1]

مدنی گلدستہ

امام ”حسین“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قیامت کے دن ہر شخص سے اُس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہو گا، حاکم سے اُس کی رعایا کے بارے میں، مرد سے اُس کے بیوی بچوں کے بارے میں، عورت سے اُس کے شوہر کے گھر کی حفاظت اور اولاد کی پرورش کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(2) بچوں کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہے، اِس لیے ماں پر لازم ہے کہ بچوں کی اچھی تربیت کرے۔

(3) اچھی اور نیک سیرت لڑکی سے نکاح کرنا چاہیے تاکہ اولاد کی تربیت اچھی ہو۔

(4) اِنسان سے اُس کے اَعضاء کے بارے میں سوال ہو گا کہ ہاتھوں کو کہاں استعمال کیا؟ پیروں سے چل کر کہاں کہاں گئے؟ زبان سے کیسی گفتگو کی؟ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خیال رکھنے، اُن کی اچھی تربیت کرنے اور ہمیں اپنے اعضاء کو صحیح جگہ استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۵۲ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:284

شوہر بلائے تو فوراً چلی آئے

عَنْ اَبِیْ عَلِی طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَاتِهِ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو طَلْق بن علی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب آدمی بیوی کو اپنی حاجت کے لیے بلائے تو اسے چاہیے کہ فوراً چلی جائے اگرچہ وہ تنور پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہو۔“

تنور کے ذِکر کی خصوصیت:

اِس حدیث میں اِس باب کی پہلی حدیث کی طرح عورت کو شوہر کی حاجت پوری کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ جب اُس کا شوہر اُسے آواز دے تو بلا تاخیر اُس کے پاس جائے دیر نہ کرے چاہے وہ تنور پر روٹی بنا رہی ہو۔ تنور پر روٹی بناتے وقت کا ہی ذکر کیوں کیا اِس کی وجہ علامہ طِیبی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اپنی شرح میں کچھ یوں بیان فرمائی ہے کہ: ”تنور پر روٹی پکانے کا ذکر اِس لیے کیا کہ یہ اُن کاموں میں سے ایک کام ہے جس کے کرتے وقت عورت کسی اور کام کی طرف توجہ نہیں کرتی، یہاں تک کہ روٹی پکانے سے فارغ نہ ہو جائے۔“[2]

ضروری کام میں مصروفیت ہو تب بھی جائے:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یعنی اگر کسی ضروری کام میں مشغول ہو اور مال کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہو، تب بھی شوہر بلائے تو چلی جائے مثلاً اس نے تندور میں روٹیاں لگائیں ہوئی ہوں اور شوہر اسے آواز دے۔“[3] ”مرآۃ المناجیح“ اور ”مرقاۃ المفاتیح“ میں ہے: ”حاجت سے مراد صحبت ہے۔“[4]

---

1 . . . ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المراۃ، ۲/۳۸۶، حدیث: ۱۱۶۳۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ۔۔۔ الخ، ۶/۳۵۰، تحت الحدیث: ۳۲۵۷۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء، ۳/۱۵۴۔

4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ۔۔۔ الخ، ۶/۴۰۲، تحت الحدیث: ۳۲۵۷۔ مرآۃ المناجیح، ۵/۹۸۔

ایک مسئلے کی وضاحت:

یہاں عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے ایک مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ ”شوہر کے بلانے پر جانے کا یہ حکم اُسی صورت میں ہے جب کہ روٹیاں شوہر کی ہوں کیونکہ جب وہ اُسے اِس حالت میں بلائے گا تو وہ اپنے مال کے ضائع ہونے پر راضی ہو گا۔“[1] اور مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے فرمایا: ”اگر روٹیاں کسی دوسرے کی ہوں تو نہ جائے، اگر گئی اور روٹیاں ضائع ہو گئیں تو اس کا تاوان دینا ہو گا۔“[2]

”مکہ“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) شوہر کے بلانے کی صورت میں اُس کی اطاعت کرنا بہت ضروری ہے۔

(2) شوہر بلائے اور بیوی کسی ضروری کام میں مشغول ہو تب بھی اُس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

(3) جب بیوی شوہر ہی کے کسی کام میں مصروف ہو اور شوہر بلائے تو اُس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری خواتین کو اپنے شوہروں کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اَحکامِ شرعِیّہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 285

شوہر کی انتہائی تعظیم کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ... الخ، ۶/۴۰۲، تحت الحدیث: ۳۲۵۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۹۸۔

لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں کسی شخص کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔''

شوہر کی حد درجہ تعظیم کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیثِ پاک سے شوہر کے مقام و مرتبہ کا پتہ چلتا ہے کہ شوہر کا مقام اتنا بلند ہے کہ اگر کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو عورت کو اجازت ہوتی کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے لیکن ہماری شریعت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا جائز نہیں، اس لیے شوہر کو سجدہ کرنے کا حکم ارشاد نہ فرمایا۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا کہ میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ عورت پر شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اُس کے اِحسانات کا شکریہ ادا کرنے سے عاجز ہے اور یہ حد درجہ کا مبالغہ ہے تاکہ پتہ چلے کہ عورت پر اپنے شوہر کی اِطاعت کس قدر واجب ولازم ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا جائز نہیں لیکن اگر جائز ہوتا تو صِرف اور صِرف شوہر کو سجدہ جائز ہوتا۔''[2]

سجدے کی دو اَقسام اور اُن کا حکم:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''ہماری شریعت میں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے، سجدۂ عبادت کفر ہے، سجدہ تعظیم حرام۔ دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدۂ تعظیم جائز تھا۔ اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مالکِ اَحکام ہیں کہ فرماتے ہیں: اگر میں کسی کو سجدے کا حکم دیتا۔ یہاں حکم سے مُراد وُجوبی حکم

---

1 ... ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المراۃ، ۳۸۶/۲، حدیث: ۱۱۶۲۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء ... الخ، ۴۰۱/۶، تحت الحدیث: ۳۲۵۵۔

ہے یا اِستحبابی یا اِباحت کا۔اِس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اِطاعت و تعظیم اَشد ضروری ہے اِس کی ہر جائز تعظیم کی جائے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”قرآن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اِسلام میں شوہر کی حد درجہ تعظیم اور اِطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

(2) عورت پر شوہر کے بہت اِحسانات ہوتے ہیں، اگر وہ اُس کے حُقُوق کو کماحَقُّہ ادا کرنا چاہے تو بھی ادا نہ کرسکتی، اِس لیے اِسے چاہیے کہ شوہر کی ہر دَم اِطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلے۔

(3) اِسلام میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کو بھی سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، **غیرُ اللہ** کو سجدہ عبادت کرنا کفر ہے اور سجدہ تعظیمی کرنا حرام۔

(4) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **مالکِ احکام** ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اس بات کا اختیار عطا فرمایا ہے کہ جس کے لیے جو حکم چاہیں خاص فرمادیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِخلاص کے ساتھ شرعی اَحکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:286

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: اَیُّمَا امْرَاَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُہَا عَنْہَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ.[2]

---

1 . . . مرآۃالمناجیح، ۵/ ۹۷ملتقطاً۔

2 . . . ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاءفی حق الزوج علی المراۃ، ۲/ ۳۸۶، حدیث: ۱۱۶۴۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو بھی عورت اِس حال میں اِس دنیا سے گئی کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔“

شوہر کی رضا طلب کرنا واجب ہے:

امام ذَہبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”بیوی پر اپنے شوہر کی رضا طلب کرنا اور اُس کی ناراضی سے بچنا واجب ہے اور شوہر جب اُسے بلائے تو اُسے منع نہ کرے کیونکہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب شوہر اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر بلائے تو وہ جائے اگرچہ تنور پر ہو۔“[1]

کس شوہر کی رضا، دُخولِ جنت کا سبب ہے؟

مذکورہ حدیثِ پاک سے بھی شوہر کی رضا و ناراضی کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ جس عورت سے اُس کا شوہر راضی ہو اور خوش ہو اور اُسی حالت میں اُس کا انتقال ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہو گی لیکن وہ کونسا شوہر ہے جس کی رضا عورت کو جنت میں لے جائے گی؟ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہاں خاوند سے مراد مسلمان عالِم متقی خاوند ہے۔“ یہ قیود بہت ہی مناسب ہیں، بعض بے دِین خاوند تو عورت کی نماز سے ناراض ہوتے ہیں اُس کے گانے بجانے، سینما جانے، بے پردہ پھرنے سے راضی ہوتے ہیں یہ رضا بے ایمانی ہے۔“[2]

جنت میں داخلے کا معنی:

حدیثِ پاک میں اِس بات کو بیان فرمایا گیا کہ جس عورت کا شوہر اُس سے راضی ہو اور اُس کا انتقال ہو تو وہ جنت میں جائے گی۔“ جنت میں داخلے کا کیا معنی ہے۔ **مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت**

---

1 ... الکبائر للذھبی، الکبیرۃ السابعۃ والاربعون، ص ۱۷۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/۹۷۔

مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی مَرتے ہی رُوحانی طور پر یا بعدِ قیامت جسمانی طور پر، کیونکہ اُس نیک بی بی نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حقوق بھی ادا کیے بندے یعنی شوہر کے حقوق بھی۔“[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظاہر یہ ہے کہ ابتداءً وہ کامیاب لوگوں کے ساتھ ہوجائے گی، ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور اُس سے تمام حقوق والے راضی ہوجائیں گے۔“[2] حدیثِ پاک میں ہے: ”اگر عورت پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان المبارک کے روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اُس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجا۔“[3]

مدنی گلدستہ

”جَنَّت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) بیوی پر شوہر کی رضا طلب کرنا اور اُس کی ناراضی سے بچنا واجب ہے۔

(2) شوہر جب بھی بلائے بیوی کو چاہیے کہ اُس کے حکم کی تعمیل میں اُس کے پاس چلی جائے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِس کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

(3) اگر بیوی اپنے نیک متقی شوہر کی اِطاعت کرے اور وہ اُس سے راضی ہو تو ایسی بیوی وصال کے بعد جنت میں داخل ہوگی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہماری خواتین کو اپنے شوہروں کی رضا طلب کرنے اور اُن کی ناراضی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمیں جنت میں بلا حساب و کتاب داخلہ نصیب فرمائے۔

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۹۷۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب حق الزوج علی المراۃ، ۲/۱۱۳، تحت الحدیث: ۲۸۷۔

3 . . . مسند احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن عوف، ۱/۴۰۶، الحدیث ۱۶۶۱ بتغیر قلیل۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:287

جنتی بیوی کی بددعا

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُؤْذِی امْرَاَۃٌ زَوْجَھَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ: لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ یُوْشِکُ اَنْ یُفَارِقَکِ اِلَیْنَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو جنت میں حُورِ عین میں سے اُس کی بیوی کہتی ہے کہ اِسے تکلیف مت دے، اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے ہلاک کرے، بے شک وہ تو تیرے پاس مہمان ہے، عنقریب اُسے تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنا ہے۔''

شوہر کی عِزَّت وعظمت:

اِس حدیث پاک میں شوہر کی بڑی عزت وعظمت کا بیان ہے، نیز اِس بات کا بھی بیان ہے کہ شوہر کو تکلیف دینا اتنا بُرا ہے کہ جب کوئی عورت دنیا میں اپنے نیک شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو جواب میں جنت کی حور اُسے تنبیہ کرتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے نیک شوہر کو تکلیف دینا گویا جنتی مخلوق کو تکلیف دینا ہے۔

حُورِ عین اور جنتی کو ملنے والی حُوریں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''حور بنا ہے حُوراء سے بمعنی آنکھ کی تیز سفیدی، پتلیوں کی تیز سیاہی، یہ چیز حُسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔ عِین جمع ہے عیناء کی جس کا معنیٰ ہے بڑی بڑی آنکھ۔ چونکہ حُوروں کی آنکھیں بڑی اور خوب سفید و سیاہ ہیں اِس لیے اُنہیں

[1] ... ترمذی، کتاب الرضاع، باب: ۱۹، ۲/ ۳۹۲، حدیث: ۱۱۷۷۔

حُورِ عِین کہا جاتا ہے۔"[1] حضرت سیدنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرورِ کونین، دُکھی دِلوں کے چین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سب سے ادنیٰ جنتی کو اَسی ہزار (80000) خادم اور ۷۲ حوریں دی جائیں گی۔"[2]

مہمان کہنے کی وجہ:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "دَخِیْل کا مطلب ہے مہمان، کہیں سے آنے والا۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا یہ شوہر دنیا میں تمہارے پاس ایک مہمان کی طرح ہے اور تم در حقیقت اُس کی اہل (گھر والی) نہیں ہو کیونکہ عنقریب وہ تم سے جُدا ہو جائے گا اور اُس کے بلند مقام کی وجہ سے تم اُس سے مل نہیں پاؤ گی جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ ترجمۂ کنز الایمان: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ (پ۲۷، الطور: ۲۱)

بے شک ہم اُس کے اہل ہیں اور وہ تم سے جدا ہو کر تمہیں جہنم میں چھوڑ کر ہم سے ملنے والا ہے ہمارے پاس آنے والا ہے۔"[3]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند اہم مسائل:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اِس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: (1) ایک یہ کہ حُوریں نورانی ہونے کی وجہ سے جنت میں زمین کے واقعات دیکھتی ہیں، دیکھو یہ لڑائی کسی گھر کی بند کوٹھڑی میں اور حُور دیکھ رہی ہے۔ (2) یہاں مرقات نے فرمایا کہ مَلاءِ اعلیٰ دنیا والوں کے ایک ایک عمل پر خبردار ہیں، دوسرے یہ کہ حُوروں کو لوگوں کے اَنجام کی خبر

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۴۲ ملخصا۔

2 . . . ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء مالادنی اھل الجنۃ من الکرامۃ، ۴/ ۲۵۴، حدیث: ۲۵۷۱۔

3 . . . شرح الطیبی، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ۔۔۔ الخ، ۶/ ۳۵۱، تحت الحدیث: ۳۲۵۸۔

ہے کہ فلاں مؤمن متقی مَرے گا۔ (3) تیسرے یہ کہ حُوروں کو لوگوں کے مقام کی خبر ہے کہ بعدِ قیامت یہ جنت کے فلاں درجہ میں رہے گا۔ (4) چوتھے یہ کہ حُوریں آج بھی اپنے خاوند انسانوں کو جانتی پہچانتی ہیں۔ (5) پانچواں یہ کہ آج بھی حُوروں کو ہمارے دُکھ سے دُکھ پہنچتا ہے، ہمارے مخالف سے ناراض ہوتی ہیں، جب حُوروں کے عِلم کا یہ حال ہے تو حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم جو تمام خلق سے بڑے عالِم ہیں اِن کے علم کا کیا پوچھنا؟ آج لوگ حضور کو حاضِر ناظِر ماننا شرک کہتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حُور حاضِر ناظِر ہے۔ (6) چھٹے یہ کہ حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم جنت کے حالات حُوروں کے کلام سے خبر دار ہیں جب ہی حُور کا یہ کلام نقل فرمارہے ہیں۔ وہ ہے حُور، حضور ہیں نُور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم۔ (7) ہر حُور دنیا کے ہر گھر کے ہر حال سے خبر دار ہے مگر یہ کلام وہ ہی حُور کرتی ہے جس کا زوج اُس گھر میں ہو۔"[1]

"جَنَّتِی حُور" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) ہر جنتی کو جنت میں کثیر حُور و غلمان دیے جائیں گے۔

(2) اسلام میں نیک متقی و پرہیز گار شوہر کی بہت ہی عزت و عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

(3) نیک شوہر کو تکلیف دینا گویا جنتی مخلوق کو تکلیف دینا ہے۔

(4) نیک متقی شوہر کو تکلیف دینے والی عورت کے لیے جنتی حُور ہلاکت کی دعا کرتی ہے۔

(5) شوہر کو اَحادیث میں وارد ہونے والے تمام فضائل اُسی وقت حاصِل ہوں گے جبکہ وہ اَحکامِ شَرعِیَّہ کا پابند ہو، اپنے گھر والوں کو شریعت پر چلنے کی تاکید کرتا ہو۔

(6) جنتی حُور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے جنت میں رہتے ہوئے دنیا کے معاملات ملاحظہ کرتی ہے۔

(7) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے حاضِر ناظِر ہیں، دنیا والوں

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ٥/٩٨۔

کے تمام اَحوال سے بھی باخبر ہیں اور جنت والوں کے اَحوال سے بھی باخبر ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اَحکامِ شَرعِیَّہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں بھی بِلا حساب وکتاب جنت میں داخلہ اور وہاں کے حُور و غِلمان عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:288

سب سے نُقصان دِہ فِتنہ

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَرَکْتُ بَعْدِی فِتْنَۃً ھِیَ اَضَرُّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اپنے بعد مَردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دِہ فتنہ نہیں چھوڑا۔“

عورت کے فتنہ ہونے کی وُجُوہات:

”عورت سب سے زیادہ نقصان دِہ فتنہ ہے۔“ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”عورت ناقِص العقل اور ناقِص الدین ہے، عورت آدمی کو طلبِ دِین سے غافِل کر دیتی ہے، اِس سے زیادہ نُقصان کی بات اور کیا ہو گی؟ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عورتوں سے بچو! بے شک بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے تھا۔“[2]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی دنیا میں مَردوں کے لیے عورتیں بڑے فتنے کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت، لڑائی جھگڑے بلکہ خونریزی بہت ہو گی، عورت ہی حُبِ دنیا کا ذریعہ ہے اور حُبِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ **مِنْ بَعْدِیْ**

---

1 . . . بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شئوم المراۃ، ۳/ ۴۳۱، حدیث: ۵۰۹۶۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المراۃ، ۱۴/ ۳۷، تحت الحدیث: ۵۰۹۶۔

فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کے زمانہ میں عورتوں کے فتنہ کا ظہور صحابہ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) پر نہ ہوا کہ وہ حضرات نورِ مُصْطَفَوِی سے بہت مُنَوَّر تھے، بعد میں اِس کا ظہور ہوا، آج بھی عورتوں کی وجہ سے فسادو قتل وخون بہت ہورہے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اقلیما عورت کی وجہ سے مارا۔ شعر

جھگڑے کی بنیادیں تین

زَن ہے زَر ہے اور زمین

عورتوں کے فتنے سے بچنے کا واحد ذریعہ شریعتِ اِسلامیہ کی مضبوطی سے پیروی ہے۔"[1]

"دِین" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) دنیا میں اور بھی بہت سے فتنے ہیں، مگر عورت کو سب سے بڑا اور نقصان دِہ فتنہ فرمایا گیا ہے۔

(2) عورت ناقص العقل اور ناقص الدین ہے، بسا اَوقات عورت شوہر کو طلب دِین سے غافِل کر دیتی ہے، اِسی وجہ سے اُسے سب سے بڑا نقصان دہ فتنہ قرار دیا گیا ہے۔

(3) شریعت اسلامیہ کی پابندی کرکے عورت کے فتنہ سے بچا جا سکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، میاں بیوی کو آپس میں محبت اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے اور اِن حقوق کو اَدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۵۔

باب نمبر:36

اَہل وعِیال پر خرچ کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ زندگی کے ہر شعبے میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہر مسلمان پر حسبِ حال اپنے متعلقین کے حقوق لازم ہیں، جو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اِن حقوق کی ادائیگی کرتا ہے وہ دنیاو آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ انہی حقوق میں سے ایک حق اہل وعیال کا بھی ہے کہ اِن کی دیکھ بھال، کھانا پینا، لباس، رہائش اور دیگر حقوق اُس بندے پر لازم ہیں جو اُن کا کفیل ہے نیز اُن پر خرچ کرنا دوسروں پر خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اَہل وعیال پر خرچ کرنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 آیات اور 8 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) اَولاد کی کفالت باپ کے ذمہ ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (پ ۲، البقرۃ، ۲۳۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسبِ دستور۔

تفسیرِ طبری میں ہے: "یعنی بچے کے باپ پر لازم ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلانے والیوں کے لئے حسبِ وُسعت بمطابق عُرف لباس وطعام کا انتظام کرے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا میں مختلف طبقے کے اَفراد پیدا فرمائے، کوئی غریب وتنگدست تو کوئی امیر وخوشحال، لہٰذا ہر ایک پر اُس کی وُسعت کے مطابق بچے اور زوجہ کا خرچ لازم ہے۔"[1]

تفسیرِ رُوح البیان میں ہے: "یعنی بچوں کی مائیں جب انہیں دودھ پلائیں تو اُن کے کھانے، پہننے کا انتظام بچے کے باپ پر لازم ہے اور دودھ پلانے والی دوسری عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے کیونکہ بچے کو دودھ اُسی صورت میں پورا ملے گا جب عورت کا جسم صحت مند ہوگا اور صحت مند رہنے کے لئے غذا ضروری ہے،

1 . . . تفسیر طبری، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۳۲، ۲/ ۵۰۸۔

اِسی طرح لباس بھی عورت کی ضروریات میں سے ہے۔“[1]

(2) ربّ تعالیٰ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا

لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ (پ۲۸، الطلاق:۷)

ترجمۂ کنزالایمان: مقدوروالا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اُس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اُس میں سے نفقہ دے جو اُسے اللّٰہ نے دیا اللّٰہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اُسی قابل جتنا اُسے دیا ہے۔

تفسیرِ قرطبی میں ہے: ”شوہر کو چاہیے کہ اپنی زوجہ اور چھوٹے بچوں پر بقدرِ وُسعت خرچ کرے حتّٰی کہ اگر وہ خوشحال ہو تو اُن پر مزید وُسعت کرے۔ اِسی طرح غریب اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور خرچ مقرر کرنے میں خرچ دینے والے کی حیثیت کو مدِ نظر رکھا جائے۔“[2]

بہارِ شریعت میں ہے: ”اگر مَرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کا سا ہوگا اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں کا سا اور ایک مالدار ہے دوسرا محتاج تو متوسط درجہ کا یعنی محتاج جیسا کھاتے ہوں اُس سے عمدہ اور اَغنیاء جیسا کھاتے ہوں اُس سے کم اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے مگر یہ واجب نہیں، واجب متوسط ہے۔“[3]

(3) راہِ خدا میں خرچ کرنا

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ (پ۲۲، سبا:۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو چیز تم اللّٰہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمانِ عالیشان میں مسلمانوں کے لئے وعدۂ الٰہیّہ ہے کہ تم میرے حکم کے مطابق

---

1 ... روح البیان، پ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۳۲، ۱/۳۶۴۔

2 ... تفسیر قرطبی، پ۲۸، الطلاق، تحت الآیۃ: ۷، ۹/۱۲۹۔

3 ... بہار شریعت، حصہ ہشتم، ۲/۲۶۵۔

اپنا مال غریبوں یتیموں، مسکینوں، اہل خانہ، ماں باپ اور دیگر مسلمانوں پر خرچ کرو! دنیا وآخرت میں تمہیں اِس کا بدلہ دیا جائے گا۔ **تفسیر کبیر** میں ہے: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہم سب کا مالک، والی اور غنی ہے۔ جب اُس نے فرمادیا کہ تم خرچ کرو، میں اُس کا بدلہ دوں گا تو بندے پر لازم ہو گیا کہ وہ اِطاعَتِ اِلٰہی میں اپنا مال خرچ کریں۔ بے شک ہمارا سب مال فانی ہے اور اَہل وعیال پر خرچ کرنا ایسا قرض ہے جس کی ضمانت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دی اور فرمایا:

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ (پ۲۲، سبا: ۳۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا۔

کرمِ الٰہی دیکھیں کہ اِس وعدے کے بعد مزید یقین دہانی کے لئے بہت ساری اشیاء بندوں کے پاس رہن رکھوادیں۔ جی ہاں! ہر ایک کے پاس کسی نہ کسی صورت میں کوئی نہ کوئی شے رہن ہے جیسے زمین، باغ، چکی، حمام اور دیگر نفع بخش اشیاء۔ یہ سب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ملکیّت ہیں، انسان کے پاس بطورِ امانت وعاریت اور وعدۂ اِلٰہِیَّہ پر رہن ہیں تاکہ اِنسان کو یقین کامل حاصل ہو لیکن اِس کے باوجود اگر انسان اپنا مال اطاعت اِلٰہی میں خرچ نہ کرے تو ایسا مال بے کار ونا قابل تعریف ہے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 289

اَہل وعیال پر خرچ کرنے کا اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مَروی ہے کہ دو عالَم کے مالک ومختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک دینار وہ ہے جو تو راہِ خدا میں خرچ کرے اور ایک وہ ہے جس کے

[1] ... تفسیر کبیر، پ۲۲، سبا، تحت الآیة: ۳۹، ۹/۲۱۱، ۲۱۰ ملخصاً۔

[2] ... مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة علی العیال وعلی المملوک، ص ۴۹۹، حدیث: ۹۹۵۔

ذریعے غلام آزاد کرائے، ایک وہ جسے تو مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ ہے جسے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے تو اِن میں سب سے زیادہ فضیلت والا وہ ہے جسے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔''

چار جگہ مال خرچ کرنے کی فضیلت:

حدیثِ مذکور میں چار جگہ پر مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی: (1) راہِ خدا میں خرچ کرنا (2) غلام آزاد کرانے کے لئے خرچ کرنا (3) مسکین پر خرچ کرنا اور (4) اہل وعیال پر خرچ کرنا۔ یقیناً یہ سب اُمور باعِثِ فضیلت ہیں۔ سیّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اہلِ خانہ پر خرچ کرنے کی افضلیت بطورِ خبر بیان کر کے بہت ہی دلنشین اَنداز میں اِس کی ترغیب دلائی کیونکہ کسی نیک کام کی فضیلت بیان کرنا سامِعین کے لئے باعِثِ حرص وترغیب ہوتا ہے جیسا کہ خطرناک چیزوں کی مَعرفت اُن سے بچنے کا باعِث بنتی ہے۔

اہل وعیال پر خرچ کے افضل ہونے کی وجہ:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''راہِ خدا میں مال خرچ کرنا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ سے مراد حج وجہاد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی بندے کی رضا قطعاً مقصود نہ ہو۔ غلام آزاد کرانے میں خرچ کرنا۔ اِس میں مکاتب کی امداد، غلام کی آزادی، مقروض کو قرض سے آزاد کرانا، کسی مصیبت میں پھنسے ہوئے کو اُس مصیبت سے نکالنا سب ہی داخل ہیں، نہایت جامع کلمہ ہے۔ گھر والوں پر خرچ اِن سب خیراتوں سے یا تو اِس لئے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نفل تھیں اور یہ خرچ فرض ہے۔ اکثر فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے یا اِس لیے کہ اِس خرچ دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی، اَہلِ قرابت کے حق کی ادائیگی بھی اور دو نیکیاں ایک نیکی سے افضل ہیں۔ اِسی لیے بعض لوگ گیارھویں شریف وغیرہ کی شیرینی اکثر سیّدوں کو دیتے ہیں کہ یہ حضرات اولادِ رسول ہیں، اِس میں خیرات بھی اور اولادِ رسول کے حق کی ادائیگی بھی، اِن کا ماخذ یہ حدیث ہے۔''[1]

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۱۷۔

اہلِ خانہ پر خرچ کرنے کے فضائل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور کی شرح سے معلوم ہوا کہ اہل و عیال پر خرچ کرنا دوسروں پر خرچ کرنے سے افضل ہے کیونکہ اِس میں کئی نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں اور جس عمل میں جتنی زیادہ نیکیاں ہوں وہ اتنا ہی زیادہ افضل ہوتا ہے اور بھی کئی اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے رزقِ حلال کمانا بہت فضیلت والا عمل ہے بلکہ ایسا شخص راہِ خدا میں شمار کیا جاتا ہے اور اُس کا یہ عمل بروزِ قیامت سب اَعمال سے پہلے میزان میں رکھا جائے گا۔ اِس ضمن میں 2 اِیمان افروز اَحادیث ملاحظہ فرمایئے:

(1) ایک شخص تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب سے گزرا تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اُس کے پھرتیلے بدن کی مضبوطی اور چستی دیکھ کر عرض کی: ''یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کاش! اس کا یہ حال اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہوتا۔'' تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کے لئے رِزق کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے اور اگر اپنے بوڑھے والدین کے لئے رِزق کی تلاش میں نکلا ہے تو بھی یہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے۔ اگر اپنی پاک دامنی کے لئے رِزق کی تلاش میں نکلا ہے تب بھی اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں ہے اور اگر دکھاوے اور تفاخر کے لئے نکلا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔''[1] **(2)** فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''بندے کے میزان میں سب سے پہلے اُس کے اپنے گھر والوں پر خرچ کئے گئے مال کو رکھا جائے گا۔''[2]

کتنا کمانا فرض ہے؟

''آدمی پر کم از کم اتنا کمانا فرض ہے جو اُس کے لئے، اُس کے اہل و عیال کے لئے، ادائیگی قرض کے لئے اور انہیں کفایت کر سکے جن کا نفقہ اُس کے ذمہ واجب ہے۔ ماں باپ محتاج و تنگ دست ہوں تو اُنہیں

---

1 ... الترغیب والترهیب، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النفقة علی الزوجة، ۴۲/۳، حدیث: ۱۰۔

2 ... المعجم الاوسط، ۳۲۹/۴، حدیث: ۶۱۳۵۔

بقدرِ کفایت کما کر دینا فرض ہے۔"[1]

"بغداد" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دوسروں کے مقابلے میں اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

(2) اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے حلال رِزق کمانے والا راہِ خدا میں شمار کیا جاتا ہے۔

(3) بروزِ قیامت بندے کی جو چیز سب سے پہلے میزانِ عمل میں رکھی جائے گی وہ اہل خانہ پر خرچ کیا ہوا مال ہو گا۔

(4) والدین، اہل وعیال یا اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے حلال رِزق کمانا عبادت ہے۔

(5) قرض دار کو قرضے سے نجات دِلانا، مُصیبت زَدہ کی مصیبت دُور کرنا، غلام آزاد کروانا یہ سب بہت اجر والے کام ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اہل خانہ اور دیگر مسلمانوں کے حقوق کی صحیح طرح سے ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دنیا و آخرت میں اپنی دائمی رضا سے مالا مال فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 290

مال کس جگہ خرچ کرنا افضل ہے؟

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللہِ وَیُقَالُ لَہُ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانُ بْنُ بُجْدُد مَوْلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُوْل اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَفْضَلُ دِیْنَارٍ یُنْفِقُہُ الرَّجُلُ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہُ عَلٰی عِیَالِہٖ وَدِیْنَارٌ

[1] ... فتاوی ھندیة، کتاب الکراھیة، باب الخامس عشر فی الکسب، ٥/٣٤٨۔

یُنْفِقُهُ عَلٰی دَابَّتِهٖ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ یُنْفِقُهُ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ.[1]

رسولُ اللّٰه صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلام حضرت **سیدنا ابو عبد اللّٰہ، ثوبان بِن بُجْدُد** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنہیں ابو عبد الرحمن بھی کہا جاتا ہے، اِن سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بندہ جو دینار خرچ کرتا ہے اُن میں افضل وہ ہے جسے اپنے عیال پر خرچ کرے اور وہ جسے اپنے راہِ خدا کے جانور پر خرچ کرے اور وہ جسے اپنے راہِ خدا کے ساتھیوں پر خرچ کرے۔''

تین جگہوں پر خرچ کرنا افضل ہے:

حدیثِ مذکور میں تین جگہ پر اپنا مال خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے: (1) اپنے اہل وعیال پر (2) اپنے راہِ خدا کے جانور پر (3) اپنے اُن ساتھیوں پر جو راہِ خدا کے مُسافر ہوں۔ یقیناً یہ تینوں جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں حلال مال خرچ کرنے سے دِین و دُنیا کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔ اِن تین اَعمال میں خرچ کرنا موجبِ رَحمت وثواب ہے۔

اَہل وعیال پر خرچ کرنا بڑی نیکی ہے:

اہل وعیال پر خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ ہمارے پاس **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے امانت ہیں اور امانت کی دیکھ بھال کرنا اور اسے ضائع ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ لہٰذا اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرنا اور انہیں نقصان و مصیبت سے بچانا ہم پر لازم ہے بلکہ اہل وعیال پر خرچ کرنے سے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ ایک بار حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرتِ سَیِّدُنا سعد بن ابی وقّاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ارشاد فرمایا: ''جو بھی مال تو رِضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے گا، اُس پر تجھے اَجر دیا جائے گا حتّٰی کہ جو لقمہ تو اپنی بیوی کو کھلائے گا اُس پر بھی تجھے اَجر دیا جائے گا۔''[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقة علی العیال وعلی المملوک، ص ٤٩٩، حدیث: ٩٩٤۔

[2] . . . مسلم، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث، ص ٨٨٣، حدیث: ١٦٢٨۔

ترتیب کے اِعتبار سے اَفضلیت:

حضرت سیدنا علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں فضیلت بمطابق ترتیب ہے اور اُن پر خرچ کرنا دوسروں پر خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ یہ علامہ ابنِ مَلِک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے حالانکہ حدیثِ مذکور میں اِس بات پر دلالت نہیں کہ اِن تینوں میں افضیلت بمطابق ترتیب ہے۔ کیونکہ واو جمع کے لئے ہے نہ کہ ترتیب کے لئے البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں لہٰذا ترتیب سے افضیلت ثابت ہو سکتی ہے جب تک کوئی خاص کرنے والا قرینہ نہ پایا جائے جیسا کہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِۚ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں۔ (پ ٢، البقرۃ: ١٥٨)

اِس فرمانِ عالیشان میں چونکہ پہلے صفا کا ذکر ہے اِسی وجہ سے حدیثِ پاک میں صفا کے متعلق فرمایا کہ ”اس سے ابتدا کرو جسے رب تعالٰی نے پہلے ذکر کیا (یعنی صفا سے مروہ کی جانب سعی کی ابتدا کی جائے گی)۔“[1]

راہِ خدا کے جانور اور راہِ خدا کے ساتھی:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جو گھوڑا جہاد کے لیے پالا ہو، اُس پر خرچ کرنا بہتر ہے اور جو گھوڑا اپنی سواری وغیرہ کے لیے ہو، وہ عیال میں داخل ہے یعنی بال بچے وغیرہ جن کی پرورش ہم پر لازم ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں۔ اُن پر خرچ کرنا دوہرا ثواب ہے (یعنی) ساتھی سے سلوک اور حاجی یا غازی کی اِمداد۔ خیال رہے کہ اِس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں، مگر اِن تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے، یہ پتا نہ لگا کیونکہ واوٴ جمع کے لیے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا لہٰذا ان میں سے ایک دوسرے کی افضلیت موقع و محل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکوۃ، باب افضل الصدقۃ، ۴/۴۲۳۔

غازیوں پر خرچ افضل اور گھر والے بہت ہی ضرورت مند ہوں تو اُن پر خرچ بہتر۔“[1]

نیک کام میں خرچ کرنے کا ثواب:

جو رِضائے الٰہی کے کسی بھی نیک کام میں بھی اپنا حلال مال خرچ کرے گا ثواب پائے گا بلکہ اچھی اچھی نیتوں کی برکت سے اُس کے چہرے کو چاند کی طرح روشن کر دیا جائے گا۔ چنانچہ پیارے آقا، مدینے والے مُصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”جو کوئی سوال سے بچنے، اَہل وعیال کی پرورش اور پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سُلوک کرنے کے لئے رِزقِ حلال کمائے تو بروزِ قیامت اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہو گا۔“[2]

کسبِ حلال میں مشقت پر اَجر:

رِزقِ حلال کمانے میں جب مشقت و پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اُس پر صبر کرنا گناہوں کو مِٹاتا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ”گناہوں میں کچھ گناہ ایسے ہیں جنہیں حُصُولِ رِزق میں پہنچنے والا رنج و غم ہی مٹا سکتا ہے۔“[3]

گھر والوں پر رحم کرنے کا اَجر:

اپنے اہل وعیال پر نرمی کرنے والوں، انہیں خوش رکھنے والوں اور اُن پر رحم کرنے والوں کے لئے بخشش کی بشارت ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہے: ”بروزِ قیامت میرے ایک ایسے اُمّتی کو لایا جائے گا جس کے پاس ایک نیکی بھی نہ ہو گی جس کی وجہ سے اُس کے لئے جنت کی اُمید کی جاسکے لیکن اِس کے باوجود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس پر رحم کرے گا اور فرمائے گا: اِسے جنت میں لے جاؤ کیونکہ یہ اپنے گھر والوں پر رحم کیا کرتا تھا۔“[4]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۱۷۔

2 ... شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۲۹۸، حدیث: ۱۰۳۷۵۔

3 ... المعجم الاوسط، ۱/۴۲، حدیث: ۱۰۲۔

4 ... کنز العمال، کتاب النکاح، الباب الخامس، تربیۃ اھل البیت، جزء: ۱۶، ۸/۱۵۹، حدیث: ۴۴۹۸۶۔

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے: ”جس نے اپنے گھر والوں کے دل میں خوشی داخل کی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس خوشی سے ایک ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا، جو اُس کے لئے قیامت کے دِن تک اِستغفار کرتی رہے گی۔“[1]

مدنی گلدستہ

”نبی کریم“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اہل وعیال، راہِ خدا کے دوست اور راہِ خدا کے جانور، مال خرچ کرنے کے بہترین مَصارِف ہیں۔

(2) اہل وعیال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے بندے کے پاس امانت ہیں، اُن کی حفاظت بندے پر لازم ہے۔

(3) حکیم یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، اُس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔

(4) صدقہ خیرات کی ترغیب دلانا ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت مبارکہ ہے۔

(5) جو مال بھی رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا جائے اُس پر اجر دیا جاتا ہے۔

(6) کسبِ حلال میں مشقت پر بھی اِس طرح اجر دیا جاتا ہے کہ اِس کے سبب گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

(7) گھر والوں پر رحم کرنے اور اُن کے دل میں خوشی داخل کرنے پر بھی اجر دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کے لئے حلال روزی کمانے اور اُسے نیک وجائز اُمور میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 291

اَولاد پر خرچ کرنا باعثِ اجر ہے

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ هَلْ لِیْ اَجْرٌ فِیْ بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنْ اُنْفِقَ عَلَیْهِمْ

---

1 . . . کنز العمال، کتاب النکاح، الباب الخامس، تربیۃ اھل البیت، جزء:۱۶، ۸/۱۵۹، حدیث:۴۴۹۸۷۔

وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيّ؟ فَقَالَ: نَعَمْ! لَكِ اَجْرُمَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں ابو سلمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا مجھے اجر ملے گا، میں اُنہیں اِدھر اُدھر نہیں چھوڑ سکتی وہ میری اولاد ہیں۔“ فرمایا: ”ہاں! جو تو اُن پر خرچ کرے گی تجھے اُس کا اجر ملے گا۔“

سیدتنا اُمِّ سلمہ پر بچوں کا نفقہ واجب نہ تھا:

حضرتِ سَیِّدُنا علامہ ابنِ بطال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس اُن کے پہلے شوہر حضرت سیدنا ابو سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی کچھ اولاد تھی جن کے پاس مال وغیرہ نہ تھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر میں آپ کے دیئے ہوئے مال میں سے اِن بچوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ میں اِنہیں اِدھر اُدھر نہیں چھوڑ سکتی۔ ارشاد فرمایا: ہاں! تو جو اِن پر خرچ کرے گی تو تجھے اِس کا ثواب ملے گا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر بچوں کا نفقہ واجب نہ تھا، اگر واجب ہوتا تو یہ نہ فرماتیں کہ میں انہیں اِس حال میں نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ اِدھر اُدھر پھریں اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اُن سے ضرور فرماتے کہ تم چاہو یا نہ چاہو بہر حال تم پر اُن کا نفقہ واجب ہے۔“[2]

بچوں پر خرچ کرنے پر ثواب کی وُجوہات:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اُمِّ سَلَمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پہلے خاوند کا نام **عبد اللہ** ابن عبد الاسد تھا، کنیت ابو سلمہ۔ اِن کی وفات کے بعد حضورِ اَنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ ابو سلمہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو اُمِّ سلمہ کی سوتیلی اولاد تھی۔ عمر، زینب اور کچھ اولاد خود اُمِّ سلمہ کے بطن سے تھی یعنی سلمہ کی حقیقی

---

1 ... مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین۔۔۔الخ، ص ۵۰۱، حدیث: ۱۰۰۱۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب النفقات، باب وعلی الوارث مثل ذالک، ۷/۵۴۷۔

اولادِ محمد، دُرّہ۔ یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ بنی ابی سلمہ نہ فرماتیں۔(فرمایا: ان بچوں پر خرچ کرنے کا تجھے ثواب ملے گا) کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز ترین بھی۔ اِن پر خرچ کرنا یتیم کو پالنا بھی ہے اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاوند کی رُوح کو خوش کرنا بھی۔“[1]

تمام بچوں پر شفقت باعِثِ ثواب ہے:

بچے چاہے اپنے ہوں یا غیر، اِن کی اچھی پرورش، اِن کے ساتھ شفقت و محبت اور اِن پر اِیثار کرنے کا بہر صورت اجر ملتا ہے، رضائے اِلٰہی نصیب ہوتی ہے اور جنت میں بِلا حساب داخلے کی بشارت ہے۔ چنانچہ،

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ آئی، میں نے اُسے تین کھجوریں دیں تو تینوں نے ایک ایک لے لی۔ پھر اُس عورت نے اپنی کھجور بھی دو ٹکڑے کر کے اپنی بیٹیوں کو کھلا دی، مجھے اِس سے بہت تعجب ہوا۔ میں نے حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں یہ واقعہ عرض کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِس (اِیثار) کی وجہ سے اِس عورت کے لئے جنت واجب کر دی ہے۔“[2]

ایک روایت میں ہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے کسی بچے کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ“ کہنا شروع کر دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس بندے سے حساب نہ لے گا۔“[3]

شارِحِ حدیث حضرتِ علّامہ عبد الرءوف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حدیث اپنی اولاد اور غیر کی یتیم اولاد وغیرہ سب کو شامل ہے۔“[4]

”حمد“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۱۸۔

2 ... مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الاحسان الی البنات، ص ۱۴۱۵، حدیث: ۲۶۳۰۔

3 ... المعجم الاوسط، ۳/۳۷۰، حدیث: ۴۸۶۵۔

4 ... فیض القدیر، ۶/۱۷۴، تحت الحدیث: ۸۶۹۶۔

(1) نیک لوگ اپنے متعلقین اور اُن کے بچوں کا بہت خیال رکھتے ہیں، جہاں مدد کی ضرورت ہو حسبِ اِستطاعت اُن کی ضرور مدد کرتے ہیں۔

(2) جس پر اپنے سوتیلے بچوں کا نفقہ واجب نہ ہو پھر بھی وہ اُن کی کفالت کرے، اُن پر خرچ کرے تو اُسے اِس پر ثواب ملے گا۔

(3) جس طرح اپنے بچوں پر خرچ کرنا اجر وثواب کا باعِث ہے ویسے ہی یتیم بچوں کی کفالت کرنا بہت اجر وثواب والا عمل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بچوں اور دیگر بچوں پر بھی رحم دلی، سخاوت و ہمدردی، غریبوں، یتیموں سے محبت اور اپنی رضا کے لیے اُن کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:292

اپنی زوجه کو کھانا کھلانا بھی صدقه ھے

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِی وَقَّاصٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِی حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ الَّذِی قَدَّمْنَاہُ فِی اَوَّلِ الْکِتَابِ فِی بَابِ النِّیَّۃِ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہُ: وَاِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَۃً تَبْتَغِی بِہَا وَجْہَ اللہِ اِلَّا اُجِرْتَ بِہَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِی فِی امْرَاَتِکَ.[1]

ترجمہ: ریاض الصالحین کے نیت کے باب میں مذکور ایک طویل حدیثِ پاک میں حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِن سے ارشاد فرمایا: ”تم رضائے اِلٰہی کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اُس کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی زوجہ کو کھلاتے ہو اُس پر بھی اَجر دیا جائے گا۔“

1 . . . مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث، ص ۸۸۲، حدیث: ۱۶۲۸۔

اِسلام اور عورت کی عِزَّت وحُرمَت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے اسلام نے عورت کو بحیثیتِ زوجہ کتنی عزت دی ہے کہ اُس کے ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آنے اور اُسے لقمہ کھلانے پر بھی اجر وثواب دیا جاتا ہے۔ اِس حدیث میں ایسی قوموں اور ایسے لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو حقوقِ نسواں کی آڑ میں اِسلام جیسے پاک اور مُہَذَّب دِین پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اِسلام ہی نے عورت کو اُس کا اصلی مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ مختلف رِشتوں کے اعتبار سے اُسے عزت و حرمت کے مختلف مَراتب عطا فرمائے۔ بیٹی و بہن ہونے کی صورت میں اُس سے پیار و محبت اور اُس پر لطف کرم کی خاص تاکید فرمائی یہاں تک کہ اُس کی اچھی پرورش پر جہنم سے آزادی کا مژدۂ جانفِزا سنایا۔ زوجہ ہونے کی صورت میں اُس کے ساتھ حُسنِ مُعاشَرت، عفوو درگزر، اِحسان و بھلائی اور پیار و محبت کا عظیم درس دیا۔ اُن کا لباس، قیام و طعام اور دیکھ بھال کی ذمہ داری مَردوں پر لازم فرمائی۔ یہاں تک کہ اُس کی دلجوئی اور اسے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے پر بھی شوہر کے لئے اجر وثواب کی نوید سنائی۔ عورت کو بحیثیت ماں جیسی عزت اِسلام نے دی، دنیا کے کسی مذہب نے نہ دی، فقط اِسلام نے ہی یہ بیان فرمایا کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے بلکہ ایک عام عورت کو بھی مسلمان ہونے کے ناطے ایسی عزت دی کہ اُس کی عفت وپارسائی کی حفاظت کا حکم دیا۔ اُس کی طرف میلی نظر ڈالنے والے کو لائق تعزیر ٹھہرایا۔ اُس کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت کا حکم دیا۔ الغرض عورت کو جتنی عزت اور حُرمت اِسلام نے عطا فرمائی کسی اور مذہب نے نہ دی۔

حدیث سے ماخوذ چند اہم اُمُور کا بیان:

شارِحِ حدیث علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: "حدیث مذکور میں چند چیزوں کا بیان ہے: (1) نیک کاموں میں خرچ کرنا شریعت کو محبوب ہے۔ (2) اَعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (3) اِنسان کو اُس کے عمل کا ثواب بمطابق نیت ملتا ہے۔ (4) رِضائے اِلٰہی کے لئے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔ (5) مباح کام میں رضائے الٰہی کی نیت کرلی جائے تو وہ بھی نیکی بن جاتا ہے اور اُس پر

ثواب دیا جاتا ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اِس فرمان سے واضح فرمادیا کہ ”جو لقمہ تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو اُس پر بھی اجر ہے۔“(6) اِنسان کی زوجہ اُس کی دُنیوی مباح لذات وسُرور کا خاص ذریعہ ہے۔ اُسے اپنے ہاتھ سے لقمے بوقتِ ملاعبت یا کسی خاص خوشی کے موقعے پر کھلائے جاتے ہیں تو یہ حالت طاعات اور اُمورِ آخرت سے دُور ہے، اِس کے باوجود یہ لقمہ رضائے الٰہی کی نیت سے ثواب ہے تو دیگر مواقع جہاں رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا جائے گا وہاں بدرجہ اَولیٰ ثواب ہوگا۔(7) اور یہ فرمانِ عالی اِس بات کو شامل ہے کہ جس کام کی اَصل اِباحت ہو اور اُس میں رِضائے الٰہی کی نیت کرلی جائے تو اُس پر بھی اجر ملتا ہے۔ مثلاً نیکیوں پر قوت حاصل کرنے کے لئے کھانا، عبادت میں مزید نشاط (چُستی) حاصل کرنے کے لئے سونا، اپنی زوجہ اور لونڈی وغیرہ سے ملاپ کرنا تاکہ اُن کے حقوق کی ادائیگی ہو، بدنگاہی اور بدکاری سے حفاظت رہے اور نیک اولاد حاصل ہو اور یہی اِس حدیثِ پاک کا معنی ہے کہ ”تمہارے لئے تمہاری بیوی میں بھی اجر ہے۔“[1]

بیوی کو کھلانا اُس کے حقوق میں سے ہے:

واضح رہے کہ جس طرح شریعتِ مُطَہَّرہ نے عورتوں پر مَردوں کے حقوق لازم کئے ہیں اِسی طرح مَردوں پر بھی عورتوں کے حقوق لازم ہیں، جن میں سے یہ بھی ہے کہ جب خود کھائے تو اُسے بھی کھلائے، جب پہنے تو اُسے بھی پہنائے، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ کسی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ”بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟“ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب کھائے تو اُسے بھی کھلائے، لباس پہنے تو اُسے بھی پہنائے، چہرے پر نہ مارے، اُسے بُرا نہ کہے اور قطع تعلق بھی گھر کے اندر ہی کرے۔“[2]

”اِسلام“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 . . . شرح مسلم، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث، ۲/ ۷۷، الجزء الحادی عشر۔

2 . . . ابن ماجه، کتاب النکاح، باب حق المراة علی الزوج، ۲/ ۴۰۹، حدیث: ۱۸۵۰۔

(1) اپنی حلال کی کمائی نیک کاموں میں خرچ کی جائے کہ ایسا کرنا شریعت کو محبوب ہے۔

(2) ہر کام میں رضائے الٰہی کی نیت کریں کہ بندے کو اس کے عمل کا ثواب نیت کے مطابق ملتا ہے۔

(3) رِضائے اِلٰہی کے لئے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی باعثِ اجر و ثواب ہے۔

(4) مباح کام میں رِضائے الٰہی کی نیت کرلی جائے تو وہ بھی نیکی بن جاتا ہے اور اُس پر ثواب دیا جاتا ہے۔

(5) مَرد پر لازم ہے کہ اپنی زوجہ کے حقوق کو اچھی طرح ادا کرے، جب خود کھائے تو اُسے بھی کھلائے، بلاضرورت نہ مارے، نہ ہی قطع تعلق کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اہل خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنے اور اُن کے حقوق کی صحیح طرح سے ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دِین و دُنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:293

اہل وعیال پر خرچ کرنے کی ترغیب

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَھْلِہٖ نَفَقَۃً یَحْتَسِبُھَا فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو مَسعُود بدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے تو وہ اُس کے لئے صدقہ ہے۔“

جنت کی بشارت:

اِس حدیثِ پاک میں بھی اَہل وعیال پر خرچ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اِن پر بہ نیتِ ثواب

1 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنیة۔۔۔الخ، ۱/ ۳۴، حدیث:۵۵۔

خرچ کرنا صدقہ ہے۔ اِسی طرح دیگر کئی اَحادیثِ مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اَہل وعیال کی نگہداشت کی وجہ سے اٹھائی جانے والی پریشانی پر بھی اجر ہے بلکہ جو مسلمان اہل وعیال کی کثرت اور مال کی کمی کے باوجود اچھی طرح نماز ادا کرے اور مسلمانوں کی غیبت سے بچے تو اُس کے لئے جنت میں رفاقتِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بشارت ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''جس کی نماز اچھی ہو، اَہل وعیال زیادہ اور مال کم ہو اور وہ کسی مسلمانوں کی غیبت نہ کرے تو جنت میں میرے ساتھ ایسے ہو گا جیسے یہ دو انگلیاں۔''[1] (یہ کہہ کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔)

اَہل وعیال پر خرچ کرنے کی ترتیب:

واضح رہے کہ شریعتِ مُطَہَّرہ نے حقوق کی ادائیگی کی بہت تاکید فرمائی ہے اور ساتھ ساتھ حسبِ حال اِس بات کی رہنمائی بھی فرمائی ہے کہ کس ترتیب سے گھر والوں پر خرچ کیا جائے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص نے عرض کی: ''میرے پاس دِینار ہے۔'' فرمایا: ''اپنے اوپر خرچ کر۔'' عرض کی: ''اور بھی ہے۔'' فرمایا: ''اپنی اولاد پر خرچ کر۔'' عرض کی: ''اور بھی ہے۔'' فرمایا: ''اپنی زوجہ پر خرچ کر۔'' عرض کی: ''اور بھی ہے۔'' فرمایا: ''اپنے خادم پر خرچ کر۔'' عرض کی: ''اور بھی ہے۔'' فرمایا: ''پھر تو خود بہتر جانتا ہے۔''[2]

مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ گھر والوں میں سے جو جتنا زیادہ قریبی ہے وہ اتنا ہی زیادہ اِس بات کا حقدار ہے کہ اُس پر مال خرچ کیا جائے۔

اَہل وعیال پر خرچ کرنا اَبدالوں والا عمل:

''اَبدال'' اَوْلِیَاءُ اللہ کی اَقسام میں سے ایک اعلیٰ قسم ہے، ہمارے اَسلافِ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک رِزقِ حلال کمانا اور اَہل وعیال پر خرچ کرنا اَبدالوں والا عمل ہے۔ چنانچہ مَنقول ہے کہ ایک شخص نے

---

1 . . . مسند ابی یعلی، مسند ابی سعید الخدری، ۱/ ۴۲۸، حدیث: ۹۸۶۔

2 . . . ابو داود، کتاب الزکوۃ، باب فی صلۃ الرحم، ۲/ ۱۸۴، حدیث: ۱۶۹۱۔

کسی عالِم صاحب کے سامنے اپنے نیک اَعمال بیان کیے، یہاں تک کہ حج و جہاد وغیرہ کے متعلق بھی بتایا۔ اُن عالِم صاحِب نے فرمایا: ”اَبدالوں والے اَعمال کہاں ہیں؟“ اُس نے پوچھا: ”وہ کون سے اَعمال ہیں؟“ فرمایا: ”حلال رِزق کمانا اور اپنے اَہل و عیال پر خرچ کرنا۔“(1)

اَولاد کی دینی تربیت اور اُنہیں خوش کرنے کا اَجر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! والدین پر جہاں اَولاد کا نفقہ وغیرہ دینا ضروری ہے وہیں اُن کی اچھی تربیت بھی لازم ہے۔ اِس لئے بچپن ہی سے انہیں خوب شفقت و محبت سے اَحکامِ شَرعِیَّہ سکھائیں۔ اُن کی جائز خواہشات پوری کریں، اُن کی صحت کا خیال رکھیں، اُنہیں ایسا بہترین دِینی ماحول فراہم کریں جہاں وہ بِلاخوف و جھجک ماں کی مامتا اور شفقتِ پِدری کے سائے میں سنتوں کی تربیت پائیں تاکہ علم و عمل، صِدق واِخلاص، شفقت ورَحمت، وفا و سخاوت، شُجاعت وجُرأت اور دیگر اَوصافِ حَسَنَہ سے مُزَیَّن ہو کر معاشرے میں بہترین کردار ادا کریں۔ اِصلاحِ اُمَّت کا جذبہ اُن کے سینوں میں موجزن ہو اور یوں وہ تِشنگانِ علم و عمل کی سیرابی کا ذریعہ بنیں۔ بچوں سے پیار و محبت و شفقت سے پیش آنے والوں، انہیں خوش رکھنے والوں کے لئے تو جنتی گھر کی بشارت ہے چنانچہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”بے شک! جنت میں ایک گھر ہے جسے **اَلْفَرح** کہا جاتا ہے۔ اِس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو بچوں کو خوش کرتے ہیں۔“(2)

سیدنا امیر ”حمزہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔

---

1 ... احیاء العلوم، کتاب آداب النکاح، الباب الاول فی الترغیب فی النکاح۔۔۔الخ، ۲/ ۴۱۔

2 ... جامع صغیر، ص ۱۴۰، حدیث: ۲۳۲۱۔

(2) اپنے بچوں کے لئے رِزقِ حلال کمانا اور اُن پر خرچ کرنا اَبدالوں والا عمل شمار کیا گیا ہے۔

(3) جس شخص میں عیال کی کثرت، آمدنی کی قلت، نماز کی اچھے طریقے سے ادائیگی اور مسلمانوں کی غیبت سے اِجتناب، یہ چار باتیں جمع ہو جائیں اِس کے لئے جنت میں رَفاقتِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظیم بشارت ہے۔

(4) جو رِضائے اِلٰہی کے لئے اپنا مال خرچ کرنا چاہے تو اُسے چاہیے کہ پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کیا جائے پھر دیگر لوگوں پر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رِزقِ حلال کمانے اور اپنے گھر والوں پر اچھی نیت سے خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں جنت میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پڑوس نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:294 مُتَعَلِّقِین کے حُقُوق ضائع کرنے کا وَبال

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ.[1] وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهِ بِمَعْنَاهُ قَالَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهُ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ دو جہاں کے تاجور، سُلطانِ بَحر و بَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”آدمی کے گناہگار ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اُن کے حقوق ضائع کر دے جن کے رِزق کا یہ کفیل ہے۔“ اور امام مسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی صحیح میں اِس کے ہم معنی یہ روایت بیان کی کہ ”آدمی کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے غلاموں کی

---

1 . . . ابوداود، کتاب الزکوۃ، باب فی صلۃ الرحم، ۲/۱۸۴، حدیث:۱۶۹۲۔

2 . . . مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال۔۔۔الخ، ص ۴۹۹، حدیث:۹۹۶۔

خوراک روک دے۔"

اِسلام نے ہر ایک کے حقوق بیان فرمائے:

حدیث مذکور میں اپنے متعلقین کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت برتنے والوں کے لئے وعید ہے کہ لوگوں کا حق پامال کر کے وہ بہت بڑے گناہ کے مُرتکب ہوتے ہیں جبکہ دِینِ اِسلام ہر مسلمان کو حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ دامنِ اِسلام میں آنے والے ہر شخص کی جان ومال اوراَولاد وعزت بلکہ اُس کی ہر شے محفوظ ہو جاتی ہے۔ اِسلام نے اپنے ماننے والے ہر شخص پر اُس کے متعلقین کے حقوق کی ادائیگی لازم فرمائی ہے، چاہے وہ باپ ہو یا بیٹا، شوہر ہو یا بیوی، غلام ہو یا آقا، مالک ہو یا خادِم، امیر ہو یا غریب، سب پر حسب حال ایک دوسرے کے حقوق لازم فرمائے بلکہ یہ تو وہ پیارا مذہب ہے کہ جس نے جانوروں کے حقوق کی حفاظت کا بھی حکم دیا اور اُن بے زبانوں پر ظلم کرنے والوں کو سزا کا مستحق ٹھہرایا۔ غلام جن کے حقوق کی پامالی اوراُن پر ظلم وستم کو لوگ اپنا حق سمجھتے تھے اِسلام نے اُن مظلوموں پر شفقت ومہربانی کا حکم دیا اُن کے ساتھ حسن سلوک پر دنیا اور آخرت میں اِنعامات کی بشارت دی۔

حُقُوق کا ضیاع بھیانک جُرم ہے:

"دلیل الفالحین" میں اِس حدیث کی جو شرح کی گئی ہے اُس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے: "اپنے زیرِ کفالت لوگوں کے حقوق کا ضیاع ایسا بھیانک جرم ہے کہ اگر کوئی اور گناہ نہ بھی ہوں تب بھی یہی ایک گناہ ہلاکت کے لئے کافی ہے۔ حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور دیگر زیرِ کفالت قریبی رشتہ داروں کو چھوڑ کر دوسروں پر خرچ کرے تو گناہ گار ہو گا۔" مسلم شریف میں ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ بن عَمرو** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے خزانچی سے پوچھا: "غلاموں کو کھانا دیا ہے یا نہیں؟" اُس نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا: جاؤ اور انہیں کھانا کھلاؤ۔ بے شک میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے غلاموں کا کھانا روک دے۔"[1]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی النفقۃ علی العیال، ۲/۱۲۰، تحت الحدیث: ۲۹۵۔

کھانا روک لینا سخت ظلم اور قتل ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: ”انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جن کا وہ مالک ہے ان کی خوراک روک لے۔ اس طرح کہ انہیں کھانا نہ دے حتی کہ وہ ہلاک ہو جائیں یہ تو سخت ظلم ہے بلکہ قتل ہے۔ یا اِس طرح کہ انہیں بہت کم روزی دے جس سے وہ دُبلے کمزور ہو جائیں، دو چار فاقے کرا کر ایک وقت دے دے یا پیٹ بھر کر نہ دے یہ بھی ظلم ہے۔ اِس حکم میں لونڈی، غلام، پالے ہوئے جانور سب شامل ہیں۔ بنی اسرائیل کی ایک بوڑھی عورت اِسی لئے دوزخ میں گئی کہ اُس نے پالی ہوئی بلی کو بھوکا باندھے رکھا حتی کہ وہ مَر گئی۔ آج کل بعض قصائی جانوروں کو کئی کئی وقت بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرتے ہیں، یہ سخت ظلم ہے۔ شرعی حکم تو یہ ہے کہ شکم سیر جانور کو بھی ذبح سے پہلے کھانا پانی دکھالو، کھلالو۔ علماء فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ انسان تو کسی سے اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے، بے زبان جانور کس سے کہے؟ اس کا اللہ کے سوا فریاد سننے والا کون ہے؟ بھوکے پیاسے اونٹوں نے حضورِ اَنور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) سے اپنے مالکوں کی شکایت کیں اور سرکار نے اُن کے اعلیٰ انتظامات فرمائے۔ شعر

خلق کے داد رَس سب کے فریاد رَس

کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

اِن اَحادیث سے پتا چلتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔ آج ہم سگے بھائیوں سے وہ سلوک نہیں کرتے جو سلوک (اس زمانۂ اقدس میں) غلاموں سے کیا جاتا تھا۔“[1]

”بریلی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۱۶۱۔

(1) اپنے زیرِ کفالت لوگوں کے حقوق ضائع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(2) قریبی حق دار رشتہ داروں کو چھوڑ کر دوسروں پر خرچ کرنے والا سزا کا مستحق ہے۔

(3) اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کی پناہ میں آنے والا ہر شخص اپنی جان ومال، اہل وعیال بلکہ اپنی سب اَشیاء کو محفوظ کرلیتا ہے۔

(4) اِسلام میں اِنسان تو اِنسان جانوروں کے حقوق کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ساری مخلوق کے فریاد رَس ہیں کہ جو آپ کی بارگاہِ بے کَس پناہ میں فریاد کرتا ہے وہ اپنی مُراد پالیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے زِیر کفالت لوگوں کے حقوق کی اچھی طرح ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے نیز ہمیں حقوق العباد کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:295

ہر صُبح دو فرشتوں کی دعا

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكاً تَلَفاً.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ہر صبح جب لوگ اٹھتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں۔ اُن میں سے ایک رب تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں دعا کرتا ہے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما۔“ دوسرا یوں دعا کرتا ہے: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! روکنے والے کا مال ضائع فرما۔“

---

1 ... بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ فاما من اعطی۔۔۔الخ، ۱/۴۸۵، حدیث: ۱۴۴۲۔

پوری حدیثِ مبارکہ:

”دلیلُ الفالحین“میں ہے کہ علّامہ ابنِ حجر عسقلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنَا ابودَرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے: جب سُورج طلوع ہوتا تو اُس کے کناروں کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، بلند آواز سے صَدا لگاتے ہیں، سِوائے جن واِنس کے ساری مخلوق اُن کی آواز سنتی ہے، وہ کہتے ہیں: ”اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ! بے شک! وہ قلیل جو کافی ہو اُس کثیر سے بہتر ہے جو غفلت میں مبتلا کر دے۔“ پھر شام کو یہ کہتے ہیں: ”اِلٰہی خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور کنجوس کا مال ہلاک فرما۔“[1]

کنجوس اور سخی کا مال:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں سخی کے لئے فرشتے کی دعا اور کنجوس کے لئے بددُعا کا بیان ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو خوش نصیب راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں اُن کا مال بڑھتا ہی رہتا ہے اور کنجوس کا مال بے فائدہ ہی رہتا ہے، اگرچہ وہ اپنے زُعمِ فاسِد میں مال بڑھتا ہوا محسوس کرتا ہے لیکن وہ مال اُس کے کسی کام کا نہیں، نہ اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے، نہ دوسروں پر لہٰذا اُس کا مال نہ ہونے کے برابر ہے۔

فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین:

اِس حدیث میں واجبات میں خرچ کرنے پر اُبھارا گیا ہے جیسا کہ اَہل وعیال پر خرچ کرنا، صلہ رحمی کرنا وغیرہ اور اِس ترتیب میں نفلی و فرض صدقات بھی شامل ہیں۔ یعنی اِن اُمور میں خرچ کرنے والوں کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں اور فرشتوں کی دُعا مقبول ہے اور حدیثِ مذکور اِس فرمانِ خداوندی کے مطابق ہے: ﴿وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ﴾ (پ ۲۲، سبا: ۳۹) (ترجمۂ کنز الایمان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اُس کے بدلے اور دے گا۔) اِسی طرح اِس فرمانِ نبوی کے مِصداق ہے: ”اے ابنِ آدم! تو خرچ کر، تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔“[2]

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی النفقۃ علی العیال، ۲/۱۲۱، تحت الحدیث: ۲۹۶۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ: فاما من اعطی۔۔۔الخ، ۳/۴۳۹۔

خرچ کرنے والے کا بدلہ مُبْہَم کیوں؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں اِس بات کا بیان ہوا کہ فرشتہ خرچ کرنے والے کے لیے بدلے کی دعا کرتا ہے لیکن یہاں بدلے کا ذکر نہیں کیا گیا کہ بدلہ کیا ملتا ہے؟ یہ بات مُبہم ہے۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''اِسے مبہم لانا ہی اولیٰ ہے تاکہ یہ ثواب اور مال دونوں کو شامل ہو کیونکہ بہت سے خرچ کرنے والے مالی بدلہ ملنے سے پہلے دنیا سے رُخصت ہوجاتے ہیں تو اُن کا بدلہ آخرت میں ملے گا یا پھر بقدرِ خرچ اُن سے تکلیف دُور کردی جائے گی۔''[1]

کنجوس کے مال کی ہلاکت کا معنٰی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں یہ بھی بیان ہوا کہ دوسرا فرشتہ کنجوس کے مال کی ہلاکت کی دعا کرتا ہے۔ دلیل الفالحین میں ہے: ''اِس ہلاکت سے مراد مال یا جان کی ہلاکت ہے یعنی کنجوس دیگر کاموں میں وقت ضائع کرکے نیک اَعمال سے محروم ہوجاتا ہے۔''[2]

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے جو وضاحت فرمائی اُس کا خلاصہ کچھ یوں ہے: ''سخی کے لیے دعا اور کنجوس کے لیے بد دعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے، جو یقیناً قبول ہے۔ خیال رہے کہ لفظ ''**خَلَف**'' مطلقاً عِوض کو کہتے ہیں دُنیاوی ہو یا اُخروی، حِسی ہو یا معنوی۔ مگر ''**تَلَف**'' دُنیوی اور حِسّی بربادی کو کہا جاتا ہے۔ تجربہ دِن رات ہورہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم، ڈاکٹر، وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔''[3]

پسندیدہ خرچ کیا ہے؟

دلیل الفالحین میں ہے: ''علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ پسندیدہ خرچ وہ ہے جو نیک

---

1. ... دلیل الفالحین، باب فی النفقۃ علی العیال، ۲/۱۲۱، تحت الحدیث: ۲۹۶۔
2. ... دلیل الفالحین، باب فی النفقۃ علی العیال، ۲/۱۲۱، تحت الحدیث: ۲۹۶۔
3. ... مرآۃ المناجیح، ۳/۶۹ ملتقطاً۔

کاموں میں، اَہل وعیال اور مہمانوں اور دیگر نفلی کاموں میں خرچ ہو۔ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ خرچ واجبات و مستحبات سب کو شامل ہے لیکن مستحبات سے رُکنے والا بد دعا کا مستحق نہیں سوائے یہ کہ بخلِ مذموم اُس پر غالب آجائے اور واجبات کی ادائیگی میں اُس کا نفس تنگی محسوس کرے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”سخاوت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کنجوسی ترک کر کے سخاوت کو اپنائیے کہ سخی کے لئے فرشتے دُعا کرتے ہیں اور کنجوس کے لئے بد دُعا۔

(2) حقوقِ واجبہ ادا نہ کرنا یا اُن کی ادائیگی اپنے اوپر بہت گراں سمجھنا کنجوسی کی علامت ہے۔

(3) کنجوسی میں کوئی بھلائی نہیں ہے، بلکہ کنجوس کا مال خود اُس کے اپنے کام بھی نہیں آتا، دوسرے لوگ لے جاتے ہیں وہ خود اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا پاتا۔

(4) بہترین خرچ وہ ہے جو نیک کاموں، اَہل وعیال، مہمانوں اور دیگر ثواب والے کاموں میں ہو۔

(5) وہ قلیل مال جو اِنسان کو کافی ہو اُس کثیر مال سے بہتر ہے جو اِنسان کی غفلت کا سبب بنے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کنجوسی جیسی نحوست سے پاک فرمائے اور سخاوت جیسی نعمت سے مالا مال فرمائے، نیز ہمیں اپنی راہ میں دِل کھول کر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:296 اوپر والا ھاتھ نیچے والے ھاتھ سے بھتر ھے

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ

[1] . . . دليل الفالحين، باب في النفقة على العيال، ۲/۱۲۱، تحت الحديث: ۲۹۶۔

وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ خرچ کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرو، بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی مالداری رہے، جو سوال سے بچنا چاہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بچالیتا ہے اور جو بے نیازی چاہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بے نیاز کر دیتا ہے۔“

پانچ اَہم اُمور کا بیان:

حدیثِ پاک میں پانچ اہم باتیں بیان ہوئیں ہیں: (1) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (2) جب بندہ مال خرچ کرنا چاہے تو پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔ (3) بہترین صدقہ وہ جو ضرورت سے زائد مال میں سے دیا جائے اور اُس کے بعد بھی مالداری باقی رہے۔ (4) جو مانگنے سے بچنا چاہتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی مدد فرماتا ہے اور اُسے مانگنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ (5) جو بے نیازی چاہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بے نیاز کر دیتا ہے۔“

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مذکورہ پانچوں اُمور کی تفصیلی شرح دلیل الفالحین میں نقل فرمائی ہے، جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

اوپر والے ہاتھ اور نیچے والے ہاتھ کا معنیٰ:

اوپر والے ہاتھ اور نیچے والے ہاتھ سے کیا مراد ہے؟ اِس میں مُحَدِّثِین کِرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا اِختلاف ہے کیونکہ اِس بارے میں مختلف اَحادیث مَروی ہیں۔ شارِحِ حدیث علامہ اِبنِ حجر عَسقلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”اوپر والے ہاتھ سے خرچ کرنے والا ہاتھ اور نیچے والے ہاتھ سے مانگنے والا ہاتھ مُراد ہے۔ یہی معنیٰ قابلِ اِعتماد ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ اِس طرح کی جتنی اَحادیثِ مبارکہ وارد ہوئی ہیں اِن سب کا حاصل یہ ہے کہ تمام ہاتھوں میں اعلیٰ ترین ہاتھ وہ ہے جو خرچ کرنے والا ہو، پھر وہ جو مانگنے کے لئے نہ اُٹھے

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکوۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظھر غنی، ١/ ٤٨٢، حدیث: ١٤٢٨۔

اور پھر بغیر مانگے لینے والا۔ اور سب سے بُرا وہ ہاتھ ہے جو (بِلاضرورت) مانگنے کے لئے اُٹھے اور (حق دار کو) دینے سے رُکے۔"

صدقے کے بعد مالداری کا معنٰی:

فرمایا گیا: "بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی مالداری باقی رہے۔" یعنی جب اِنسان صدقہ وخیرات کرے تو اپنے پاس اتنامال ضرور باقی رکھے جو اُسے اور اُس کے اَہل وعیال کو کافی ہو۔ حضرتِ سَیِّدُنا امام بغوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مُراد یہ ہے کہ صدقہ دینے کے بعد بھی اتنامال باقی رہے جس سے مَصائب میں کام چلایا جاسکے۔" بعض نے کہا: "اِس کا معنی یہ ہے کہ جسے صدقہ دو اتنا دو کہ وہ مانگنے سے مستغنی ہو جائے۔" ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "اَفضل صدقہ وہ ہے جس کا سبب دینے والے کی مالداری ہو۔" علامہ قُرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ایسی چیز کا حاصل ہونا جس سے حاجت پوری ہو جائے غنا کہلاتا ہے۔ مثلاً سخت بھوک کے وقت کھانا میسر ہونا اور بے لباسی کی حالت میں لباس مل جانا۔"

تمام مال صدقہ کرنے کا حکم:

شارِحِ حدیث علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "تمام مال صدقہ کرنا اُس کے لئے مستحب ہے جس پر کسی قسم کا کوئی قرض نہ ہو، نہ اَہل وعیال ہوں، اگر ہوں تو ایسے نہ ہوں جو بھوک پیاس پر صبر نہ کر سکیں اور وہ خود بھی صابر ہو۔ جس میں یہ سب شرطیں نہ پائی جائیں تو اُسے سارا مال صدقہ کرنا مکروہ ہے۔ اِسی طرح وہ تمام اَشیاء جن کی اِنسان کو ضرورت ہو اور اُن کے بغیر ہلاکت یا ضرر نقصان ہو تو ایسی اشیاء کا اِیثار کرنا جائز نہیں البتہ جب حقوقِ واجبہ پورے ہو جائیں تو صدقہ کرنا جائز ہے۔"

سوال سے بچنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بچانا:

فرمایا گیا: "جو سوال سے بچنا چاہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بچالیتا ہے۔" یعنی جو کسی سے کوئی چیز مانگنے سے بچتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے مال دے کر اُس کی حاجات پوری فرما دیتا ہے اور اُسے دوسروں سے بے نیاز کر دیتا ہے یا اُس کے دل کو قناعت سے بھر دیتا ہے۔"

بے نیازی چاہنے والے کو بے نیازی دینا:

فرمایا گیا: ”اور جو بے نیازی چاہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بے نیاز کر دیتا ہے۔“ یعنی جو لوگوں سے بے نیاز رہنا چاہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اتنا مال اور قناعت عطا فرماتا ہے کہ وہ مزید کا طلبگار نہیں رہتا۔ جو اُس کے پاس ہے وہی کافی ہو جاتا ہے۔ پس دو کا کھانا تین کو کافی ہو جاتا ہے۔ اِنسان کی نفسانی خواہشات تو اُس کی مرضی پر مُنحَصِر ہیں، اگر وہ اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دے تو آزاد ہو جاتا ہے اور اُس کی خواہشات بڑھتی رہتی ہیں اور اگر اُس کی عادت چھڑالی جائے تو باز آجاتا ہے، اور قناعت کا عادی ہو جاتا ہے۔“[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند اہم اُمُور:

فیوض الباری شرح بخاری میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی ذکر کردہ شرح کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

(1) صدقہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس طرح خرچ کرے کہ وہ خود اور اس کے اہل وعیال محتاج نہ ہو جائیں، خرچ کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کا نان ونفقہ واجب ہے، بیوی بچے وغیرہ پہلے اُن کے اخراجات پورے کیے جائیں۔ عام طور پر لوگ یار دوستوں پر تو خوب خرچ کرتے ہیں اور بیوی بچوں کی پرواہ نہیں کرتے یہ بہت ہی غلط طریقہ ہے۔

(2) اِس حدیثِ پاک میں اِس طرف اشارہ ہے کہ سوال کرنا یعنی مانگنا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ ویسے بھی جو شخص کما کر کھا سکتا ہے اُس کو سوال کرنا جائز نہیں۔ جو صبر وضبط سے کام لے گا اور سوال کرنے کے بجائے خود کمانے کی کوشش کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی کوشش وسعی میں برکت عطا فرمائے گا اور غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آنے دے گا۔

(3) آدمی کو پہلے اپنے اہل وعیال کے اخراجات وضروریات کو پورا کرنا چاہیے، اس کے بعد دوسروں

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی النفقۃ علی العیال، ۲/۱۲۲، تحت الحدیث: ۲۹۷۔

کو دینا چاہیے کیونکہ بیوی بچوں کا نفقہ واجب ہے اور دوسروں کو صدقہ و خیرات دینا نفل ہے۔ ایک حدیثِ پاک میں فرمایا گیا: ”مجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا! اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتے دار محتاج ہوں اور وہ غیروں کو دے۔“ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا: ”قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔“ اِن حدیثوں سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ و خیرات وغیرہ میں اَفضل یہ ہے کہ اَوَّلاً اپنے عزیز و اَقرباء کو دی جائے۔ صدقاتِ نافلہ کی رقم وغیرہ تو اپنے ہر عزیز اور رشتہ دار کو دے سکتے ہیں۔ ماں باپ بھائی بہن اُصول و فُرُوع سب کو دے سکتے ہیں۔ البتہ زکوٰۃ، فطرانہ اور صدقاتِ واجِبہ اپنے اُصول یعنی جن کی یہ خود اَولاد ہے جیسے ماں باپ، داد، دادی، نانا، نانی وغیرہ اور فُروع یعنی جو اُس کی اولاد میں شامل ہیں جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی وغیرہ اِن کو نہیں دے سکتے۔ ہاں نفل صدقات دے سکتے ہیں بلکہ انہیں دینا ہی بہتر و افضل ہے نیز زکوٰۃ، فطرہ اور صدقاتِ واجبہ کی رُقُوم بھائی بہن اِن کی اولاد، چچا، پھوپھی اِن کی اولاد، ماموں خالہ اور اِن کی اَولاد وغیرہ اگر محتاج ہوں، صاحبِ نصاب نہ ہوں تو اِن سب کو دے سکتے ہیں بلکہ اِنہیں دینا اَفضل و بہتر ہے۔“[1]

”نفلی صدقات“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے کہیں بہتر ہے، لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ بلا ضرورت کسی سے قرض وغیرہ بھی نہ لیا جائے نیز بلا ضرورت اپنی ذات کے لیے مانگنے والا اپنا وقار کھو بیٹھتا ہے۔

(2) بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی بندے کی مالداری باقی رہے، نفلی صدقات، ضروریات

---

1 ... فیوض الباری، ۶/ ۳۹ ملخصاً۔

وواجبات کی ادائیگی کے بعد زائد مال سے دیے جائیں۔

(3) سب سے پہلے اچھے سلوک اور خرچ کرنے کے حقدار قریبی رشتہ دار ہیں، پہلے اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے اور اُن پر صدقہ وغیرہ خرچ کیا جائے پھر دیگر لوگوں پر۔

(4) جو کسی سے کچھ نہ مانگنے کی سچی پکی نیت کرلے اور کوشش بھی کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اُسے دوسروں کی محتاجی سے محفوظ رکھتا ہے نیز غیب سے اُس کی مدد فرماتا ہے۔

(5) صدقاتِ نافلہ کی رقم وغیرہ اپنے تمام رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں۔

(6) صدقاتِ واجبہ، زکوٰۃ اور فطرانہ وغیرہ اپنے اُصول جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ اور فُرُوع جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی وغیرہ کو نہیں دے سکتے۔

(7) زکوٰۃ، فطرہ اور صدقاتِ واجبہ کی رقوم بھائی بہن ان کی اولاد، چچا، پھوپھی ان کی اولاد، ماموں خالہ اور اُن کی اولاد وغیرہ اگر محتاج ہوں، صاحِبِ نصاب نہ ہوں تو اِن سب کو دے سکتے ہیں بلکہ اِنہیں دینا اَفضل وبہتر ہے۔

(8) اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جو دوسروں پر سخاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مال ودولت لُٹائے لیکن اپنے قریبی ایسے رشتہ داروں کو نہ دے جو اُس کے مال کے زیادہ حقدار ہوں۔

(9) جو خود کما سکتا ہو اُسے دوسروں سے مانگنا اور بلاضرورت اپنی ذات کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے رشتے داروں کے ساتھ نیکی وبھلائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمیں اپنی حلال کی کمائی راہِ خدا میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:37

عُمدہ اور پسندیدہ چیزیں خرچ کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو شخص اپنی ذاتی جائز ضروریات یا گھر والوں پر بھی خرچ نہیں کرتا وہ کنجوس کہلاتا ہے، جبکہ اِسراف سے بچتے ہوئے جو شخص اپنی ذات، اپنے گھر والوں اور اپنے دیگر رشتہ داروں پر نیز راہِ خدا میں رِضائے اِلٰہی کے لیے خرچ کرتا ہے وہ سخی کہلاتا ہے۔ جس طرح کنجوس لوگوں کی دو قسمیں ہیں کہ بعض اپنی ذات پر تو خرچ کرتے ہیں مگر دیگر متعلقہ لوگوں پر اپنا مال خرچ کرنے میں کنجوس ہوتے ہیں اور بعض اپنا مال اپنی ذات پر بھی خرچ کرنے میں کنجوس ہوتے ہیں، ویسے ہی سخی اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اَفراد بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو اپنا ایسا مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں جو اُن کے کسی کام کا نہیں ہوتا، یعنی اِضافی مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں جسے وہ خود پسند نہیں کرتے، لیکن بعض خوش قسمت اَفراد وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنا پسندیدہ مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، اُن کا یہ مدنی ذہن ہوتا ہے کہ میں اُس ربّ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنا پسندیدہ مال کیوں نہ خرچ کروں جس نے مجھے یہ سارا مال عطا فرمایا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ بہت خوش بخت ہوتے ہیں کیونکہ قرآن وسنت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنا پسندیدہ مال خرچ کرنے کے بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ باب بھی راہِ خدا میں عُمدہ اور پسندیدہ چیزیں خرچ کرنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 1 حدیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہے۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) پسندیدہ چیز راہِ خدا میں خرچ کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ (پ۴، آل عمران: ۹۲)

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اے مسلمانو! اِیمان لاکر نیک اَعمال خصوصاً صدقات، خیرات سے بے نیاز نہ ہو جاؤ، تم اصل تقویٰ یا پوری کامیابی یا

جنّت کا اعلیٰ مقام یا رِضائے ربُّ الاَنام اُس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پیاری چیزوں میں سے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ جو چھوٹی بڑی چیز اِخلاص کے ساتھ تم خرچ کروگے، اُس کا ثواب پاؤ گے کیونکہ ہم تمہارے صدقے سے بھی خبردار ہیں اور نیتوں سے بھی۔ حضرتِ سَیِّدُنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِس آیت کے نازِل ہونے پر اپنا نہایت نفیس گھوڑا بارگاہِ رِسالت میں لائے جس کا نام **سَبل** تھا۔ عرض کیا: ”یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے صدقہ ہے۔“ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ گھوڑا اُنہی کے بیٹے سیدنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دے دیا۔ سیدنا زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بولے: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری نیت صدقہ کی تھی۔“ فرمایا: ”رب نے تمہارا صدقہ قبول کرلیا۔“ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ”جب اِنسان کو خود مال کی حاجت ہو پھر اُس میں سے خیرات کرے تو اُس کا بڑا درجہ ہے۔“[1]

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”کہا جاتا ہے کہ اپنی محبوب شے کو راہِ خدا میں خرچ کیے بغیر جب تم بھلائی کو نہیں پاسکتے تو اپنے مال و دولت کو جتا کر تمام بھلائیوں کے رب عَزَّوَجَلَّ کو کیسے پاسکتے ہو؟“ امام قشیری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جو بھلائی کو پانا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ اپنے پسندیدہ مال میں سے کچھ نہ کچھ راہِ خدا میں خرچ کرے اور جو تمام بھلائیوں کے خالِق و مالِک عَزَّوَجَلَّ کو پانا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ اپنا سارا پسندیدہ مال راہِ خدا میں خرچ کرے۔“[2]

(2) اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے پاک کلام میں اِرشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ

(پ۳، البقرۃ: ۲۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا اِرادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے۔

1 ... تفسیر نعیمی، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۴/ ۴ ملتقطا۔

2 ... روح البیان، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/ ۶۴۔

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”اِس سے کسب کی اِباحت اور اَموالِ تجارت میں زکوٰۃ ثابت ہوتی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیتِ صدقہ نافلہ و فرضیہ دونوں کو عام ہو، خواہ وہ غلے ہوں یا پھل یا مَعادِن وغیرہ۔ شانِ نزول: بعض لوگ خراب مال صدقہ میں دیتے تھے، اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مسئلہ: مُصدِّق یعنی صدقہ وصول کرنے والے کو چاہیے کہ وہ متوسط مال لے، نہ بالکل خراب نہ سب سے اعلیٰ۔“(1)

راہِ خدا میں اَچھا مال دو:

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ تفسیر **”صراطُ الجنان“** میں مذکورہ آیت کے تحت ہے: ”بعض لوگ صدقہ میں خراب مال دیا کرتے تھے، اُن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ **اللہ** تعالیٰ کی راہ میں اپنا کمایا ہوا پاکیزہ اور صاف ستھرا مال دیا کرو، نیز زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں خرچ کیا کرو اور **اللہ** تعالیٰ کی راہ میں ناقص، گھٹیا مال تم دیتے ہو، اگر وہی مال تمہیں دیا جائے تو کیا تم قبول کرو گے؟ پہلے تو قبول ہی نہ کرو گے اور اگر قبول کر بھی لو تو کبھی خوش دلی سے نہ لو گے، بلکہ دل میں بُرا مناتے ہوئے لو گے۔ تو جب اپنے لیے اچھا لینے کا سوچتے ہو تو راہِ خدا میں خرچ کئے جانے والے کے بارے میں بھی اچھا ہی سوچو۔ بہت سے لوگ خود تو اچھا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جب راہِ خدا میں دینا ہوتا ہے تو ناقابل استعمال اور گھٹیا قسم کا دیتے ہیں۔ اُن کے لیے اِس آیت میں عبرت ہے، اگر کوئی چیز فی نفسہ تو اچھی ہے لیکن آدمی کو خود پسند نہیں تو اُس کے دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ حرج وہاں ہے جہاں چیز اچھی نہ ہونے کی وجہ سے ناپسند ہو۔“(2)

حدیث نمبر: 297

پسندیدہ مال راہِ خدا میں خرچ کرو

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۶۷۔

2 ... صراط الجنان، پ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۶۷، ۱/ ۴۰۴۔

نَخْلٍ وَكَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللهُ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخْ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا تعلق انصارِ مدینہ میں اُن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے تھا جن کے پاس سب سے زیادہ کھجوروں کے درخت تھے، اُن کا سب سے پسندیدہ مال بیر حاء (کا باغ) تھا جو کہ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا۔ حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں تشریف لے جاتے اور اُس کا میٹھا پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾(پ۴، آل عمران: ۹۲) ترجمۂ کنزالایمان: ”تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔“ تو حضرتِ سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہوئے اور عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ تو فرماتا ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ میرے نزدیک میرا سب سے پسندیدہ مال ”بیر حاء“ ہے، میں اِسے راہِ خدا میں نیکی اور آخرت کے لیے ذخیرہ کی اُمید پر صدقہ کرتا ہوں۔ یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ اِسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالیٰ آپ کی رائے قائم فرمائے۔“ حضور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”خوب یہ تو بہت نفع بخش مال ہے، یہ تو بہت نفع بخش مال ہے۔ میں نے تمہاری بات سُن لی ہے لیکن میری رائے یہی ہے کہ تم اُسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔“ حضرتِ سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں

[1] ... بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الاقارب، ۱/ ۴۹۲، حدیث: ۱۴۶۱۔

عرض کی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں ایسا ہی کروں گا۔'' پھر حضرتِ سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

سب سے پسندیدہ مال خرچ کرنا اَفضل ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں بندے کے لیے جو جنت میں ثواب ہے وہ اُسے اُس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک کہ وہ اپنی پسندیدہ چیز صدقہ نہ کر دے۔ یعنی پسندیدہ مال میں سے کچھ مال صدقہ کرے۔'' علامہ ضحاک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ ''اِس سے مراد یہ ہے کہ تم جنت میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوگے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز صدقہ نہ کر دو یعنی تم خوشدلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو۔''[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی علامہ بیضاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: ''اِس میں اِس بات پر دلالت ہے کہ محبوب ترین مال کو سب سے قریبی رشتے داروں پر خرچ کرنا اَفضل ہے۔''[2]

دوستوں کے باغات میں جانا، پھل کھانا:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ''اِس حدیثِ پاک میں اِس بات کی دلیل ہے کہ بھائیوں یا دوستوں کے باغ میں جانا، وہاں کا پانی پینا، بلا اِجازت اُس باغ کے پھل وغیرہ کھانا مباح ہے جبکہ اِس بات کا علم ہو کہ وہ اِن تمام اَفعال سے ناراض نہیں بلکہ خوش ہوں گے۔''[3]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''اِس حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ اَہلِ عِلم و فضل حضرات کا باغات وغیرہ میں جانا، اُن کے درختوں کے سائے میں بیٹھنا، اُن کے پھل وغیرہ

---

1. ... عمدۃ القاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الاقارب، ۶/۴۶۷، تحت الحدیث: ۱۴۶۱۔
2. ... دلیل الفالحین، باب الانفاق مما یحب ومن الجید، ۲/۱۲۶، تحت الحدیث: ۲۹۷۔
3. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکوۃ، باب فضل الزکوۃ علی الاقارب، ۳/۴۸۱۔

کھانا، اُن سے راحت اور پاکیزگی حاصل کرنا جائز ہے بلکہ بسا اَوقات تو ایسا کرنا باعث اَجر وثواب بھی ہوتا ہے جبکہ اِن اَفعال سے تازگی اور عبادت میں چُستی وقُوت حاصل کرنا مقصود ہو۔"[1]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اِس حدیثِ پاک سے چند مسائل ثابت ہوئے: ❁ علماء کا باغات میں جانا جائز ہے۔ ❁ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی اپنے اَصحاب رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے باغات وغیرہ میں تشریف لے جاتے اور وہاں سے پانی وغیرہ بھی نوش فرمایا کرتے تھے۔ ❁ باغات کی کمائی مُباح ہے جبکہ حلال ہو اور اُس میں کوئی ذِلّت وغیرہ بھی نہ ہو۔"[2]

رشتے داروں پر خرچ کرنا زیادہ اَفضل ہے:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اِس حدیث میں اِس بات کا بیان ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ کرنا مستحب ہے اور اُس کے ساتھ ساتھ صدقات کی کیفیت اور نیکیوں کی صورتوں وغیرہ کے بارے میں اَہل علم وفضل سے مُشاورت کرنا مستحب ہے اور اِس حدیث میں دیگر بیان کردہ فوائد کے علاوہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا اَفضل ہے جبکہ وہ اَقرباء محتاج ہوں نیز رشتہ دار صلہ رحمی کے زیادہ حق دار ہیں، اگرچہ دُور ہی کے کیوں نہ ہوں کہ جب سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیدنا ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا تو اُنہوں نے دُور کے رشتہ داروں پر خرچ کیا۔"[3]

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "اِس حدیثِ پاک میں اِس بات پر دلیل ہے کہ اپنے رشتہ داروں اور کمزور گھر والوں پر صدقہ کرنا اَفضل ہے جبکہ وہ نفلی صدقہ ہو۔"[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ... دلیل الفالحین، باب النفقۃ، باب طلب الانفاق مما یحب، ۲/۱۲۵، حدیث: ۲۹۷۔
2. ... عمدۃ القاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الاقارب، ۶/۴۲۸، تحت الحدیث: ۱۴۶۱۔
3. ... شرح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی الاقربین۔۔۔ الخ، ۴/۸۵، ۸۶، الجزء ۷ ملخصاً۔
4. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکوۃ، باب فضل الزکوۃ علی الاقارب، ۳/۴۸۱۔

صدقہ کرنے والے اور سخی کی مثال:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کنجوس اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جنہوں نے اپنے جسم پر سینوں سے لے کر گردنوں تک زِرہیں پہنی ہوں۔ صدقہ کرنے والا جب صدقہ کرتا ہے تو اُس کی زِرہ کھل جاتی ہے یا اُس کے جسم پر ڈھیلی اور کشادہ ہو جاتی ہے حتّٰی کہ اُس کی انگلیاں اور پیروں کے نشان چُھپ جاتے ہیں جبکہ کنجوس جب بھی خرچ کرنے کا اِرادہ کرتا ہے تو اُس کی زِرہ کی ہر کڑی اپنی جگہ جَم جاتی ہے وہ اُسے ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن ڈھیلی نہیں ہوتی۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن اپنی پسندیدہ چیزیں راہ خدا میں خرچ کیا کرتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایسے سخی تھے کہ راہ خدا میں اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیزیں بھی خرچ کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ دعوت اسلامی کے اشاعتی مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۸۶۴ صفحات پر مشتمل کتاب **”فیضانِ فاروقِ اعظم“** جلد اول، صفحہ ۱۳۰ پر ہے:

پسندیدہ زمین راہِ خدا میں وقف کر دی:

حضرت سیدنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ میرے والدِ گرامی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حصے میں خیبر کی کچھ زمین آئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ خیبر کی زمین میرے حصے میں آئی ہے اور اس سے نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا، آپ ارشاد فرمائیں کہ میں اس زمین کا کیا کروں؟“ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے عمر! اگر تم چاہو تو اُسے اپنی ملکیت ہی میں رکھو اور اُس کے منافع راہِ خدا میں صدقہ کر دو۔“ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اُس زمین کو ایسے صدقہ کیا کہ نہ تو اُس کو بیچا جائے گا، نہ ہی ہبہ کیا جائے گا اور نہ ہی

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکوۃ، باب مثل المتصدق والبخیل، ۱/ ۴۸۶، الحدیث: ۱۴۴۳۔

اُس میں وراثت جاری ہوگی بلکہ اُس کی آمدنی کو فقراء، رشتہ داروں، مُسافروں، مہمانوں اور راہِ خدا میں خرچ کیا جائے گا اور اُس کے متولی کو اجازت ہے کہ اُس میں سے (بطورِ اجرت لے کر) خود یا دوستوں کو کھلائے ہاں اُسے مال نہ بنائے۔ [1]

رِضائے اِلٰہی کے لیے اپنی خواہش کی قربانی:

حضرتِ سَیِّدُنا ربیع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فالج کا مَرض لاحق ہوا، جب کبھی آپ کے دروازے پر مانگنے والا آتا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی اہلیہ کو فرماتے: ”اُسے شکر دے دو۔“ کیونکہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو شکر بہت پسند تھی۔ بیماری طویل ہوگئی اور ایک دن آپ کو مُرغی کا گوشت کھانے کی خواہش ہوئی مگر چالیس دِن تک اپنے نفس کو روکتے رہے کہ شاید یہ خواہش ختم ہو جائے لیکن خواہش ختم نہ ہوئی تو اپنی زوجہ سے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ تو اُنہوں نے عرض کی: ”جب ایک چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے لیے حلال فرمائی ہے تو پھر وہ کونسی چیز ہے جو آپ کو اِس سے روکتی ہے۔“ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی زوجہ نے خادمہ کو بازار بھیج کر مُرغی کا گوشت منگوایا، اُسے پکایا اور پھر دستر خوان لگا دیا۔ کھانے کے لیے بیٹھے ہی تھے کہ اچانک دروازے پر سائل کی صدا آئی: ”مجھے صدقہ دو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں برکت عطا فرمائے۔“ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فوراً ہاتھ روک لیا اور زوجہ سے فرمایا: ”یہ کھانا اس سائل کو دے دو۔“ زوجہ نے تعجب کا اظہار کیا تو فرمایا: ”جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو۔“ زوجہ نے عرض کیا: ”میں وہ کرنا چاہتی ہوں جو اِس سے بہتر ہے۔“ فرمایا: ”وہ کیا ہے؟“ عرض کیا: ”میں اِس کھانے کی قیمت اُس سائل کو دے دیتی ہوں اور آپ یہ کھانا کھا کر اپنی خواہش پوری کر لیں۔“ فرمایا: ”بہت اچھا! جاؤ اِس کھانے کی قیمت لے آؤ۔“ زوجہ جب اُس کھانے کے پیسے لے کر آئی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”کھانے کے پیسے اور یہ کھانا دونوں سائل کو دے دو۔“ چنانچہ زوجہ نے آپ کے حکم پر عمل کیا اور دونوں چیزیں سائل کو دے دیں۔ [2] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور

---

1 . . . بخاری، کتاب الوصایا، الوقف کیف یکتب، ۲/۲۴۴، حدیث: ۲۷۷۲۔

2 . . . روح البیان، پ۴، آل عمران، تحت الایۃ: ۹۲، ۲/۶۳۔

اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

”قرآن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنا پسندیدہ مال ہی خرچ کرنا چاہیے کہ قرآن وسنت میں اس کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

(2) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اَصحاب کے باغات وغیرہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے بلکہ وہاں کا پانی وغیرہ بھی نوش فرمایا کرتے تھے۔

(3) دِینی اُمور کی معلومات کے لیے اَہل علم وفضل سے مُشاوَرَت کرلینی چاہیے تاکہ درست اور بہتر انداز میں راہنمائی ہوسکے۔

(4) راہِ خدا میں جب بھی خرچ کرنا ہو تو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کیا جائے، خصوصاً جبکہ وہ محتاج ونادار ہوں کہ ایسا کرنا افضل ہے کیونکہ اِس میں دو اجر ہیں، ایک تو راہِ خدا میں خرچ کرنے کا اجر اور دوسرا صلہ رحمی کرنے کا اجر۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں ہماری سب سے پسندیدہ چیزیں اور مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز ہمارے رِزقِ حلال میں برکت عطا فرمائے، ہمیں تنگدستی سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:38

اہل وعیال وماتحت افراد کی اِصلاح کا بیان

اپنے اہل وعیال اور ماتحت افراد کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کا حکم دینے، مخالفت سے روکنے، ادب سکھانے اور ممنوعات کے ارتکاب سے منع کرنے کے وجوب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ نظامِ قدرت ہے کہ بسااَوقات ایک ہی بندہ کئی کئی رشتوں سے منسلک ہوتا ہے، اگر وہ خود بیٹا ہے تو کسی بیٹے کا والد یا کسی کا بھائی بھی ہوتا ہے، کوئی بیٹا یا بھائی ہونے کے ساتھ شوہر بھی ہوتا ہے، بسا اوقات وہ خود نگران ہوتا ہے اور اس کے ماتحت کئی افراد ہوتے ہیں اور کبھی وہ نگران نہیں ہوتا بلکہ کسی نہ کسی نگران کے ماتحت ہوتا ہے، بعض اوقات وہ کسی نہ کسی اِدارے یا شعبے میں کسی ذمہ داری پر فائز ہوتا ہے۔ الغرض انسان جہاں بھی ہو، جس حیثیت سے بھی رہے، اسے شریعت کا دامن ہمیشہ تھامے رہنا چاہیے اور خود شریعت پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ماتحت اَفراد یا متعلقین کو بھی دِین پر سختی سے کاربند رہنے کا ذہن دینا چاہیے، اگر کوئی گھر کا سربراہ ہے تو اپنے اَہل وعیال کو، نگران ہے تو اپنے ماتحت اَفراد کو، اُستاد ہے تو اپنے طلباء کو، حاکم ہے تو اپنی رِعایا کو شریعت پر عمل کرنے کا حکم دے، اُنہیں بُرائی سے منع کرے اور اَخلاقِ حَسَنَہ کی تعلیم دے کہ یہ اُس کی ذمہ داری ہے اور بعض صورتوں میں تو اُس پر اِطاعتِ اِلٰہی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا واجب ہوتا ہے نیز معاشرے کو بہتر بنانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے متعلقین کی اِصلاح کرتا رہے، قرآن وحدیث میں تواتر کے ساتھ اپنے اہل وعیال، رشتہ داروں اور ماتحت لوگوں کی اِصلاح کرنے کا عظیم درس دیا گیا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اِنہی تمام اُمور سے متعلق ہے، علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 5 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(۱) گھر والوں کو نماز کا حکم دو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَاؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے

(پ۱۶، طٰہٰ:۱۳۲) اور خود اس پر ثابت رہ۔

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا آٹھ مہینے تک یہ معمول رہا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے دروازے پر صبح کی نماز میں تشریف لے جاتے اور نماز کے لیے یوں صدا لگاتے: ”نماز، اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے۔“ پھر یہ آیت تلاوت فرماتے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔[1]

(پ۲۲، الاحزاب:۳۳)

حضرت سیدنا اَسلم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روایت کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رات گئے تک نماز ادا فرماتے رہتے یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ آتا تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لیے اُٹھاتے ہوئے یوں صدا لگاتے: ”نماز، نماز۔“ پھر یہی آیتِ مبارکہ تلاوت فرماتے۔[2]

مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ گھر میں رہنے والے تمام لوگ انسان کے اہل کہلاتے ہیں بیویاں، اولاد، بھائی برادر وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ نمازی کامل وہ نہیں جو صرف خود نماز پڑھ لیا کرے، بلکہ وہ ہے جو خود بھی نمازی ہو اور اپنے سارے گھر والوں کو نمازی بنادے۔ تیسرے یہ کہ حکم نماز کی نوعیتیں جداگانہ ہیں، چھوٹے بچوں اور بیوی کو مار کر نماز پڑھائے، بھائی برادر کو زبانی حکم دے۔“[3]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمیں بھی چاہیے کہ نہ صرف خود پانچوں نمازیں مسجد کی پہلی صف میں تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ باجماعت ادا کریں بلکہ ہر بار کم از کم کسی ایک کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جانے کی کوشش

---

1 ... تاریخ ابن عساکر، ۱۳۶/۴۲، حدیث: ۸۵۱۸۔

2 ... شعب الایمان، کتاب الصلوۃ، باب فضل الاذان والاقامۃ للصلاۃ ... الخ، ۱۲۷/۳، حدیث: ۳۰۸۶۔

3 ... نور العرفان، پ۱۶، طٰہٰ، تحت الآیۃ: ۱۳۲۔

بھی کریں اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گا اور مساجد آباد ہوں گی، شیطان لعین کا منہ کالا ہو گا اور اِسلام کا بول بالا ہو گا۔ اِنْ شَآءَ الله عَزَّوَجَلَّ

(2) اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

الله عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (پ۲۸، التحریم:۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

حضرت سیدنا زید بن اسلم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی تو لوگوں نے عرض کی: ''یارسولَ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! ہم اپنے گھر والوں کو آگ سے کیسے بچائیں؟'' تو ارشاد فرمایا: ''تم اپنے گھر والوں کو ایسی باتوں کا حکم دو جنہیں الله عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے اور انہیں ایسی باتوں سے منع کرو جنہیں الله عَزَّوَجَلَّ ناپسند فرماتا ہے۔''

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضی شیرِ خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو بھلائی کی باتیں اور ادب واحترام سکھاؤ۔''

حضرت سیدنا عبد الله بن عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی الله عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت والے اعمال کرو اور اس کی معصیت یعنی نافرمانی والے اعمال سے بچو اور اپنے گھر والوں کو الله عَزَّوَجَلَّ کی یاد سکھاؤ تاکہ الله عَزَّوَجَلَّ تمہیں جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائے۔''

حضرت سیدنا مجاہد رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی تم لوگ اپنے گھر والوں کو الله عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرو۔''

حضرت سیدنا قتادہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی تم لوگ اپنے گھر والوں کو الله عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنے کا حکم دو اور الله عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے سے روکو۔''[1]

---

[1] ... درمنثور، پ۲۸، التحریم، تحت الآیۃ:۶، ۸/۲۲۵ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:298

امامِ حسن کو صدقہ کی کھجور کی مُمانَعت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِیْهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: کَخْ کَخْ، اِرْمِ بِهَا، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْکُلُ الصَّدَقَةَ!؟. وَفِیْ رِوَایَةٍ: اَنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ.(1)

وَقَوْلُهُ: کَخْ کَخْ یُقَالُ بِاِسْکَانِ الْخَاءِ، وَیُقَالُ بِکَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِیْنِ وَهِیَ کَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِیِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ، وَکَانَ الْحَسَنُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ صَبِیًّا.

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرتِ سَیِّدُنا امام حسن بن علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منہ میں ڈال دی تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تھو! تھو! اسے پھینک دو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟“ ایک روایت میں ہے کہ (آپ نے فرمایا): ”بے شک ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔“

حدیثِ پاک میں مذکور کلمہ ”کَخْ کَخْ“ بچوں کو ڈراتے ہوئے میلی یا گندی چیزوں سے روکنے کے لیے بولا جاتا ہے یا ایسی چیزوں سے روکنے کے لے بولا جاتا ہے جن سے گھن کھائی جاتی یا نفرت کی جاتی ہے۔ حدیث پاک میں مذکور یہ واقعہ سیدنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بچپن کا ہے۔

حدیثِ مذکور کی باب سے مناسبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو صدقے کی کھجور کھانے سے منع فرمایا، کیونکہ صدقہ سادات کرام کے لیے جائز نہیں ہے اور یہ باب بھی اپنے اہل وعیال کو غیر شرعی امور سے روکنے کے بارے میں ہے، اس لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیثِ پاک اس باب میں بیان فرمائی۔

1... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب تحریم الزکاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ص ۵۳۸، حدیث: ۱۰۶۹۔

اولاد کو خلافِ شرع اُمور سے روکنا واجب ہے:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے، علامہ ابنِ حجر عسقلانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”(حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ فرمانا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟) کلام کا یہ انداز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب معاملہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب کے علم میں نہ ہو، مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ بات تم پر کیسے مخفی رہ گئی حالانکہ یہ تو بالکل ظاہر ہے۔“ علامہ ابن ملک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ (حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کھجور کھانے سے روکنا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آباء یعنی باپ دادا پر واجب ہے کہ اولاد کو ان باتوں سے منع کرے جو شریعت میں جائز نہیں ہیں۔[1]

ساداتِ کرام کو صدقاتِ واجبہ دینا منع ہے:

فتاویٰ اہلسنت میں ہے: صدقاتِ واجبہ جیسے زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ ساداتِ کرام کو نہیں دے سکتے۔ اور دینے سے گنہگار بھی ہونگے اور یہ چیزیں ادا بھی نہیں ہوں گی۔ احادیث مبارکہ میں بھی سادات کو صدقات دینے کی ممانعت وارد ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے: ”صدقہ آلِ محمد کے لیے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں (کے مال) کا میل ہے۔“[2]

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجدِّدِ دین وملت، پروانۂ شمع رسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”زکوۃ ساداتِ کرام وسائر بنی ہاشم پر حرامِ قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلاثہ بلکہ ائمہ مذاہبِ اربعہ رِضی اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن کا اجماع قائم۔“[3]

بنی ہاشم کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔ اور نہ ہی ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو زکوۃ دے سکتا ہے۔ ہاشمی سے مراد عبد المطّلب کے بیٹے حضرت عباس، حارث اور پوتے حضرت علی اور حضرت جعفر و عقیل رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی اولادیں ہیں۔ جبکہ حضرتِ سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی جو اولاد حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل لہ الصدقۃ، ۴/۳۳۴، تحت الحدیث: ۱۸۲۲ ملتقطا۔

2 ... فتاوی اہلسنت، کتاب الزکاۃ، ص ۴۲۳ ملخصا۔

3 ... فتاوی رضویہ، ۱۰/۹۹۔

سے ہے ان کو اور حسنین کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کی اولاد کو سید کہا جاتا ہے۔ ہر سید ہاشمی ضرور ہے لیکن ہر ہاشمی سید ہو یہ ضروری نہیں۔[1]

ساداتِ کرام کو صدقات نہ دینے کی حکمتیں:

عَلّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی سادات کرام کو صدقات نہ دینے کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''دراصل صدقات بندے کے مال وغیرہ کو پاک کرنے کے لیے ہوتے ہیں، جیسا کہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ﴾ (پ ۱۱، التوبۃ: ۱۰۳) ترجمۂ کنزالایمان: ''اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل (وصول) کرو جس سے تم انہیں ستھرا کردو'' تو صدقات گویا میلا دھوون ہوئے اور حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی آل اولاد لوگوں کے میل اور دھوون سے پاک ہیں، اور **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود ارشاد فرمایا: ''صدقہ لوگوں کا میل ہے'' صدقات کے سادات کو نہ دینے کی ایک حکمت یہ ہے کہ صدقات کا لینا (دھوون اور میل ہونے کی وجہ سے) ذلت ہے اور یہ نچلا ہاتھ ہے یعنی محتاجی اور لینے والا ہے جبکہ غیر **اللہ** کی ذلت ومحتاجی سادات کرام کے لائق نہیں ہے اور سادات تو اوپر والا ہاتھ یعنی سخی اور عطا فرمانے والے ہیں نیز ایک حکمت یہ بھی ہے اگر سادات صدقات لیتے تو ہو سکتا ہے کہ اسلام دشمن لوگ مَعَاذَ **اللہ** یہ بکواس کرتے کہ محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) ہمیں اسلام کی دعوت اس لیے دیتے ہیں تاکہ یہ ہمارے مال وغیرہ لے کر اپنی آل اولاد کو دیں حالانکہ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ تو اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حکم ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْ لَّآ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا﴾ (پ ۲۵، الشوری: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: ''تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا۔''[2]

سادات کی خدمت کرنے کا طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سادات کرام کے لیے صدقات واجبہ لینا بھی جائز نہیں اور نہ ہی ان کو دینا

---

1 . . . فتاوی اہلسنّت، کتاب الزکوۃ، ص ۴۲۴۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب مایذکر فی الصدقۃ۔۔۔الخ، ۶ / ۵۴۴، تحت الحدیث: ۱۴۹۱۔

جائز ہے لیکن وہ سادات کرام جو شدید مالی تنگی سے دوچار ہیں، ان کی مدد کرنے کے لیے صاحب حیثیت مالدار مسلمانوں کو چاہیے کہ زکوۃ کے علاوہ اپنے دیگر اموال سے بطور ہدیہ اور تحفہ کچھ نہ کچھ سادات کی خدمت میں پیش کر دیا کریں اور اگر کوئی سادات کی خدمت کرنا چاہتا ہے مگر مالدار نہیں تو وہ یہ طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہے کہ اپنی زکوۃ کا کسی شرعی فقیر کو مالک کر دے اور پھر اس کا یہ مدنی ذہن بنائے کہ وہ اس مال میں سے کچھ نہ کچھ سادات کی خدمت میں ہدیہ کر دے اس طرح زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی اور سادات کی خدمت کی سعادت بھی نصیب ہو گی۔

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین ومِلَّت، پروانۂ شمعِ رسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ”رہا یہ کہ پھر اس زمانۂ پُر آشوب میں حضرات ساداتِ کرام کی مُواسات کیونکر ہو، اَقُوْلُ (میں یہ کہتا ہوں کہ) بڑے مال والے اگر اپنے خالص مالوں سے بطورِ ہدیہ ان حضراتِ عُلیہ کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتی ہے، وُہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جَدِّ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماوی نہ ملے گا، کیا پسند نہیں آتا کہ وُہ مال جو اُنہی کے صدقے میں انہی کی سرکار سے عطا ہُوا، جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیرِ زمین جانے والے ہیں، اُن کی خوشنودی کے لیے ان کے پاک مبارک بیٹوں پر اُس کا ایک حصّہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف ورحیم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم کے بھاری انعاموں، عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔ ابنِ عساکر امیر المؤمنین مولا علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے راوی، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: ”جو میرے اہلِ بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔“ خطیبِ بغدادی امیر المومنین عثمانِ غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے راوی، **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے ہیں: ”جو میرے اہلِ بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اس کا صلہ اس عطا فرماؤں گا“ **اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ**! قیامت کا دن، وہ قیامت کا دن، وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سا صاحبُ التاج، خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کُچھ نہال فرما دیں، ایک نگاہِ لُطف اُن کی جملہ مُہمات دو جہاں کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروڑوں

صلے سے اعلیٰ وانفس ہے جس کی طرف کلمۂ کریمہ اِذَا لَقِیَنِیْ (جب وہ روزِ قیامت مجھ سے ملے گا) اشارہ فرماتا ہے، بلفظِ اِذَا تعبیر فرمانا بِحَمْدِاللہ بروزِ قیامت وعدۂ وصال و دیدارِ محبوبِ ذی الجلال کامژدہ سُناتا ہے۔ مسلمانو! اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت و سعادت کو لو وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق اور متوسط حال والے اگر مَصارِفِ مُسْتَحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے تو بِحَمْدِ اللہ وُہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمتِ سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مَصرفِ زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے، مالِ زکوٰۃ سے کچھ روپے بہ نیتِ زکوٰۃ دے کر مالک کردے، پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سیّد کی نذر کردو اس میں دونوں مقصود حاصل ہو جائیں گے کہ زکوٰۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سیّد نے پایا نذرانہ تھا، اس کا فرض ادا ہو گیا اور خدمتِ سیّد کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”سادات“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) باپ دادا پر واجب ہے کہ اولاد کو ان باتوں سے منع کرے جو شریعت میں جائز نہیں ہیں۔

(2) ساداتِ کو صدقاتِ واجبہ لینا اور ان کو دینا ناجائز و حرام ہے کہ یہ لوگوں کے مال کا میل ہے اور ساداتِ کرام اس سے پاک وصاف ہیں۔

(3) حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی جو اولاد حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے ہے ان کو اور حسنینِ کریمین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی اولاد کو سَیِّد کہا جاتا ہے۔

(4) حضرتِ سَیِّدُنا علی و جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب کی اولادیں بنی ہاشم ہیں۔

(5) ساداتِ کرام پر چونکہ صدقاتِ واجبہ حرام ہیں اس لیے مالی تنگی سے دوچار ساداتِ کرام کی اپنے دیگر مال سے بطورِ ہدیہ اور نذرانہ خدمت کرنی چاہیے کہ بہت ہی اجر و ثواب کا کام ہے۔

---

1 ... فتاوی رضویہ، ۱۰/ ۱۰۵ ملتقطاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اولاد کو غیر شرعی کاموں سے روکنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں سادات کا ادب واحترام اور ان کی مالی طور پر خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:299

اپنے سوتیلے بیٹے کی تربیت کرنا

وَعَنْ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا غُلَامُ! سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِیَمِیْنِكَ وَكُلْ مِمَّا یَلِیْكَ. فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ.[1]

ترجمہ: **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سوتیلے بیٹے حضرتِ سیدنا ابو حفص عمر بن ابو سلمہ **عبد اللہ** بن عبد الاسد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پرورش میں تھا، میرا ہاتھ (کھانا کھاتے ہوئے) پیالے میں اِدھر اُدھر گھومتا تھا تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: "اے لڑکے! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لو، اپنے سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔" (عمر بن ابو سلمہ فرماتے ہیں) پھر اس کے بعد میں ہمیشہ اسی طریقے سے کھاتا رہا۔

مدنی منوں کی مدنی تربیت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں مدنی منوں کی تربیت کے حوالے سے چند مدنی پھول حاصل ہوئے: (1) عموماً مدنی منوں یا منیوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی برتن سے کوئی چیز کھاتے ہیں تو پورے برتن میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ (2) مدنی منوں یا منیوں کی غلطیوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہیں بلکہ مدنی تربیت کرنی چاہیے۔ (3) مدنی منوں یا منیوں کی دینی واخلاقی تربیت کرنا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتِ مبارکہ ہے۔ (4) حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] . . . بخاری، کتاب الاطعمة، باب التسمیه علی الطعام۔۔۔الخ، ٣/٥٢١، حدیث: ٥٣٧٦۔

صرف بڑوں بلکہ چھوٹے مدنی منوں اور منیوں پر بھی شفقت ورحمت فرمایا کرتے تھے۔ **(5) مدنی منوں یا منیوں کی غلطیوں پر ان کی مدنی تربیت کرتے ہوئے اس غلطی کے علاوہ دیگر آداب بھی سکھانا بہت اچھا ہے۔ (6) مدنی منوں یامنیوں کی احسن طریقے سے تربیت کرنے کا یہ فائدہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بسا اوقات وہ مدنی تربیت پوری زندگی کے لیے ان کے ذہن پر نقش ہوجاتی ہے۔**

اپنے سامنے سے کھانا مستحب ہے:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان **مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں:** (حضرت سَیِّدُنَا عمر بن **عبداللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالے میں اِدھر اُدھر گھومتا تھا) **یعنی کبھی میں حضور** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم **کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگولیا۔** (تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”اے لڑکے! **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا نام لو، اپنے سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ) **یعنی بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر کھانا شروع کرو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ، ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بِسْمِ اللّٰہ پڑھے اور داہنے ہاتھ سے پئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بِسْمِ اللّٰہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے۔**[1]

کھانے سے پہلے بسم اللّٰہ شریف پڑھنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کھانا کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ شریف پڑھنا سنت مبارکہ ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٨۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”جسے یہ بات پسند ہو کہ شیطان اس کے پاس سے نہ کھا سکے، نہ قیلولہ کر سکے اور نہ ہی رات گزار سکے تو اسے چاہئے کہ جب گھر میں داخِل ہو تو سلام کرلے اور کھانے کیلئے **بِسْمِ اللّٰہ** پڑھ لے۔“[1]

کھانا اپنے سامنے سے کھانا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے سامنے سے کھانا کھانا بھی سنتِ مبارکہ ہے، حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ صرف اپنے سامنے سے کھانا کھانے کی ترغیب دلایا کرتے تھے بلکہ خود بھی کھانا اپنے سامنے سے ہی تناول فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے سامنے سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔“[2]

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) اپنے گھر والوں یا دیگر متعلقین کی کسی بھی شرعی حوالے سے رہنمائی کرنا یا انہیں آداب وغیرہ سکھانا حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتِ مبارکہ ہے۔

(2) کھانے سے پہلے **بسم اللّٰہ** پڑھنا اور اپنے سامنے سے کھانا کھانے کے آداب اور سنتوں میں سے ہے نیز جس کھانے سے قبل **بسم اللّٰہ** پڑھ لی جائے اس میں شیطان شریک نہیں ہوتا۔

(3) ہمیشہ اپنے سامنے سے کھانا چاہیے، ہاں اگر برتن میں مختلف قسم کے کھانے یا مٹھائیاں یا کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے۔

اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے گھر والوں کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں کھانے سے پہلے **بسم اللّٰہ** پڑھنے اور کھانے کی دیگر سنتوں اور آداب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . مجمع الزوائد، کتاب الادب، باب السلام عند دخول المنزل، ۸/۷۷، حدیث: ۱۲۷۷۳۔

2 . . . شعب الایمان، کتاب فی المطاعم والمشارب مایجب۔۔۔الخ، باب الاکل مما یلیہ، ۵/۷۹، حدیث: ۵۸۴٦۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 300

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: ”تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت افراد کے بارے میں سوال ہوگا، حاکم اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، مرد اپنے اہل خانہ کا ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا، خادم اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، الغرض تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحت افراد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔“

حاکِم، شوہر، زوجہ اور خادِم کی ذمہ داریاں:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حاکم، شوہر، زوجہ اور خادم ان تمام افراد کو اگرچہ ایک ہی لفظ یعنی ذمہ دار سے تعبیر فرمایا گیا ہے لیکن ان سب کی ذمہ داریاں مختلف ہیں، حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ حدود قائم کرے اور لوگوں کے درمیان شرعی طریقے کے مطابق احکام جاری کرے، مرد پر اپنے گھر والوں کے اعتبار سے یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے معاملات کو اچھے طریقے سے چلائے نیز کھانے پینے، کپڑے اور دیگر ضروریات زندگی کے لحاظ سے ان کے حقوق کو پورا کرے، عورت کی ذمہ داری ہے کہ

[1] ... بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، ۱ / ۳۰۹، حدیث: ۸۹۳ ملتقطاً۔

وہ اپنے شوہر کے گھر کے معاملات کو اچھے طریقے سے چلائے، اس کی خیر خواہ ہو، شوہر کے مال اور اپنی ذات میں کسی قسم کی خیانت نہ کرے، خادم کی ذمہ داری ہے کہ آقا کا جو مال اس کے پاس ہو اس کی حفاظت کرے اور آقا کی خدمت کا جو حق ہے اس پوری طرح ادا کرے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ جو نہ حاکم ہے، نہ اس کے اہل وعیال ہیں اور نہ وہ خادم ہے تو ایسا شخص اپنے دوستوں کا ذمہ دار ہے اسے چاہیے کہ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے حُسنِ مُعاشرت کرے اور اگر اس کا کوئی دوست بھی نہ ہو تو وہ شخص اپنی جان، اپنے اعضاء و جوارح، اپنی قوت اور اپنے حواس کا ذمہ دار ہے اور یہی اُس کی رعایا ہیں۔[1] (لہٰذا اسے چاہیے کہ انہیں غیر شرعی اُمور میں استعمال نہ کرے کہ کل بروزِ قیامت اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔)

رعایا کے ساتھ عدل کرنے والوں کے فضائل:

اپنی رعایا یا ماتحت افراد کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لینے والوں کے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: **(1)** ”بے شک انصاف کرنے والے بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قرب میں عرش کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال کے درمیان فیصلہ کرتے وقت عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔“[2] **(2)** ”عدل وانصاف کرنے والا حاکم کل بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا سب سے پسندیدہ اور سب سے زیادہ اس کا قرب حاصل کرنے والا ہوگا۔“[3] **(3)** ”عدل وانصاف کرنے والا اور عاجزی اختیار کرنے والا حاکم زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا سایہ اور اس کا نیزہ ہے، اس حاکم کے لیے ستر صدیقین کے عمل کے برابر درجات بلند کیے جاتے ہیں۔“[4]

رِعایا کے ساتھ ناانصافی کرنے والوں کی وعیدیں:

اپنی رعایا یا ماتحت افراد کے ساتھ ناانصافی کرنے والوں کے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ۵/ ۴۴، تحت الحدیث: ۸۹۳ ملخصًا۔

2 ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل۔۔۔الخ، ص ۱۰۱۵، حدیث: ۱۸۲۷ ملخصًا۔

3 ... ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الامام العادل، ۵/ ۱۶۴، حدیث: ۱۲۵۰۔

4 ... کنز العمال، کتاب الامارۃ، باب الترغیب فیها، ۶/ ۲، حدیث: ۱۴۵۸۹۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: (1) ”جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی رعایا کا نگران بنایا اور پھر اس نے ان کے ساتھ خیر خواہی نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔“[1] (2) ”جس حاکم کا انتقال اس حال میں ہوا کہ اس نے اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ دہی سے کام لیا تھا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر جنت کو حرام فرمادے گا۔“[2] (3) ”جو حاکم اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ دہی سے کام لے وہ جہنمی ہے۔“[3]

اِحساسِ ذمہ داری پیدا کیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے، اور کوئی اس ذمہ داری سے سبکدوش بھی نہیں ہوسکتا، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر اِحساسِ ذمہ داری پیدا کریں، عدل وانصاف سے کام لیں، شریعت کے احکام کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور اِن مدنی پھولوں پر عمل کریں تاکہ ہماری دنیا وآخرت بہتر ہوجائے: (1) آپ کتنے ہی بڑے ذمہ دار کیوں نہ ہو خود کو ماتحت جانیں۔ (2) جو اپنے لیے پسند کریں، اپنے ماتحت افراد کے لیے بھی وہی پسند کریں۔ (3) اپنے ماتحت افراد کی بیمار ہونے کی صورت میں عیادت، کسی کے انتقال کی صورت میں تعزیت اور مشکل درپیش ہو تو ان کی مدد کریں۔ (4) چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑے اور ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے عفو ودرگزر اور نرمی سے کام لیں۔ (5) غصے کو اپنے قریب نہ آنے دیں کہ غصے کو چھوڑ دینا اچھے اخلاق میں شمار فرمایا گیا ہے۔ (6) سب سے یکساں تعلقات رکھیے، کسی بھی مخصوص فرد پر آپ کی غیر ضروری اِنفرادی توجہ دوسروں کے لیے تشویش کا باعث بلکہ دل آزاری کا بھی باعث بن سکتی ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ (7) سنی علمائے کرام سے رابطے میں رہیں، ہر ہر معاملے میں شرعی رہنمائی کو اپنا وطیرہ بنالیں۔ (8) اِطاعت کو اپنا شعار بنالیجئے، جب تک شریعت منع نہ کرے تب تک اپنے ذمہ دار کی ہر ہر معاملے میں اطاعت کی کوشش کیجئے۔ (9) اپنے دنیا میں آنے کے مقصد کو ہرگز نہ بھولیے۔“[4]

---

1. ... بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ...الخ، ۴/ ۴۵۶، حدیث: ۷۱۵۰۔
2. ... بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ...الخ، ۴/ ۴۵۶، حدیث: ۷۱۵۱۔
3. ... تاریخ ابن عساکر، ۴۸/ ۳۷، ۵۰۔
4. ... احساس ذمہ داری، ص ۲۶ تا ۳۰ ماخوذا۔

حاکمِ حمص کا اِحساسِ ذمہ داری:

(3)ایک بار امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حمص کے فقراء اور محتاجوں کی فہرست طلب کی تو اس میں حمص کے حاکم حضرت سیدنا سعید بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام بھی تھا، معلوم ہوا کہ وہ اپنا سارا وظیفہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، پھر ان کے رویے کے متعلق اہل حمص نے چار شکایتیں کیں: (1)وہ ہمارے پاس دن چڑھنے کے بعد آتے ہیں۔(2)رات کے وقت ملاقات نہیں فرماتے۔(3)مہینے میں ایک دن غائب رہتے ہیں۔(4)کبھی کبھی انہیں بے ہوشی کا طویل دورہ پڑتا ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان سے جواب طلب کیا تو انہوں نے عرض کی: ''میرا کوئی خادم نہیں ہے اور میری بیوی بیمار ہے، سارے کام مجھے خود ہی کرنے پڑتے ہیں، اس لیے میں دن چڑھنے کے بعد آتا ہوں۔ رات کے وقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرتا ہوں، اس لیے رات میں لوگوں سے ملاقات نہیں کرتا۔ میرے پاس ایک ہی جوڑا ہے مہینے میں ایک دن جب میں اسے دھوتا ہوں تو اس کے سوکھنے سے پہلے باہر نہیں آسکتا اور حضرت سیدنا خبیب بن عدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شہادت جب مجھے یاد آتی ہے تو مجھ پر غشی کا دورہ پڑتا ہے، مجھ پر رنج واَلم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔'' یہ جوابات سن کر سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس شدت سے روئے کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔[1]

''انصاف'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر شخص ذمہ دار ہے اور کل بروز قیامت اس سے ماتحت افراد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(2) ہر ذمہ دار کو چاہیے کہ اپنے ماتحت افراد کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لے۔

(3) اپنی رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرنے والے حاکم یا ذمہ دار کے لیے بشارتیں اور ناانصافی یا دھوکہ

---

1 ... من نفحات الخلود ترجمہ زندہ جاوید خوشبوئیں، ص ۱۹۵ تا ۱۹۹ ماخوذاً۔

دہی کرنے والے کے لیے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

(4) بروزِ قیامت جہاں **حقوق اللہ** پر باز پرس ہو گی وہاں حقوق العباد کے معاملہ میں بھی پوچھا جائے گا۔

(5) ہر شخص اپنے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا کرے اور شریعت کے مطابق زندگی گزارے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے ماتحت افراد کے جملہ حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:301 اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَیْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَیْنَهُمْ فِی الْمَضَاجِعِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا عَمرو بن شعیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تمہاری اولاد جب سات سال کی ہو جائے تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ کر نماز نہ پڑھیں تو انہیں مارو اور انہیں الگ الگ سُلاؤ۔“

حدیث نمبر:302 اپنے بچّوں کو نماز سکھاؤ

عَنْ اَبِیْ ثُرَیَّةَ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَلِّمُوا الصَّبِیَّ الصَّلَاةَ لِسَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَیْهَا ابْنَ عَشْرِ سِنِیْنَ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ثریہ سَبْرَہ بن مَعْبَد جُہَنِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز سکھاؤ اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ کر نماز نہ پڑھے تو اسے مارو۔“

---

1 . . . ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ؟، ۱/۲۰۸، حدیث: ۴۹۵۔

2 . . . ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء متی یؤمر الصبی بالصلاۃ، ۱/۴۱۶، حدیث: ۴۰۷ بتغیر قلیل۔

بچوں کو عَقائِد و مَسائِل سکھاؤ:

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ حکم وجوبی ہے، اور اس میں لڑکا لڑکی دونوں شامل ہیں، اسی طرح اس پر واجب ہے کہ اپنی زوجہ اور خادم کو بھی نماز کا حکم دے۔ نماز کا حکم دینے سے مراد یہ ہے کہ انہیں وہ تمام باتیں سکھائے جن پر نماز کا دارو مدار ہے یا جن پر نماز موقوف ہے کیونکہ جب کسی شے کے متعلق حکم دیا جاتا ہے وہ حکم ان تمام چیزوں کو شامل ہوتا ہے جن کے بغیر وہ شے مکمل نہیں ہوسکتی۔ اور بچے کو پورے سات سال کا ہونے کے بعد نماز کا حکم دے، سات سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ بچہ اس عمر میں تمیز سیکھ لیتا ہے اور خود ہی کھا پی لیتا ہے اور استنجاء کرلیتا ہے۔“[1] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”بچے کے ولی پر واجب ہے کہ جب بچہ سمجھ بوجھ والا ہو جائے تو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اس کے رسول صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور تمام رسولوں عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حق میں جن باتوں کا اعتقاد رکھنا واجب، جائز یا محال ہے اور ان کا سیکھنا ضروری ہے وہ تمام باتیں بچے کو سکھائے، اسے بتائے کہ پچھلی تمام شریعتیں ہمارے نبی صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شریعت سے منسوخ ہوچکی ہیں اور اب یہی شریعت قیامت تک رہے گی، محمد بن **عبد اللہ** (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) **اللہ تعالیٰ** کے نبی اور رسول عربی ہیں، آپ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا اور بچے کو احکامِ شرعِیَّہ کی تعلیم دے تاکہ وہ اس کے ذہن نشین ہوجائیں کیونکہ بچپن میں جن باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ پتھر پر نقش کی طرح ہے۔“[2]

سات سال اور دس سال کی قید کی حکمت:

علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”سات سال کی عمر میں نماز کی ادائیگی کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ تاکہ انہیں نماز کی عادت پڑے اور وہ نماز سے مانوس ہوجائیں۔ نیز بچپن یعنی دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ کرنے اور نماز نہ پڑھنے کی صورت میں انہیں مارنے کی وجہ ان کو ادب سکھانا اور **اللہ**

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی وجوب امرہ اھلہ واولادہ۔۔۔الخ، ۲/۱۳۲، تحت الحدیث: ۳۰۲۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی وجب امرہ اھلہ واولادہ۔۔۔الخ، ۲/۱۳۳، تحت الحدیث: ۳۰۳۔

عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی محافظت مقصود ہے کیونکہ نماز عبادات کی اصل ہے، نیز اس سے ان کو لوگوں میں معاشرتی آداب کی تعلیم دینا بھی مقصود ہے اور یہ کہ وہ تہمت کی جگہوں پر نہ کھڑے ہوں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حرام کردہ تمام اُمور سے اپنے آپ کو بچائیں۔"[1]

نماز کا معاملہ بہت اہم ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جہاں اس حدیثِ پاک سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اپنے بچوں کو نماز کی تعلیم دیں، انہیں نماز کے مسائل سکھائیں وہیں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم خود بھی نماز کے معاملے میں سستی نہ کریں، نماز کے ضروری مسائل کو تفصیل سے سیکھیں، جب تک ہم خود نماز کے مسائل کو اچھی طرح سے نہیں سیکھیں گے تو اپنی اولاد کو کیسے سکھائیں گے؟ مگر افسوس! آج کل ہماری اکثریت نمازوں سے غافل ہے، نماز پڑھنا تو دور کی بات، نماز کے ضروری مسائل سے بھی آگاہ نہیں۔ اپنا اور اپنے بچوں کا نماز کے حوالے سے مدنی ذہن بنائیے، نماز کے فضائل اور اس کے ترک کی وعیدوں پر غور کیجئے۔ یقیناً نماز دین کا ستون ہے، نماز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوشنودی کا سبب ہے، نماز سے رحمت نازل ہوتی ہے، نماز برائیوں اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے، نماز سے گناہ معاف ہوتے ہیں، نماز دعاؤں کی قبولیت کا سبب ہے، نماز سے روزی میں برکت ہوتی ہے، نماز اندھیری قبر کا چراغ ہے، نماز جنت کی کنجی ہے، نماز جہنم کے عذاب سے بچاتی ہے، نماز پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، نماز پل صراط کے لیے آسانی ہے، نمازی کو کل بروزِ قیامت حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ جبکہ بے نمازی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سخت ناراض ہوتا ہے، بے نمازی کے چہرے سے حقیقی نورانیت ختم ہو جاتی ہے، بے نمازی اطمینانِ قلب سے محروم ہو جاتا ہے، بے نمازی کے رزق میں بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے، جو جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑ دیتا ہے اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے، بے نمازی کو کل بروزِ قیامت سخت ذلت ورسوائی کا سامنا ہوگا۔ لہٰذا خود بھی نماز کی پابندی کیجئے اور اپنی آل، اولاد

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی، ۲/۲۷۵، ۲۷۶، تحت الحدیث: ۵۷۲ ملتقطاً۔

کو بھی نماز پڑھنے کا حکم دیجئے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر اپنی اولاد کی اچھی تربیت کریں گے اور انہیں نماز روزہ اور اس کے علاوہ دیگر احکامِ شرعِیّہ پر عمل کرنے کا پابند بنائیں گے تو یہ اولاد دنیا میں بھی آپ کے لیے راحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی اور آپ کے مرنے کے بعد آپ کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے خیر کرکے آپ کے لیے آخرت میں بھی بخشش کا سامان ہو گی۔ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین کاموں کے کہ ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے: (1) صدقۂ جاریہ (2) وہ علم جس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ (3) نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرے۔“[1]

”دعا“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی چھوٹی عمر سے ہی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں۔

(2) بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچیں تو انہیں نماز وغیرہ کی تعلیم دینا شروع کر دیں، اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے کی صورت میں مارنے کی بھی شرعاً اجازت ہے۔

(3) نماز ایک اہم فریضہ ہے، اپنی اولاد کو سب سے پہلے نماز کی تلقین کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے وہ ہمیں اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں خود بھی نیک اعمال کرنے گناہوں سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . مسلم، کتاب الوصیة، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، ص ٨٨٦، حدیث: ١٦٣١۔

باب نمبر:39

پڑوسی کے حقوق کا بیان

پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! روز مرہ کے مختلف معاملات میں جن اَفراد کے ساتھ بندے کا تعلق ہوتا ہے ان میں ایک پڑوسی بھی ہے، پڑوسی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسی لیے اسلام میں تفصیل کے ساتھ پڑوسیوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اور بزرگانِ دِین کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اپنے مسلمان پڑوسیوں کے حُسنِ سلوک کی وجہ سے کئی غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، ایک مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ بھلائی کرے، خوشی غمی میں اُس کا ساتھ دے، اس کی طرف سے تکلیف پہنچے تو صبر کرے، وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو اس کی مدد کرے، وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ یہ باب بھی پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیت اور 9 احادیثِ مبارکہ ذکر فرمائی ہیں، پہلے آیتِ مبارکہ اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم الٰہی

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ (پ۵، النساء: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔

قریب اور دور کے ہمسائے:

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عبادت کرنے اور کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دینے کے

بعد والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اور ان کے بعد قریب اور دور دونوں طرح کے پڑوسیوں سے بھلائی اور اچھا سلوک کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ ان پڑوسیوں کے بارے میں دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے "مکتبۃ المدینہ" کی مطبوعہ 495 صفحات پر مشتمل کتاب صراط الجنان جلد 2 صفحہ 201 پر تفسیراتِ احمدیہ کے حوالے سے لکھا ہے: "قریب کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کے ہمسائے سے مراد وہ ہے جو محلہ دار تو ہو مگر اس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو، یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور وہ جو صرف پڑوسی ہو، رشتہ دار نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ، یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ اور وہ جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو وہ دور کا ہمسایہ ہے۔"[1]

حدیث نمبر: 303

پڑوسی کو وارث ہی بنادیں گے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، قَالَا : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابن عمر اور ام المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جبریل (عَلَيْهِ السَّلَام) مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث ہی بنادیں گے۔"

پڑوسی کو وارث بنائے جانے کا گمان:

اس حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ جبریل عَلَيْهِ السَّلَام پڑوسی کے ساتھ احسان کرنے اور اس سے اذیت کو دور کرنے سے متعلق مسلسل مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم پہنچاتے رہے (تاکہ میں اسے امت تک پہنچادوں)، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ پڑوسی کو وارثوں میں شامل کر دیں گے اور میراث میں اسے شریک کر دیں گے۔[3]

---

1 . . . تفسیرات احمدیہ، النساء، تحت الآیۃ: ۳۶، ص ۲۷۵ ماخوذاً۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار، ۴/۱۰۴، حدیث: ۶۰۱۵۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۸/۶۹۹، تحت الحدیث: ۴۹۶۴۔

پڑوسی کون ہے؟

یاد رہے کہ اس حدیثِ پاک میں مذکور ''پڑوسی'' عام ہے، لہٰذا پڑوسی خواہ مسلمان ہو یا کافر، عابد ہو یا فاسق، دوست ہو یا دُشمن، پردیسی ہو یا ہم وطن، نقصان پہنچانے والا ہو یا نفع دینے والا، رشتہ دار ہو یا اجنبی، اس کا گھر قریب ہو یا دور سب ہی اس میں داخل ہیں۔[1]

حقوق کے اعتبار سے پڑوسیوں کی اقسام:

واضح رہے کہ پڑسیوں میں اگرچہ سب ہی داخل ہیں لیکن حقوق کے اعتبار سے ان میں فرق ہے جیسا کہ حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''پڑوسی تین ہیں: (1) وہ پڑوسی جس کا ایک حق ہے اور حق کے اعتبار سے ادنی پڑوسی ہے۔ (2) وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔ (3) وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں اور یہ حق کے اعتبار سے افضل پڑوسی ہے۔ بہر حال وہ پڑوسی جس کا ایک حق ہے تو یہ وہ مشرک پڑوسی ہے جس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں صرف حق پڑوس ہے۔ جس کے دو حق ہیں تو یہ وہ مسلمان پڑوسی ہے جو رشتہ دار نہیں، اس کے لئے حقِ اسلام اور حق پڑوس ہے۔ وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں تو یہ وہ مسلمان پڑوسی ہے جس کے ساتھ رشتہ داری ہو، اس کے لئے حقِ اسلام، حقِ جوار اور رشتہ داری کا حق ہے۔''[2]

''رحمت'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) پڑوسی کے ساتھ ہمیشہ حسنِ سلوک سے پیش آیئے، کیونکہ اِسلام میں پڑوسی کے تفصیلی حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار، ۱۳/ ۴۸، تحت الحدیث: ۶۰۱۴۔

2 . . . حلیۃ الاولیاء، عطاء بن میسرہ، ۵/ ۲۳۵، حدیث: ۶۹۴۸۔

(2) پڑوسی کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کے وارث بنائے جانے کا گمان ہوا۔

(3) پڑوسی میں ہر طرح کے افراد داخل ہیں، کسی کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

(4) حقوق کے اعتبار سے پڑوسیوں کی تین اقسام ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ جس پڑوسی کا جتنا زیادہ حق ہو اس کے ساتھ اتنے ہی زیادہ اچھے طریقے سے پیش آئیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے پڑوسیوں کے حقوق اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:304

پڑوسیوں کے لئے سالن میں شوربہ زیادہ بناؤ

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا اَبَا ذَرٍّ، اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً، فَاَکْثِرْ مَاءَھَا، وَتَعَاھَدْ جِیْرَانَکَ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہُ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: اِنَّ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ: اِذَا طَبَخْتَ مَرَقًا فَاَکْثِرْ مَاءَہُ، ثُمَّ انْظُرْ اَھْلَ بَیْتٍ مِنْ جِیْرَانِکَ، فَاَصِبْھُمْ مِنْھَا بِمَعْرُوْفٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے ابو ذر! جب تم شوربہ پکاؤ تو اُس کا پانی زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔“

ایک اور روایت میں ان ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں: ”بے شک میرے خلیل صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے وصیت فرمائی کہ جب تم شوربہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ رکھو، پھر اپنے پڑوسی کے گھر والوں کو دیکھو اور انہیں اس میں سے بھلائی کے ساتھ (کچھ) شوربہ دے دو۔“

آسان نیکیوں کی ترغیب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ پاک میں سالن کے دیگر اجزاء کے بجائے شوربہ بڑھانے کا فرمایا گیا

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ، ص ۱۴۱۳، حدیث: ۲۶۲۵۔

کیونکہ شوربہ بڑھانا ہر ایک کے لئے آسان ہوتا ہے جبکہ گوشت اور مصالحہ وغیرہ بڑھانا سب کے لئے آسان نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مستحب کاموں میں سے جو آسان ہو اسے کرنے کی زیادہ ترغیب دینی چاہیے تاکہ بندہ آسانی سے عمل کر کے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب کما سکے۔ آسان نیکیوں کی ترغیب اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی 192 صفحات پر مشتمل کتاب ''**آسان نیکیاں**'' کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

معمولی سالن بھی ہدیہ بھیجتے رہیں:

عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب گھر میں کوئی اچھا سالن یا کوئی گوشت وغیرہ پکتا ہے تو لوگ اپنے پڑوسیوں کو بھیجتے ہیں لیکن اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ سالن اگرچہ معمولی ہی کیوں نہ ہو وہ بھی پڑوسی کو بھیجنا چاہیے کہ اس سے بھی پڑوسی کے حق کی حفاظت ہوتی ہے البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر سالن ایسا معمولی ہے کہ پڑوسی اسے اچھا نہیں سمجھیں گے، یا برا محسوس کریں گے تو نہ بھیجنا بہتر ہے۔

پہلے قریبی پڑوسیوں کو دینا افضل ہے:

جب بھی اپنے پڑوس میں کوئی چیز دینی ہو تو کوشش کریں کہ جو سب سے قریبی پڑوسی ہو انہیں دیں، اس کی کئی وجوہات ہیں: (1) جو سب سے قریبی پڑوسی ہوتے ہیں اُن کے ساتھ ملنا جلنا اور آمنا سامنا زیادہ ہوتا ہے۔ (2) خوشی غمی کے موقع پر قریبی پڑوسی بہت زیادہ تعاون کرتے ہیں جبکہ دور کے پڑوسیوں میں یہ بات کم ہوتی ہے۔ (3) مشکل وقت میں سب سے پہلے قریبی پڑوسی ہی مدد کے لیے آتے ہیں بلکہ بعض معاملات میں تو وہ گھر کے نائب کی حیثیت رکھتے ہیں، خصوصاً ایسے معاملات میں جب گھر والے خود بھی اپنے گھر سے غافل ہوتے ہیں تو قریبی پڑوسی ہی ان کے گھر کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ (4) جن احادیث وروایات میں پڑوسی کی مختلف اقسام بیان فرمائی گئیں ہیں ان میں بھی سب سے پہلے قریبی پڑوسی کو بیان فرمایا گیا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کا حق پہلے ہے، عربی کا مشہور مقولہ ہے: ''اَلْحَقُّ لِلْقَرِيْبِ ثُمَّ لِلْبَعِيْد یعنی پہلے قریب والے کا حق ہے پھر دور والے کا۔'' اس مقولے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے قریبی

پڑوسیوں کو دینا چاہیے۔ چند صورتیں ایسی بھی ہیں کہ ان میں دُور والے پڑوسی کو پہلے دینا زیادہ افضل ہے، مثلاً: (1) دور والا پڑوسی قریب والے کے مقابلے میں زیادہ تنگدست وغریب ہے۔ (2) دور والا پڑوسی قریبی رشتے دار بھی ہے۔

لَذَّت پر اُلفت کو ترجیح دیں:

مذکورہ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لذت پر اُلفت و محبت کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ شوربے میں گھی اور مصالحہ بڑھانے کے بجائے صرف پانی بڑھانے سے اگرچہ اس کا مزہ کم ہو جائے گا لیکن پڑوسیوں کو دینے کی برکت سے ان کے ساتھ تعلقات اچھے ہو جائیں گے اور باہمی محبت بڑھے گی کیونکہ تحفہ دینے سے آپس میں محبت بڑھتی ہوتی ہے۔ افسوس ہمارے معاشرے میں صورت حال اس کے برعکس ہے کہ الفت و محبت پر مزے کو ترجیح دی جاتی ہے اور جب پڑوسی کے ہاں کھانے پینے کی کوئی چیز بھیجی جائے اور وہ مزے دار نہ ہو یا پڑوسی کے مزاج اور ذوق کے مطابق نہ ہو تو وہ بھیجنے والے کے خلوص کو صرفِ نظر کر کے خوب باتیں بناتا ہے کہ اسے تو پکانا ہی نہیں آتا، صحیح طریقے سے بھونا بھی نہیں ہے، شوربہ بھی کچارہ گیا ہے، فلاں نے تو کھانا بنانے کے مختلف کورس کیے ہیں لیکن دال بھی ٹھیک سے نہیں بنا سکتا۔ ایسے حضرات کو چاہیے کہ اپنے طرزِ عمل پر غور کریں اور کسی کے کھانے میں عیب نکال کر باہمی اُلفت و محبت کی راہ میں دیوار کھڑی کرنے کے بجائے بھیجنے والے کے خلوص کی طرف نظر کریں تاکہ باہمی تعلقات کی عمارت مضبوط ہو۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ

"پڑوس" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کسی بھی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے۔

(2) ایک دوسرے کو آسان نیکوں کی ترغیب دیتے رہنا چاہیے۔

(3) کھانے پینے کی اشیاء پڑوسیوں کو بھیجنے کی احادیث میں ترغیب دلائی گئی ہے، لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ جب کوئی خاص قسم کا کھانا بنے تو ہی پڑوس میں بھیجیں بلکہ گھر میں بننے والے روز مرہ کے کھانے بھی پڑوس میں بھیجتے رہنا چاہیے۔

(4) لذت پر اُلفت ومحبت کو ترجیح دینی چاہیے، دینے والے کی چیز نہیں بلکہ خلوص کو دیکھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پڑوسیوں کے یہاں سالن اور کھانے پینے کی مختلف چیزیں بھیجنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:305

اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہیں

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ، قِیْلَ: مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہُ بَوَائِقَہُ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَا یَاْمَنُ جَارُہُ بَوَائِقَہُ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”خدا کی قسم! وہ مؤمن نہیں، خدا کی قسم! وہ مؤمن نہیں، خدا کی قسم! وہ مؤمن نہیں، عرض کی گئی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کون؟“ ارشاد فرمایا: ”وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہو۔“ اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں۔“

مؤمن نہ ہونے کا مطلب:

مذکورہ حدیثِ پاک میں سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پڑوسی کو تکلیف دینے والے کے

1 ... بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لم یامن جارہ بوائقہ، ۴/۱۰۴، حدیث: ۶۰۱۶۔

2 ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تحریم ایذاء الجار، ص: ۴۳، حدیث: ۴۶۔

بارے میں تین بار قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ وہ مومن نہیں، یہ تین بار فرمانا تاکید کے لیے تھا اور اس میں حقیقی ایمان کی نہیں بلکہ کمال ایمان کی نفی ہے یعنی وہ کامل مؤمن نہیں ہے نیز حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پہلے ہی یہ نہ فرمایا کہ پڑوسی کو تکلیف دینے والا مؤمن نہیں بلکہ پہلے تین بار صرف یہ فرمایا کہ وہ مؤمن نہیں پھر سائل کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ شخص مؤمن نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو تاکہ سننے والوں کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کیونکہ جو بات انتظار اور پوچھنے کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ بہت اچھے طریقے سے ذہن نشین ہوتی ہے۔"[1]

پڑوسی کو اذیت نہ دینے کی ترغیب:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں پڑوسی کو اذیت نہ دینے کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے، کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین مرتبہ قسم کھا کر تاکید سے ارشاد فرمایا کہ: وہ شخص مؤمن نہیں جس کا پڑوسی اس کے شرور سے محفوظ نہ ہو۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کامل ایمان والا مؤمن نہیں اور اس (مذموم) وصف والا اعلیٰ درجات تک نہ پہنچے گا۔ لہٰذا ہر مؤمن کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو اذیت دینے سے بچے اور ایمان کے اعلیٰ درجات میں ہونے کی طرف راغب ہو اور اس چیز سے باز آجائے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منع فرمایا ہے اور اس چیز میں رغبت رکھے جس میں ان کی رضا ہے۔"[2]

جنت میں نہ جانے کا معنیٰ:

مسلم شریف کی حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ جس کی فتنہ انگیزیوں سے اُس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ جنت میں نہ جائے گا۔ علامہ نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس کا ایک معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ جب کامیاب لوگوں کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اُس وقت اُن کے ساتھ داخل نہ ہو گا بلکہ اس کا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٥٥ ماخوذا۔

2 ... شرح ابن بطال، کتاب الادب، باب اثم من لا یامن جارہ بوائقہ، ٩/ ٢٢٢۔

داخلہ (جہنم میں) گناہوں کی سزا پوری ہونے تک مؤخر کر دیا جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے، اس صورت میں وہ (جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ) ابتداءً ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔"[1]

پڑوسی کو تکلیف دینے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یاد رہے کہ اگرچہ ہر مسلمان کو اپنے شر اور فتنہ انگیزی سے بچانا ضروری ہے لیکن پڑوسی کو بچانا زیادہ ضروری ہے کیونکہ بندے کا دوسروں کے مقابلے میں پڑوسی سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے، اس لئے وہ اچھے اخلاق کا دوسروں سے زیادہ مستحق ہے۔ مگر افسوس! فی زمانہ پڑوسیوں کے حقوق ادا نہ کرنا، انہیں بات بات پر تنگ کرنا، چھوٹے چھوٹے معاملات پر فتنہ وفساد برپا کرنا، معمولی کام پر ان سے قطع تعلقی کر لینا ہمارے معاشرے میں عام ہو چکا ہے، اب تو حالات اتنے بگڑ چکے ہیں کہ فتنہ و شر انگیزی اور تکلیف دینے میں سب سے پہلا ہدف پڑوسی ہی ہوتا ہے، پڑوسی کو اسلام نے ایسی عزت و حرمت عطا فرمائی ہے کہ اگر اس کے حقوق اچھی طرح ادا کیے جائیں تو وہ اپنے پڑوسی کے لیے اس کے نائب کی حیثیت اختیار کرلے جبکہ ہمارے معاشرے میں پڑوسی کے حقوق اس قدر بری طرح پامال کیے جاتے ہیں کہ بندہ جتنا اپنے پڑوسیوں کے شر سے پناہ مانگتا ہے اتنا کسی ذاتی دشمن کے شر سے بھی پناہ نہیں مانگتا لہٰذا ہمیشہ اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھیں اور ایسی تمام باتوں سے بچتے رہیں جن سے وہ پریشان ہوں یا انہیں تکلیف پہنچے۔

"ایمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) پڑوسی کو اذیت دینا ایمان کے اعلیٰ درجات سے محرومی کا سبب ہے۔

(2) ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ پڑوسی کو بڑی چھوٹی ہر طرح کی اذیت دینے سے بچے اور ایمان کے اعلیٰ درجات پانے کی طرف رغبت اختیار کرے۔

---

1 . . . شرح النووی علی مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان تحریم ایذاء الجار، ۱/ ۷ ا، الجزء الثانی۔

(3) پڑوسی کو اذیت دینا جنت میں ابتداءً داخل ہونے میں رُکاوٹ بن سکتا ہے۔

(4) کوئی اہم بات سمجھانی ہو تو اس بات کو ایک سے زیادہ مرتبہ دُہرایا جاسکتا ہے۔

(5) انتظار اور سوال کرنے کے بعد معلوم ہونے والی بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں پڑوسیوں کے حقوق پامال کرنے سے بچائے اور ہمیشہ اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 306

پڑوسی کے ھدیہ کو حقیر نہ جانو

وَعَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے مسلمان عورتوں! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی دی ہوئی چیز کو حقیر نہ جانے اگرچہ وہ بکری کا کُھر ہی کیوں نہ ہو۔“

معمولی ہدیہ بھی خوشی سے قبول کرلو:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ ہدیہ چاہے حقیر چیز کا ہی کیوں نہ ہو لینے والے کو اس میں عیب نہیں نکالنا چاہیے۔ **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اگر تم امیر ہو اور تمہاری پڑوسن غریب اور وہ غریب اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے تو نہ اسے واپس کردو اور نہ اسے نگاہِ حقارت سے دیکھو بلکہ خوشی سے قبول کرو کہ اس کا دل خوش ہو جائے **اللہ** تعالیٰ اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرمالیتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنی کوئی عورت اپنی پڑوسن کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ ہچکچائے جو کچھ جُڑے بنے دیتی رہے کہ ہدیوں سے

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب: لا تحقرن جارة لجارتها، ۴/۱۰۴، حدیث: ۶۰۱۷۔

محبتیں بڑھتی ہیں، چونکہ چیزوں میں عیب نکالنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اس لیے انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لیے بڑی ہمت افزاء ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رد نہیں فرماتے۔“[1]

عورتوں سے خطاب کی وجہ:

یاد رہے کہ چیزوں میں عیب نکالنے اور انہیں حقیر جاننے کی عادت عام طور پر عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے اس لیے یہاں بطورِ خاص ان سے خطاب فرمایا گیا ورنہ مَردوں کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ معمولی چیز کو حقیر جان کر اسے تحفہ دینے سے نہ رُکیں اور نہ ہی تحفے میں ملنے والی معمولی چیز کو حقیر جانیں۔ نیز حدیث پاک میں جو فرمایا گیا کہ اگرچہ بکری کا کُھر ہی ہدیہ میں ہو یہ مبالغہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آسانی سے جو چیز بھی ہدیہ کر سکتے ہو وہ کرو کسی چیز کو حقیر جانتے ہوئے ہدیہ سے نہ رُکو، یہاں حقیقۃً بکری کا کُھر مراد نہیں ہے کہ عام طور پر کُھر ہدیہ نہیں کیا جاتا، مقصد یہ ہے کہ جو موجود ہو اس کے اعتبار سے ہدیہ کر دو کیونکہ کچھ نہ دینے سے دینا بہتر ہے۔[2]

معمولی تحفہ بھی قبول کر لینا سنت ہے:

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر آپ کی بارگاہ میں تحفے کے طور پر کوئی معمولی چیز بھی پیش کی جاتی تو آپ اسے قبول فرما لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر مجھے ایک دستی یا پائے کے لیے دعوت دی جائے تو میں اسے منظور کر لوں گا اور اگر ہدیے کے طور پر میرے لیے دستی یا پایا بھیجا جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا۔“[3]

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۵۔
2. ... عمدۃ القاری، کتاب الھبۃ۔۔۔ الخ، باب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، ۹/ ۳۷۸، تحت الحدیث: ۲۵۶۶ ماخوذا۔
3. ... بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، باب القلیل من الھبۃ، ۲/ ۱۶۶، حدیث: ۲۵۶۸۔

”اَخُوَّت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کسی کے دیئے ہوئے معمولی تحفے کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

(2) کسی چیز کے معمولی ہونے کی وجہ سے اسے حقیر جان کر تحفہ دینے سے نہیں رُکنا چاہیے۔

(3) عورتوں کی طرح مردوں کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ ملنے والے معمولی تحفے کو حقیر نہ جانیں اور معمولی چیز کو حقیر جان کر تحفہ دینے سے باز نہ رہیں۔

(4) معمولی چیز کا ہدیہ یا تحفہ قبول کرلینا بھی سنت مبارکہ ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم معمولی چیز کی دعوت وہدیہ بھی قبول فرمالیا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی استطاعت کے مطابق اپنے پڑسیوں کو تحفہ دینے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی طرف سے ہدیہ میں آنے والی معمولی اور حقیر چیز کو بھی خوش دلی سے قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:307

پڑوسی کی دیوار میں لکڑی لگانا

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ: مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ! وَاللهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔“ پھر حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے: ”کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھ رہا

[1] ... بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب: لا یمنع جار جارہ ان یغرز۔۔۔الخ، ۲/ ۱۳۲، حدیث: ۲۴۶۳۔

ہوں، اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی قسم! میں اس حدیث کو تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا۔" (یعنی تمہارے سامنے علانیہ بیان کرتا رہوں گا۔)

پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنے کا شرعی حکم:

اس حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ جب ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کے گھر کی دیوار پر لکڑی رکھنے کی حاجت ہو اور دوسرے کا اس میں کوئی نقصان نہ ہو تو یہ اسے لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے۔ حضرت سَیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے نزدیک اس حدیثِ پاک میں دیے گئے حکم پر عمل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔[1]

کیا پڑوسی کو کیل گاڑنے سے منع کر سکتا ہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا جائے تو فی زمانہ صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ پڑوسی دوسرے کی دیوار پر گارڈر وغیرہ رکھ کے یا اپنے گھر کی چھت کا کچھ حصہ دوسرے کی دیوار پر ڈال کر اس کی ملکیت کے دعوے دار بن جاتے ہیں اور اس پر قبضہ کر لیتے ہیں ایسے حالات میں جب بندے کو اس بات کا ڈر ہو کہ اس کی دیوار وغیرہ پر قبضہ کیا جا سکتا ہے تو وہ خود کو نقصان سے بچانے کے لیے پڑوسی کو منع کر سکتا ہے۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ فی زمانہ پڑوسی دوسرے کی دیوار میں کیل گاڑ کر دیوار کے دعوے دار بن جاتے ہیں، اس لیے احتیاط چاہیے کہ یہ بھی ایک قسم کا نقصان ہے اور نقصان کی صورت میں منع کرنا بلا کراہت جائز ہے۔"[2]

فرمانِ ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا پس منظر:

جب حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم بنائے گئے اور وہاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں کے سامنے یہ حدیثِ پاک بیان کی تو انہوں نے اپنے سر جھکا لیے اس پر

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الشفعۃ، ۶/۱۶۲، تحت الحدیث: ۲۹۶۴ ملخصًا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۴/۳۲۶۔

آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (مبالغہ کے طور پر) فرمایا: ''کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس سے یعنی اس قول یا سنت سے اعراض کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کی قسم! میں اس حدیث کو تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا مطلب یہ کہ اگر تم نے اس حکم کو قبول نہ کیا اور اس پر عمل نہ کیا تو میں اسے تمہارے سامنے بار بار بیان کروں گا اگرچہ تم اسے ناپسند کرو۔''[1]

مدنی گلدستہ

''سنت'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حاجت درپیش ہو اور نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو پڑوسی کو دیوار پر لکڑی رکھنے یا کیل وغیرہ لگانے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

(2) نقصان کا اندیشہ ہونے کی صورت میں پڑوسی کو دیوار پر لکڑی رکھنے اور کیل وغیرہ لگانے سے منع کرنا جائز ہے البتہ اَحسن طریقے سے منع کرنا چاہیے۔

(3) صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ خود بھی سنت پر عمل کرنے کے حریص ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی سنتوں پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے پڑوسیوں کے ساتھ تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 308

پڑوسی کو اذیت نہ دو

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ،

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب المظالم والغصب، باب لا یمنع جار۔۔۔ الخ، ۹/۲۱۶، ۲۱۷، تحت الحدیث: ۲۴۶۳ ملخصًا۔

فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْکُتْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔“

حدیث نمبر:309

پڑوسی کے ساتھ اِحسان کرنا چاہیے

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِہٖ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْکُتْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو شُرَیح خُزاعی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا چاہیے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔“

پڑوسی کو اذیت دینے سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین احمد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”جو شخص اس اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل ایمان رکھتا ہے جس نے اسے پیدا کیا اور اس آخری دن پر کامل ایمان رکھتا ہے جس کی طرف اس کو لوٹنا ہے اور جس میں اسے اس کے عمل کی جزا دی جائے گی تو وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے۔“[3]

---

1 . . . مسلم کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف۔۔۔الخ، ص ۴۳، حدیث: ۴۷۔

2 . . . مسلم کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف۔۔۔الخ، ص ۴۳، حدیث: ۴۸۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ۔۔۔الخ، ۱۳/ ۵۲، تحت الحدیث: ۶۰۱۸۔

مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّثِ کبیر حکیمُ الامَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان پڑوسی کو اذیت دینے کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی اس کو تکلیف دینے کے لیے کوئی کام نہ کرے۔“[1]

پڑوسی کی اذیت برداشت کرنا:

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، بُرا بھلا کہتا اور مجھ پر تنگی کرتا ہے۔“ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”واپس جاؤ! اگر اس نے تمہارے بارے میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی ہے تو تم اس کے بارے میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی فرمانبرداری کرو۔“[2]

سیدنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الوَالِی فرماتے ہیں: ”یاد رکھو! پڑوس کا حق صرف یہ نہیں کہ پڑوسی کو اذیت دینے سے رُکا جائے بلکہ اس کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرنا بھی اس کے حق میں شامل ہے۔ کیونکہ بعض اوقات پڑوسی بھی تکلیف نہیں پہنچاتا لہٰذا صرف تکلیف نہ پہنچانے سے پڑوسی کا حق ادا نہیں ہوگا (کیونکہ یہ تو رکنے کے بدلے میں رکنا ہے کہ اُس نے اذیت نہیں دی تو اِس نے بھی نہیں دی) اسی لیے صرف پڑوسی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرنا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ نرمی اور اچھے طریقے سے پیش آنا بھی ضروری ہے۔ منقول ہے کہ قیامت کے دن فقیر پڑوسی اپنے امیر پڑوسی کو پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا: ”اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے اپنے حسنِ سلوک سے کیوں محروم رکھا اور میرے لیے اپنے گھر کا دروازہ کیوں بند کیا۔“[3] (حالانکہ میں اس کے فضل واحسان کا محتاج تھا۔)

پڑوسی کے تکلیف دینے پر حکمت عملی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واضح رہے کہ پڑوسی کی طرف سے پہنچنے والی اذیت وتکلیف کو برداشت

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲۔

[2] ... احیاء العلوم، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ۔۔۔الخ، فصل حقوق الجوار، ۲/ ۲۶۶۔

[3] ... احیاء العلوم، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ۔۔۔الخ، فصل حقوق الجوار، ۲/ ۲۶۷۔

کرنااور اس پر صبر کرنا بہتر اور اجر وثواب کا باعث ہے لیکن اگر صبر کرنا ممکن نہ رہے تو اسے موقع کی مناسبت سے بہتر حکمتِ عملی کے ساتھ روکا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنے پڑوسی کی شکایت کی تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”واپس چلے جاؤ اور صبر کرو۔“ پھر وہ دو یا تین مرتبہ دوبارہ بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں حاضر ہوا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”جاؤ اور اپنا سامان راستے میں رکھ دو۔“ چنانچہ اس نے اپنا سامان راستے میں رکھ دیا، لوگ اس سے اس کی وجہ پوچھنے لگے اس نے لوگوں کو اپنے پڑوسی کا حال بتایا تو لوگوں نے اس کے پڑوسی پر لعن طعن کرنا شروع کردی اور اسے بُرا بھلا کہنے لگے، (جب اس پڑوسی کو صورتِ حال کا علم ہوا) تو وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”واپس چلو، اب میری طرف سے تمہیں کوئی ایسی بات نہ پہنچے گی جس سے تمہیں کوئی تکلیف ہو۔“[1]

پڑوسی کو اذیت دینے کا نقصان:

حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی گئی: ”فلاں عورت دن میں روزہ رکھتی ہے اور رات میں قیام کرتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء پہنچاتی ہے۔“ ارشاد فرمایا: ”اس میں کوئی بھلائی نہیں، وہ جہنمی ہے۔“[2]

شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”پڑوسی کو تکلیف دینے کی وجہ سے وہ عورت جہنم میں جائے گی اور اس کے نماز، روزے اور صدقہ افضل ترین عمل ہونے کے باوجود اس کے گناہ کا کفارہ نہ بن سکیں گے۔“[3] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ کام دوزخیوں کے ہیں اگر یہ عبادت گزار بی بی اپنی تیز زبان سے توبہ نہ کرے گی تو اولاً دوزخ میں جاوے گی، نوافل سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے، پھر سزا بھگت کر جنت

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، ۴/۴۳۶، حدیث: ۵۱۵۳۔

2 . . . مستدرک، کتاب البر والصلة، باب ان اللہ لا یعطی الایمان الا من یحب، ۵/۲۳۱، حدیث: ۷۳۸۵۔

3 . . . اشعة اللمعات، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة علی الخلق، ۴/۱۳۸۔

میں جاوے گی۔"[1]

بلی کے سبب پڑوسی کو نقصان کا خدشہ:

معلوم ہوا کہ پڑوسی کو اذیت دینے کی شدید وعید بیان فرمائی گئی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کو اذیت دینے سے بچتا رہے، ہمارے بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِيْن پڑوسیوں کا بہت احساس فرماتے اور کوئی بھی ایسا کام نہ کرتے جس سے پڑوسی کو اذیت پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔ چنانچہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1393 صفحات پر مشتمل کتاب احیاء العلوم جلد 2 صفحہ 771 پر ہے کہ کسی بزرگ نے اپنے دوستوں سے گھر میں چوہوں کی کثرت کی شکایت کی تو ان سے کہا گیا: "آپ بلی کیوں نہیں پال لیتے؟" فرمایا: "مجھے اس بات کا خوف ہے کہ بلی کی آواز سن کر چوہے پڑوسیوں کے گھروں میں چلے جائیں گے، یوں میں ان کے لئے اس بات کو پسند کرنے والا ہو جاؤں گا جس بات کو اپنی ذات کے لئے پسند نہیں کرتا۔" **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی اپنے پڑوسیوں کا احساس کرنے اور انہیں اذیت و تکلیف پہنچانے والے کام کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پڑوسی پر احسان کرنے کے طریقے:

حدیث نمبر 308 مذکور ہے کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ پڑوسی کو اذیت نہ دے اور حدیث نمبر 309 میں ہے کہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا چاہیے۔ عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مُصَنِّف یعنی امام نووی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے ان دونوں احادیث کو جمع کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ کامل ایمان اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک دونوں چیزوں کو جمع نہ کیا جائے یعنی پڑوسی کو اذیت دینے سے بھی بچا جائے اور اپنی قدرت کے مطابق اس کے ساتھ حُسنِ سلوک بھی کیا جائے۔"[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۵۷۷۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی حق الجار والوصیة به، ۲/۱۴۰، تحت الحدیث: ۳۱۰۔

حدیثِ پاک میں پڑوسی کے ساتھ احسان کرنے کے چند طریقے بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”(1) جب وہ تم سے مدد مانگے تو اس کی مدد کرو۔ (2) اگر تم سے قرض مانگے تو اسے دے دو۔ (3) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو۔ (4) وہ بیمار ہو تو اس کی مزاج پُرسی کرو۔ (بلکہ ضرورت ہو تو تیمارداری کرو۔) (5) اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ (6) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو۔ (7) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو۔ (8) اس کی اجازت کے بغیر اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو۔ (9) جب پھل خریدو تو اسے بھی ہدیۃً بھیجو اور نہ بھیج سکو تو چھپا کر رکھو، اس پر ظاہر نہ ہونے دو اور تمہارے بچے بھی اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں۔ (10) ہانڈی سے نکلنے والی خوشبودار بھاپ سے اسے اذیت نہ دو مگر یہ کہ ہنڈیا میں سے کچھ اس کے لیے بھی بھیج دو۔“[1]

مہمان کی تعظیم، کمالِ ایمان کی علامت:

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرے۔ یاد رہے کہ اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو مہمان کی خاطر تواضع نہیں کرے گا وہ کافر ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مہمان کی تعظیم اور اس کی خاطر داری ایمان کا تقاضا اور کمالِ ایمان کی علامت ہے۔[2]

مہمان نوازی کے آداب:

مہمان نوازی کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ میزبان اپنے مہمان کا احترام اور اس کی تعظیم کرے اور اس میں بہت سی چیزیں داخل ہیں جنہیں علماء کرام نے اپنی کتابوں میں مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے، ان میں سے 4 درج ذیل ہیں: (1) میزبان اپنے مہمان سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملے۔ (2) مہمان

---

1 ... مسند الشامیین للطبرانی، عطاء عن عمرو بن شعیب، ۳/ ۳۳۹، حدیث: ۲۴۳۰، مطبوعۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲ ماخوذ۔

کے لیے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے۔ (3) حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے، جیسے مہمان کے سامنے خود دستر خوان بچھائے، وہ ہاتھ دھونے لگے تو خود اس کے ہاتھوں پر پانی ڈالے یا نل خود کھول کر دے وغیرہ۔ (4) مہمان کے لیے بقدرِ طاقت اچھا کھانا بنائے۔[1]

اچھی بات کرنے سے پہلے بھی غور کرلے:

حدیثِ پاک میں یہ بھی فرمایا گیا کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اچھی بات کہنے سے پہلے بھی غور کرلے، جب ظاہر ہو جائے کہ جو بات کرنے والا ہے اس میں صرف بھلائی ہے، فساد نہیں ہے اور نہ ہی وہ بات حرام یا مکروہ کی طرف لے جانے والی ہے تو وہ بات کہے۔“ اگر انسان اچھی بات نہیں کہہ سکتا تو اسے چاہیے کہ خاموش رہے مباح بات بھی نہ کرے کیونکہ بعض اوقات مباح کلام بھی حرام یا مکروہ کی طرف لے جاتا ہے اور بالفرض اگر مباح کلام حرام یا مکروہ کی طرف لے جانے والا نہ ہو تو بھی اس میں وقت کا ضیاع ہے کہ یہ فضول کام ہے۔[2]

”کامل ایمان“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دینے والے کو کامل ایمان والوں میں شمار کیا گیا ہے۔

(2) پڑوسی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کرنا ہی پڑوسی کا حق نہیں بلکہ تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ اس سے حسنِ سلوک کرنا بھی اس کے حقوق میں شامل ہے۔

(3) اگر پڑوسی کی اذیتوں پر صبر کرنا ممکن نہ رہے تو جائز طریقے اور حکمت عملی کے ساتھ اسے اذیت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲ماخوذ۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی حق الجار والوصیة به، ۲/ ۱۳۹، ۱۴۰، تحت الحدیث: ۳۰۹ ملخصًا۔

پہنچانے سے روکا جاسکتا ہے۔

(4) بزرگانِ دِین اپنے پڑوسیوں کے لئے بھی وہی کچھ پسند کرتے تھے جو اپنے لئے پسند کرتے تھے۔

(5) پڑوسی کو اذیت دینا اُخروی اعتبار سے بھی انتہائی نقصان دہ ہے کہ عبادت و ریاضت کے باوجود رب تعالی کی ناراضگی کی صورت میں جہنم کی وعید ہے۔

(6) پڑوسیوں کے حقوق اچھی طرح ادا کرنے کے لیے احادیث میں بیان کردہ دس امور پر عمل کرنا چاہیے۔

(7) مہمان کی تعظیم کیجئے کہ اس کی تعظیم اور خاطر داری کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔

(8) اچھی بات کہیں یا پھر خاموش رہیں کہ فضول بات کرنے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔

(9) اچھی بات کرنے سے پہلے بھی غور کرلیں کہ میں جو بات کہنا چاہتا ہوں اس میں کوئی فساد تو نہیں یا وہ بات مکروہ یا حرام کی طرف لے جانے والی تو نہیں جب ظاہر ہو جائے کہ اس بات میں کوئی قباحت نہیں ہے تو پھر وہ بات کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پڑوسیوں کو تکلیف نہ دینے، اُن کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنے، اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، مہمان کی خاطر تواضع کرنے اور فضول گوئی سے بچتے ہوئے اچھی بات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:310

قریبی پڑوسی کا حق زیادہ ھے

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ، فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِي؟ قَالَ: اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.[1]

ترجمہ: حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، فرماتی ہیں، میں نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے دو ۲ پڑوسی ہیں، تو میں ان میں سے کس کی طرف ہدیہ بھیجوں؟“

1 . . . بخاري، كتاب الهبة۔۔۔الخ، باب بمن يبدأ بالهدية، ۲/ ۱۷۴، حديث: ۲۵۹۵۔

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”دونوں میں سے جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہے۔“

پڑوسی کا اِکرام کرنے کی ایک صورت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے دو 2 پڑوسی ہیں اور آپ نے پڑوسی کا اکرام کرنے کا مطلق حکم دیا ہے اور میں ایک ساتھ دونوں کی طرف ہدیہ بھیجنے کی قدرت نہیں رکھتی تو ان دونوں میں سے کس کی طرف ہدیہ بھیجوں تاکہ میں پڑوسیوں کا اکرام کرنے والوں میں داخل ہو جاؤں؟“ تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ”دونوں میں سے جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہے (اس کی طرف ہدیہ بھیج دو)۔“[1]

عِلم عمل پر مُقدَّم ہے:

اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ہدیہ دینے سے پہلے اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں، معلوم ہوا کہ پہلے علم حاصل کرنا چاہیے، پھر عمل کرنا چاہیے۔ فی زمانہ لوگوں کا حال اس کے برعکس نظر آتا ہے کہ عبادات اور معاملات وغیرہ میں پہلے عمل کرتے اور بعد میں علم حاصل کرتے ہیں اور علم کی ضرورت بھی اس وقت محسوس کرتے ہیں جب اپنا نقصان نظر آ رہا ہو ورنہ جب تک فائدہ ہو رہا ہو تب تک حصولِ علم کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کے لئے اس حدیث پاک میں بہت نصیحت ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کیا: ”کون سا عمل افضل ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”علم۔“ اس نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے آپ سے عمل کے بارے میں پوچھا لیکن آپ نے مجھے علم کا بتایا۔“ (اس میں حکمت کیا ہے؟) ارشاد فرمایا: ”علم کے ساتھ قلیل عمل کثیر ہے اور جہالت کے ساتھ کثیر عمل قلیل ہے۔“[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی حق الجار والوصیة به، ۳/۱۴۱، تحت الحدیث: ۳۱۱۔

2 . . . مسند الشهاب، إن قلیل العمل مع العلم کثیر، ۲/۱۲۱، حدیث: ۱۰۱۵۔

پڑوس کے قریب ہونے کا مدار کس پر ہے؟

مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حکیمُ الامَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ہدیہ دینے کی وجہ پڑوسی ہونا ہے لہٰذا جس قدر پڑوس مضبوط ہو گا اتنا ہی ہدیہ کا استحقاق زیادہ ہو گا۔ تیسرا یہ کہ پڑوس کا قریب ہونا دروازہ سے ہوتا ہے، چھت اور دیوار سے نہیں، اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ دُور ہو اور دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائے گا اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ دروازہ کی وجہ سے ملاقات ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ زیادہ خلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے درد و غم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ یہ حدیث اس آیتِ کریمہ کی تفسیر ہے ﴿وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ﴾ (پ۵، النساء: ۳۶) (ترجمۂ کنز الایمان: اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے۔) اس حدیث پاک میں قریب والے پڑوسی کو ہدیہ دینے کی ترغیب دلائی گئی ہے، حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور والے پڑوسی کو بالکل نہ دو مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو۔“[1]

”ہدیہ دو“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) پڑوسی کو ہدیہ دینا اس کا اِکرام کرنے میں داخل ہے۔

(2) جو عمل اعلیٰ اور اولیٰ ہو اُسے ترجیح دینی چاہیے۔

(3) عمل کرنے سے پہلے اس کے بارے میں علم حاصل کرنا چاہیے۔

(4) پڑوسی کو ہدیہ دینا سنت ہے اور اس کی علت پڑوسی ہونا ہے۔

(5) پڑوسی کے قریب ہونے کا دار و مدار دروازے پر ہے چھت اور دیوار پر نہیں۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۲۱ ملخصا۔

(6) ہدیہ سبھی پڑوسیوں کو دینا چاہیے البتہ قریب والے پڑوسی کو ترجیح دی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھنے اور انہیں ہدیہ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 311

پڑوسی کیلئے بہتر رب کے یہاں بھی بہتر

وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللہِ تَعَالٰی خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ، وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللہِ تَعَالٰی خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ساتھی کے لیے اچھے ہوں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لیے اچھے ہوں۔"

بارگاہِ الٰہی میں اعلیٰ مرتبے والا:

اِس حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اس ساتھی کا ثواب اور مرتبہ زیادہ ہے جو اپنے ساتھی کو نفع پہنچانے اور اس سے اذیت دور کرنے کے معاملے میں اچھا ہے اور بارگاہِ ربُّ العزت میں اس پڑوسی کا اجر و ثواب اور مقام و مرتبہ زیادہ ہے جو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے لئے زیادہ بہتر ہو گا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بھی افضل ہو گا اور اس حدیثِ پاک سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بدترین ساتھی اور پڑوسی وہ ہے جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے لئے بُرا ہو۔[3]

---

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی حق الجوار، ۳/۳۷۹، حدیث: ۱۹۵۱۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی حق الجار والوصیۃ بہ، ۳/۱۴۱، تحت الحدیث: ۳۱۲۔

3 . . . فیض القدیر، حرف الخاء، ۳/۶۲۴، تحت الحدیث: ۳۹۹۸ ملخصًا۔

ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے:

علامہ عبد الرؤف مناوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ساتھی کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس کے ساتھ دینی یا دنیاوی صحبت ہو، خواہ وہ ادنیٰ درجے کا ہو، اعلیٰ درجے کا ہو یا مساوی درجے کا ہو، یونہی سفر کی حالت میں اس کے ساتھ صحبت ہو یا اقامت کی حالت میں ہو۔“[1]

لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس میں ساتھی کی خیر خواہی کرنا، اس سے اچھا برتاؤ کرنا، اُسے بری باتوں سے روکنا اور اچھی راہ دکھانا سب داخل ہے۔

پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ضرورت واہمیت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یاد رہے کہ عبادات اور معاملات دونوں کو درست کرنا ضروری ہے، البتہ عبادات کو درست کرنے سے زیادہ اہم معاملات کو درست کرنا ہے کیونکہ عبادات میں جو کمی کوتاہی رہ جائے گی وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے چاہے گا تو معاف فرما دے گا جبکہ حقوق العباد میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خود ہی یہ اصول بنا دیا کہ جب تک صاحب معاملہ معاف نہ کرے وہ بھی معاف نہ فرمائے گا۔ اور معاملات کے حوالے سے دیکھا جائے تو پڑوسی کے ساتھ کوئی نہ کوئی معاملہ درپیش رہتا ہی ہے کیونکہ اس کا گھر دوسروں کے مقابلے میں زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اس لئے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے، اس کے بچوں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھیں جیسا سلوک اپنی اولاد سے کرتے ہیں ویسا ہی اس کی اولاد سے کریں، اس کی عزت وذلت کو اپنی عزت وذلت سمجھیں اور جو چیز اس کی عزت پر حرف آنے اور تذلیل کا باعث بنے اسے دور کریں، یہاں تک کہ پڑوسی اگر کافر بھی ہو تو اس کے بھی دین اسلام میں مقررہ حقوق ادا کئے جائیں۔ بزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللہُ الْمُبِیْن بھی اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ،

بایزید کے چراغ سے کفر کا اندھیرا دور ہوگیا:

حضرت سیدنا بایزید بسطامی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ایک پڑوسی یہودی تھا، وہ اپنے بال بچوں کو گھر میں چھوڑ

---

[1] ... فیض القدیر، حرف الخاء، ۳/۶۲۴، تحت الحدیث: ۳۹۹۸۔

کر سفر پر چلا گیا، رات کے وقت یہودی کا بچہ روتا تھا، ایک دن آپ نے اس کی ماں سے پوچھا: ”بچہ کیوں روتا ہے؟“ یہودن بولی: ”گھر میں چراغ نہیں ہے اور بچہ اندھیرے میں گھبراتا ہے۔“ اس دن سے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روزانہ چراغ میں خوب تیل بھرتے اور اسے روشن کرکے یہودی کے گھر بھیج دیتے، جب یہودی سفر سے لوٹا اور اس کی بیوی نے یہ واقعہ سنایا تو یہودی بولا: ”جس گھر میں حضرت بایزید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا چراغ آ گیا تو وہاں کفر کا اندھیرا کیوں رہے؟“ یہ کہہ کر وہ اپنے سب گھر والوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ [1]

مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں افضل شخص وہ ہے جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے حق میں بہتر ہے اور بُرا وہ ہے جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے حق میں بُرا ہے۔

(2) ساتھی خواہ دینی ہو یا دنیوی، ادنیٰ ہو یا اعلیٰ یا مساوی، بہر صورت اس کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

(3) عبادات اور معاملات دونوں کی درستی لازم ہے البتہ معاملات کی درستی زیادہ اہم ہے۔

(4) پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ ان کے ساتھ میل جول زیادہ ہوتا ہے۔

(5) پڑوسی اگر کافر ہو تو بھی اس کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے حق میں بہتر بنائے اور ہمیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . تذکرۃ الاولیاء، باب چہاردھم، ذکر بایزید بسطامی، ص ۱۴۲، جزء اول، ملخصًا۔

باب نمبر:40

صلہ رحمی کا بیان

والدین کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ماں باپ کو **اللہ** تعالیٰ نے ایسی عظیم شان عطا فرمائی کہ وہ انسان کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ربوبیت، اُس کی اور اُس کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رحمت کے مَظہر ہیں، والد کے راضی ہونے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ راضی ہوتا ہے اور اُس کے ناراض ہونے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ناراض ہوتا ہے۔ بندہ اپنے والدین کی اِطاعت کرے تو وہی اس کے لیے جنت میں جانے کا سبب ہیں اور اگر ان کی نافرمانی کرے تو وہی اس کے لیے جہنم میں جانے کا ذریعہ ہیں۔ اسی طرح شریعت نے دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بھی خاص طور پر بھلائی اور نیک سلوک کرنے کا حکم دے کر اُن کی عظمت و مقام کو واضح فرمایا ہے۔ یہ باب بھی والدین کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کے بارے میں ہے۔ علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 6 آیات اور 24 اَحادیث ذکر فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) ماں باپ سے بھلائی کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ

(پ۵، النساء: ۳۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور **اللہ** کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔

انسانی حقوق میں بڑے حقدار:

مُفَسِّرِ قُرآن عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اِس آیت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے (اپنی عبادت اور وحدانیت کا حکم فرمانے کے بعد) سب سے پہلے والدین کے ساتھ اِحسان کرنے کا حکم دیا کیونکہ ان دونوں کا

حق انسانی حقوق میں بہت بڑا ہے اور اُن کے ساتھ اِحسان کی صورت یہ ہے کہ بیٹا ان کی خدمت کرتا رہے، ان کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرے، ان کے ساتھ سخت انداز میں کلام نہ کرے، ان کی مطلوبہ چیزیں انہیں دینے کی کوشش اور طاقت کے مطابق ان پر اپنا مال خرچ کرتا رہے۔ اور اپنے قرابت داروں یعنی بھائی، چچا، خالو اور ان جیسے دیگر قریبی رشتے داروں سے صلہ رحمی کرے اور ان پر مہربان ہو، اگرچہ وہ اس سے مُستغنی ہوں اور اگر وہ حاجت مند ہوں تو اُن پر اچھے طریقے سے خرچ کرے اور اُن کے لیے وصیت کرے۔"[1]

(2) رشتوں کا لحاظ رکھو

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ (پ۴، النساء: ۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔

رشتہ داری ملاؤ اور اسے توڑنے سے بچو:

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ (اے لوگو!) اس اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے یوں مانگتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے واسطے میں تم سے سوال کرتا ہوں، میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں (کہ مجھے یہ دو، وہ دو) اور رشتوں کا یوں لحاظ رکھو کہ انہیں ملاؤ اور رشتے داری توڑنے سے بچو۔[2] تفسیرِ خزائن العرفان و تفسیرِ نور العرفان دونوں میں ہے: "یعنی رشتے قطع نہ کرو۔ حدیث پاک میں ہے: جو رزق کی کشائش چاہے اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور رشتہ داروں کے حقوق کی رعایت رکھے۔"[3]

(3) اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اُسے جس کے

1 ... روح البیان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۳۶، ۲/ ۲۰۵۔

2 ... روح البیان، پ۴، النساء، تحت الآیۃ: ۱، ۲/ ۱۵۹ ماخوذا۔

3 ... خزائن العرفان، نور العرفان، پ۴، النساء، تحت الآیۃ: ۱، ماخوذا۔

جوڑنے کا **اللہ** نے حکم دیا۔ (پ۱۳، الرعد: ۲۱)

رشتے داری جوڑنے کا حکم:

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے اس کا ایک معنی یہ بھی بیان فرمایا ہے: ”حقوقِ قرابت کی رعایت رکھتے ہیں اور رشتہ قطع نہیں کرتے۔ اسی میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قرابتیں اور ایمانی قرابتیں بھی داخل ہیں، ساداتِ کرام کا احترام اور مسلمانوں کے ساتھ مودّت (پیار و محبت) واحسان اور ان کی مدد اور ان کی طرف سے مُدافَعَت (دِفاع) اور ان کے ساتھ شفقت اور سلام و دعا اور مسلمان مریضوں کی عیادت اور اپنے دوستوں، خادموں، ہمسایوں، سفر کے ساتھیوں کے حقوق کی رعایت بھی اس میں داخل ہے اور شریعت میں اس کا لحاظ رکھنے کی بہت تاکیدیں آئی ہیں۔[1]

(4) والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی۔ (پ۲۰، العنکبوت: ۸)

اَبُو مُحَمَّد حُسَیْن بِنْ مَسْعُوْد بَغَوِی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ ہم نے انسان کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ اپنے والدین سے اس طرح پیش آئے جیسے وہ پسند کرتے ہیں۔ یعنی ان کے ساتھ بھلائی کرے اور ان پر احسان کرے۔ اس آیت اور سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ اور سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۱۵ کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہ آیتیں حضرتِ سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازِل ہوئیں۔ ان کی ماں حَمنہ بِنتِ ابی سفیان بن اُمَیَّہ بن عبدِ شمس تھی، سیدنا سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سابقین اَوّلین میں سے تھے اور اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے، جب آپ اسلام لائے تو آپ کی والدہ نے کہا: یہ کونسا نیا دین تونے قبول کرلیا ہے؟ خدا کی قَسم! میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی یہاں تک کہ تو اس دِین پر لوٹ آئے جس پر تو پہلے تھا یا پھر میں مر جاؤں اور زمانہ تجھے بُرا بھلا کہے اور تجھے ماں

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۳، الرعد، تحت الآیۃ: ۲۱۔

کا قاتل کہا جائے۔ پھر اس نے ایک دن اور ایک رات کا فاقہ کیا، نہ کچھ کھایا، پیا، نہ سائے میں بیٹھی، جس سے وہ ضعیف ہو گئی۔ پھر ایک رات دن اور اسی طرح رہی تب حضرت سیدنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس کے پاس آئے اور فرمایا: اے ماں! اگر تیری سو ١٠٠ جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب ہی نکل جائیں تو بھی میں اپنا دِین چھوڑ نے والا نہیں، تو چاہے کھا، چاہے مت کھا۔ جب وہ حضرت سیدنا سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف سے مایوس ہو گئی کہ یہ اپنا دِین چھوڑنے والے نہیں تو کھانے پینے لگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اگر وہ کُفر و شرک کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے۔"[1]

(5) ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ-اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا(۲۳) وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاؕ(۲۴) (پ ١٥، بنی اسرائیل: ٢٣، ٢٤)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پُوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں (اُف تک) نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (چھوٹی عمر) میں پالا۔

والدین کے بارے میں 6 احکام:

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے فقط والدین کے متعلق یہ 6 اَحکام بیان فرمائے ہیں: (1) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو یعنی ہر طرح سے والدین کی خدمت گاری کرو کیونکہ وہ تمہارے وجود اور زندگی کا ظاہری سبب ہیں۔[2] (2) جب والدین بڑھاپے کی حالت کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو: یعنی ایسا کوئی کلمہ

---

1 . . . تفسیر بغوی، پ ٢٠، العنکبوت، تحت الآیۃ: ٨، ٣/ ٣٩٦ ملخصاً۔

2 . . . روح البیان، پ ١٥، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ٢٣، ٥/ ١٤٦۔

زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ ان کی طرف سے طبیعت پر کچھ گرانی (بوجھ) ہے۔[1] یاد رہے کہ تعظیم اور توہین کا دارو مدار عرف پر ہے، لہٰذا جو کلمہ عرف میں والدین کی توہین شمار ہوتا ہے وہ والدین کے لیے استعمال کرنا ان کی بے ادبی اور گستاخی ہے۔(4) والدین کو جھڑکنا نہیں۔(5) والدین سے خوبصورت، نرم بات کہنا۔(6) والدین کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو جھکا کر رکھو۔(7) والدین کے لیے دعا کرو۔

بوڑھے والدین اور معاشرہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر ایک کو یہ بات معلوم ہے کہ والدین اپنی اولاد کی تربیت اور پرورش وغیرہ پر جو بے انتہاء تکالیف برداشت کرتے ہیں، اس میں ان کے پیشِ نظر ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ بڑھاپے کے ایام میں اولاد ان کا سہارا بنے اور محتاجی و بے بسی کے ان دنوں میں ہر طرح سے ان کا خیال رکھے۔ فی زمانہ معاشرتی حالات پر ایک طائرانہ نظر دوڑائی جائے تو مظلوم ترین طبقات میں سے ایک طبقہ والدین کا نظر آتا ہے، جہاں تک غیر مسلم ممالک کا تعلق ہے تو ان میں بوڑھے والدین جس نازک ترین صورت حال کا شکار ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ ان کی جوان اولاد بڑھاپے کی بے کسی میں انہیں سنبھالنے، سہارا دینے اور ان کی خدمت کرنے پر کسی طرح بھی تیار نہیں اور اس بے رحم صورت حال کے پیش نظر وہاں کے حکمران ”اولڈ ہاؤس Old House“ (بوڑھوں کی قیام گاہ) کے نام سے جگہ جگہ ایسی پناہ گاہیں بنانے پر مجبور ہیں جن میں بوڑھے، بیمار اور لاچار والدین ایک چھت کے نیچے اپنے سانسوں کی گنتی پوری کر سکیں اور درد و آلام سے بھری زندگی کے آخری ایام گزار کر دنیا سے رخصت ہو جائیں اور اس سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ اب مسلم ممالک میں بھی بوڑھے والدین اسی دردانگیز صورت حال کا شکار نظر آرہے ہیں اور اس کی کرب ناک مثالیں ہم فٹ پاتھوں پر نگاہ اٹھا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ کہیں والدین فٹ پاتھ پر مختلف پرانے کپڑوں کو جوڑ کر بنائی گئی چادر تان کر دھوپ کی گرمی سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہیں چار پہیوں والے لکڑی کے پرانے سے ٹھیلے پر بے بسی و بے کسی کی مثال بنے اپنی زندگی کے دن اور سانسوں کی گنتی پوری ہونے کا انتظار کر رہے ہیں اور اس صورت حال میں آئے دن اضافہ ہوتا دیکھ کر مسلم حکمران بھی اپنے ممالک میں ”اولڈ ہاؤس“ قائم کرنے پر

[1]... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۲۳۔

مجبور ہو چکے ہیں۔ اے کاش! مسلمان اپنے رب تعالیٰ کے دیئے ہوئے اِن اَحکام پر پھر سے عمل پیرا ہو جائیں کہ اگر تیرے والدین پر کمزوری کا غلبہ ہو جائے اور اُن کے اَعضا میں طاقت نہ رہے اور جیسا تو بچپن میں اُن کے پاس بے طاقت تھا ایسے ہی وہ اپنی آخری عمر میں تیرے پاس ناتواں رہ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا اور حُسنِ ادب کے ساتھ اُن سے خطاب کرنا، ان کے لیے نرم دلی سے عاجزی کا بازو بچھانا اور عرض کرنا کہ اے میرے رب! تو بڑھاپے کی بے کسی میں اِن دونوں پر اُسی طرح رحم کر جیسا کہ اِن دونوں نے مجھے بچپن کی بے بسی و لاچاری میں پال پوس کر مجھ پر رحم کیا۔"

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(6) ماں باپ کا حق ماننے کی تاکید

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ

(پ ۲۱، لقمن: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

والدین کا حق ادا نہیں ہو سکتا:

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عُہدہ بر آ ہو، وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے، تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے آرام کے لیے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے میں، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے؟ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لیے اللہ و رسول جَلَّ جَلَالُهٗ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مَظْہر ہیں، ولہٰذا قرآنِ عظیم میں اللہ

جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ: ﴿اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ﴾ (پ ۲۱، لقمن: ۱۴) ”حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔“ حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حاضر ہو کر عرض کی: **یارسولَ اللہ**! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں ۶ میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا میں اب اس کے حق سے بری ہو گیا؟ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔“[1] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عقوق (یعنی والدین کی نافرمانی) سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 312 والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللہِ تَعَالٰی؟ قَالَ: اَلصَّلَاۃُ عَلٰی وَقْتِھَا، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَیْنِ، قُلْتُ: ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ: اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کونسا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”وقت پر نماز ادا کرنا۔“ میں نے عرض کی: ”پھر کونسا ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔“ میں نے عرض کی: ”پھر کونسا ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرنا۔“

افضل اَعمال اور اُن کی اہمیت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”یہ تینوں (یعنی وقت پر نماز ادا کرنا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا، **اللہ** کی راہ میں جہاد کرنا) ایمان کے بعد افضل اعمال میں سے ہیں اور جس نے نماز کو جو کہ دِین کا

1 . . . معجم صغیر، باب من اسمہ ابراھیم، ص ۹۲، الجزء الاول۔

2 . . . فتاوی رضویہ، ۲۴/ ۴۰۱۔

3 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالی افضل الاعمال، ص ۵۸، حدیث: ۸۵۔

ستون ہے، اس کی فضیلت جانتے ہوئے ضائع کیا تو وہ اس کے علاوہ دینی امور کو بہت زیادہ ضائع کرنے لگے گا، اسی طرح جس نے والدین کی خدمت کرنا ترک کر دیا تو وہ اس کے علاوہ یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بہت زیادہ ترک کرنے لگے گا، یونہی جس نے قدرت کے باوجود اور جہاد کے لیے متعین ہونے کی صورت میں اسے ترک کیا تو وہ اِس کے علاوہ اُن اعمال کو بہت زیادہ چھوڑنے لگے گا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو ان تین اعمال کی حفاظت کرے گا وہ ان کے علاوہ اعمال کی بھی حفاظت کرے گا اور جو ان تینوں کو ضائع کرے گا وہ دوسرے اعمال کو زیادہ ضائع کرے گا۔"[1]

والدین کے حُقُوق کی اہمیت:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "والدین یا دونوں میں سے ایک کے فوت ہو جانے کی صورت میں دوسرے کے ساتھ بھلائی کرے اور حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے اس ارشاد میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۳) (ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پُوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) اسی لیے کہا گیا کہ جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے اور ہر نماز کے بعد والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرے تو اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور والدین کا حق ادا کر دیا (بشرطیکہ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور والدین کے دیگر حقوق ادا کرتا ہو)۔[2] یاد رہے کہ بعض احادیث میں بارگاہِ الٰہی کے پسندیدہ اعمال کی ترتیب مذکورہ حدیثِ پاک کی ترتیب سے برعکس لکھی ہوئی ہے اور ترتیب کا یہ اختلاف حالات، اوقات اور حاضرین کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے اور مذکورہ حدیثِ پاک میں جس ترتیب سے بارگاہِ الٰہی میں پسندیدہ اعمال کا ذکر ہوا، اس میں حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حال کا لحاظ کیا گیا ہے۔

"ماں" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتہا، ۴/ ۲۰، تحت الحدیث: ۵۲۷۔

[2] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، الفصل الاول، ۲/ ۲۷۱، تحت الحدیث: ۵۶۸۔

(1) والدین کے ساتھ نیکی کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی پسندیدہ عمل ہے۔

(2) وقت میں نماز ادا کرنا، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور راہِ خدا میں جہاد کرنا اہم ترین نیک اَعمال ہیں، جو انہیں بجالائے گا تو وہ دوسرے نیک اعمال بدرجہ اولیٰ بجالائے گا اور جو انہیں ضائع کرے گا تو دوسرے نیک اعمال زیادہ ضائع کرے گا۔

(3) جو شخص نماز پنج گانہ ادا کرے اور ہر نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کرے تو گویا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ اور والدین کا حق ادا کر دیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نماز پنجگانہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرنے، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی اور شرعی اُصول و قوانین کی روشنی میں راہِ خدا میں جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

والد کے عظیم حق کی اہمیت

حدیث نمبر:313

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ یَجِدَهٗ مَمْلُوْكًا فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا مگر اس صورت میں کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔''

والد کا حق ادا نہیں ہو سکتا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پہلے زمانے میں انسانوں کی خرید و فروخت کا سلسلہ ہوا کرتا تھا اور جنگ

(1) . . . مسلم، کتاب العتق، باب: فضل عتق الوالد، ص ٨١٢، حدیث: ١٥١٠۔

میں پکڑے جانے والے قیدیوں کو غلام بنالیا جاتا تھا اور پھر اُن سے مختلف کام لیے جاتے تھے یا انہیں فروخت کر دیا جاتا تھا اور پھر خریدار ان غلاموں سے اپنی مرضی کا کام لیتا یا انہیں آزاد کر دیتا۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے باپ یا قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کو خریدے گا تو جمہور کے نزدیک وہ خریدتے ہی آزاد ہو جائیں گے، انہیں آزاد کرنے کی حاجت نہیں۔ اس حدیث پاک میں باپ کے عظیم حق کو بیان کرنا مقصود ہے یہ مراد نہیں کہ اگر کوئی اپنے غلام باپ کو خرید کر اسے آزاد کر دے تو اس نے اپنے باپ کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ علامہ ملا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''یعنی بیٹا اپنے باپ کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا اور جمہور کے نزدیک باپ ملک میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا۔ اس حدیث میں باپ کے حق کو ایک محال یعنی ناممکن بات کے ساتھ مُعَلَّق کر کے مبالغے کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ وہ اپنے غلام باپ کو خرید کر آزاد کر دے اور ایسا کرنا (یعنی غلام باپ کو خرید کر آزاد کرنا) محال (ناممکن) ہے (کیونکہ غلام باپ ملک میں آتے ہی خود بخود آزاد ہو جائے گا) لہٰذا باپ کا حق ادا کرنا بھی محال (ناممکن) ہے۔''[1] **مُفَسِّر شہیر حکیمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی کتنی ہی خدمت کرے مگر اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔''[2]

والدین کے دس (10) حقوق:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اولاد پر ماں باپ کے کئی حقوق لازم ہیں۔ چنانچہ حضرتِ سَیِّدُنا فقیہ ابو اللَّیث سمر قندی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''والدین کے اولاد پر دس 10 حقوق ہیں: (1) جب انہیں کھانے کی ضرورت ہو تو انہیں کھلائے۔ (2) کپڑوں کی ضرورت ہو تو حسب استطاعت کپڑے پہنائے۔ (3) انہیں خدمت کی ضرورت ہو تو خدمت کرے۔ (4) وہ جب بلائیں تو جواب دے اور حاضر ہو جائے۔ (5) گناہ اور غیبت کے علاوہ ہر کام میں ان کی فرمانبرداری کرے۔ (6) ان سے نرم لہجے میں بات کرے، سختی سے کلام نہ کرے۔ (7) انہیں نام سے نہ پکارے۔ (8) ان کے پیچھے چلے۔ (9) جو چیز اپنے لیے پسند کرے ان کے

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب العتق، باب اعتاق العبد...الخ، ٦/٥٢١، تحت الحدیث: ٣٣٩١ ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ٥/١٨٧۔

لیے بھی وہی چیز پسند کرے اور جو اپنے لیے ناپسند کرے اُسے ان کے لیے بھی ناپسند کرے۔(10) جب بھی اپنے لیے دعا مانگے ان کے لیے بھی دعائے مغفرت ضرور کرے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق بتایا کہ وہ دعا مانگتے ہیں: ﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ ﴾ (پ ۲۹، نوح: ۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔[1]

مدنی گلدستہ

"باپ" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) والد کے احسانات کا بدلہ دینا اور ان کے حقوق کو کما حقہ ادا کرنا نتہائی مشکل ہے۔

(2) اگر بیٹا اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور وہ اسے مالک سے خرید لے تو باپ اسی وقت آزاد ہو جائے گا۔

(3) بیٹا اپنے باپ کا مالک نہیں بن سکتا۔

دعا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے والد کے احسانات یاد رکھنے اور ان کی بھرپور خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:314 صلہ رحمی کمالِ ایمان کی علامت

وَعَنْهُ اَیْضًا رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ

1 . . . تنبیہ الغافلین، باب حق الوالدین، ص۶۷۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف وخدمتہ ایاہ بنفسہ، ۴/۱۳۶، حدیث:۶۱۳۸۔

مہمان کی تعظیم کرے، جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ دار سے صلہ رحمی کرے، جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔“

مہمان کی خاطر تواضع کرنا:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ ایمان مسلمان سے تین چیزوں کا تقاضا کرتا ہے کہ مسلمان: (1) مہمان کی عزت کرے (2) رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے (3) اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ جو شخص ان تین باتوں پر عمل نہیں کرتا گویا اس کا ایمان کامل نہیں۔

محرم اور ذی رحم میں فرق:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان رکھنے والا رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔“ یعنی اپنے ذی رحم قرابتداروں کے حقوق ادا کرے۔ ذی رحم وہ عزیز ہے جس کا رشتہ ہم سے نسبی ہو۔ محرم وہ ہے جس سے نکاح کرنا حرام ہو، لہٰذا داماد محرم ہے ذی رحم نہیں اور چچازاد بھائی ذی رحم ہے محرم نہیں اور سگا بھائی بھتیجا ذی رحم بھی ہے اور محرم بھی، یہاں ذی رحم عزیز مراد ہیں خواہ محرم ہوں یا نہ ہوں اگرچہ ساس، سسر، بیوی کے حقوق بھی ادا کرنا ضروری ہے مگر اِن کو صلہ رحمی نہیں کہتے۔[1]

قَاضِی عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”فی الجملہ صلہ رحمی کرنا واجب ہے اور قطع رحمی کرنا گناہ کبیرہ ہے اور کثیر احادیث اس کے کبیرہ ہونے پر شاہد ہیں۔ البتہ صلہ رحمی کے درجات ہیں جو ایک دوسرے سے ادنیٰ واعلیٰ ہیں۔ صلہ رحمی کا سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دوری ختم کی جائے اور تعلق قائم کیا جائے خواہ کلام وسلام کے ذریعے ہو۔ اور قدرت وحاجت کے مختلف ہونے کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے بھی مختلف درجات ہیں اور ان درجات میں سے کچھ واجب ہیں اور کچھ مستحب۔ اگر کسی شخص نے رشتہ داروں سے تھوڑا بہت تعلق رکھا اور کامل طور پر صلہ رحمی نہ کی تو وہ قطع تعلق کرنے والا نہیں اور اگر کسی شخص نے قدرت ہونے کے باوجود رشتہ داروں سے تعلقات رکھنے میں کمی کی تو وہ صلہ رحمی کرنے والوں میں شمار نہ ہوگا۔“[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٣٠۔

2 ... اکمال المعلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا، ٨/ ٢٠، تحت الحدیث: ٢٥٥٥ ملخصًا۔

رشتہ داری توڑنے والا سزا سے بے خوف ہے:

جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمان عالیشان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رشتہ داری توڑنے والا گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا کیونکہ اسے رشتہ داری توڑنے پر ملنے والی شدید سزا کا خوف نہیں۔“ [1] (جبھی تو وہ اسے توڑ رہا ہے۔)

عمداً قطع رحمی کو حلال اور جائز سمجھنا کفر ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عمداً یعنی جان بوجھ کر قطع رحمی کو جائز سمجھنا کفر ہے۔ شیخ طریقت، امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اپنی مایہ ناز تصنیف **”کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب“** صفحہ ۳۸۸ پر فرماتے ہیں: ”کسی بھی صغیرہ یا کبیرہ گناہوں کو حلال سمجھنا کفر ہے جبکہ اس کا گناہ ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو، اسی طرح گناہ کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے۔“ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“ [2] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی اس حدیثِ پاک کے تحت علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”یا تو اسے اس شخص پر محمول کیا جائے گا جو بغیر کسی سبب اور بغیر کسی شبہے اور قطع رحمی کے حرام ہونے کے علم کے باوجود اسے حلال اور جائز سمجھتا ہو۔ (یقیناً ایسا شخص کافر ہے اور کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا جنت میں نہیں جائے گا۔ اور اگر حدیث میں مؤمن قاطعِ رحم کے داخلے کی ممانعت ہے تو) مراد یہ ہے کہ (وہ مؤمن) پہلے جانے والوں کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا (بعد میں جائے گا)، یا یہ مراد ہے کہ عذاب سے نجات پانے والوں کے ساتھ نہیں جائے گا۔“ [3] (بلکہ سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا۔)

”تم میرے بھائی نہیں ہو“ کہنا کیسا؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قطعِ رحمی کی وبا ہمارے معاشرے میں بہت عام ہو چکی ہے، چھوٹی چھوٹی

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، ۸/ ۷۰، تحت الحدیث: ۴۲۴۳۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع، ۴/ ۹۷، حدیث: ۵۹۸۴۔

3 . . . مرقاۃ، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۸/ ۶۵۹، تحت الحدیث: ۴۹۲۲ ملخصًا۔

باتوں پر بہن بھائی ایک دوسرے سے، ماں باپ اپنی اولاد سے اور لوگ اپنے رشتہ داروں سے بلاوجہِ شرعی قطع تعلقی کر لیتے ہیں: (1) ”آج کے بعد تم سے میرا کوئی تعلق نہیں۔“ (2) ”آج کے بعد تمہارا اور میرا کوئی رشتہ نہیں۔“ (3) ”آج سے تمہارا اور میرا رشتہ ختم۔“ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے جملے بولنا ہمارے معاشرے میں بالکل عام ہو چکا ہے، اس بات کی ذرہ سی بھی پرواہ نہیں کی جاتی کہ یہ کتنے سخت جملے ہیں، ان جملوں پر ہماری پکڑ بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ، ج١٣، صفحہ ٦٤٧ پر ہے: ”اگر زید اپنے حقیقی بھائی بکر کو کسی سازش سے ایک مجلس میں بآواز کلمہ طیبہ پڑھ کر کہے کہ **تم میرے بھائی نہیں ہو**، ایسی صورت میں زید پر بموجبِ شرع شریف کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا و کس قدر؟“ **جواب:** ”اگر اس کے بھائی نے اس کے ساتھ کوئی معاملہ خلافِ اخوت کیا جو بھائی بھائی سے نہیں کرتا تو اس پر اس کہنے میں الزام نہیں کہ اس نفی (انکار) سے نفیِ حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ نفیِ ثمرہ (یعنی بھائی جیسا سلوک نہیں کیا) اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلاوجہ شرعی یوں کہا تو تین کبیروں کا مرتکب ہوا: (1) کِذبِ صریح (یعنی کھلا جھوٹ) (2) وقطعِ رحم (یعنی رشتہ کاٹنا) وایذائے مسلم (یعنی مسلمان کو تکلیف دینا)، اس پر توبہ فرض ہے اور بھائی سے معافی مانگنی لازم۔“

صلہ رحمی کرتے رہنا چاہیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! رشتہ داروں سے ہمیشہ اپنی استطاعت کے مطابق صلہ رحمی کرتے رہنا چاہیے کہ اس سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور رِزق میں وُسعت ہوتی ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جس شخص میں یہ پانچ عادتیں ہوں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بلند و بالا پہاڑوں جیسی نیکیاں عطا فرماتا اور اس کے رزق میں وُسعت پیدا کر دیتا ہے: (1) ہمیشہ صدقہ کرتے رہنا خواہ کم ہو یا زیادہ۔ (2) صلہ رحمی کرنا خواہ کم ہو یا زیادہ۔ (3) ہمیشہ جہاد کرتے رہنا۔ (4) پانی کے اِسراف کے بغیر ہمیشہ باوضو رہنا۔ (5) ہمیشہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔“[1]

اچھی بات کہے یا خاموش رہے:

حدیثِ پاک میں کامل مؤمن کی تیسری خصلت یہ بیان کی گئی کہ وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے،

---

1 . . . تنبیہ الغافلین، باب صلة الرحم، ص ٧٣۔

اچھی بات کرنے سے مراد ایسا کلام کرنا ہے جس پر ثواب دیا جائے خواہ وہ بات واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب اور بُری بات سے مراد ایسا کلام ہے جو حرام یا مکروہ ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائے۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا، جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ پچانوے 95 فیصد گناہ زبان سے ہی ہوتے ہیں اور پانچ 5 فیصد دوسرے اعضاء سے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے، بات ہی کفر، بات ہی مقبول ہے، بات ہی مردود۔[1]

مدنی گلدستہ

"ایمان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مہمان کی خاطر تواضع کرنا، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اور اچھی بات کرنا یا پھر خاموش رہنا کامل ایمان کی علامت ہے۔

(2) رشتہ داری توڑنا گویا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور یوم آخرت پر کامل ایمان نہ رکھنا ہے۔

(3) رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا واجب اور قطعِ رحمی کرنا کبیرہ گناہ ہے نیز شرعی وجوہات کے بغیر رشتہ داری توڑنا اس بات کی علامت ہے کہ توڑنے والا قطعِ رحمی کی سزا سے بے خوف ہے۔

(4) جان بوجھ کر قطعِ رحمی کو جائز اور حلال سمجھنا کفر ہے، اور کافر کبھی بھی جنت میں نہیں جائے گا، البتہ اگر کوئی مؤمن قاطعِ رحم ہو تو وہ بالآخر جنت میں جائے گا۔

(5) ہمیشہ ایسی بات کرنی چاہیے کہ جو ثواب کا باعِث ہو اور ایسی گفتگو سے اجتناب کرنا چاہیے کہ جو گناہ کا سبب بنے۔ نیز مباح کلام کرنے سے بھی حتی الامکان گریز کرنا مناسب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مہمان نوازی کرنے، صلہ رحمی کرنے اور ہمیشہ اچھی بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں رشتہ داری توڑنے اور بُری بات کہنے سے محفوظ و مامون فرمائے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٣ ملخصًا۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:315

رشتہ داری کو عطا کیا جانے والا شرف

وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْھُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَتْ: ھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ الْقَطِیْعَۃِ، قَالَ: نَعَمْ اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَکِ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَکِ؟ قَالَتْ: بَلٰی، قَالَ: فَذٰلِکِ لَکِ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾﴾.[1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلْبُخَارِیْ: فَقَالَ اللہُ تَعَالٰی: مَنْ وَصَلَکِ وَصَلْتُہُ وَمَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُہُ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو پیدا فرمایا حتی کہ جب وہ ان سے فارغ ہو گیا(یعنی ان کی تخلیق مکمل فرمادی) تو رحم نے کھڑے ہو کر عرض کی: ”یہ قطع رحم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے۔“ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ”ہاں، کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اس سے تعلق جوڑوں اور جو تجھے توڑے میں اس سے تعلق توڑ دوں۔“ رحم نے عرض کی: ”کیوں نہیں۔“ ارشاد فرمایا: ”یہ شرف تجھے دے دیا۔“ پھر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ (پ۲۶، محمد: ۲۲، ۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: تو کیا تمہارے یہ لچھن (انداز) نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔“

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے: (جب رشتہ داری نے عرض کی) تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتها، ص ۱۳۸۳، حدیث: ۲۵۵۴۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب من وصل وصلہ اللہ، ۴/ ۹۸، حدیث: ۵۹۸۸۔

”جو تجھے جوڑے گا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اس سے تعلق توڑ لوں گا۔“

اللہ عَزَّوَجَلَّ فراغت سے پاک ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں صلہ رحمی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جب مخلوق کو پیدا کیا یعنی تمام مخلوقات کو پیدا کیا یا مکلفین کو پیدا کیا حتی کہ جب وہ انہیں تخلیق فرما کر فارغ ہو گیا یعنی ان کی تخلیق مکمل فرمادی۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ”فارغ“ کا استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ مصروفیت و فراغت کے وصف سے پاک ہے اور قرآن وحدیث میں جہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں اس کے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہیں، جیسے اسی حدیثِ پاک میں مذکور لفظ ”فَرَغَ“ سے متعلق عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس سے تخلیق کو پورا اور مکمل کرنا وغیرہ مجازی معنی مراد ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایک کام میں مشغولیت دوسرے کام سے مانع نہیں (فراغت مشغولیت کے بعد ہوتی ہے اور) اللہ عَزَّوَجَلَّ کو کوئی چیز مشغول نہیں کر سکتی۔ (وہ اس سے پاک اور بلند وبالا ہے) تو جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوقات کو تخلیق فرمادیا تو رحم یعنی رشتہ داری نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ ہو سکتا ہے کہ رحم نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کے بعد یا بنی آدم کی ارواح کے پیدا ہونے کے بعد یہ کلام کیا ہو۔ نیز حدیثِ پاک میں جو رحم کے کلام کرنے کا فرمایا گیا ہے تو ممکن ہے کہ رحم نے زبانِ حال سے یہ کلام کیا ہو یا زبان قال سے یہ کلام کیا ہو یا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کلام کے وقت اس میں حیات اور عقل کو پیدا فرمادیا ہو۔“[1]

رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”رحم سے مراد رحمی رشتہ داری ہے، اُس عالم میں ہر چیز کی شکل ہے۔ لہٰذا یہ رشتہ داری ایک خاص شکل میں تھی اور اس نے صاف صاف یہ عرض کیا، قیامت میں ہمارے اَعمال، قرآن، رمضان کی خاص شکلیں ہوں گی وہ کلام کریں گے لہٰذا حدیث واضح ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ یہ حدیثِ متشابہات سے ہے کہ اسے بغیر سمجھے

---

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب من وصل وصلہ اللہ، ۱۵/۱۵۲، تحت الحدیث: ۵۹۸۷ ملخصًا۔

ہی مان لو۔ رحم نے عرض کی: یہ قطعِ رحم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے، قطعِ رحم سے مراد حقوق قرابت ادانہ کرنا۔ یعنی اس بات سے تیری پناہ لیتا ہوں کہ کوئی میرے حق ادانہ کرے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: "کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے، میں اس سے تعلق جوڑوں اور جو تجھے توڑے، میں اس سے تعلق توڑ دوں۔" یعنی جو شخص اپنے اہلِ قرابت کے حق بالکل ادانہ کرے اور دوسری عبادتیں کرے گا وہ مجھ تک نہ پہنچ سکے گا اور جو حقوق ادا کرے گا اگرچہ گنہگار ہو گا وہ میری رحمت میں داخل ہو گا۔ بلکہ اسے دنیا ہی میں دیگر نیک کاموں کی توفیق بھی مل جاوے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داری کے حقوق ادا کرنا واجب ہے، قطعِ رحمی گناہ کبیرہ ہے، یہ ضرور خیال رہے کہ صلہ رحمی کے بہت درجے ہیں جتنا رشتہ قوی اتنے ہی حقوق زیادہ۔"[1]

قطعِ رحمی کی نحوست:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قطعِ رحمی میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں، احادیث میں قطعِ رحمی کی کثیر نحوستوں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ 2 احادیث ملاحظہ کیجئے: **(1)** فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "پیر اور جمعرات کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حضور لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپس میں عداوت رکھنے اور قطعِ رحمی کرنے والوں کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔"[2] **(2)** حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک بار صبح کے وقت مجلس میں تشریف فرما تھے کہ فرمایا: "میں قاطِعِ رَحم (یعنی رشتہ توڑنے والے) کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ یہاں سے اٹھ جائے تاکہ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مغفرت کی دعا کریں، کیونکہ قاطِعِ رَحم پر آسمان کے دروازے بند رہتے ہیں۔"[3] (یعنی اگر وہ یہاں موجود رہے گا تو رحمت نہیں اُترے گی اور ہماری دعا قبول نہیں ہو گی۔)

ناراض رشتہ داروں سے صلح کر لیجئے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی بہنوں، بیٹیوں، پھوپھیوں، خالاؤں، ماموؤں، چچاؤں، بھانجوں وغیرہ سے قطعِ رحمی کر لیتے ہیں، ان لوگوں کے لیے بیان کردہ حدیثِ پاک میں عبرت ہی

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲۱ ملخصًا۔

2 ... معجم کبیر، باب الالف، اسامۃ بن زید بن حارثۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۱۶۷، حدیث: ۴۰۹۔

3 ... معجم کبیر، باب العین، عبد اللہ بن مسعود الھذلی۔۔۔الخ، ۹/ ۱۵۸، حدیث: ۸۷۹۳۔

عبرت ہے۔ مدنی التجاء ہے کہ اگر آپ کی کسی رشتے دار سے ناراضی ہے تو اگرچہ رشتے دار کا ہی قصور ہو صلح کے لیے خود پہل کیجئے اور خود آگے بڑھ کر خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے مل کر تعلقات سنوار لیجئے۔ اگر جھکنا بھی پڑے تو رضائے الٰہی کے لیے جھک جائیں۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سر بلندی پائیں گے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے عاجزی کرتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔“[1]

قاطعِ رحم کے سبب رحمت نازل نہ ہونا:

حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک مرتبہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی احادیثِ مبارکہ بیان فرمارہے تھے، اس دوران فرمایا: ”ہر قاطعِ رحم (یعنی رشتے داری توڑنے والا) ہماری محفل سے اُٹھ جائے۔“ ایک نوجوان اُٹھ کر اپنی پھوپھی کے ہاں گیا جس سے اس کا کئی سال پرانا جھگڑا تھا، جب دونوں ایک دوسرے سے راضی ہوگئے تو اس نوجوان سے پھوپھی نے کہا: ”تم جاکر اس کا سبب پوچھو، آخر ایسا کیوں ہوا؟“ (یعنی حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اعلان کی کیا حکمت ہے؟) نوجوان نے حاضر ہوکر جب پوچھا تو حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ میں نے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ سنا ہے: ”جس قوم میں قاطعِ رحم (یعنی رشتے داری توڑنے والا) ہو اس قوم پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔“[2]

ساس بہو میں صُلح کا راز:

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت، بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ ۶۱۶ صفحات پر مشتمل اپنی مایہ ناز تصنیف **”نیکی کی دعوت“** صفحہ ۱۵۴ پر مذکورہ بالا روایت نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں: دیکھا آپ نے! پہلے کے مسلمان کس قدر خوفِ خدا رکھنے والے ہُوا کرتے تھے! خوش نصیب نوجوان نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ڈر کے سبب فوراً اپنی پھوپھی کے پاس خود حاضِر ہو کر صُلح کی ترکیب کرلی۔ سبھی کو چاہیے کہ غور کریں کہ خاندان میں کس کس سے اَن بَن ہے جب معلوم ہوجائے تو اب اگر شَرعی عذر نہ ہو تو فوراً ناراض رشتے داروں سے ”صُلح وصفائی“ کی ترکیب شروع

1 . . . شعب الایمان، السابع والخمسون من شعب الایمان، فصل فی التواضع۔۔۔ الخ، ۶/۲۷۶، حدیث: ۸۱۴۰۔

2 . . . الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۲/۱۵۳۔

کر دیں۔ اگر جھکنا بھی پڑے تو بے شک رِضائے الٰہی کیلئے جھک جائیں۔اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ سر بلندی پائیں گے۔ فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کیلئے عاجزی کرتا ہے **اللہ** تعالٰی اُسے بُلندی عطا فرماتا ہے۔“[1] اپنے گھروں اور مُعاشَرے کو اَمن کا گہوارہ بنانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے مُشکبار مَدَنی ماحول سے وابَستہ ہو جائیے، اور ہر ماہ کم از کم تین دن کیلئے مَدَنی قافِلے میں سنّتوں بھرا سفر کیجئے نیز مَدَنی اِنعامات کے مطابِق زندَگی گزاریئے۔ آپ کی ترغیب و تحریص کے لئے ایک مَدَنی بہار پیش کرتا ہوں، چنانچِہ بابُ المدینہ (کراچی) کے ایک اسلامی بھائی کے بیان کا خلاصہ ہے کہ طویل عرصے سے میری زوجہ اور والِدہ یعنی ساس بَہُو میں خُوب ٹھنی ہوئی تھی، نتیجۃً زوجہ رُوٹھ کر میکے جابیٹھی۔ میں سخت پریشان تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اِس مَسئلے کو کیسے حل کروں۔ اَیسے میں دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کی جاری کردہ ”مَدَنی مُذاکرے“ کی VCD ”گھر اَمن کا گہوارہ کیسے بنے!“ میرے ہاتھ آئی۔ موضوع دیکھا تو بڑی اُمّید کے ساتھ یہ VCD خُود بھی دیکھی اور اپنی والِدۂ محترمہ کو بھی دِکھائی اور ایک VCD اپنے سسرال بھی بھیج دی۔ میری والِدہ کو یہ VCD اتنی پسند آئی کہ اُنہوں نے اِسے دوبار دیکھا اور حیرت انگیز طور پر مجھ سے فرمانے لگیں: ”چل بیٹا! تیرے سسرال چلتے ہیں۔“ میں نے سُکون کا سانس لیا کہ لگتا ہے جو کام میں بھرپور اِنفرادی کوشش کے باوُجود نہ کرسکا وہ اس VCD نے کر دیا۔ میرے سسرال پہنچ کر والِدہ صاحِبہ نے بڑی مَحَبَّت سے میری زَوجہ کو منایا اور اُسے واپَس گھر لے آئیں۔ دوسری جانب میری زَوجہ نے بھی مُثبت طرزِ عمل کا مُظاہَرہ کیا اور گھر پہنچنے کے بعد دوسرے ہی دن اپنی ساس (یعنی میری والِدہ) سے کہنے لگیں: امّی جان! میرا کمرہ بَہُت بڑا ہے، جبکہ دیگر گھر والے جس کمرے میں رہتے ہیں وہ قدرے چھوٹا ہے، آپ میرا کمرہ لے لیجئے اور میں اُس چھوٹے کمرے میں رِہائش اختیار کر لیتی ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمارا گھر جو فتنے اور فساد کا شکار تھا، دعوتِ اسلامی کی بَرَکت سے امن کا گہوارہ بن گیا۔

مدنی گلدستہ

”اسلام“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

1 . . . شعب الایمان، ۶/ ۲۷۶، حدیث: ۸۱۴۰۔

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرنا منع ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔

(2) رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے والوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنا رحم و کرم فرمائے گا اور ادا نہ کرنے والے اس کی رحمت سے محروم ہو سکتے ہیں۔

(3) قطعِ رحمی میں کوئی بھلائی اور کوئی خیر نہیں، قاطع رحم کے بارے میں احادیث میں بہت سی وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں، لہٰذا قطعِ رحمی کو ترک کر کے صلہ رحمی کو اپنانا چاہیے۔

(4) صلہ رحمی کرنے سے مزید نیک کام کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

(5) فساد پھیلانے والے اور رشتہ داری توڑنے والوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لعنت فرمائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی رحمتوں سے خاص حصہ عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:316

اچھے سلوک کا زیادہ حق دار کون؟

وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ: اُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اَبُوْكَ.[1] وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ، ثُمَّ اَبَاكَ، ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں میرے اچھے برتاؤ کا زیادہ حق دار کون ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”تمہاری ماں۔“ اس نے عرض کی: ”پھر

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، ۴/۹۳، حدیث: ۵۹۷۱۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب بر الوالدین وانھما احق بہ، ص ۱۳۷۹، حدیث: ۲۵۴۸۔

کون؟'' ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں۔'' اس نے عرض کی: ''پھر کون؟'' ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں۔'' اس نے عرض کی: ''پھر کون؟'' ارشاد فرمایا: ''تمہارا باپ۔'' اور ایک روایت میں یوں ہے: (اس شخص نے عرض کی) ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں میرے اچھے سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟'' ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر تمہارا قریبی، پھر تمہارا قریبی۔''

ماں کا حق باپ سے اعظم ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ''اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم، قَالَ اللہُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:)

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًاؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًاؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًاؕ (پ ٢٦، الاحقاف: ١٥)

(ترجمہ) اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے اور اسے جنا تکلیف سے، اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے۔

اس آیہ کریمہ میں رَبُّ العِزَّت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد واعظم ہو گیا، شمار فرمایا۔ اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ (پ ٢١، لقمن: ١٤)

(ترجمہ) تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں کہ پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حقِ جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا، اَللہُ اَکْبَرُ اَللہُ اَکْبَرُ وَحَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔ یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے، اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ''میں نے حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

وَسَلَّم سے عرض کی: ”عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟“ فرمایا: ”شوہر کا۔“ میں نے عرض کی: ”اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟“ فرمایا: ”اس کی ماں کا۔“[1]

ماں کا حق زیادہ ہونے کے معنی:

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مزید فرماتے ہیں: ”مگر اس زیادت (یعنی ماں کا حق زیادہ ہونے) کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں، دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے، مثلاً سو 100 روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل مادر (یعنی والدہ کو فضیلت دینے سے مانع کوئی خاص وجہ) نہیں تو باپ کو پچیس (25) دے، ماں کو پچھتر (75)، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وَعَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسُ نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر **معاذاللہ** باپ کے درپے ایذا ہو، یا اس پر کسی طرح دُرُشْتی (سختی) کرے، یا اسے جواب دے، یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے۔ یہ سب باتیں حرام اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو (ایسی صورت میں) اسے ماں باپ میں سے کسی کا ایسا ساتھ دینا ہر گز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہو گا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللہ، معصیت خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار (تکلیف) پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہر گز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابلِ لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اُس سے **اللہ** تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔“[2]

ماں کا حق تین گناہ زیادہ ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیثِ پاک

---

1 ... مستدرک حاکم، کتاب البر والصلۃ، باب اعظم الناس حقا علی الرجل امہ، ۵/ ۲۴۴، حدیث: ۷۴۱۸۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۲۴/ ۳۸۷تا ۳۹۰ ملتقطا۔

کے تحت فرماتے ہیں: ''اس فرمانِ عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے باپ ایک احسان۔ پیٹ میں رکھنا، جننا، (دودھ پلانا)، پرورش کرنا باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے۔ بیٹا ماں باپ دونوں کی خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب و احترام باپ کا زیادہ کرے خدمت و انعام ماں کی زیادہ۔ ماں باپ کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے، مالی و بدنی خدمت کرے یعنی اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ کرائے بلکہ خود کرے، ان کا ہر جائز حکم مانے، انہیں نام لے کر نہ پکارے، اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے، اگر قبول نہ کریں تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے، ان کی سختی پر تحمل کرے، یہ آداب قرآنِ مجید میں اور حضرت خلیلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے عمل شریف میں مذکور ہیں۔''[1]

وقتِ وِلادت کی تکالیف:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعی ماں بوقت ولادت بہت سخت تکالیف جھیلتی ہے جس کی وجہ سے اسے باپ سے زیادہ فضیلت دی گئی ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملت، پروانہ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ماں کو ولادت کی وجہ سے ہونے والی تکالیف کے بارے میں فرماتے ہیں: ''مرد کا تَعَلُّق صِرف لَذَّت کا ہے اور عورت کو صدہا مَصائِب کا سامنا ہے، نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے کہ چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا دشوار ہوتا ہے، پھر پیدا ہوتے وقت تو ہر جھٹکے پر موت کا پورا سامنا ہوتا ہے، پھر اَقسام اَقسام کے درد میں نفاس والی (یعنی ولادت کے بعد آنے والے خون کی تکلیف میں مبتلا ہونے والی) کی نیند اُڑ جاتی ہے۔ تو ہر بچّے کی پیدائش میں عورت کو کم از کم تین برس بامشقت جیل خانہ ہے۔''[2]

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ''اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ ماں کے ساتھ شفقت و محبت باپ کے ساتھ محبت سے کئی درجے زیادہ ہونی چاہیے کہ حدیثِ پاک میں تین مرتبہ ماں کا ذکر ہوا اور چوتھی بار باپ کا۔ حضرتِ سَیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا کہ والدین

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۱۵۔

2 ... فتاوی رضویہ، ۲۷/ ۱۰۱ ملتقطاً۔

کے ساتھ اچھائی کس طرح کی جائے؟ فرمایا: تمہاری ملکیت میں جو کچھ ہے اسے والدین پر خرچ کرو اور معصیت کے علاوہ ہر بات میں ان کی اطاعت کرو۔“[1]

خدمت گزار بیٹا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح سے واضح ہوتا ہے کہ ماں اپنی اولاد کی خاطر کس قدر مصائب و آلام برداشت کرتی ہے اور کتنی محنت ومشقت سے اسے پال پوس کر بڑا کرتی ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے ماں کو بہت بلند و بالا مقام و مرتبہ عطا کیا ہے اور مسلمانوں کو اس مقدس ہستی کی خدمت گزاری کا بڑی سختی سے پابند کیا ہے۔ لہٰذا ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ اس اہم فریضہ کو سرانجام دینے کی بھرپور کوشش کرے اور دو جہاں کی سعادت مندی کا حقدار بنے۔ اسی ضمن میں ماں کے خدمت گزار سعادت مند بیٹے کی ایک ایمان افروز حکایت پیشِ خدمت ہے۔ چنانچہ حضرتِ سَیِّدُنا بایزید بسطامی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سخت سردی کی ایک رات میں میری والدہ نے مجھ سے پانی مانگا، میں آبخورہ (گلاس) بھر کرلے آیا مگر ماں کو نیند آگئی تھی، میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا، پانی کا آبخورہ لیے اس انتظار میں ماں کے قریب کھڑا رہا کہ بیدار ہوں تو پانی پیش کروں۔ کھڑے کھڑے کافی دیر ہو چکی تھی اور آبخورے سے کچھ پانی بہ کر گر گیا تھا اور سخت سردی کی وجہ سے میری انگلی پر برف بن کر جم گیا تھا بہرحال جب والدہ محترمہ بیدار ہوئیں تو میں نے آبخورہ پیش کیا، چونکہ انگلی پر برف جم جانے کی وجہ سے وہ چپک گیا تھا لہٰذا برف سے چپکی ہوئی انگلی جوں ہی آبخورے (گلاس) سے جدا ہوئی اس کی کھال ادھڑ گئی اور خون بہنے لگا، ماں نے دیکھ کر پوچھا یہ کیا؟ میں نے سارا حال بیان کیا تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کیا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہنا۔“[2]

ترتیب وار حقوق کی ادائیگی:

آخری حدیث کے آخر میں فرمایا: ”پھر تمہارا قریبی، پھر تمہارا قریبی۔“ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ظاہر یہ ہے کہ قرابت داروں سے مراد نسبی

---

1. ... عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحبۃ، ۱۵/ ۱۴۲، تحت الحدیث: ۵۹۷۱ ملتقطا۔
2. ... نزھۃ المجالس، باب بر الوالدین، ۱/ ۲۶۱ ملخصًا۔

قرابت دار ہیں ان میں جتنا قرب زیادہ اتنا حق زیادہ۔ چنانچہ پہلے بھائی بہن پھر ماموں چچا وغیرہ۔ اور ہو سکتا ہے کہ قرابت دار عام مراد ہوں جن میں ساس، سالا، رضاعی ماں وغیرہ سب شامل ہوں۔[1]

صلہ رحمی کے مستحق افراد کی ترتیب:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی انسان کے حُسنِ سلوک کے سب سے زیادہ مستحق افراد کی ترتیب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”حُسنِ سلوک کی سب سے زیادہ حقدار ماں ہے، پھر باپ، پھر اولاد پھر دادا اور دادی، پھر بہن اور بھائی، پھر تمام ذی رحم محارِم یعنی چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ۔ اور جس سے جتنا قریبی تعلق ہے اسے دوسروں پر مقدم کرے گا، اور وہ قرابت دار جن کا تعلق ماں اور باپ دونوں کے ساتھ ہے، اسے اس قرابت دار پر ترجیح دیں گے جس کا تعلق ماں یا باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ ہے۔ پھر اس کے بعد چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی اولاد، پھر اس کے بعد ان قرابت داروں کا حق ہے کہ جن سے حُرمتِ مُصاہَرت (یعنی سُسرالی رشتہ داری) کی وجہ سے تعلق ہے۔ پھر درجہ بدرجہ غلام یا دوست کا حق ہے پھر پڑوسی کا حق ہے۔ لیکن دور کے رہنے والے رشتہ دار کو پڑوسی پر ترجیح دیں گے اور اگر قریبی رشتہ دار دوسرے شہر میں رہتا ہو تو اسے بھی اجنبی پڑوسی پر مقدم کریں گے اور پھر شوہر بیوی کے اور بیوی شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔“[2]

”والدین“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) ماں اور باپ دونوں کا حق اولاد پر انتہائی عظیم ہے البتہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔

(2) ماں کا حق زیادہ ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ اس نے بچے کے حمل، ولادت وغیرہ کے سلسلے میں دو برس تک انتہائی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲۸۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب بر الوالدین وانھما احق بہ، ۱۰۳/۸، الجزء السادس عشر۔

(3) ماں کا حق زیادہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ خدمت کرنے اور دینے میں ماں کو باپ پر ترجیح دی جائے، کہ کوئی چیز دونوں کو دینی ہو تو پہلے ماں کو دے، یہ معنی نہیں کہ ماں باپ میں جھگڑا ہو تو ماں کی طرف داری میں باپ کو اذیت وتکلیف دینا شروع کردے، البتہ تعظیم میں باپ مقدم ہے۔

(4) والد کو اذیت دینا، اس پر سختی کرنا اور اس سے بے ادبی والے انداز میں بات کرنا حرام ہے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں کی جاسکتی اگرچہ والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

(6) والدین کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے رشتہ داروں کے حقوق بھی ادا کرنے چاہئیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے والدین کی خدمت و تعظیم کرنے اور ان کے رشتہ داروں کے بھی حقوق ادا کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:317

بوڑھے والدین کی خدمت نہ کرنے کا وبال

وَعَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ مَنْ اَدْرَکَ اَبَوَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَیْھِمَا فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو کہ جو والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پائے اور (ان کی خدمت کرکے) جنت میں داخل نہ ہو۔“

بوڑھے والدین کی خدمت جنت میں داخلے کا سبب:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس شخص کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ جو اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پائے لیکن ان کی خدمت میں کوتاہی کرکے جنت میں داخلے کا سنہری موقع اپنے ہاتھ سے گنوا دے۔ عَلَّامَہ اَبُو

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب رغم من ادرک ابویہ او احدھما۔۔۔الخ، ص ۱۳۸۱، حدیث: ۲۵۵۱۔

زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں والدین کے ساتھ بھلائی کرنے اور اس کا عظیم ثواب حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حدیثِ پاک کا معنی یہ ہے کہ جب والدین بوڑھے اور ضعیف ہوں اس وقت ان کی خدمت کرنا، ان پر اپنا مال خرچ کرنا یا کسی اور طرح ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا جنت میں داخلے کا سبب ہے تو جس نے بوڑھے والدین کی خدمت وغیرہ میں کوتاہی کی اس نے جنت میں داخل ہونے کا موقع ضائع کر دیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص کی ناک خاک آلود کرے گا۔“[1] (یعنی اسے ذلیل و رُسوا کرے گا۔)

بوڑھے ماں باپ کی دعا:

حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پاکر اُن کی خدمت کی سعادت حاصل نہ کرے اس کی ناک خاک آلود ہو۔“ حدیثِ پاک میں بڑھاپے کی قید اس لیے لگائی کہ اس وقت ہی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں بوڑھے کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، وہ کریم سفید داڑھی (سفید) بالوں والے بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں پھیرتا، اولاد کو چاہیے کہ ایسے وقت اور ایسے وقت کی خدمت کو غنیمت جانیں۔“[2]

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ ہمیں بوڑھے ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا ذہن دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یقیناً ماں باپ کا بُڑھاپا انسان کو اِمتحان میں ڈال دیتا ہے، بسا اوقات سخت بڑھاپے میں اکثر بستر ہی پر بول و براز (یعنی گندَگی) کی ترکیب ہوتی ہے جس کی وجہ سے عموماً اولاد بیزار ہو جاتی ہے۔ مگر یاد رکھیے! ایسے حالات میں بھی ماں باپ کی خدمت لازمی ہے۔ بچپن میں ماں بھی تو بچے کی گندگی برداشت کرتی ہے۔ بڑھاپے اور بیماریوں کے باعث ماں باپ کے اندر خواہ کتنا ہی چِڑچِڑا پن آجائے، سٹھیا جائیں، بلا وجہ لڑیں، چاہے کتنا ہی جھگڑیں اور پریشان کریں، صبر، صبر اور صبر ہی کرنا اور ان کی تعظیم بجالانا ضروری ہے۔ ان سے بدتمیزی کرنا، ان کو جھاڑنا وغیرہ درکنار ان کے آگے ”اُف“ تک نہیں کرنا ہے، ورنہ بازی ہاتھ سے نکل سکتی اور دونوں جہانوں کی تباہی مُقَدَّر بن سکتی ہے کہ والدین کا

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تقدیم الوالدین۔۔۔الخ، ۸/۱۰۹، الجزء السادس عشر۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۵۱۶۔

دل دُکھانے والا اس دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی عذابِ نار کا حق دار ہے۔“[1]

دل دُکھانا چھوڑ دیں ماں باپ کا ...... ورنہ ہے اس میں خسارہ آپ کا

والدین کی خدمت کرنے کا نادر موقع:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بوڑھے والدین کی خدمت نہ کرنے والا جنت سے دور ہو جائے گا۔ یعنی وہ ذلیل ورُسوا اور خائب وخاسر ہوا کہ جس نے بوڑھے والدین کی خدمت کرکے کامیاب ہونے اور جنت میں جانے کا موقع پایا لیکن اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھایا اور اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ؕ﴿۲۴﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں (اُف تک) نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (چھوٹی عمر) میں پالا۔“[2]

امام مجاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”جب والدین تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور (کپڑوں وغیرہ میں ہی) بول وبراز کریں تو ان سے گھن نہ کھا اور جب ان سے گندگی دور کر تو ”اُف“ نہ کہہ جیسا کہ وہ تجھ سے گندگی دور کرتے ہوئے تکلیف کا اظہار نہ کرتے تھے اس وقت جب کہ تو بچہ تھا۔“[3]

والدین کی خدمت کرنے کی ترغیب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! والدین بوڑھے ہوں یا جوان، ہر حال میں ان کی خدمت کرکے اور ان پر

---

1 ... نیکی کی دعوت، ص۴۳۶۔

2 ... شرح طیبی، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۹/۱۷۲، تحت الحدیث: ۴۹۱۲۔

3 ... تفسیر بغوی، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۲۳، ۳/۹۲۔

اپنا مال وغیرہ خرچ کرکے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے لیکن بالخصوص بڑھاپے میں انہیں خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ بڑھاپے میں طبیعت چڑچڑی ہوجاتی ہے، غصہ بڑھ جاتا ہے، اس وقت ان کی سخت بات برداشت کرے، ان کی سختی کی پرواہ نہ کرے، وہ وقت تو سنبھالنے کا ہے جس نے وہ وقت سنبھال لیا اس نے کمائی کرلی، ایسے آڑے وقت میں ان پر دل کھول کر خرچ بھی کرے، ان کی خدمت بھی کرے، ان کے لیے دعا بھی کرے۔ بچپن میں یہ مجبور تھا تو ماں باپ نے اسے سنبھالا اور وہ مجبور ہیں تو یہ انہیں سنبھالے، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی رحمت اسے سنبھالے گی۔"[1]

مدنی گلدستہ

"آب زم زم" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) بڑھاپے اور ضعیفی کے ایام میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا جنت میں داخلے کا سبب ہے اور اس حال میں ان کی نافرمانی کرنا اور ان کے حقوق ادا نہ کرنا جنت سے محرومی کا ذریعہ ہے۔

(2) بوڑھے والدین کے ساتھ نیک سلوک نہ کرنے والے کے لیے حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ذلت وخواری کی دعا فرمائی ہے۔

(3) والدین بوڑھے ہوں یا جوان ہر حال میں ان کی خدمت کرنی چاہیے البتہ جوانی کے مقابلے بڑھاپے میں وہ خدمت کے زیادہ حق دار ہیں۔

(4) بوڑھے والدین کی خدمت کرکے ان سے دعائیں لینی چاہئیں کہ بوڑھے کی دعا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے۔

(5) بوڑھے والدین کی سخت باتوں پر بھی صبر کرنا چاہیے اور ان کی سختی کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

(6) جو اپنے بوڑھے والدین کو سنبھالے گا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اسے سنبھالے گی۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۱۶ ملتقطاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور خاص طور پر بڑھاپے کی حالت میں ان کی خدمت گزاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:318 رشتہ داری توڑنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی

وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَیَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ، فَقَالَ: لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے کچھ قریبی رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے بُرا سلوک کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بُردباری سے پیش آتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں۔" حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: "اگر ایسا ہی ہے جیسا تو نے کہا تو تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک تو اس حالت پر رہے گا تب تک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تیرے لیے ان کے خلاف ایک مددگار رہے گا۔"

مسئلہ دریافت کرنے کے لیے دوسروں کا ذکر:

مذکورہ حدیثِ پاک میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو رشتہ داروں کے قطع رحمی کرنے کے باوجود ان سے صلہ رحمی کرے۔ حدیثِ پاک میں بیان کیا گیا ہے ایک صاحب نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں اپنے رشتہ داروں کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہر طرح سے بھلائی کرتا ہوں، ان کی جفا کا جواب اپنی وفا سے دیتا ہوں لیکن وہ پھر بھی اپنی رَوِش پر قائم ہیں، اب آپ ہی ارشاد فرمائیں میں کیا کروں؟" یاد رہے کہ یہ کلام

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا، ص ۱۳۸۴، حدیث: ۲۵۵۸۔

دوسروں کی بطورِ غیبت برائی کرنا یا اپنی اچھائی بیان کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ حضور نبی رحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ہے۔“[1]

گرم راکھ سے منہ بھرنے کے معنی:

سرکارِ دوعالَم نورِ مُجسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس شخص کی شکایت سننے کے بعد ارشاد فرمایا: ”اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا تم بیان کر رہے ہو۔ یعنی قرابت داروں کی تمہارے ساتھ بدسلوکی کے باوجود تم ان سے حُسنِ سلوک ہی سے پیش آتے ہو تو تم اُن کے منہ میں گرم راکھ بھر رہے ہو۔ اِس جملے کے عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے مختلف معنی بیان کیے ہیں ان میں سے تین یہ ہیں: ”(1) تیری بھلائی کا بدلہ احسان فراموشی سے دینے کے باوجود بھی اگر وہ تیرا مال لیں تو یہ ان پر حرام ہے اور ان کے پیٹ میں آگ کی مانند ہے۔ (2) تم ان کی برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کی وجہ سے انہیں خود ان کی نظر میں گرا دیتے ہو اور انہیں ذلیل و رسوا کرتے ہو جیسا کہ جب کوئی آدمی گرم راکھ منہ میں ڈالے تو اسے خود پر شرمندگی ہوتی ہے۔ (3) تمہارا ان پر احسان کرنا ان کا منہ کالا کرتا ہے جیسے گرم راکھ چہرے کو سیاہ کر دیتی ہے۔“[2]

مددِ الٰہی ملنے کا ذریعہ:

رحمتِ عالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تمہارا قطع رحمی کرنے والے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا ان کے منہ میں گرم راکھ بھرنے کی مثل ہے اور جب تک تم اپنے اس حُسنِ سلوک پر قائم رہو گے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے تیرے لیے ان کے خلاف ایک مددگار رہے گا۔“ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جب تک تیرا یہ حلم اور برائی کی عوض بھلائی ہے، تب تک **اللہ** تعالٰی کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کی شر سے بچائے گا اور تیرے عزت و مال میں برکت دے گا۔“[3]

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٢٣ ملخصًا۔
2. ...مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ٨/ ٦٢٠، تحت الحدیث: ٤٩٢٤ ملخصًا۔
3. ...مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥٢٤۔

صلہ رحمی اور مکافاۃ میں فرق:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے ہمیں یہ مدنی ذہن ملتا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ ہر حال میں بھلائی اور صلہ رحمی کرنی چاہیے اگرچہ ان کی طرف سے بدسلوکی اور قطعِ رحمی کی جائے کیونکہ صلہ رحمی اسی کا نام نہیں کہ جب وہ حسنِ سلوک کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں بلکہ یہ تو مُکافاۃ یعنی اَدْلا بَدْلا ہے کہ اس نے تمہارے پاس کوئی چیز بھیجی تو تم نے بھی اس کے پاس بھیج دی، وہ تمہارے یہاں آیا تو تم اس کے پاس چلے گئے۔ حقیقتاً صلہ رحمی یہ ہے کہ وہ کاٹے اور تم جوڑو، وہ تم سے جدا ہونا چاہتا ہے، بے اِعتنائی (لاپرواہی) کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ قرابت داری کے حقوق کی رعایت کرتے رہو۔[1] اور حدیث پاک میں بھی قطع رحمی کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرتِ سَیِّدُنا اُبَی بن کَعْب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جسے پسند ہو کہ اس کے لیے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اس کے درجات بلند کیے جائیں تو اسے چاہیے کہ جو اس پر ظلم کرے اسے معاف کردے، جو اسے محروم کرے اسے عطا کرے اور جو اس سے قطع تعلق کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔"[2]

صلہ رحمی کے مختلف درجات:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس میں اختلاف نہیں کہ صلہ رحمی فی الجملہ واجب ہے اور اس کو قطع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ صلہ رحمی کے کچھ درجات ہیں، کم از کم درجہ یہ ہے کہ ناراضگی ترک کردے اور سلام وکلام سے صلہ (یعنی اچھا سلوک) کرے، قدرت اور حاجت کے اختلاف سے صلہ (یعنی سلوک) کی مختلف حالتیں ہیں، بعض حال میں صلہ رحمی واجب ہے اور بعض صورت میں مستحب ہے۔ اگر بعض حالت میں صلہ کیا اور پوری طرح نہ کیا تو اس کو قطع رحمی نہیں کہتے۔"[3]

---

1 ... ردالمحتار، ۹/۶۷۸ماخوذا۔

2 ... مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، ۳/۱۲، حدیث: ۳۲۱۵۔

3 ... تفہیم البخاری، ۹/۲۲۱۔

مدنی گلدستہ

”جبلِ نور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اچھے سلوک کے جواب میں بُرا سلوک کرنے والے رشتہ دار قابلِ مَلامت ہیں اور انہیں اس کے وبال کا سامنا ہو گا۔

(2) رشتہ داروں کی بُرائی کے بدلے ان سے اچھائی کرنا انہیں خود ان کی نظر میں گرا دیتا ہے۔

(3) رشتہ داروں کے بُرے سلوک کے باوجود ان سے اچھا سلوک کرنے کی صورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد نصیب ہوتی ہے یا محافظ فرشتے کا ساتھ ملتا ہے۔

(4) صلہ رحمی یہ نہیں کہ جو اچھا سلوک کرے صرف اسی کے ساتھ بھلائی کی جائے بلکہ صلہ رحمی تو یہ ہے کہ جو قطع تعلق کرے اس کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک کیا جائے۔

(5) بُرا سلوک کرنے والے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے، اُن کا جیسا عمل ہو ویسا ان کو صلہ ملے گا اور اِس کا جیسا عمل ہو گا ویسا اِس کو صلہ ملے گا۔

(6) قاطعِ رحم رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے والے کے لیے جنتی محل کی بشارت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رشتہ داروں کے صلہ رحمی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی بُرائی کے بدلے بھی ان سے اچھائی کرنے سعادت نصیب فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 319

رزق اور عمر میں کشادگی کا ذریعہ

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ، وَیُنْسَاَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ. [1]

---

1 . . . بخاری، کتاب الادب، باب من بسط لہ فی الرزق بصلۃ الرحم، ۴/۹۷، حدیث: ۵۹۸۶۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ سرکارِ مکہ مکرمہ سردارِ مدینہ مُنَوَّرہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جسے یہ پسند ہو کہ اس کے لیے اس کے رزق میں فراخی اور عمر میں وُسعت کی جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔“

رِزق اور عمر میں اِضافے کی صورتیں:

شارحین نے اس کی کئی صورتیں بیان فرمائی ہیں: (1) رزق میں فراخی سے مراد یہ ہے کہ اس میں برکت و وُسعت دی جائے اور عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ اس بندے کی عمر میں برکت دی جائے۔ (2) عمر میں زیادتی کا تعلق لوح محفوظ میں لکھی ہوئی اس عمر سے ہے کہ جو فرشتوں کو معلوم ہے۔ مثلاً: فرشتوں کو لوحِ محفوظ پر یہ دکھایا جاتا ہے کہ اس آدمی کی عمر ساٹھ 60 برس ہے لیکن اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی عمر میں چالیس 40 سال کا اور اضافہ کر دیا جائے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کو علم ہوتا ہے کہ یہ صلہ رحمی کرے گا یا نہیں لیکن مخلوق کو معلوم نہیں ہوتا تو جب وہ صلہ رحمی کرتا ہے تو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی عمر میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ تو یہ زیادتی مخلوق کے علم کے لحاظ سے ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم کے اعتبار سے نہیں۔[1] (3) عمر میں زیادتی سے یا تو نیک ذریت مراد ہے جو اس کے لیے دعا کرنے والی اور اس کی نیک نامی کو زندہ رکھنے والی ہے۔“[2] (4) عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”عمر میں زیادتی کا معنی یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی دنیا میں اس شخص کا ذِکر جمیل باقی رہے گا اور لوگوں کی زبانوں پر اس کی تعریف رہے گی تو گویا کہ مرنے کے بعد بھی وہ نہیں مرا، اب یہ تعریف چاہے اس بنا پر ہو کہ اس نے لوگوں کو ایسا علم پہنچایا جس سے ان کو نفع حاصل ہوا یا اس نے صدقۂ جاریہ کیا ہو یا اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ گیا ہو۔“[3] (5) عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحمد بِن مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”رزق میں فراخی سے مراد اس میں برکت دینا ہے کیونکہ صلہ رحمی ایک صدقہ ہے اور صدقہ مال کو بڑھاتا ہے اور عمر میں اضافے سے مراد یہ ہے کہ کہ بدن میں قوت وطاقت آئے گی، نیز رزق

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، ۱۱۴/۸، الجزء السادس عشر ملخصًا۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۱۰۹/۴۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب من بسط لہ فی الرزق بصلۃ الرحم، ۱۵۴/۱۵، تحت الحدیث: ۵۹۸۵۔

اور عمر میں اضافے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ جب بندہ ماں کے پیٹ میں تھا تو اس وقت (اس کی تقدیر میں) یہ لکھ دیا گیا کہ اگر یہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے گا تو اس کا رزق اور عمر اتنی (مثلاً رزق دس کروڑ اور عمر پچاس سال) ہے اور اگر صلہ رحمی نہیں کرے گا تو اتنی (مثلاً رزق ایک کروڑ اور عمر بیس سال) ہے۔"[1]

صلہ رحمی کی صورتیں:

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں: مثلاً ان کو ہدیہ و تحفہ دینا، ان کی امداد و اعانت کرنا، ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا، انہیں سلام کرنا، ان کے ساتھ ملاقات کرنا، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، ان کے ساتھ خط و کتابت رکھنا، غرضیکہ ہر وہ اچھا فعل جس سے جانبین میں محبت و اُلفت پیدا ہو صلہ رحم ہے۔ بہتر یہ ہے ملاقات میں ناغہ کرے، ایک دن ملے تو دوسرے دن نہ جائے کہ اس طرح محبت و اُلفت زیادہ ہوتی ہے۔ نیز صلہ رحمی اسی کا نام نہیں کہ جب وہ اچھی طرح پیش آئیں تب ہی ان سے اچھائی کی جائے بلکہ صلہ رحمی تو یہ ہے کہ اگر وہ سختی اور بے اعتنائی برتیں تو ان کے ساتھ نرمی اور بردباری سے پیش آیا جائے۔"[2]

عمر میں ستر (70) سال کا اضافہ ہوگیا:

حضرتِ سَیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت بابرکت میں ایک خوبرو دولھا زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت سَیِّدُنا ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام وہیں موجود تھے، آپ نے پوچھا اے داوٗد (عَلَیْہِ السَّلَام)! کیا آپ اسے جانتے ہیں؟ فرمایا: "جی ہاں، یہ مؤمن نوجوان مجھ سے محبت کرتا ہے، اس کی آج ہی شادی ہوئی ہے اس نے مجھ سے ملاقات کیے بغیر اپنی دلہن کے پاس جانا گوارا نہ کیا لہٰذا ملنے آیا ہے۔" حضرتِ سَیِّدُنا ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: "اے داوٗد (عَلَیْہِ السَّلَام)! اس دولھے کی عمر صرف چھ دن باقی رہ گئی ہے۔" یہ سن کر حضرتِ سَیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام رنجیدہ ہو گئے۔ اس واقعہ کو سات ماہ گزر گئے مگر وہ نوجوان فوت نہ ہوا۔ دریں اثنا ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام حاضر ہوئے تو حضرتِ سَیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے

1 ... ارشاد الساری، کتاب البیوع، باب من احب البسط فی الرزق، ۵/ ۳۳، تحت الحدیث: ۲۰۶۷ ملخصًا۔

2 ... فیوض الباری، ۸/ ۴۳ ملخصًا۔

فرمایا: ”اے ملک الموت! وہ نوجوان تو ابھی تک زندہ ہے۔“ **ملکُ الموت** عَلَیْہِ السَّلَام نے جواباً عرض کیا: ”جب میں نے چھ دن کے بعد اُس کی روح قبض کرنی چاہی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”اے **ملکُ الموت**! میرے بندے کو چھوڑ دو کیوں کہ جب یہ (حضرت) داوٗد (عَلَیْہِ السَّلَام) کے پاس سے ہو کر باہر نکلا اور اُس نے ایک لاچار فقیر کو پایا تو اس کو اپنی زکوٰۃ دیدی، اس محتاج نے خوش ہو کر اُس کو درازیٔ عُمر بالخیر اور جنّت میں (حضرت) داوٗد (عَلَیْہِ السَّلَام) کا پڑوسی بنائے جانے کی دعاء سے نوازا۔ میں نے وہ دُعا قبول فرمالی اور میں نے اُس کے لیے اُن چھ دن کو ساٹھ سال لکھ دیا اور مزید دس سال بڑھا دیئے اور اس کے لیے جنّت میں (حضرت) داوٗد (عَلَیْہِ السَّلَام) کا پڑوس لکھ دیا ہے۔ لہٰذا تم یہ (70 سالہ) مدت پوری ہونے سے قبل اس کی روح قبض مت کرنا۔“[1]

”حطیم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صلہ رحمی کی برکت سے رزق اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

(2) صلہ رحمی کی برکت سے رشتہ داروں کے مابین الفت و محبت بڑھتی ہے۔

(3) رشتہ دار اگرچہ برا سلوک کریں لیکن ہمیں ہر حال میں ان سے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

(4) قضاء و تقدیر کے مسائل میں زیادہ غور و فکر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ ہلاکت کا سبب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے رہنے اور اس کی برکتوں سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے، نیز تقدیر پر کامل ایمان رکھنے اور اس کے مسائل میں زیادہ غور و فکر کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . قرۃ العیون مع الروض الفائق، الباب السابع، ص ۳۹۸۔

حدیث نمبر:320

رشتہ داروں پر پسندیدہ باغ کا تصدق

وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ وَكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءُ، وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى، اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ! وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ، فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَقَسَّمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینہ منورہ میں کھجور کے باغات کے لحاظ سے انصار میں سب سے زیادہ مال دار تھے اور انہیں اپنے اموال میں بَیْرُحَاء نامی باغ یا کنواں بہت پسند تھا اور وہ مسجد نبوی کے سامنے تھا، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس میں تشریف لے جاتے اور اس کا عمدہ پانی نوش فرمایا کرتے تھے پس جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ترجمۂ کنز الایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ (پ۴، آل عمران، ۹۲)

تو حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بے شک اللہ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (پ۴، آل عمران، ۹۲) ترجمۂ کنز الایمان: "تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔" اور مجھے اپنے تمام مالوں میں بَیْرُحَاء باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ لہٰذا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ (کی رضا) کے لیے صدقہ ہے اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس اس کے ثواب اور ذخیرے کی اُمید رکھتا ہوں۔ پس یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کو اس مَصرَف میں خرچ

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، ۱/۴۹۳، حدیث: ۱۴۶۱۔

کیجئے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو بتائے۔" **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بہت خوب! یہ سودا نفع بخش ہے، یہ سودا نفع بخش ہے اور تم نے جو کہا وہ میں نے سن لیا۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔" حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں ایسا ہی کروں گا۔" چنانچہ حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

سیدنا ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے باغ کا نام:

"بَیْرُحَاء" حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ایک باغ کا نام ہے، مُحَدِّثین نے اس کے کئی معنی اور ان کی وجوہات بیان کی ہیں، ان میں سے دو یہ ہیں: (1) حاء ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدوایا تھا (اور عربی میں کنویں کو بئر کہتے ہیں) لہٰذا بَیْرُحَاء کا معنی ہوا حاء کا کنواں اور چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا اس لیے باغ کا نام بھی یہی ہو گیا۔ (2) "بَیْرُحَاء" کھلی زمین کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کھلا باغ۔"[1]

میٹھا پانی پینا نمکین پانی پینے سے افضل ہے:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں اس بات کا ثبوت ہے کہ صالحین و اہل فضل کے لیے میٹھا پانی پینا اور طلب کرنا مباح ہے نیز میٹھا پانی پینا نمکین پانی سے افضل ہے کیونکہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میٹھا پانی نوش فرمایا کرتے تھے اور اس میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مثالی کردار اور اسوۂ حسنہ کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام چیزوں میں بہترین چیز اختیار فرماتے تھے اور آپ سے کسی افضل شے کا ترک ہونا محال ہے۔"[2]

وقف کا اعلان کر دینا ضروری ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "حضرت ابو طلحہ کے اس عرض و معروض کا مقصد یہ تھا کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ کے اس عمل خیر پر گواہ ہو جائیں اور مسلمانوں میں اس وقف کا اعلان ہو جائے۔ خیال

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب افضل الصدقۃ، ۴/۴۳۲، تحت الحدیث: ۱۹۴۵ ملخصًا۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاشربۃ، باب استعذاب الماء، ۶/۶۷۔

رہے کہ دوسرے نفلی صدقات اکثر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقف کا ہر طرح اعلان کر دینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقوف چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کر سکے حتی کہ مسجد کی عمارت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کر دیئے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو، اس میں ریاء نہیں بلکہ وقف کا باقی رکھنا ہے، نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا ریاء کے لیے نہ تھا بلکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دعا حاصل کرنے کے لیے تھا لہٰذا حدیثِ پاک پر کوئی اعتراض نہیں۔[1]

حضور کی چاہت رب کی طرف سے ہے:

حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا یہ باغ صدقہ ہے اور اس کا بدلہ میں ابھی نہیں چاہتا بلکہ میں اس کا اجر آخرت کے لیے ذخیرہ کرنا چاہتا ہوں لہٰذا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حضور کو جو مصرف بتائے حضور اُس میں اسے خرچ فرمادیں۔'' کیونکہ حضور نبی اکرم نورِ مجسم شاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چاہنا اپنے نفس کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ **اللہ** تعالٰی کی طرف سے ہوتا ہے اسی لیے اس طرح عرض کیا کہ (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ حضور کو جو مَصرف بتائے حضور اُس میں اسے خرچ فرمادیں) صحابہ کرام اپنے صدقے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دستِ مبارک سے خرچ کراتے تھے تاکہ اس ہاتھ کی برکت سے قبول ہو جائیں، رب تعالٰی فرماتا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (پ ١١، التوبۃ، ١٠٣)

ترجمہ: آپ ان کے مالوں کے صدقے وصول فرمالیں اور ان کے ذریعہ انہیں پاک وصاف فرمادیں۔

آج مسلمان ختم وفاتحہ میں عرض کرتے ہیں **نذرُ اللہ** یعنی (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے نذر) **نیازِ رسولُ اللہ** یعنی (**رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے نیاز) اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔''[2]

حضرت سیدنا ابو طلحہ کا نفع بخش سودا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''معلوم

❶... مرآۃ المناجیح، ٣/١٢٦۔

❷... مرآۃ المناجیح، ٣/١٢٦ ملخصًا۔

ہوتا ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کون سا عمل کس درجہ کا قبول ہے، یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا، باغ بھی اچھا تھا، وقف کرنے والے بھی اچھے۔ یعنی صحابی اور جن کے طفیل وقف کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے صدقے کی تعریف کرنے کے بعد حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "اے ابو طلحہ! میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔" یعنی اپنے عزیز و اقارب فقراء کو اس کا مصرف بنادو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھایا کریں تاکہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہلِ قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا رہے۔ خیال رہے کہ بعض اوقاف وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتی کہ وقف کرنے والا بھی نفع حاصل کر سکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافر خانہ۔[1]

دُور کے رشتہ داروں پر صدقہ کرنا:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ باغ اپنے چچازاد بھائی حضرت سَیِّدُنا حسان بن ثابت اور حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو دیا تھا، حضرت سَیِّدُنا حسان اور حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا نسب تیسری پیڑھی حرام بن عَمرو پر مل جاتا ہے اور حضرت سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا چھٹی پیڑھی عَمرو بن مالک بن نجار پر مل جاتا ہے۔[2] عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ کرنا مستحب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صدقات کی کیفیت اور نیکیوں کی صورتوں وغیرہ کے بارے میں اہل علم وفضل سے مشاورت کرنا مستحب ہے۔ نیز اس حدیث میں دیگر بیان کردہ فوائد کے علاوہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کی بنسبت اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرنا افضل ہے جبکہ وہ اَقْرِبَاء محتاج ہوں۔ نیز رشتہ دار صلہ رحمی کے زیادہ حق دار ہیں، اگرچہ دُور ہی کے کیوں نہ ہوں کہ جب سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۲۶ ملخصاً۔

2 ... نزہۃ القاری، ۲/۹۳۸ ملخصاً۔

تَعَالٰی عَنْہُ کو رشتہ داروں پر خرچ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے دور کے رشتہ داروں پر خرچ کیا۔"[1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اس حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے تمام لوگوں سے اپنے رشتہ داروں اور کمزور گھر والوں پر صدقہ کرنا افضل ہے جبکہ وہ نفلی صدقہ ہو۔"[2]

محبوب لونڈی راہِ خدا میں آزاد کر دی:

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک نہایت حسین و جمیل باندی خریدی اور آپ اس باندی سے بہت محبت کرتے تھے، وہ باندی چند دن آپ کے پاس رہی کہ آپ نے اسے آزاد فرما دیا اور ایک شخص سے اس کی شادی کروادی جس سے اس کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا، حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب اس بچے سے ملتے تو اسے اپنے آپ سے چمٹا لیتے اور فرماتے: "میں تجھ سے تیری ماں کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔" تو آپ سے کسی نے کہا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو اس لونڈی پر حلال طریقے سے قدرت عطا فرمائی تھی اور آپ اس سے بے حد محبت بھی فرماتے تھے تو پھر آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا؟ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (پ۴، آل عمران، ۹۲) ترجمۂ کنز الایمان: "تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔"[3]

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح باب نمبر 37، حدیث نمبر 297 کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

"صدقات" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بھلائی تک پہنچنے کا ایک ذریعہ راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ کرنا بھی ہے۔

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج، ۴/۸۵، ۸۶، الجزء السابع ملخصا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، ۶/۴۶۹، تحت الحدیث: ۱۴۶۱۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الاقارب، ۶/۴۶۷، تحت الحدیث: ۱۴۶۱۔

(2) نفلی صدقات پوشیدہ طور پر دینا بہتر ہے البتہ وقف کا ہر طرح سے اعلان کر دینا ضروری ہے تاکہ اس کی حفاظت کی جاسکے۔

(3) نفلی صدقات عزیز و اَقارب کو دینا افضل ہے، چاہے قرابت داری قریب کی ہو یا دور کی۔

(4) کوئی بھی نیک کام کرنے سے پہلے علماء اور اہلِ فضل سے مشاورت کرنا مستحب ہے۔

(5) صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اپنے صدقات حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دستِ اقدس سے تقسیم کروایا کرتے تھے تاکہ وہ آپ کے ہاتھ مبارک کی برکت سے قبول ہو جائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی اپنی پیاری چیزیں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے عزیز و اَقارِب پر صدقہ کر کے صلہ رحمی کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 321

والدین کی خدمت بھی جہاد ہے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اُبَایِعُکَ عَلَی الْھِجْرَۃِ وَالْجِھَادِ اَبْتَغِی الْاَجْرَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی. قَالَ: فَھَلْ لَکَ مِنْ وَالِدَیْکَ اَحَدٌ حَیٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ! بَلْ کِلَاھُمَا، قَالَ: فَتَبْتَغِی الْاَجْرَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: فَارْجِعْ اِلٰی وَالِدَیْکَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَھُمَا.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَھُمَا: جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَاْذَنَہُ فِی الْجِھَادِ فَقَالَ: اَحَیٌّ وَالِدَاکَ؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: فَفِیْھِمَا فَجَاھِدْ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے (اس کے) اجر و ثواب کا طلبگار ہوں۔“ ارشاد فرمایا: ”کیا تیرے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟“ عرض

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب بر الوالدین وانھما احق بہ، ص ١٣٨٠، حدیث: ٢٥٤٩۔

2 . . . بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الجھاد باذن الابوین، ٢/٣١٠، حدیث: ٣٠٠٤۔

کی: ”جی ہاں! بلکہ دونوں زندہ ہیں۔“ ارشاد فرمایا: ”کیا تو **اللہ** تعالیٰ سے اجر و ثواب کا طلبگار ہے؟“ عرض کی: ”جی ہاں۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے والدین کی طرف لوٹ جا اور اُن سے اچھا سلوک کر۔“ اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ اَقدس میں حاضر ہو کر جہاد کے لیے اجازت طلب کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟“ عرض کی: ”جی ہاں۔“ ارشاد فرمایا: ”تو تم اُن کی خدمت کرو یہی تمہارا جہاد ہے۔“

نیک اَفعال میں والدین کی اجازت کا حکم:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”غالب یہ ہے کہ جس شخص نے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی اس کے ماں باپ کو اس کی خدمت کی حاجت تھی، وہ اکیلا بیٹا خدمت گار تھا اور جہاد اس وقت فرضِ عین نہیں بلکہ فرضِ کفایہ تھا، ایسی صورت میں ماں باپ کی خدمت جہاد پر مقدم ہے، اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو جہاد مقدم ہے۔ اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ اگر جہاد فرضِ عین نہ ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں نہیں جانا چاہیے اور اگر جہاد فرض ہو تو ان سے اجازت لینا بہتر ہے اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو بھی چلا جائے کہ اس پر جہاد فرضِ عین ہے جس سے منع کرنا والدین کے لیے جائز نہیں اور اگر وہ منع کریں گے تو گنہگار ہوں گے، یہ حکم مؤمن والدین کے لیے ہے جبکہ کافر ماں باپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں خواہ جہاد فرض ہو یا نفل۔ خیال رہے کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر کسی نفلی عبادت کے لیے نہ جائے جیسے نفلی حج، نفلی عمرہ، زیارت وغیرہ حتی کہ اگر مسلمان ماں باپ اجازت نہ دیں نفلی روزہ بھی نہ رکھے۔“[1]

والدین کی خدمت کرنے کی تاکید:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں ماں باپ کی خدمت اور اُن کے ساتھ بھلائی کرنے کی فضیلت پر دلیل ہے اور یہ کہ ماں باپ کی خدمت کرنے کی جہاد سے زیادہ تاکید ہے۔ مسلمان ماں باپ کی اجازت بغیر ایسے جہاد میں جانا جائز نہیں جو فرضِ کفایہ ہو، ہاں اگر جہاد

1 ... مرآۃ المناجیح، ٥/ ٤٣٠ ملخصاً۔

فرض ہو تو ان سے اجازت لینا شرط نہیں۔“[1]

فرض جہاد کے ساقط ہونے کی صورت:

اگر بالفرض ماں باپ ایسی حالت میں ہیں کہ اِس کے جانے سے اُن کی جان پر بن آئے گی تو پھر اس صورت میں جہاد میں شرکت کرنے کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔[2]

فوت شدہ والدین کے اولاد پر 12 حقوق:

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجدِّدِ دِین وملّت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے والدین کی وفات کے بعد اولاد پر لاگو ہونے والے بارہ (12) حقوق بیان فرمائے ہیں: ”(1) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لیے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔ (2) ان کے لیے دعاواستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔ (3) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔ (4) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی وکوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادا میں امداد لینا۔ (5) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عُشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا۔ وعلیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی براءت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔ (6) انہوں نے جو وصیتِ جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو، اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو، مثلاً وہ نصف

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب بر الوالدین وانہما احق بہ، ۸/۱۰۴، الجزء السادس عشر۔

2 . . . رد المحتار، کتاب الجہاد، مطلب طاعۃ الوالدین فرض عین، ۶/۱۹۹۔

جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لیے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشنجری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔ (7) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرجِ شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔ (8) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لیے جانا، وہاں یٰس شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔ (9) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔ (10) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔ (11) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔ (12) سب میں سخت تر وعام تر ومدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کرکے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔"[1]

والدین سے حُسنِ سلوک کرنے کی فضیلت:

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کی عورتوں کو پاک دامن رہنے دو تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی، اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور جس کے پاس اس کا بھائی معذرت کرنے کے لیے آیا تو اسے چاہیے کہ اپنے بھائی کو معاف کردے خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا، جو ایسا نہیں کرے گا وہ حوضِ کوثر پر نہ آسکے گا۔"[2]

---

1. ... فتاوی رضویہ، ۲۴/ ۳۹۱۔
2. ... مستدرک حاکم، کتاب البر والصلة، باب بروا آباء کم تبر کم ابناء کم، ۵/ ۲۱۳، حدیث: ۷۳۴۰۔

”شیرِ خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اگر جہاد فرضِ عین نہ ہو اور مسلمان ماں باپ کو خدمت کی حاجت ہو تو جہاد کرنے کے مقابلے میں ان کی خدمت کرنا مقدم ہے اور جہاد پر جانے کے لیے ان کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(2) فرض جہاد کے لیے والدین سے اجازت لینا بہتر ہے اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو بغیر اجازت چلا جائے اور اس موقع پر والدین کو منع کرنے کا اختیار نہیں، منع کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

(3) نفلی عبادات کے لیے جانے سے پہلے والدین سے اجازت لے لے اگر منع کریں تو نہ جائے۔

(4) اجازت لینے کا حکم مؤمن والدین کے بارے میں ہے، کافر والدین سے فرض اور نفل دونوں صورتوں میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

(5) جہاد میں جانے سے اگر والدین کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو نہ جانے کی اجازت ہے۔

(6) جو اپنے ماں باپ سے حسن سلوک کرے گا اس کی اولاد اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے والدین کی خدمت اور جائز امور میں ان کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 322

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِىءِ وَلٰكِنَّ الوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللہ بن عمرو بن عاص** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، **تاجدارِ رِسالت،**

[1] . . . بخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی، ۴/ ۹۸، حدیث: ۵۹۹۱۔

شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”بدلے کے طور پر بھلائی کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اُس سے قطع تعلق کیا جائے تو وہ تعلق جوڑے۔“

صلہ رحمی کی تعریف وحقیقت:

”صلہ“ کے معنی ہیں: ”کسی بھی قسم کی بھلائی اور احسان کرنا۔“[1] اور رحم سے مراد قرابت، رشتہ داری ہے۔[2] بہارِ شریعت میں ہے: ”صلہ رحم کے معنی رشتے کو جوڑنا ہے۔ یعنی رشتے والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک (یعنی بھلائی) کرنا۔“[3] مذکورہ حدیثِ پاک میں حقیقی صلہ رحمی کرنے والے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے کہ جو رشتہ داروں کے بُرا سلوک کرنے کے باوجود اُن سے بھلائی کرے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”جو شخص اپنے عزیزوں سے سلوک کرے مگر بدلہ میں کہ وہ کچھ کریں تو اس کی عوض یہ بھی کرے وہ ناقص ہے، کامل رشتے جوڑنے والا وہ ہے جو اپنے عزیزوں کی برائی کا بدلہ بھلائی سے کرے کہ وہ اس پر زیادتی کریں تو یہ سلوک کرے، اس کی تفسیر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عمل شریف ہے۔ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بھائیوں کے ظلم سہہ کر ان کی پرورش فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۶) ترجمۂ کنز الایمان: سب سے اچھی بھلائی سے بُرائی کو دفع کرو۔ غرضیکہ یہ حدیث کمال اخلاق کی تعلیم دے رہی ہے۔“[4]

حقیقی صلہ رحمی پر بڑے اجر کا وعدہ:

امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”صلہ رحمی یہ نہیں کہ تو اسی سے تعلق جوڑ جو تجھ سے جوڑتا ہے بلکہ یہ تو بدلہ ہے، صلہ رحمی یہ ہے کہ تو اس سے جوڑ جو تجھ سے قطع تعلق کرتا ہے اور یہی وہ حقیقی صلہ رحمی ہے کہ جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں سے بہت بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ﴾ (پ۱۳، الرعد: ۲۱) ترجمۂ

1 ... الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۲/۱۵۶۔

2 ... لسان العرب، ۱/۱۴۷۹۔

3 ... بہار شریعت، ۳/۵۵۸، حصہ ۱۶۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۵۲۳۔

کنز الایمان: اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا۔[1]

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ رشتہ داری جوڑ کر رکھنے والوں سے جوڑنا کمال نہیں بلکہ جو رشتہ داری توڑتے ہیں ان سے جوڑنا کمال ہے، ترغیب کے لیے دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ ہوں: (1) ''جس میں تین اوصاف ہوں گے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا (اور وہ اوصاف یہ ہیں کہ) جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو اور جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے تعلق جوڑو۔''[2] (2) ''کیا میں اس چیز پر تمہاری رہنمائی نہ کروں جس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ درجات بلند فرماتا ہے؟'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''جی ہاں، یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم!'' ارشاد فرمایا: ''جو تم سے جاہلانہ سلوک کرے تم اس سے بُردباری کا مظاہرہ کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کر دو، جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو اور جو تم سے رشتہ داری توڑ دے تم اس سے جوڑو۔[3]

صلہ رحمی کرنے کے 10 فائدے:

حضرت سَیِّدُنا فَقِیہ ابُو اللَّیث سَمَر قندی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''صلہ رحمی کرنے کے 10 فائدے ہیں: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ (2) لوگوں کی خوشی کا سبب ہے۔ (3) فرشتوں کو مسرت ہوتی ہے۔ (4) مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی تعریف ہوتی ہے۔ (5) شیطان کو اس سے رنج پہنچتا ہے۔ (6) عمر بڑھتی ہے۔ (7) رزق میں برکت ہوتی ہے۔ (8) فوت ہو جانے والے آباءواجداد (یعنی مسلمان باپ دادا) خوش ہوتے ہیں۔ (9) آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ (10) وفات کے بعد اس کے ثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے، کیونکہ جب لوگوں کو اس کا احسان یاد آتا ہے تو لوگ اس کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔''[4]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی، ١٥/ ١٥٩۔

2 . . . موسوعۃ ابن ابی دنیا، مکارم الاخلاق، ٣/ ٤٣٢، حدیث: ٢١۔

3 . . . الترغیب والترھیب، کتاب الحدود وغیرھا، باب الترغیب فی العفو عن القتال۔۔۔الخ، ٣/ ٢٤٥، حدیث: ٣٧٦٠۔

4 . . . تنبیہ الغافلین، باب صلۃ الرحم، ص ٧٣ ملخصًا۔

دِینِ اِسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم:

دِینِ اِسلام کا ایک اعلیٰ امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں اخلاقیات کی بہترین اور عمدہ تعلیمات دی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرے تو اس کے بدلے میں تم بھی اس کے ساتھ برا سلوک نہ کرو بلکہ اِس سے اچھا سلوک کرو اور اس کی طرف سے پہنچنے والی برائی کو اس کے ساتھ بھلائی کر کے ٹال دو، یہاں اِس حسین تعلیم کی جھلک ملاحظہ ہو، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ (پ۲۴، حم السجدہ: ۳۴، ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔ اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔

حضرت سَیِّدُنا حُذَیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم ہر ایک کی رائے پر چلنے والے نہ بنو کہ تم یوں کہو کہ اگر لوگ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی اچھا سلوک کریں گے اور اگر وہ ظلم کریں تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ اپنے آپ کو اس بات کا عادی بناؤ کہ لوگ اگر اچھائی کریں تو تم بھی اچھائی کرو اور اگر وہ ظلم کریں تو تم پھر بھی ظلم نہ کرو۔“[1]

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس سے رشتہ داری جوڑو جو تم سے توڑ دے اور اس سے اچھا سلوک کرو جو تم سے بُرا سلوک کرے اور حق بات کہو اگرچہ اپنے آپ کے خلاف ہو۔“[2]

افسوس! فی زمانہ مسلمانوں کی بھی ایک تعداد اِسلام کی اِس عمدہ و اعلیٰ تعلیم پر عمل سے دور نظر آ رہی ہے اور شاید اسی وجہ سے آج مسلمان بھی بے امنی اور بے سکونی کی بدترین آفت کا شکار ہیں۔ اگر آج بھی مسلمان اِس تعلیم پر کامل طریقے سے عمل پیرا ہو جائیں تو کوئی بعید نہیں کہ یہ معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الاحسان والعفو، ۳/۴۰۵، حدیث: ۲۰۱۴۔

2 . . . کنز العمال، کتاب الاخلاق، صلة الرحم والرغیب فیها والترهیب عن قطعها، ۲/۱۴۵، حدیث: ۶۹۲۹، الجزء الثالث۔

بن جائے اور ہر فردِ بشر چین و سکون سے اپنی زندگی کے دن گزارنے لگے۔ دعا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں برائی کو بھلائی سے ٹالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

”صدقہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) رشتہ داری جوڑنے میں کامل وہ ہے جو اسے توڑنے والوں کے ساتھ بھی جوڑے۔

(2) رشتہ داری توڑنے والوں کے ساتھ جوڑنا قیامت کے دن حساب میں آسانی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے جنت میں داخلے کا سبب اور درجات بلند ہونے کا ذریعہ ہے۔

(3) بُرا سلوک کرنے والوں سے اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دِینِ اسلام کا انتہائی شاندار وصف ہے۔

(4) بُرا سلوک کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی انتہائی اعلیٰ مثال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ مبارکہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رشتہ داری توڑنے سے بچنے اور اسے توڑنے والوں سے جوڑنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طفیل لوگوں کے بُرے سلوک سے بچائے اور بُرا سلوک کرنے والوں سے اچھا سلوک کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 323

عرش کو تھام کر رشتے داری کی دعا

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ: مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ.[1]

[1] . . . مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحریم قطعیتها، ص ۱۳۸۳، حدیث: ۲۵۵۵۔

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی کہہ رہی ہے: جو مجھے ملائے رکھے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ملائے گا اور جو مجھے توڑے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے توڑ دے گا۔“

قُرب کا ذریعہ اور رحمت سے دوری کا سبب:

عرش سے مراد یا تو عرشِ اعظم ہی ہے یا بلند مقام، پہلا احتمال قوی ہے۔[1] نیز رشتہ داری کا کلام کرنا دو معنی کا احتمال رکھتا ہے یا تو یہ بطورِ خبر ہے یا بطورِ دعا۔ پہلی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ رشتہ داری عرش کو تھامے ہوئے ہے اور خبر دے رہی ہے کہ جو رشتہ داروں کا حق ادا کرے گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں قُرب پائے گا اور جو ادا نہ کرے گا، یا ان پر ظلم کرے گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور ہو جائے گا۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ رشتہ داری عرش کو تھام کر یہ دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو رشتہ داروں کا حق ادا کرے تو اسے اپنی بارگاہ میں قُرب عطا فرما اور جو ادا نہ کرے، یا ان پر ظلم کرے، تو اسے اپنی رحمت سے دور کر دے۔“[2]

ذی رحم رشتہ داروں کی حد:

وہ رشتہ دار جن کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں اُن میں ذی رحم رشتہ دار داخل ہیں۔ ذی رحم محرم سے مراد ایسے قریب کے رشتے والا ہے کہ اگر اُن میں سے ایک مَرد ہو اور ایک عورت ہو تو نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جیسے باپ ماں بیٹا بیٹی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، بھانجا، بھانجی۔[3] جبکہ اُن کے علاوہ دوسرے رشتہ دار جیسے ساس، اپنے بچوں کے ماموں، رضاعی ماں اور رضاعی بھائی وغیرہ کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت حلیمہ اور جناب ثُوبیہ کے عزیزوں سے سلوک کیے۔[4]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲۲۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۸/ ۶۵۸، تحت الحدیث: ۴۹۲۱ ماخوذا۔

3 ... بہار شریعت، ۲/ ۲۸۷، حصہ ۹۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۲۲ ملخصا۔

رشتہ داروں سے حُسنِ سُلوک اور سیرتِ رسول:

حسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ پاک میں ذی رحم اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کے کثیر واقعات موجود ہیں، یہاں مذکورہ بالا کلام کی مناسبت سے دیگر رشتہ داروں سے متعلق دو2واقعات ملاحظہ ہوں:

(1) جنگِ اوطاس میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رضاعی بہن اور حضرت سَیِّدَتُنَا حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی صاجزادی حضرت سَیِّدَتُنَا شیماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بھی گرفتار ہوئیں، جب انہیں شناخت کے لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا تو آپ نے انہیں پہچان لیا اور جوشِ محبت میں آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور آپ نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر انہیں بٹھایا اور کچھ اونٹ کچھ بکریاں دے کر ارشاد فرمایا: "تم آزاد ہو، اگر تمہارا جی چاہے تو میرے پاس رہو اور اگر اپنے گھر جانا چاہو تو میں تمہیں وہاں پہنچا دیتا ہوں۔" انہوں نے اپنے گھر جانے کی خواہش ظاہر کی تو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ انہیں ان کے قبیلے میں پہنچا دیا گیا۔[1]

(2) جنگِ اوطاس ہی کے موقع پر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اموالِ غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو گئے تو چند معززین کے ساتھ قبیلہ بنی سعد کے رئیس زُہیر ابو صرد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں درخواست پیش کی۔ اس موقع پر زہیر ابو صرد نے ایک بہت پر اثر تقریر کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اے محمد! (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) آپ نے ہمارے خاندان کی ایک عورت حلیمہ کا دودھ پیا ہے اور آپ نے جن عورتوں کو یہاں قید کر رکھا ہے ان میں سے بہت سی آپ کی (رضاعی) پھوپھیاں اور بہت سی آپ کی خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم! اگر عرب کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے ہمارے خاندان کی کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو ہمیں اس سے بہت زیادہ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ ہماری توقعات وابستہ ہیں، لہٰذا آپ ان سب قیدیوں کو رہا فرما دیجئے۔" چنانچہ زہیر کی یہ تقریر سن کر رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے خاندان کے حصے میں آنے والے تمام قیدیوں کو رہا فرما دیا اور صحابہ

---

1 . . . شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة، باب غزوة اوطاس، ۳/ ۵۳۴ ملخصًا۔

کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھُمۡ سے بھی فرمایا تو انہوں نے بھی اپنے حصے میں آنے والے قیدی رہا کر دیئے۔[1]

مدنی گلدستہ

”عرش“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) رشتہ داروں کا حق ادا کرنا بارگاہِ الٰہی میں قرب پانے کا ذریعہ اور اُن کا حق ادا نہ کرنا یا اُن پر ظلم کرنا رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب ہے۔

(2) ذی رحم رشتہ داروں کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک کرنا چاہیے۔

(3) حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سبھی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک فرمایا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے رہنے اور تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 324

رشتے دار کو عطیہ دینا اجرِ عظیم کا باعث

وَعَنۡ اُمِّ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مَیۡمُوۡنَةَ بِنۡتِ الۡحَارِثِ رَضِیَ اللہُ عَنۡھَا: اَنَّھَا اَعۡتَقَتۡ وَلِیۡدَةً وَلَمۡ تَسۡتَاۡذِنِ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا کَانَ یَوۡمُھَا الَّذِیۡ یَدُوۡرُ عَلَیۡھَا فِیۡہِ قَالَتۡ: اَشَعَرۡتَ یَا رَسُوۡلَ اللہِ اَنِّیۡ اَعۡتَقۡتُ وَلِیۡدَتِیۡ قَالَ: اَوَ فَعَلۡتِ قَالَتۡ: نَعَمۡ، قَالَ: اَمَا اِنَّكِ لَوۡ اَعۡطَیۡتِھَا اَخۡوَالَكِ كَانَ اَعۡظَمَ لِاَجۡرِكِ.[2]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا میمونہ بنتِ حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡھَا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک ولیدہ لونڈی آزاد کی اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اجازت طلب نہ کی، جب وہ دن آیا جس میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُن کے پاس تشریف لاتے تھے تو انہوں نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی ولیدہ آزاد کر دی ہے؟“

1 ... السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، باب امر اموال ہوازن... الخ، ص ۵۰۴ ملخصًا۔

2 ... بخاری، کتاب الھبۃ، باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا وعتقھا... الخ، ۲/ ۱۷۳، حدیث: ۲۵۹۲۔

ارشاد فرمایا: ”کیا تم نے یہ کام کر دیا ہے؟“ عرض کی: ”جی ہاں۔“ ارشاد فرمایا: ”اگر تم اسے اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو یہ تمہارے لیے اجر عظیم کا باعث ہوتا۔“ مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ اُمُّ المومنین حضرت میمونہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنی ولیدہ لونڈی آزاد کی۔ ولیدہ وہ لونڈی کہلاتی ہے جو اپنے مملوک غلام اور لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہو یعنی خانہ زاد۔ اُمُّ المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اجازت لیے بغیر اُس لونڈی کو آزاد کر دیا اور جب ان کی باری کے دن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے تو انہیں اس کی خبر دی۔ حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے معلوم کیا کہ کیا تم نے لونڈی آزاد کر دی ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عرض کی کہ جی ہاں! میں نے اسے آزاد کر دیا ہے۔ اس پر تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تم وہ لونڈی اپنے ماموؤں کو دے دیتی کیونکہ تنگیٔ حال کی وجہ سے انہیں خادم کی بہت ضرورت تھی، تو یہ تمہارے لیے اجرِ عظیم کا باعث ہوتا۔“[1]

صِلۂ رحمی غلام آزاد کرنے سے افضل:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مذکورہ حدیثِ پاک میں صلہ رحمی کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ صلہ رحمی کرنا غلام آزاد کرنے سے افضل ہے۔ نیز ماں کے عظیم مرتبہ اور حق کی وجہ سے ماں کے عزیز و اقارب کو زیادہ توجہ دینی چاہیے اور ان کے ساتھ زیادہ بھلائی کرنی چاہیے اور اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے صدقہ و خیرات کرنا جائز ہے۔“[2]

رشتہ داروں کو صدقہ دینا کب افضل ہے؟

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی علامہ ابنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْجَوَاد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”رشتہ داروں کو صدقہ دینا بہ نسبت غیر رشتہ داروں کے افضل ہے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور رشتہ

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب افضل الصدقۃ، ۴/۴۲۲، تحت الحدیث: ۱۹۳۵ ملخصًا۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد، ۴/۸۶، الجزء السابع ملتقطًا۔

داروں کو دینا صدقہ اور صلہ رحم دونوں ہے۔" مگر یہ حکم مطلقًا درست نہیں اگر کوئی مسکین رشتہ دار سے زیادہ محتاج وضرورت مند ہے تو اس صورت میں مسکین کو دینا افضل ہو گا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا: "کیوں نہیں اسے دے کر اپنی بھتیجی کو بکری چرانے سے نجات دلائی۔" اس سے معلوم ہوا کہ ان کے کچھ رشتہ دار زیادہ ضرورت مند تھے، اس لیے ان پر صدقہ کرنا افضل فرمایا۔"[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "رشتہ داروں پر صدقہ کرنا مطلقًا افضل نہیں بلکہ بعض صورتوں میں عام مسکین کو دینا زیادہ افضل ہوتا ہے جیسا کہ جب کوئی مسکین محتاج ہو اور اگر اسے صدقہ دیا جائے تو صدقہ کا نفع اس کے ساتھ دیگر افراد کو بھی ہو گا تو اس صورت میں اس مسکین کو دینا زیادہ افضل ہے لیکن مذکورہ حدیثِ پاک میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمُّ المومنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو رشتہ داروں پر صدقہ کرنے کا اس لیے فرمایا کہ وہ زیادہ مستحق تھے اس لیے انہیں صدقہ دینا زیادہ بہتر تھا۔ تو حق یہ ہے کہ رشتہ داروں کو صدقہ دینا افضل ہے یا عام مساکین کو اس میں افضلیت کا اعتبار حالات کے لحاظ سے ہو گا یعنی جو زیادہ مستحق ہے اسے دینا زیادہ بہتر ہے۔"[2]

شادی شدہ عورت کا اپنے مال میں تَصَرُّف:

مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت شارحینِ حدیث نے شادی شدہ عورت کے اپنے مال میں شوہر کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا مسئلہ بھی بیان فرمایا ہے کہ شادی شدہ عورت اپنے مال میں شوہر کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتی ہے کیونکہ اس عورت اور بالغ مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں، جس طرح ایک عقلمند بالغ مرد اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے اسی طرح یہ عورت بھی اپنے مال میں بغیر اجازت تصرف کر سکتی ہے۔[3]

مدنی گلدستہ

"کریم" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1. ... نزہۃ القاری، ۳/ ۶۳۷ ملخصًا۔
2. ... دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلۃ الرحم، ۲/ ۱۲۰، تحت الحدیث: ۳۲۵ ملخصًا۔
3. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الھبۃ وفضلھا۔۔۔الخ، باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا۔۔۔الخ، ۷/ ۱۰۷ ملخصًا۔

(1) جب رشتہ دار ضرورت مند ہوں تو ان ہی پر صدقہ کرنا چاہیے۔

(2) رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا عام مسکین پر صدقہ کرنے سے افضل ہے لیکن جب کوئی مسکین زیادہ حاجت مند ہو تو اسی کو صدقہ دینا افضل ہے۔

(3) ماں کے عظیم مرتبے کے پیشِ نظر اس کے رشتہ داروں کے ساتھ زیادہ صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

(4) بیوی اپنے مال میں شوہر کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتی ہے۔

دعا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے محتاج رشتہ داروں پر صدقہ کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:325

مُشرِکہ ماں کے ساتھ صلہ رحمی

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُ اُمِّیْ؟ قَالَ: نَعَمْ صِلِیْ اُمَّکِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اسماء بنت ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں میرے پاس میری ماں آئی اور اس وقت وہ مشرکہ تھی تو میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کرتے ہوئے عرض کی: ”میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اسے کچھ طمع ہے، کیا میں اپنی ماں سے صلہ رحمی کروں؟“ ارشاد فرمایا: ”ہاں، اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔“

کافر والدین سے بھی صِلہ رحمی لازم ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیثِ پاک کے

[1] . . . بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا۔۔۔الخ، باب الھدیۃ للمشرکین، ٢/ ١٨٢، حدیث: ٢٦٢٠ بدون: قدمت علیّ امی۔

تحت فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ کافر و مشرک ماں باپ کی بھی خدمت اولاد پر لازم ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مشرک باپ کو بت خانہ لے نہ جائے مگر جب وہاں پہنچ چکا ہو تو وہاں سے گھر لے آئے کہ لے جانے میں بت پرستی پر مدد ہے اور لے آنے میں خدمت ہے، دوسرے عزیز و قرابت دار بھی اگر مشرک و کافر ہوں مگر محتاج ہوں تو ان کی مالی خدمت کرے۔“[1] علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث سے واضح ہوا کہ کافر ماں باپ سے صلہ رحمی کرنا جائز ہے بلکہ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ والدین اگر کافر ہوں اور محتاج ہوں تو ان کا نان نفقہ مسلمان بیٹے پر واجب ہے۔“[2]

مُشرِک والدین سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے:

حضرت **عبد اللہ** بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اسی موقع پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْؕ﴾ (پ٢٨، الممتحنۃ: ٨)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔

مشرک والدین اور عزیز و اقارب سے تحفے تحائف قبول کرنا اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا جائز ہے یعنی مُجَرَّد مُعَامَلَت، دنیاداری اور خون کے رشتہ کے میلِ طبعی کی بنا پر سلوک کرنا جائز ہے۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ریشمی حُلّہ بطورِ ہدیہ عطا فرمایا، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ حُلّہ اپنے رضاعی کافر بھائی کو بھجوا دیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اپنے کافر و مشرک بھائی بہن، ماں باپ کو ہدیہ دینا جائز ہے۔ واضح ہو کہ مُجَرَّد مُعَامَلَت ہر کافر سے جائز ہے یعنی اگر کسی قسم کا دِینی و دُنیوی نقصان کا اندیشہ نہ ہو اور نہ ہی اس میں اعانت کفر ہو اور نہ نقصانِ اسلام و شریعت ہو۔

کافِر والدین کی اِطاعت کا حکم:

کافر والدین سے بھی بہر حال نیک سلوک کرنا واجب ہے لیکن ان معصیت و شرک میں اطاعت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٥١٧۔

2 ... فیوض الباری، ١٠/ ١٥٦۔

نہیں کی جائے گی، قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنۡ تُشۡرِكَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَ صَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫ (پ۲۱، لقمٰن:۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر والدین کفر و شرک کا حکم کریں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے کیونکہ خالق کی نافرمانی کرنے میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے البتہ کافر مشرک والدین کے ساتھ حُسنِ اخلاق، حُسنِ سلوک، اِحسان وتحمل کے ساتھ پیش آنا لازم ہے۔ امام نخعی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا کہ جائز بات میں کافر و مشرک والدین کی اطاعت بھی واجب ہے۔ ماں باپ، اولاد، بھائی بہن سے طبعی اور قدرتی لگاؤ ہوتا ہے اگرچہ وہ کافر و مشرک ہی کیوں نہ ہوں۔ چونکہ یہ انسان کے اختیار کی بات نہیں اس لیے اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا اور اس میلِ طبعی کی بنا پر انہیں ہدیہ وغیرہ دینا اور نیک سلوک کرنا جائز ہے۔ غزوۂ بدر میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت سَیِّدُنا عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ بھی قیدیوں میں شامل تھے۔ (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے) حضرت سَیِّدُنا عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی کراہ سن کر حضورِ اقدس صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم رات کو آرام نہ فرما سکے، صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے جب حضور کی یہ کیفیت دیکھی تو حضرت سَیِّدُنا عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی گرہ کھول دی تب جاکر آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو سکون ہوا۔ حضرت سَیِّدُنا عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کے ساتھ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا یہ رویہ خون کے رشتے کا تقاضا تھا۔

کُفّار سے دوستی و محبت حرام ہے:

واضح ہو موالات، محبت و دوستی ہر کافر و مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مُطِیعِ اِسلام ہو حتی کہ اپنا باپ، بیٹا، بیوی، بہن یا بھائی ہی کیوں نہ ہو، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَ لَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ

ترجمۂ کنزالایمان: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان

عَشِیْرَتَھُمْ ؕ (پ۲۸، المجادلۃ: ۲۲) کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کُنبے والے ہوں۔

مطلب یہ کہ مؤمنین کی یہ شان نہیں کہ وہ اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے محبت رکھیں۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا کردار اور اُن کی سیرت اس آیت مبارکہ کی سچی تصویر تھی۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنَا ابو عُبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنگ اُحد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا، مصعب بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمیر کو قتل کیا، حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روزِ بدر قتل کیا اور حضرت علی بن ابو طالب و حمزہ و ابو عبیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے رَبیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر میں قتل کیا جو ان کے رشتہ دار تھے۔[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند فوائد:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک سے چند فوائد حاصل ہوئے: (1) جس طرح مسلمان ماں سے صلہ رحمی کرنا جائز ہے اسی طرح کافرہ ماں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنا جائز ہے۔ (2) یہ حدیث پاک اُن علماء کی مستدل ہے کہ جو مسلمان بیٹے پر کافر ماں باپ کا نفقہ واجب کرتے ہیں۔ (3) رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ (4) اِس حدیث پاک میں سَیِّدَتُنا اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی فضیلت ہے کہ انہوں نے کافر ماں سے صلہ رحمی کرنے کے بارے میں غور و فکر کیا اور یہی آپ کی شانِ عظمی کے لائق تھا کہ آپ سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی بیٹی اور حضرتِ سَیِّدُنا زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ ہیں۔“[2]

”بغداد“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دِینِ اسلام میں کافر والدین کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

(2) کافر و مشرک ماں باپ سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے نیز کفار سے ایسا لَین دَین جائز ہے جس سے دِینی اور

---

1 . . . فیوض الباری، ۱۰/ ۱۵۳ تا ۱۵۵ ملخصاً۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الھبۃ وفضلھا۔۔۔الخ، باب الھدیۃ للمشرکین، ۹/ ۴۴۵، تحت الحدیث: ۲۶۲۰۔

دنیاوی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

(3) کافر والدین اگر محتاج ہوں تو مسلمان بیٹے پر ان کی کفالت کرنا لازم ہے۔

(4) ماں باپ کے علاوہ اگر رشتہ داروں میں سے بھی کوئی کافر اور محتاج ہو تو اس کی بھی مالی خدمت کی جائے۔

(5) دِینی مخالفت کے باوجود رشتہ داری کا لحاظ رکھنا لازم کیا گیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے والدین کی خدمت کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 326

رشتے دار پر صدقہ کرنے کا دُگنا اجر ہے

وَعَنْ زَیْنَبَ الثَّقَفِیَّۃِ امْرَاَۃِ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَعَنْہَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِیِّکُنَّ، قَالَتْ: فَرَجَعْتُ اِلٰی عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقُلْتُ لَہُ: اِنَّکَ رَجُلٌ خَفِیْفُ ذَاتِ الْیَدِ، وَاِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَۃِ فَاْتِہٖ، فَاسْاَلْہُ فَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ یُجْزِئُ عَنِّیْ وَاِلَّا صَرَفْتُہَا اِلٰی غَیْرِکُمْ، فَقَالَ عَبْدُ اللہِ: بَلِ ائْتِیْہِ اَنْتِ، فَانْطَلَقْتُ، فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاجَتِیْ حَاجَتُہَا، وَکَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِیَتْ عَلَیْہِ الْمَہَابَۃُ، فَخَرَجَ عَلَیْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَا لَہُ: ائْتِ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبِرْہُ اَنَّ امْرَاَتَیْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِکَ: اَتُجْزِئُ الصَّدَقَۃُ عَنْہُمَا عَلٰی اَزْوَاجِہِمَا وَعَلٰی اَیْتَامٍ فِیْ حُجُوْرِہِمَا؟ وَلَا تُخْبِرْہُ مَنْ نَحْنُ، فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَہُ، فَقَالَ لَہُ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ ہُمَا، قَالَ: امْرَاَۃٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَیْنَبُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّ الزَّیَانِبِ ہِیَ؟ قَالَ: امْرَاَۃُ عَبْدِ اللہِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَہُمَا اَجْرَانِ: اَجْرُ الْقَرَابَۃِ وَاَجْرُ الصَّدَقَۃِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ حضرت سَیِّدَتُنا زینب ثَقَفِیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے عورتوں کی

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج۔۔۔الخ، ص ۵۰۱، حدیث: ۱۰۰۰۔

جماعت! صدقہ کیا کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہی کرو۔ " فرماتی ہیں: " میں حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ " آپ خالی ہاتھ اور تنگدست آدمی ہیں اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا آپ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پوچھ آئیں کہ اگر میرا آپ (اور آپ کی اولاد) پر صدقہ کرنا جائز ہے تو ٹھیک، ورنہ میں آپ لوگوں کے علاوہ کسی اور کو صدقہ دے دوں۔ " حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: " تم خود جاؤ۔ " فرماتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ ایک انصاری خاتون سرکار دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قدرتی ہیبت عطا کی گئی تھی (جس کی وجہ سے ہم خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی جرأت نہ کر سکیں) اتنے میں حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ باہر تشریف لائے تو ہم نے ان سے عرض کی: " **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں جا کر عرض کیجئے کہ دو۲ عورتیں دروازے پر کھڑی ہیں، آپ سے یہ مسئلہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور زیرِ کفالت یتیموں پر مال خرچ کریں تو کیا یہ صدقہ ہو جائے گا؟ اور یہ نہ بتایئے گا کہ ہم کون ہیں۔ " حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ معلوم کیا تو رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: " وہ عورتیں کون ہیں؟ " عرض کی: " ایک انصاری خاتون ہیں اور دوسری حضرت زینب ہیں۔ " **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: " کون سی زینب؟ " عرض کی: " حضرت **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ۔ " رَحمتِ عالَم نُورِ مُجَسَّم شاہ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: " ان کے لیے دو اجر ہیں۔ ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقہ کرنے کا۔ "

افضل واکمل صدقہ:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے حدیثِ پاک کی جو شرح فرمائی اسی کی روشنی میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ حضرت سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے شوہر حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: " آپ کچھ مسکین اور تنگدست انسان ہیں اور **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا آپ وہاں حاضر ہو

کر پوچھ آئیں کہ ازدواجی اعتبار سے میرا ہر چیز میں آپ کے ساتھ اشتراک ہے، اس کے باوجود میرا آپ پر اور آپ کی اولاد پر صدقہ کرنا ثواب کے لیے کافی ہو گا یا نہیں، اگر کافی ہو گا تو میں آپ لوگوں پر اپنا مال صرف کر دیتی ہوں اور اگر کافی نہیں تو میں دوسرے لوگوں پر خرچ کر دیتی ہوں۔" حضرت سیدنا **عبد اللّٰہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (گویا کہ شرم وحیاء کی بنا پر) فرمایا: "میں نہیں بلکہ تم ہی جاؤ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ مسئلہ دریافت کر لو۔" حضرت سَیِّدَتُنا زینب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے جو سیدنا بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ کہا کہ ان کی خدمت میں ہمارا نام عرض نہ کیجئے گا۔ تاکہ وہ ہمیں اپنے پاس بلانے کی تکلیف محسوس نہ کریں اور ہماری وجہ سے ان کا وقت ضائع نہ ہو۔ چونکہ بہت سی صحابیات کا نام زینب تھا اس لیے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کون سی زینب؟" عرض کی: حضرت **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ۔ تب رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہاں انہیں کافی ہو گا اور انہیں دو اَجر ملیں گے، ایک رشتہ داری کا اور دوسرا صدقہ کرنے کا، لہٰذا ان پر صدقہ کرنا دوسروں پر صدقہ کرنے سے افضل واکمل ہو گا۔"[1]

عورت کے استعمالی زیور پر زکاۃ فرض ہے:

ظاہر یہ ہے کہ اس حدیثِ پاک میں نفلی صدقہ مراد ہے اور اگر صدقہ سے زکوۃ مراد ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (سونے اور چاندی کا) جو زیور عورت کے استعمال میں ہے اس پر بھی زکوۃ فرض ہے خواہ وہ زیور اس نے خود خریدا ہو یا کسی اور نے جیسے میکے یا سُسرال والوں نے اُسے اِس زیور کا مالک بنا دیا ہو اور یہ زکوۃ خود اس عورت پر فرض ہے اس کے شوہر پر نہیں۔ مذکورہ حدیث پاک کے علاوہ یہاں مزید دو ایسی احادیث ملاحظہ ہوں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سونے چاندی سے بنے ہوئے استعمالی زیورات پر بھی زکوۃ فرض ہے۔ (1) چنانچہ اُم المومنین حضرتِ سَیِّدَتُنا اُمّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی، (ایک دن) میں نے عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا یہ (وہ) کنز ہے (جس کے متعلق وعید آئی ہے)؟" ارشاد فرمایا: "جو زکوۃ ادا کیے جانے کی حد کو پہنچ جائے اور (اس کی) زکوۃ ادا کر دی

---

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الزکاۃ، باب افضل الصدقة، ۲/ ۶۸، ۶۹ ملخصًا۔

جائے تو وہ کنز نہیں۔“[1] (2) دوسری حدیث پاک میں ہے کہ دو عورتیں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم ان کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟“ انہوں نے عرض کی: ”نہیں۔“ ارشاد فرمایا: ”کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟“ عرض کی: ”نہیں۔“ ارشاد فرمایا: ”تو تم اُن کی زکوۃ ادا کرو۔“[2]

ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے ہر اسلامی بہن کو چاہیے کہ اگر نصاب کی مقدار سونے یا چاندی کے زیورات اس کی ملکیت میں موجود ہیں خواہ وہ اس کے استعمال میں ہوں یا نہ ہوں، یونہی اگر نصاب کی مقدار سے سونے چاندی کے زیورات کم ہوں لیکن دوسرے اموالِ زکوۃ کے ساتھ مل کر نصاب کی مقدار کو پہنچ جاتے ہوں تو وہ ان کی زکوۃ ضرور ادا کرے تاکہ قیامت کے دن آگ کے زیورات پہننے سے بچ سکے۔ دعا ہے کہ **اللہ** تعالیٰ ہمیں فرض ہونے والی زکوۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

غنی ہونے میں مالداری کا اعتبار:

مُفَسِّر شہیر مُحدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اسی کلام کی شرح میں فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی۔ دیکھو حضرت ابن مسعود (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابنِ مسعود (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) مسکین تھے۔“[3]

خود مسئلہ نہ پوچھنے کی وجہ:

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے زوجہ کے کہنے پر خود مسئلہ پوچھنے سے منع فرمادیا اور اپنی زوجہ سے ہی فرمایا کہ وہ خود جا کر مسئلہ پوچھ لیں۔ **عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”ممکن ہے کہ آپ نے اس لیے منع کیا ہو کہ (یہ سوال کرنے پر) بعض لوگ انہیں لالچی نہ سمجھ لیں۔“[4]

---

1 . . . ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ماھو؟ وزکاۃ الحلی، ۲/۱۳۷، حدیث: ۱۵۶۴۔

2 . . . ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی زکاۃ الحلی، ۲/۱۳۲، حدیث: ۶۳۷۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۱۱۸۔

4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب افضل الصدقۃ، ۴/۴۲۴، تحت الحدیث: ۱۹۳۴۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: **ایک یہ** کہ شوہر اپنی بیوی سے گھر سے باہر کا ضروری کام بھی کرواسکتا ہے جبکہ عورت پردہ وحجاب میں رہتے ہوئے کرے۔ **دوسری یہ** کہ جب شرعی مسئلہ پوچھنے میں کوئی مانع ہو تو خود پوچھنے کے بجائے کسی دوسرے کے ذریعے معلوم کروالینا بھی درست ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مذی کا مسئلہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھوایا۔[1]

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیبت:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کے دلوں میں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیبت ڈال دی تھی جس کی وجہ سے ہر شخص اجازت کے بغیر خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے اور عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا اور آپ کی بارگاہ میں حاضرین بھی ایسے خاموش اور باادب بیٹھا کرتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ سرکارِ دوعالَم، نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انتہائی بااَخلاق اور بہت ہی رحم وکرم فرمانے والے تھے۔ یہاں موضوع کی مناسبت سے سید المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیبت سے متعلق صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے دو واقعات ملاحظہ ہوں، چنانچہ حضرت سَیِّدُنا براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں کسی کام کے بارے میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیبت کے سبب کئی برسوں تک اسے مؤخر کرتا رہا۔''[2]

حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلال و ہیبت والا کوئی نہ تھا۔ میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہیبت کے سبب آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔''[3]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۱۱۹ ملخصاً۔

2 ... الشفاء بالتعریف حقوق المصطفیٰ، الباب الثالث، ۲/۴۰۔

3 ... مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ وکذا الھجرۃ والحج، ص ۷۵، حدیث: ۱۲۱۔

”عرفات“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) عورت کے استعمالی زیور پر بھی زکوۃ فرض ہے۔

(2) بیوی کے غنی ہونے سے شوہر غنی شمار نہیں ہو گا بلکہ ہر ایک کی اپنی مالداری کا اعتبار ہے۔

(3) شوہر اپنی بیوی سے باہر کا ضروری کام کرواسکتا ہے جبکہ وہ پردہ وحجاب میں رہتے ہوئے کرے۔

(4) جب کوئی مانع ہو تو شرعی مسئلہ خود پوچھنے کے بجائے دوسرے کے ذریعے معلوم کروایا جاسکتا ہے۔

(5) حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے خاص ہیبت عطا فرمائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے گھر والوں پر اچھی نیت کے ساتھ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور شرعی مسائل سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 327

صلہ رحمی کرنے کا حکم

وَعَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّۃِ ھِرَقْلَ اَنَّ ھِرَقْلَ قَالَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ: فَمَاذَا یَاْمُرُکُمْ بِہٖ؟ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُلْتُ: یَقُوْلُ: اُعْبُدُوا اللّٰہَ وَحْدَہٗ، وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ آبَاؤُکُمْ، وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلَاۃِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالصِّلَۃِ.(1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوسفیان صخر بن حرب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ واقعہ ہرقل کی ایک طویل حدیث پاک روایت کرتے ہیں کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا: ”وہ یعنی حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟“ حضرت سَیِّدُنا ابوسفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

(1) ... بخاری، کتاب بدء الوحی، باب: ۶، ۱/ ۱۰، حدیث: ۷۔

فرماتے ہیں: ”میں نے کہا: وہ فرماتے ہیں کہ ایک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہارے آباؤ اجداد جو کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز ادا کرنے، سچ بولنے، پاک دامن رہنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔“

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیمات:

مذکورہ حدیثِ پاک ایک طویل حدیثِ مبارکہ کا کچھ حصہ ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے مکہ سے آئے ہوئے تجارتی قافلے والوں کو اپنے دربار میں بلایا تاکہ ان سے حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حالات دریافت کرے، اس قافلے میں حضرت سَیِّدُنا ابو سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بھی شریک تھے جو کہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ یہ چونکہ دیگر قافلے والوں کے مقابلے میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیادہ قریبی تھے اس لیے ہرقل بادشاہ نے ان سے ہی سوال وجواب کیے، پہلے اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حالات معلوم کیے اور اس کے بعد حضرت سَیِّدُنا ابو سفیان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے آپ کی تعلیمات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وہ باتیں بیان کیں جو اوپر حدیثِ پاک میں مذکور ہیں اور ان کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سارے انسانوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ ایمان لاکر عبادات کرو اور اپنے اخلاق درست کرلو۔

صلہ رحمی کے فضائل:

مذکوہ حدیثِ پاک کے آخر میں صلہ رحمی کرنے کا بھی حکم ارشاد فرمایا۔ صلہ رحمی کے فضائل پر تین فرامینِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: (1) ”جو اپنی عمر میں اضافہ، رزق میں کشادگی اور بُری موت سے تحفظ چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔“[1] (2) ”نیکی اور صلہ رحمی کرنا قیامت کے دن بُرے حساب سے بچاتے ہیں۔“[2] (3) ”اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو اور آپس میں صلہ رحمی کرو کیونکہ صلہ رحمی سے زیادہ جلد کسی چیز کا ثواب نہیں ملتا، ظلم سے بچتے رہو کیونکہ ظلم

---

1. . . مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۱/۳۰۲، حدیث: ۱۲۱۲۔
2. . . تاریخ ابن عساکر، عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ۔۔۔الخ، ۳۶/۲۴۳ مختصرا۔

سے زیادہ جلد کسی گناہ کی سزا نہیں ملتی اور والدین کی نافرمانی سے بچتے رہو۔ جنت کی خوشبو ایک ہزار (1000)سال کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے مگر خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! والدین کا نافرمان، قطع رحمی کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر کی وجہ سے تہبند لٹکانے والا جنت کی خوشبو نہ پاسکے گا، بے شک کبریائی تمام جہانوں کے پروردگار اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہے۔"[1]

نوٹ: مذکورہ حدیثِ پاک کی تفصیلی شرح کے لیے فیضان ریاض الصالحین، جلد اول، حدیث نمبر 55 ملاحظہ کیجئے۔

مدنی گلدستہ

امام "حسین" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایمان، عبادات اور اخلاقیات سبھی کی تعلیم دیتے ہیں۔

(2) صلہ رحمی کرنے کی برکت سے آدمی بُری موت سے محفوظ رہتا ہے۔

(3) نیکی اور صلہ رحمی قیامت کے دن بُرے حساب سے بچائیں گے۔

(4) نیک اعمال میں صلہ رحمی سے زیادہ جلد کسی چیز کا ثواب نہیں ملتا اور گناہوں میں ظلم سے زیادہ جلد کسی گناہ کی سزا نہیں ملتی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں صلہ رحمی کرنے اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:328

اہل مصر کے ساتھ رشتہ داری ہے

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّکُمْ سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضًا یُذْکَرُ

[1] . . . المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۴/۱۸۷، حدیث: ۵۲۶۴۔

فِيهَا الْقِيرَاطُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ: سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِيَ اَرْضٌ يُسَمَّى فِيهَا الْقِيرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَيْرًا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰى اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا اَوْ قَالَ: ذِمَّةً وَصِهْرًا.[1] قَالَ الْعُلَمَاءُ: اَلرَّحِمُ الَّتِيْ لَهُمْ كَوْنُ هَاجَرَ اُمِّ إِسْمَاعِيلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ، "وَالصِّهْرُ" كَوْنُ مَارِيَةَ اُمِّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ.

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "عنقریب تم ایک ایسی زمین فتح کروگے جس میں قیراط کا بہت ذکر کیا جاتا ہے۔" ایک روایت میں ہے: "عنقریب تم مصر فتح کروگے اور یہ وہ سرزمین ہے جس میں قیراط کا بہت نام لیا جاتا ہے، تو تم اس کے باشندوں سے بھلائی کرنا کیونکہ ان سے معاہدہ بھی ہے اور رشتہ داری بھی۔" اور ایک روایت میں ہے: "جب تم مصر فتح کرلو تو اس کے باشندوں سے حسن سلوک کرنا کیونکہ ان سے معاہدہ اور رشتہ داری ہے۔" (راوی کہتے ہیں) یا یہ فرمایا کہ ان سے معاہدہ اور سسرالی رشتہ داری ہے۔" علماء فرماتے ہیں: (مصر والوں سے نسبی) رشتہ داری یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ حضرت سَیِّدَتُنا حاجرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اہلِ مصر میں سے تھیں اور سُسرالی رشتہ داری یہ ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے شہزادے حضرت سَیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی والدہ حضرت سَیِّدَتُنا ماریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا تعلق مصر سے تھا۔

فتحِ مصر سے متعلق غیبی خبر:

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ تم عنقریب مصر کو فتح کروگے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان میں ایک سرزمین کے فتح ہونے کی خبر دی ہے جو کہ غیب کی خبر ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہ غیبی خبروں میں سے ایک خبر ہے اور سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے اور بے شک حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جیسی خبر دی ویسا ہی واقع ہوا۔"[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باھل مصر، ص ۱۳۷۶، حدیث: ۲۵۴۳۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلۃ الرحم، ۲/۱۶۷، تحت الحدیث: ۳۲۹۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس سے معلوم ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی خبریں دی ہیں جو کہ حرف بہ حرف پوری بھی ہوئی ہیں۔ اس مسئلے سے متعلق دلائل کے ساتھ تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے فتاوی رضویہ شریف کی 29ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کے ان دو رسائل کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہے: (1) خَالِصُ الْاِعْتِقَاد۔ اس رسالے میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے علم غیب سے متعلق 120 دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ (2) اِزَاحَۃُ الْعَیْب بِسَیْفِ الْغَیْب۔ اس رسالے میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے علمِ غیب پر دلائل دینے کے ساتھ منکرین علمِ غیب کا شاندار رد بھی فرمایا ہے۔

قیراط اور اس کا ذکر کیے جانے کا معنیٰ:

دو عالَم کے مالک و مختار، مکی مَدَنی سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تم جو زمین فتح کرو گے اس میں قیراط کا نام بہت لیا جاتا ہے۔'' **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''قیراط بہت چھوٹا سا وزن ہے یعنی دینار کا بیسواں حصہ یعنی وہاں کے تاجرین بہت ہی بے مروت ہیں کسی کی رعایت رتی بھر بھی نہیں کرتے، قیراط تک کا حساب کرتے رہتے ہیں اگرچہ وہ چند رتی کا ہو، یہ کہتے رہتے ہیں اتنی چھٹانک اتنی رتی۔ معلوم ہوا کہ اہلِ مصر معاملات میں بہت سخت ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ تاجر کو سخت گیر ہونا نہیں چاہیے معمولی چیزوں میں تولہ رتی کا حساب نہ کرے، سونا چاندی اور چیز ہے اس میں رتی کا بھی حساب لگتا ہے۔''[1]

اہلِ مصر سے بھلائی اور نیک سلوک کے دو اسباب:

مذکورہ حدیثِ پاک میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مصر والوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اور اس کے دو سبب بیان فرمائے: (1) ایک یہ کہ مصر والوں کے ساتھ سُسرالی رشتہ داری ہے، کیونکہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی باندی حضرت سَیِّدَتُنا ماریہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا مصر سے آئی تھیں اور آپ سے ہی فرزند رسول حضرت سَیِّدُنا ابراہیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پیدا ہوئے۔ جب نبی

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۲۳۱۔

کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صاحب مصر مقوقس کو اسلام کی دعوت پر مبنی خط بھیجا تو جواب میں اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف ہدیہ میں دو کنیزیں بھیجیں، ایک حضرت ماریہ اور دوسری سیرین، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سیرین حضرت حَسّان بِن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عطا فرمادی اور حضرت ماریہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اپنے پاس رکھا۔ (2) دوسرا سبب یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ حضرت سَیِّدَتُنا ہاجرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بھی مصر سے ہی تھیں۔ یوں ان سے نسبی رشتہ بھی ہے اور اس رشتہ کا تقاضا یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کیا جائے۔ ‘‘[1]

سُسرالی رشتے کا بھی احترام کیا جائے:

مذکورہ حدیثِ پاک سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: (1) ایک یہ کہ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے نسبی رشتے کی طرح سسرالی رشتے کا بھی احترام کرے، ساس سسر کو اپنا ماں باپ سمجھے، ان کی قرابت داروں کو اپنا عزیز جانے بلکہ ان کی بستی کا وہاں کے باشندوں کا احترام کرے کہ وہ ساس و سسر کے ہم وطن ہیں۔ (2) دوسرے یہ کہ نبی کے رشتہ داروں بلکہ نبی کے ملک والوں کا بھی ادب کرے لہذا ہم پر لازم ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اولاد کا، مکہ مکرمہ والوں کا احترام و ادب کریں، ان کی سختی پر تحمل کریں، اہل عرب کی سختی پر تحمل کرنے والوں کے لیے شفاعت کا وعدہ ہے۔ وہ لوگ کیسے ہی سہی مگر ہمارے رسول کے اہل وطن ہیں حضور کے پڑوسی ہیں۔ ایک بزرگ گولڑوی غلام محی الدین صاحب حج کے بعد جناب حلیمہ سعدیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گاؤں پہنچے وہاں سات دن قیام کیا ہر روز الگ الگ جماعتوں کی دعوت فرماتے رہے حتی کہ ایک دن وہاں کے کتوں کی دعوت کی، خود انہیں کھلاتے تھے روتے جاتے تھے کہ یہ جناب حلیمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے وطن کے کتے ہیں ان سب باتوں کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ غرض یہ کہ وہاں کے در و دیوار کی عزت کرے۔ افسوس! ان بے دینوں پر جو ازواجِ پاک یا صحابہ کبار کی بُرائیاں کرتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے حضور کو ایذا ہوتی ہے۔ ‘‘[2]

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلة الرحم، ۱۶۹/۲، تحت الحدیث: ۳۲۹ ملخصًا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۲۳۱ ملخصًا۔

سُسرالیوں کے لیے آزمائش:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ انسان کو اپنی زوجہ کے والدین اور قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہیے لیکن افسوس! ہمارے معاشرے میں اس حوالے سے صورت حال یہ ہے کہ سسرالیوں کی ایک تعداد اپنے دامادوں کی ترش روی، سنگ دلی اور من مانی سے پریشانی کا شکار ہے، پہلے داماد صاحب نت نئے تقاضے کر کے اور بات بات پر منہ بگاڑ کے اپنے سسرال والوں کے لیے وبال جان بنتے ہیں، پھر انہیں دھمکیاں لگا لگا کر اپنے مطالبات ماننے پر مجبور کرتے ہیں اور مطالبات پورے نہ ہونے پر ان کی نور نظر کی زندگی اندھیر بنا دیتے ہیں، پھر ان کی بیٹی کو طلاق کی سند تھما کر گھر سے نکال دیتے ہیں اور اس کے بعد بھی انہیں آئے دن تنگ کرنے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں اور اگر کوئی داماد اپنے سسرال والوں کا خیال رکھتا ہے اور انہیں عزت و احترام سے نوازتا اور مشکلات میں ان کا ساتھ دیتا ہے تو اپنے گھر میں اس کی یوں شامت آجاتی ہے کہ اس کے ماں باپ اور بہن بھائی یہ الزامات لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ تو بس اپنے سسرال والوں کا ہی ہو کر رہ گیا ہے، انہوں نے تعویز گنڈے اور جادو کروا کے ہمارے بیٹے کو ہم سے چھین لیا ہے، اپنی ساس کی بہت خدمت کرتا اور سگی ماں کو تمیز سے بلانا تک پسند نہیں کرتا وغیرہ۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمام مسلمانوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ نے غیب کی جو خبریں دی ہیں وہ حرف بحرف پوری بھی ہوئی ہیں۔

(2) تاجر کو چاہیے کہ وہ سخت گیر نہ ہو اور معمولی چیزوں میں قلیل وزن کا حساب نہ کرے۔

(3) نسبی رشتہ داروں کی طرح سسرالی رشتہ داروں سے بھی بھلائی اور نیک سلوک کرنا چاہیے۔

(4) حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اولاد اور آپ کے ہم وطنوں کی بھی تعظیم و توقیر کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نرم مزاج اور سخی بنائے اور اپنے نسبی و سسرالی دونوں رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:329

رشتہ داروں کو نیکی کی دعوت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ وَقَالَ: يَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ، يَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ. فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۙ۲۱۴﴾ (پ ۱۹، الشعراء: ۲۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ تو حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قریش کو بلایا۔ جب وہ جمع ہوگئے تو عام و خاص سبھی سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے عبد شمس کی اولاد! اے کعب بن لوی کی اولاد! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے مُرَّہ بن کعب کی اولاد! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے عبدِ مَناف کی اولاد! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے ہاشم کی اولاد! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے عبد المطلب کی اولاد! اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے فاطمہ! تم (بھی) اپنی جان کو جہنم کی آگ سے بچالو کیونکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چیزوں میں سے تمہارے لیے بذاتِ خود کسی چیز کا مالک نہیں ہوں البتہ میری تم سے رشتہ داری ہے اور عنقریب میں اس رشتہ داری کا فیض تم کو پہنچاؤں گا (یعنی تم سے صلہ رحمی کروں گا)۔''

---

[1] ... مسلم، کتاب الایمان، باب فی قولہ تعالی: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ، ص ۱۳۱، حدیث: ۲۰۴۔

عمومی اور خصوصی تبلیغ:

جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ حکم دیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قریش کو جمع فرمایا کیونکہ یہ عرب میں بہت عزت والے مانے جاتے تھے اور قریش میں ان مذکورہ خاندانوں کا بڑا وقار تھا اس لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں مخاطب فرماکر عمومی تبلیغ فرمائی۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس اجتماع میں عمومی تبلیغ بھی کی اور خصوصی بھی کہ اے فلاں اے فلاں قبیلہ والے لوگو ادھر آؤ ایمان قبول کرو اس سے معلوم ہوا کہ خصوصی تبلیغ بھی سنت ہے، حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو بھی تبلیغ فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو بھی اسلام کی تبلیغ کی جائے کیونکہ اس وقت حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا چھوٹی بچی تھیں نیز جب کسی خاص شخص یا قوم کے ایمان قبول کرنے سے دوسروں کے ایمان لانے کی امید ہو تو اسے خصوصی تبلیغ ضرور کی جائے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت میں اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ نے کافر بادشاہوں کو تبلیغی خطوط بھیجے۔[1]

اپنی جانوں کو آگ سے بچانے کے معنی:

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبائل قریش سے فرمایا: ''اپنی جانوں کو آگ سے بچالو،'' اس کے معنی یہ ہیں کہ کفر اور گناہوں کی وجہ سے جو عذاب ملنے والا ہے اس سے خلاصی حاصل کرو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لاکر، اس کی اطاعت کرکے اور اس کا حق عبودیت ادا کرکے۔''[2] (کیونکہ ایمان اور اطاعت جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یاد رہے کہ جس طرح کافروں پر لازم ہے کہ وہ توحید و رسالت پر ایمان اور اطاعتِ الٰہی بجالاکر اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں اسی طرح مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ وہ توحید و رسالت پر ثابت قدم رہیں اور **اللہ** تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی فرمانبرداری اختیار

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۸۰، ۱۸۱ ملخصًا۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلۃ الرحم، ۲/ ۱۶۹، تحت الحدیث: ۳۳۰۔

کرکے، عبادتیں بجالاکر اور گناہوں سے بازرہ کر اپنے آپ کو، نیز اپنے گھر والوں کو نیکی کی دعوت دے کر اور برائی سے منع کرکے اور انہیں علم و ادب سکھا کر جہنم کی آگ سے بچائیں، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۝ (پ٢٨، التحریم:٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ نیکیوں بھری زندگی گزارے، گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرے، اپنے گھر والوں کو بھی اس کی تعلیم دے، انہیں بھی نیکیاں کرنے کی ترغیب دلائے، گناہوں سے نفرت و بیزاری دلائے، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے۔

مدنی ماحول سے وابستہ ہوجائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کے اس پرفتن دور میں جہاں ہر طرف برائیوں کا دور دورہ ہے، بندہ نیکیوں سے دور اور گناہوں کے بہت قریب تر ہوتا جارہا ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوت اسلامی کا مدنی ماحول گویا نجات کا ایک راستہ ہے، دعوت اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہوکر بے شمار لوگ گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرکے نیکیوں بھری زندگی گزار رہے ہیں، آپ بھی دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے، اپنے گھر والوں کو بھی اسی ماحول سے وابستہ کر دیجئے، اپنے علاقے میں ہونے والے دعوت اسلامی کے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کو اپنا معمول بنالیجئے، روزانہ فکرِ مدینہ کرتے ہوئے مدنی انعامات کا رسالہ پر کیجئے اور اپنے ذمہ دار کو جمع کروانے اور ہر ماہ تین دن کے مدنی قافلے میں سفر کو اپنا معمول بنالیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس تمام نیک کاموں اور مدنی ماحول کی برکت سے، نیکیاں کرنے، گناہوں سے بچنے، ایمان پر استقامت حاصل کرنے، سنتوں کا پابند بننے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کڑھنے کا مدنی ذہن بنے گا۔

بری صحبتوں سے کنارہ کشی کر .... کے اچھوں کے پاس آکے پا مدنی ماحول

تمہیں لطف آ جائے گا زندگی کا .... قریب آ کے دیکھو ذرا مدنی ماحول

ایمان اور نیک اَعمال سے کوئی بے نیاز نہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** ”سب لوگوں کے سامنے علانیہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو تبلیغ فرمانے میں لوگوں کو یہ سنانا مقصود ہے کہ ایمان قبول کئے بغیر نبی سے قرابتداری بلکہ نبی کی اولاد ہونا بھی نجات کے لیے کافی نہیں۔ کنعان حضرت نوح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا بیٹا تھا مگر کفر کی وجہ سے جہنمی ہوگیا۔ جہنم سے نجات پانے کے لیے ایمان اور نیک اعمال کی ضرورت سب کو ہے جیسے کوئی شخص سید ہو یا غیر سید دھوپ، ہوا، پانی اور غذا سے مستغنی نہیں، یوں ہی کوئی شخص ایمان، قرآن اور اَعمال سے بے نیاز نہیں۔ آج اپنے کو اعمال سے بے نیاز ماننے والے غذا پانی ہوا سے بے نیاز بن کر دکھائیں بلکہ مر کر انسان ان چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے مگر حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے کہ قبر و حشر میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غلامی کا سوال ہوتا ہے۔“[1]

قیامت کے دن رسولُ اللہ کی شفاعت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا: ”اے فاطمہ! تم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو کیونکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اشیاء میں سے تمہارے لیے بذاتِ خود کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔“ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کسی کی شفاعت کرنے کا اختیار نہیں اور نہ ہی آپ اپنے قرابت داروں میں کسی کی شفاعت کریں گے۔ کیونکہ کثیر احادیثِ مبارکہ میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔ شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ خوف دلانے اور ڈرانے میں انتہا اور مبالغہ ہے ورنہ ان مذکورہ لوگوں میں سے بعض کے فضائل اور بہشت میں داخلہ سے متعلق احادیث وارد ہوئی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اُمَّت کے گناہ گاروں کے لیے سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت ہوگی، تو آپ کے عزیز و اَقارِب کے لیے بطریقِ اولیٰ ہوگی مگر اس کے باوجود

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۸۱ ملخصاً۔

بے پروائی ہو سکتی ہے، اس کے حال و مقام کے مطابق وعظ و نصیحت فرمائی۔“[1]

سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو تبلیغ:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی شہزادی حضرت سَیِّدَتُنَا فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے جو فرمایا۔ اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی اے فاطمہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا اور تم آخرت میں سزا کی مستحق ہو گئیں تو وہ سزا میں تم سے دفع نہیں کر سکتا اور تم عذابِ الٰہی سے نہیں بچ سکتیں۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں: ﴿**وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ**﴾ (پ ۹، الانفال: ۳۳) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور **اللہ** کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔“ کیونکہ اس آیت میں دنیاوی عذاب مراد ہے۔ حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی برکت سے کفار پر دنیاوی عذاب نہیں آتا اور مذکورہ حدیث میں اُخروی عذاب مراد ہے اور نہ یہ حدیث اِس حدیثِ شَفاعت کے خلاف ہے: ”**شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ** کہ میری شفاعت میری اُمَّت کے گناہ کبیرہ والوں کو بھی پہنچے گی۔“ کہ وہاں اُمَّت کا ذکر ہے یہاں کفار کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خدمت گار کافر کا عذاب ہلکا ہو سکتا ہے مگر دفع نہیں ہو سکتا۔ ابو طالب کا عذاب بہت ہلکا ہے، ابو لہب کو پیر کے دن عذاب ہلکا دیا جاتا ہے اور انگلی سے پانی ملتا ہے۔ ابو طالب نے خود حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت کی اور ابو لہب کی لونڈی **ثُوَیْبَہ** نے حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو دودھ پلایا، بہر حال یہ حدیث بالکل برحق ہے، اِن آیات و اَحادیث کے خلاف نہیں۔“[2]

فرمانِ مصطفےٰ کا معنیٰ:

حضور نبی رحمت **شَفِیْعِ اُمَّت** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کا ایک معنی یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کے بغیر ذاتی طور پر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، البتہ جن چیزوں کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو مالک کر دیا ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ضرور اُن کے مالک ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے

---

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الرقاق، باب درلواحق ومتممات باب سابق، ۴/۲۹۳ ملخصًا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/۱۸۱ ملخصًا۔

کل بروزِ قیامت گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اِسی طرح جہاں کہیں حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ذاتِ مبارکہ سے مختلف نعمتوں کی نفی فرماتے ہیں وہاں ذاتی طور پر نفی ہے کہ بغیر اِذنِ اِلٰہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، قرآن وسنت سے اِس پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِرشاد کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ تم لوگ فقط مجھ سے رشتہ داری پر بھروسہ کرکے تمام نیک اَعمال کو ترک نہ کردینا۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس ارشاد: ”میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں۔“ اس کا معنی یہ ہے کہ تم لوگ مجھ سے رشتہ داری پر بھروسہ نہ کرلو کیونکہ میں تم سے وہ عذاب دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جو تمہیں دینے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ اِرادہ فرمالے البتہ میری تم سے جو رشتہ داری ہے اُس کے ناطے میں تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”شفاعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اِنفرادی اور اجتماعی دونوں طریقوں سے نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔

(2) مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ ایمان اور نیک اعمال پر ثابت قدم رہ کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔

(3) ایمان اور نیک اعمال سے کوئی بھی بے نیاز نہیں خواہ اس کا حسب نسب کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

(4) سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کے بغیر حضور نبی اکرم نُورِ مُجَسَّم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کا عذاب دور نہیں فرمائیں گے، بلکہ اپنے رب تعالٰی کی عطا سے لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے اور ان سے عذاب کو دور فرمائیں گے۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلة الرحم، ۲/۱۷۰، تحت الحدیث: ۳۳۰۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں اجتماعی و انفرادی طور پر اپنے رشتہ داروں اور گھر والوں کو نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بروزِ حشر حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شفاعت سے حصہ عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 330

کافر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی

وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَیْرَ سِرٍّ یَقُوْلُ: اِنَّ آلَ بَنِیْ فُلَانٍ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَائِیْ، اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰہُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنْ لَہُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمرو بن عاص سے رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بغیر کسی اخفاء کے بلند آواز سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "فلاں قبیلے والے میرے دوست نہیں بلکہ میرے دوست تو صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور نیک مسلمان ہیں، لیکن اُس قبیلے والوں سے رشتہ داری ہے جس کی تری سے میں اسے تر کروں گا۔" (یعنی ان سے صلہ رحمی کروں گا۔)

فلاں قبیلے سے کون مراد ہے؟

محبوبِ ربِّ داوَر، شفیعِ روزِ محشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "فلاں قبیلے والے میرے دوست نہیں۔" ظاہر یہ ہے کہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس قبیلے کا نام لیا تھا مگر راوی نے فتنہ اور فساد سے بچنے کے لیے اُس کا نام نہیں لیا۔ جیسا کہ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "قبیلے کا ذکر اشارے اور کنائے سے کرنا راوی کی طرف سے ہے، انہیں اس بات کا ڈر تھا کہ نام ذکر کرنے سے ان کی ذات کو یا کسی اور کو فتنہ فساد پہنچے گا اس لیے انہوں نے قبیلے کا نام نہیں لیا۔"[2]

---

1. . . . بخاری، کتاب الادب، باب یبل الرحم ببلالها، ۹۸/۴، حدیث: ۵۹۹۰۔
2. . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب موالاۃ المؤمنین ومقاطعۃ۔۔۔الخ، ۸۷/۲، الجزء الثالث۔

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”بنی فلاں“ راوی کی طرف سے کنایہ ہے، انہیں فتنے کا خوف تھا (جس کی بنا پر انہوں نے اس قبیلے کا نام نہیں لیا) بہر حال اس سے ابو سفیان بن حرب کی یا حکم بن عاص کی اولاد مراد ہے مگر قوی یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے قریشی، ہاشمی تمام قوموں کو شامل ہے۔“[1] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے بھی ایسا ہی کلام فرمایا ہے۔[2]

حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دوست:

رسولِ اَکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”فلاں قبیلے کے لوگ میرے اولیاء یعنی دوست نہیں بلکہ میرا دوست اللہ عَزَّوَجَلَّ اور صالح مومنین ہیں۔“ یعنی جو نیک مسلمان ہے، وہ میرا دوست ہے اگرچہ اس کا نسب مجھ سے دور ہی کیوں نہ ہو اور جو نیک نہیں (یعنی کافر و بے ایمان ہو) وہ میرا دوست نہیں اگرچہ اس کا نسب مجھ سے قریب ہی کیوں نہ ہو۔“[3] بے شک حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے محبوب متقی مسلمان ہی ہیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ (پ ۹، الانفال: ۳۴) ”ترجمۂ کنزالایمان: اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔“ نیز حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ قول کہ ”میرا دوست اللہ تعالیٰ اور صالحین ہیں۔“ قرآن کریم کی اِن آیات سے ماخوذ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ﴾ (پ ۲۸، التحریم: ۴) ترجمۂ کنزالایمان: ”تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔“ اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ٘ وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹۶﴾﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۹۶) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔[4]

علامہ بدرُ الدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ: ”سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ میں کسی کے ساتھ رشتہ داری کی بنیاد پر دوستی نہیں رکھتا بلکہ میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرتا ہوں اور نیک لوگوں سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہوں نیز ایمان اور

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۸/ ۶۵۰، تحت الحدیث: ۴۹۱۴۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۴/ ۱۰۷۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب موالاۃ المؤمنین ومقاطعۃ۔۔۔الخ، ۲/ ۸۸، الجزء الثالث۔

4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۸/ ۶۵۰، تحت الحدیث: ۴۹۱۴۔

اعمال صالحہ کی وجہ سے مومنین کی مدد کرتا ہوں خواہ وہ میرے قرابت دار ہوں یا نہ ہوں۔“[1]

نیک دوست سے مراد کون ہیں؟

اس بارے میں مختلف احادیث وروایات سے آٹھ (8) اقوال ماخوذ ہیں: (1) انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام۔ (2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان۔ (3) نیک مؤمنین۔ (4) حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر، حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق اور حضرتِ سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُم۔ (5) حضرتِ سَیِّدُنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ (6) بالخصوص سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ (7) بالخصوص سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ (8) حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم۔[2]

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: میرا دوست صرف **اللہ تعالیٰ** اور نیک مسلمان ہیں لیکن میں کافر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا کیونکہ صلہ رحمی کرنے میں کافر اور مسلمان برابر ہیں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا میمون بن مہران رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”تین اشیاء میں مسلمان اور کافر برابر ہیں: (1) تو نے جس سے وعدہ کیا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے پورا کر کیونکہ وعدہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے لیے ہوتا ہے۔ (2) تمہارا رشتہ دار کافر ہو یا مسلم اس سے صلہ رحمی کر۔ (3) مسلمان یا کافر جو بھی تیرے پاس امانت رکھے اسے صحیح صحیح ادا کر۔“[3]

تری سے تر کرنے سے مراد:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے صلہ رحمی کرنے، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کو بَلَلٌ یعنی تری کہتے ہیں کیونکہ تری سے چیز جڑتی ہے خشکی سے ٹوٹ جاتی ہے، یوں ہی سلوک کرنے سے دل جڑتے ہیں، بد سلوکی سے دل ٹوٹ کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔“[4]

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب یبل الرحم ببلالھا، ۱۵/ ۱۵۸، تحت الحدیث: ۵۹۹۰۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب یبل الرحم ببلالھا، ۱۵/ ۱۵۸، تحت الحدیث: ۵۹۹۰۔

3 ... تنبیہ الغافلین، ص ۷۱۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۱۸۔

کافر و فاسق کو دوست نہ بناؤ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ کافروں اور فاسقوں کو اپنا دوست نہیں بنانا چاہیے بلکہ نیک اور پرہیز گار مسلمانوں کو دوست بنانا چاہیے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۵، النساء: ۱۴۴) ترجمۂ کنز الایمان: کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا۔

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ''فاجر (یعنی فاسق و گناہگار) سے بھائی بندی نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لیے مُزَیَّن کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے اور اپنی بد ترین خصلت کو اچھا کر کے دکھائے گا، تیرے پاس اس کا آنا جانا عیب اور باعثِ شرم ہے۔''[1]

کافر رشتہ داروں سے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی صلہ رحمی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کُفَّارِ مکہ میں جو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رشتہ دار تھے، ان میں سے چند ایک کے سوا سب نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، مختلف طریقوں سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تکلیف پہنچائی، ہر سطح پر آپ کی مخالفت کی لیکن بدلے میں آپ نے ہمیشہ اُن پر رحم کیا اور جب بھی اُن پر کوئی مشکل وقت آیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی مدد و اِعانت فرمائی اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہوئے حُسنِ سلوک کا مظاہرہ فرمایا۔ چنانچہ جب کفارِ قریش پر قحط کی مصیبت آئی اور اس میں وہ مردار اور ہڈیاں تک کھانے پر مجبور ہو گئے تو حضرت سَیِّدُنا ابو سفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''بے شک آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم (قحط کی وجہ سے) ہلاک ہو رہی ہے، آپ ان کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا فرما دیں۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے لیے دعا فرما دی جس کی برکت سے انہیں قحط سے نجات مل گئی۔[2]

اس کی دوسری مثال فتحِ مکہ کا موقع ہے کہ جب شہنشاہِ کونین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (فتحِ مکہ کے موقع

---

1 . . . تاریخ ابن عساکر، ۵۱۶/۴۲۔

2 . . . دلائل النبوہ لابی نعیم، الفصل الرابع والعشرون، ذکر اخبار فی امور شتی۔۔۔ الخ، ص ۲۲۶، الجزء الثانی۔

پر جمع ہونے والے کفار کے) اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اَشرافِ قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفاکاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ جنہوں نے بار بار آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر قاتلانہ حملے کیے تھے۔ آج یہ سب مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نُچوا کر ہماری بوٹیاں چِیلوں اور کوؤں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی لیکن اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نگاہ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ: **"بولو! تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟"** اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اُٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر اُمید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہو کر بولے کہ: **"اَخٌ کَرِیْمٌ وَّابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔"** سب کی للچائی ہوئی نظریں جمال نبوت کا منہ تک رہی تھیں۔ اور سب کے کان شہنشاہِ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتحِ مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ: **"لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"** یہ فرمانِ رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرطِ ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذباتِ شکریہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کے نعروں سے حرمِ کعبہ کے در و دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ **اَللّٰهُ اَکْبَرُ!** اے اقوامِ عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ، کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتابِ زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ یہ نبی جمال و جلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ شاہانِ عالَم کے لیے اُس کا تصور بھی محال ہے۔[1]

1... سیرت مصطفی، ص۴۳۸ ملخصاً۔

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خِلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالقِ حُسن واَدا کی قسم

مدنی گلدستہ

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو بھی اسلام سے یا حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے طریقے سے ہٹ جائے وہ حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دوست نہیں۔

(2) رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے کیونکہ اس سے دل جڑتے ہیں اور بدسلوکی سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے دل ٹوٹ کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

(3) کافر اور فاسق و فاجر کے ساتھ دوستی ہرگز نہیں کرنی چاہیے بلکہ نیک اور پرہیز گار مسلمانوں سے دوستی کرنی چاہیے۔

(4) حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کافر رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی اعلیٰ مثالیں قائم فرمائی ہیں، ہمیں بھی چاہیے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُسوۂ حَسَنہ پر عمل کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک اور پرہیز گار لوگوں کو اپنا دوست بنانے اور کفار و فساق کی دوستی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 331

صلہ رحمی جنت میں داخلے کا سبب ہے

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلَاۃَ، وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ.[1]

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ۔۔۔الخ، ص ٢٦، حدیث: ١٣ بتغیر قلیل۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ایوب خالد بن زید انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے ایسے عمل کے بارے میں خبر دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔''

صلہ رحمی کو بطورِ خاص ذِکر کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ''اس خصلت کو سوال کرنے والے کے حال کی طرف نظر کرتے ہوئے خاص طور پر ذکر کیا گویا کہ وہ رشتہ داری بہت توڑا کرتا تھا تو اسے صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا کیونکہ یہ اس کے اعتبار سے اہم ہے۔''[1]

عَلَّامَہ اَبُوْ زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرو۔ یعنی اپنے ذی رحم قرابت داروں کے ساتھ جس طرح بھی تمہیں میسر ہو ان کی حالت کے مطابق ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو۔ یعنی ان پر خرچ کرو، انہیں سلام کرو، ان سے ملاقات کرو، (نیک معاملات) میں ان کی اطاعت کرو اور اسی طرح ہر معاملے میں ان سے اچھا برتاؤ برتو۔''[2]

صلہ رحمی میں فائدے ہی فائدے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صلہ رحمی ایک ایسی خصلت ہے جو دنیا و آخرت کے فوائد کو احاطہ کیے ہوئے ہے، صلہ رحمی کرنا جس طرح آخرت میں اجرِ عظیم کا سبب ہے اسی طرح دنیا میں بھی بے شمار خصائل و فوائد کا جامع ہے۔ صلہ رحمی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ راضی ہوتا ہے، دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے، فِرِشتے خوش ہوتے ہیں، لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں، شیطانِ لعین غم ناک ہوتا ہے، عمر میں برکت ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، اچھی موت نصیب ہوتی ہے، محبت میں زیادتی ہوتی ہے، موت کے بعد ایصالِ ثواب کی وجہ سے صلہ رحمی کرنے والے کے اجر میں زیادتی ہوتی ہے۔[3]

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، ۳/ ۵۷۱، تحت الحدیث: ۱۳۹۶ ملخصًا۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۱۷۳، الجزء الاول۔

3 . . . تنبیہ الغافلین، باب صلۃ الرحم، ص ۷۳ ملخصًا۔

حدیثِ پاک میں صلہ رحمی کرنے والے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک مرتبہ منبرِ اقدس پر جلوہ فرما تھے کہ ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر عرض کی: ''**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے اچھا کون ہے؟'' فرمایا: ''لوگوں میں سے وہ شخص سب سے اچھا ہے جو کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت کرے، سب سے زیادہ متقی ہو، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والا ہو اور سب سے زیادہ صلہ رحمی (یعنی رشتے داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ) کرنے والا ہو۔''(1)

مدنی گلدستہ

''بھشت'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مخاطب کے حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسے ترغیب دینے کے لیے بعض اعمال کو بطورِ خاص ذکر کیا جاسکتا ہے۔

(2) جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کا اقرار کرے، اسلام کے ارکان قائم کرے اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے تو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

(3) صلہ رحمی کرنے کی برکت سے دنیا و آخرت کے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(4) لوگوں میں سب سے اچھے آدمی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ صلہ رحمی کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی توحید و عبادت پر ثابت قدم رکھے اور ارکان اسلام قائم کرنے کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

(1) ... مسند امام احمد، حدیث دُرّۃ بنت ابی لھب رضی اللہ عنھا، ۱۰/ ۴۰۲، حدیث: ۲۷۵۰۴۔

حدیث نمبر:332

رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا اجر

وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ فَاِنَّهُ بَرَكَةٌ، فَاِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَاِنَّهُ طَهُوْرٌ، وَقَالَ: اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سلمان بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ یہ پاکیزہ ہے۔" اور ارشاد فرمایا: "عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے جبکہ رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دو چیزیں ہیں، ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی۔"

کھجور سے افطار کرنے کی فضیلت و فوائد:

حدیثِ پاک میں کھجور سے روزہ اِفطار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، کھجور سے روزہ کھولنا سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے، نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا تندرستی، خصوصًا نظر کے لیے بہت مفید ہے۔ اس لیے یہ عمل دینی اور دنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے، کھجور محبوب بندوں کی غذا ہے۔"(2) شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "کھجور سے افطار کرنا برکت اور زیادتی ثواب کا موجب و سبب ہے اور پانی سے افطار کرنا معدے کو الائشوں سے پاک و صاف کرنے کا ذریعہ ہے اور خوراک کی اشتہاء کا موجب ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں: جب معدہ خالی ہوتا ہے اور اس میں کھانے کی طلب اور خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ پوری رغبت سے کھانے کو قبول کرتا ہے، پھر جب سب سے پہلے اس میں کوئی میٹھی چیز پہنچتی ہے تو اس سے معدے کو بہت نفع پہنچتا ہے اور بدن اس سے غایت درجہ فائدہ حاصل کرتا ہے، خصوصًا نظر کہ میٹھی چیز سے اسے زیادہ قوت و طاقت پہنچتی ہے اور جبکہ اہل حجاز کے ہاں میٹھی چیز کھجور ہے تو ان کی طبیعت اسی کی طرف راغب ہوتی ہے اور ان کے اَبدان واَجسام اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں، باقی رہا پانی

1 . . . ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی قرابۃ، ۲/ ۱۴۲، حدیث: ۶۵۸۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۵۴ ملخصًا۔

تو جب جگر روزہ کی وجہ سے خشک ہو چکا ہوتا ہے تو ایسے میں پانی سے غذا کا کامل فائدہ حاصل ہوتا ہے، اسی وجہ سے پیاسے اور بھوکے انسان کے لیے مناسب یہی ہے کہ تھوڑا سا پانی پی کر کھانا کھائے۔“[1]

پانی سے افطار کرنے کے فوائد:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”پانی جیسے جسم کو پاک کرنے والا ہے، ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک و صاف کرنے والا ہے، نیز پانی میں حرام ہونے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے کہ کنویں کا پانی جنگل کا شکار اصل میں مباح ہے دوسرے چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کمائی سے حاصل کی گئی ہوں، روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے۔“[2] **عَلَّامَہ طِیْبِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے پانی کو پاکیزہ کہا کیونکہ پانی عبادت کی ادائیگی میں رکاوٹ بننے والی چیز (یعنی ناپاکی، حدث وغیرہ) کو زائل کر دیتا ہے، (اور یہ عظیم نعمت ہے) اسی وجہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں پر احسان جتاتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۟﴾ (پ ١٩، الفرقان: ٤٨) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا۔“[3]

رشتہ دار مسکین پر صدقہ کرنا افضل ہے:

اجنبی مسکین کو صدقہ دینے میں صرف ایک نیکی ہے جبکہ رشتہ دار مسکین کو صدقہ دینے میں دو نیکیاں ہیں ایک صدقہ کرنے کی اور دوسری صلہ رحمی کرنے کی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دو نیکیاں ایک نیکی سے افضل ہیں۔[4] اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی مسکین کے مقابلے میں رشتہ دار مسکین پر صدقہ کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں دگنا ثواب ہے لہٰذا جب بھی صدقہ دینے کا ارادہ کریں تو سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں میں مسکین اور سفید پوش لوگوں کو تلاش کریں، اگر مل جائیں تو انہیں صدقہ دیں اور انہیں

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصوم، باب درسحور و مقاصد مختلفہ از صوم، ٢/٨٨۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٣/١٥٤۔

3 . . . شرح طیبی، کتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقۃ من کتاب الصوم، ٤/١٨٤، تحت الحدیث: ١٩٩٠۔

4 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب افضل الصدقۃ، ٤/٤٢٨، تحت الحدیث: ١٩٣٩۔

دینے کے بعد بھی کچھ بچ جائے یا رشتہ داروں میں مساکین نہ ملیں تو اجنبی مسکینوں کو صدقہ دیں۔

مسکین رشتہ دار کو صدقہ دیتے وقت کی نیت:

یہاں ایک اہم بات یاد رکھیں کہ جب بھی رشتہ دار مسکین کو صدقہ دیں تو صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کی نیت کریں تاکہ دونوں کا ثواب ملے۔ شیخ عبد الحق مُحدِّث دِہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اگر اپنے قریبی عزیز کو صرف اس کے فقیر ہونے کی وجہ سے صدقہ دے، اس کے قریبی ہونے کو ملحوظ نہ رکھے تو صرف صدقہ کا ثواب ملے گا، صلہ رحمی کا ثواب نہ ملے گا اور اگر صرف اس کی رشتہ داری کا لحاظ کر کے اسے کچھ دے اور اس کے فقیر و محتاج ہونے کا لحاظ نہ کرے تو صرف صلہ رحمی کا ثواب پائے گا، صدقے کا ثواب نہ ملے گا، اگر دونوں کی نیت کرے تو دونوں کا ثواب پائے گا۔“[1]

حاجت مند عزیز کو خالی ہاتھ نہ لوٹائیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ صدقہ دینے کی توفیق عطا فرمائے تو سب سے پہلے اپنے عزیزوں اور قرابت داروں پر صدقہ کیجئے کہ اس میں دُگنا اجر ہے اور اس صدقہ پر ان کا حق زیادہ ہے، عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ: اَلْحَقُّ لِلْقَرِیْب ثُمَّ لِلْبَعِیْد یعنی پہلے قریب والے کا حق ہے پھر دُور والے کا۔ صدقہ کے علاوہ بھی خیر خواہی اور صلہ رحمی کی نیت سے اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی عادت بنائیے کہ اس سے خاندانوں میں محبت بڑھتی ہے اور اتحاد و اتفاق کی فضا قائم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جب کبھی کوئی رشتہ دار تنگدستی یا کسی حاجت کی وجہ سے سوال کرے، اور بندہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی حیثیت کے مطابق ضرور اس کی امداد و اعانت کرے، بخل سے کام لیتے ہوئے اسے بلا وجہ شرعی ہر گز خالی ہاتھ نہ لوٹائیے کہ حدیثِ پاک میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے، اسی ضمن میں دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: (1) ”جو شخص اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے پاس آکر اس کی حاجت سے زائد وہ شے مانگے جو اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عطا فرمائی ہے لیکن وہ اس پر بخل کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جہنم سے ایک اژدھا نکالے گا جس کا نام شجاع ہو گا، وہ منہ سے زبان نکالے ہو گا پھر وہ اس شخص کے گلے کا طوق بن

---

1 . . . اشعة اللمعات، خطبۂ کتاب، ۱/ ۳۶۔

جائے گا۔ ''[1] (2) ''اے اُمَّتِ محمد! اُس ذاتِ پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس شخص کا صدقہ قبول نہیں فرمائے گا جس کے رشتہ دار اُس کے صدقہ کے محتاج ہوں اور وہ صدقہ دوسرے لوگوں کی طرف پھیر دے۔ اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس پر نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔''[2]

گناہگار رشتہ دار پر نیک اجنبی کو ترجیح دینا:

یاد رکھیں کہ اگر رشتہ دار فاسق و فاجر ہو اور اِس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر اسے کچھ دیں گے تو وہ گناہ کے کام میں خرچ کرے گا تو ایسی صورت میں اجنبی نیکوکار شخص کو صدقہ دینا افضل ہے۔ شیخ الاسلام، علامہ شہاب الدین ابنِ حجر مکی ہیتمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''بسا اوقات نیکوکار اجنبی پر صدقہ کرنا گناہگار قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرنے سے افضل ہوتا ہے کیونکہ وہ اجنبی شخص اس صدقہ کو نیک کام میں خرچ کرے گا جبکہ فاسق رشتہ دار اسے گناہ کے کام میں خرچ کرے گا۔''[3]

''جبلِ نور'' کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) کھجور سے روزہ افطار کرنا دینی اور دُنیوی برکتیں حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

(2) خالی پیٹ میٹھی چیز کھانے سے نظر تیز ہوتی ہے۔

(3) رشتہ دار مسکین پر صدقہ کرنا اجنبی مسکین پر صدقہ کرنے سے افضل ہے اور اس میں دُگنا اجر ہے۔

(4) صدقہ دینے میں دیگر مساکین پر رشتہ دار مسکینوں کو ترجیح دینی چاہیے۔

(5) رشتہ دار کو صدقہ دیتے ہوئے صدقے اور صلہ رحمی کی نیت کرنے سے دونوں کا ثواب ملے گا ورنہ

---

1 . . . المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمه محمد، ۴/۱۶۷، حدیث: ۵۵۹۳۔

2 . . . المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمه مقدام، ۶/۲۹۶، حدیث: ۸۸۲۸۔

3 . . . الزواجر عن اقتراف الکبائر، ۱/۴۱۲ ملخصًا۔

دونوں میں سے جس ایک کی نیت کرے گا صرف اسی کا ثواب پائے گا۔

(6) گناہگار رشتہ دار کے مقابلے میں نیکوکار اجنبی کو صدقہ دینا افضل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں کھجور سے روزہ افطار کرنے کی سنت پر عمل کرنے اور رشتہ دار مسکینوں پر صدقہ اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:333

والد کے حکم پر بیوی کو طلاق

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کَانَتْ تَحْتِی اِمْرَاَۃٌ وَکُنْتُ اُحِبُّھَا وَکَانَ عُمَرُ یَکْرَھُھَا فَقَالَ لِیْ: طَلِّقْھَا فَاَبَیْتُ فَاَتٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: طَلِّقْھَا۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میری ایک زوجہ تھی اور میں اسے پسند کرتا تھا جبکہ (میرے والد) حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسے ناپسند کرتے تھے، چنانچہ (ایک دن) انہوں نے مجھ سے فرمایا: ”اسے طلاق دے دو۔“ تو میں نے انکار کر دیا، پھر (میرے والد) حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان سے یہ معاملہ عرض کیا تو سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا: ”اسے طلاق دے دو۔“

بیٹے کی بیوی کو ناپسند کرنے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظاہر یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو اس عورت کو ناپسند فرماتے تھے اس کی کوئی (دنیوی وجہ نہیں بلکہ) دینی وجہ ہو

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین، ۴/۴۳۲، حدیث: ۵۱۳۸۔

گی یا انہیں اس بات کا خوف ہو گا کہ وہ عورت حضرت **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اُن کے دِین میں نقصان کی طرف لے جاسکتی ہے۔"[1]

رسولُ اللہ اور طلاق دینے کا حکم:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت **سیدنا عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوب کا ہے۔ اور حضرت **عبد اللہ** ابن عمر پر اس حکم کی بنا پر طلاق دینا واجب ہو گیا۔ (صاحبِ) مرقات نے فرمایا کہ امر استحباب کے لیے ہے۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ طلاق دے دو تاکہ تمہارے والد تم پر ناراض نہ ہوں۔"[2] **عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ظاہر یہ ہے کہ حضرت سَیِّدُنَا **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس عورت کو طلاق دے دی ہو گی کیونکہ وہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرنے سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے۔"[3]

کیا والدین کے کہنے پر طلاق دینا لازم ہو جائے گا؟

اس موقع پر ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عورت بے قصور ہو تو کیا پھر بھی والدین کے کہنے پر اسے طلاق دے دی جائے؟ چنانچہ صَدْرُ الشَّرِیْعَه، بَدْرُ الطَّرِیْقَه، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی لکھتے ہیں کہ علما فرماتے ہیں: "اگر والدین حق پر ہوں جب تو طلاق دینا واجب ہی ہے اور اگر بی بی (بیوی) حق پر ہو جب بھی والدین کی رضامندی کے لیے طلاق دینا جائز ہے۔"[4]

بہارِ شریعت کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عورت کا کوئی قصور نہ ہو تو اس صورت میں اسے والدین کے کہنے پر طلاق دینا جائز ہے واجب نہیں، لہٰذا طلاق کی اس جائز صورت میں اگر والدین کے حکم پر عمل نہ کیا تو گناہ گار نہ ہو گا اور حالاتِ حاضرہ کے لحاظ سے اس جائز صورت میں طلاق نہ دینا زیادہ

---

1. ... دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلۃ الرحم، ۲/ ۱۷۴، تحت الحدیث: ۳۳۴۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۴۰۔
3. ... دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلۃ الرحم، ۲/ ۱۷۴، تحت الحدیث: ۳۳۴۔
4. ... بہارِ شریعت، حصہ شانزدہم، ۳/ ۵۵۳۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی زوجہ نیک و پارسا ہے اور اپنے شوہر کے حقوق ادا کرنے میں کامل ہے، اس کی اولاد کی اچھی پرورش کرتی ہے اور دینی اور دُنیاوی خوبیوں کی جامع ہے تو ایسی عورت کو طلاق نہ دے کیونکہ طلاق دینا اگرچہ مباح ہے لیکن اس مباح کام کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ناپسند فرمایا ہے، چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”روئے زمین پر **اللہ تعالٰی** نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں فرمائی جو اس کے نزدیک طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔“[1] اور اسی طرح جب عورت شوہر کی فرمانبردار ہو تو قرآنِ کریم کے حکم کے مطابق اسے خود سے جدا نہ کرنا چاہیے، ارشادِ باری تعالٰی ہے:

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ (پ۵، النساء: ۳۴)

علامہ محمد امین ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جدائی نہ چاہو (یعنی فرمانبردار عورت کو طلاق نہ دو)۔“[2]

عَلَّامَہ حَافِظ اَبُوْبَکْر مُحَمَّد بِنْ عَبْدُ الله اَلْمَعْرُوْف بِاِبْنِ الْعَرَبِیْ اَلْمَالِکِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیثِ پاک کی جو شرح بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”پہلے شخص جنہوں نے اپنے بیٹے کو طلاق کا حکم دیا وہ حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم خلیلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، آپ کے حکم پر آپ کے فرزند حضرتِ سَیِّدُنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اس سے پتا چلتا ہے کہ بیٹے کے اپنے باپ کے ساتھ حسنِ سلوک میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس چیز کو باپ ناپسند کرے بیٹا بھی اسے ناپسند کرے خواہ وہ اس کی پسندیدہ چیز ہی کیوں نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو چیز باپ پسند کرے بیٹا بھی اسے پسند کرے اگرچہ اس سے پہلے وہ ناپسند ہو، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب باپ دینی بصارت کا حامل ہو۔“[3] لیکن آج کے زمانے میں عُلُومِ شَرعِیَّہ سے ناواقفیت کے سبب والدین میں بصارت دینی اور مصلحتِ دینی کا فقدان پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس دور میں جب والدین بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیتے

---

1 . . . دارقطنی، کتاب الطلاق والخلع والایلاء وغیرہ، ۴/ ۴۰، حدیث: ۳۹۳۹۔

2 . . . ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرضاع، ۴/ ۴۱۶۔

3 . . . عارضۃ الاحوذی، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الرجل۔۔۔الخ، ۳/ ۱۳۲، تحت الحدیث: ۱۱۸۹، الجزء الخامس ملخصًا۔

ہیں تو اس میں عموماً کوئی دِینی مصلحت نہیں ہوتی، بلکہ محض چھوٹی چھوٹی باتوں کو مَطمحِ نظر بنا کر علیحدگی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جب عورت قصور وار نہ ہو تو اسے محض والدین کے کہنے پر طلاق دینا مناسب نہیں۔ اور نہ ہی یہ مسئلہ کا درست حل ہے بلکہ اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ زوجہ اور والدین دونوں کا مدنی ذہن بنایا جائے اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کا درس دیا جائے، اور اس کے لیے شیخ طریقت امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے اصلاحی بیانات و رسائل بالخصوص **''گھر امن کا گہوارہ کیسے بنے؟، ساس بہو میں صلح کا راز''** اور **''گھریلو ناچاقیوں کا علاج''** نہایت کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے منسلک رہنے سے بھی ہر ایک کے حقوق کی پاسداری کا ذہن ملتا ہے اور اچھے اخلاق و اوصاف پیدا ہوتے ہیں لہٰذا اپنے گھر کو خوشیوں کا گلشن بنانے اور گھریلو ناچاقیوں سے نجات پانے کے لیے ہر دم دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ رہیے۔

بی بی ''آمنہ'' کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے نزدیک کسی کو پسند یا ناپسند کرنے کا معیار دِین تھا اور وہ دینی نقصان سے بچنے کو خاص طور پر ترجیح دیتے تھے۔

(2) صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حکم پر عمل کرنے کو ہر حال میں فوقیت دیا کرتے تھے۔

(3) اگر والدین حق پر ہوں تو ان کے حکم پر طلاق دینا واجب ہے اور اگر حق پر نہ ہوں تو جائز ہے۔

(4) اگر عورت فرمانبردار ہو تو فقط والدین کے کہنے پر اسے طلاق نہیں دینی چاہیے۔

دعا ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں دین کو اپنی پسند اور ناپسند کا معیار بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:334

جنت کا سب سے بہترین دروازہ

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَتَاهُ قَالَ: اِنَّ لِی اِمْرَاَةً وَاِنَّ اُمِّی تَاْمُرُنِی بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اُن کے پاس آکر عرض کی: ”میری ایک بیوی ہے اور میری والدہ اسے طلاق دینے کا حکم دے رہی ہے۔“ (تو اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟) آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا: ”میں نے **رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کے دروازوں کا درمیانی دروازہ ہے، پس اگر تم چاہو تو یہ دروازہ ضائع کردو یا اسے محفوظ کرلو۔“ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص نے حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے دریافت کیا کہ میری ماں مجھے بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ یہ شخص حضرت ابو درداء سے مسئلہ دریافت کرنے آیا تھا کہ فرمایئے میں کیا کروں اسے طلاق دوں یا نہ دوں کہ طلاق تمام مُباح چیزوں میں بہت ہی ناپسندیدہ چیز ہے۔[2] نیز یہ شخص بیوی سے محبت یا کسی اور وجہ سے اسے طلاق نہیں دینا چاہتا تھا۔[3]

جنت کا درمیانی دروازہ:

فرمایا: ”والد جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے۔“ یعنی سب سے بہترین اور اعلیٰ دروازہ ہے، مطلب یہ کہ والد کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے اور والد کی اطاعت و رعایت کے سبب بندہ جنت کے اعلیٰ دراجات کو حاصل کرلیتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جنت کے چند دروازے ہیں اور داخل ہونے کے لحاظ سے سب سے بہتر درمیانی دروازہ ہے اور والد کے حقوق کا تحفظ اس درمیانی دروازے سے جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ نیز یہاں لفظ والد سے صرف باپ مراد نہیں بلکہ دونوں ماں باپ مراد ہیں، والد کا معنی ہے پیدا کرنے والا اور اس مفہوم میں ماں باپ دونوں داخل ہیں اور جب یہ حکم باپ

1 ... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، ۳/۳۵۹، حدیث: ۱۹۰۶۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/۵۲۷۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلة الرحم، ۲/۱۷۴، تحت الحدیث: ۳۳۵۔

کے لیے ہے تو ماں کے لیے بدرجہ اَولیٰ ثابت ہو گا۔"[1]

خلافِ شرع کاموں میں والدین کی اِطاعت نہیں:

والدین کی اِطاعت شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے لازم ہے اور اگر وہ خلافِ شرع کاموں کا حکم دیں جیسے بیوی پر ظلم وستم کرنے، بلاوجہ شرعی اُس کا خرچہ نہ دینے اور اسے میکے میں چھوڑ آنے کا کہیں تو اس صورت میں ان کی اِطاعت نہ کرنا لازم ہے کیونکہ بلاوجہ شرعی ایسے اَحکام پر عمل میں بیوی پر ظلم وزیادتی ہے اور کسی پر بلاوجہ ظلم وزیادتی ناجائز وحرام ہے اور شرعی اَحکام کے مقابلے میں کسی رشتہ دار کا کوئی حق نہیں ہے۔ بطورِ خاص والدین کے بارے میں ایک مقام پر اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ (پ۲۰، العنکبوت: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عمومی طور پر اِرشاد فرمادیا ہے کہ: "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اِطاعت نہیں ہے۔"[2] اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مُجَدِّدِ دین وملت، پروانۂ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "اطاعتِ والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکبِ کبیرہ ہوں، اُن کے کبیرہ (گناہوں) کا وبال ان پر ہے مگر اس کے سبب یہ (بیٹا یا اولاد) اُمورِ جائزہ میں ان کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، لَا طَاعَةَ لِاَحَدٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ تَعَالٰى۔"[3] (یعنی رب تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔)

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۸/ ۶۶۴، تحت الحدیث: ۴۹۲۸ ملخصاً۔

2 ... معجم کبیر، باب العین، ۱۸/ ۱۷۰، حدیث: ۳۸۱۔

3 ... فتاویٰ رضویہ، ۲۵/ ۲۰۴۔

”اطاعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جنت کا درمیانی دروازہ داخل ہونے کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ ہے۔

(2) ماں باپ کی اطاعت کرنا جنت کے درمیانی دروازے سے جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

(3) بعض صورتوں میں ماں باپ کے حکم پر طلاق دینا واجب نہیں ہوتا بلکہ بہتر ہوتا ہے۔

(4) والدین کی اطاعت شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے لازم ہے، اگر وہ خلاف شرع کاموں کا حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہ کرنا لازم ہے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کرنے میں کسی کی بھی بات نہیں مانی جائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جائز باتوں میں والدین کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جنت کے درمیانی دروازے سے جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 335

خالہ ماں کے قائم مقام ہے

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا براء بن عازِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔“

خالہ ماں کے مُترادِف ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں خالہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کیونکہ خالہ بھی بچے پر اسی طرح مہربان ہوتی

1 ... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی بر الخالة، ۳/۳۶۱، حدیث: ۱۹۱۱۔

ہے جس طرح ماں۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”خالہ خاص طور پر شفقت و مہربانی میں ماں کی مانند ہے اور وہ ماں کی طرح بچے کو اُس چیز کی راہنمائی کرتی ہے جو اُس کے لیے فائدے مند ہو۔“[1] حضرتِ سَیِّدُنا عبداللّٰہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے بہت بڑا گناہ کرلیا ہے تو کیا میری توبہ ہو سکتی ہے؟“ فرمایا: ”کیا تیری ماں ہے؟“ عرض کیا: ”نہیں۔“ فرمایا: ”کیا تیری کوئی خالہ ہے؟“ عرض کی: ”جی ہاں۔“ فرمایا: ”اس سے اچھا سلوک کرو۔“[2] شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ خالہ ماں کے حکم میں ہوتی ہے۔“[3]

ماں کے بعد بچوں کی پرورش کی حقدار خالہ ہے:

حضرتِ سَیِّدُنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے شہید ہونے کے بعد اپنے پسماندگان میں ایک چھوٹی صاحبزادی بھی چھوڑی جن کا نام ”امامہ“ تھا۔ جب بچی کی کفالت کا وقت آیا تو ان کی پرورش کے لیے تین دعوے دار کھڑے ہوگئے۔ حضرتِ سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ میری چچازاد بہن ہے اور میں نے اس کو سب سے پہلے اپنی گود میں اٹھالیا ہے اس لیے مجھے اس کی پرورش کا حق ملنا چاہیے۔“ حضرتِ سَیِّدُنا جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گزارش کی کہ: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ میری چچازاد بہن بھی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اس لیے اس کی پرورش کا حقدار میں ہوں۔“ حضرتِ سَیِّدُنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا کہ: ”یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ میرے دینی بھائی حضرت حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی لڑکی ہے اس لیے میں اس کی پرورش کروں گا۔“ ان تینوں صاحبوں کا بیان سن کر حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ: ”خالہ ماں

---

1. . . . دلیل الفالحین، باب فی بر الوالدین وصلۃ الرحم، ۱۷۵/۲، تحت الحدیث: ۳۳۶۔
2. . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی بر الخالۃ، ۳۶۲/۳، حدیث: ۱۹۱۱۔
3. . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۱۱۶/۴۔

کے برابر ہوتی ہے۔" لٰہذا یہ لڑکی جعفر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کی پرورش میں رہے گی۔[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے) حضرت جعفر ابن ابی طالب کو حقِ پرورش دیا کیونکہ بچی کی خالہ ان کی زوجہ تھیں وہ انہیں پالیں گی، اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ ماں، نانی کے بعد خالہ کو بچی کی پرورش کا حق ہے۔"[2]

عَلَّامَہ قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیثِ پاک میں اس بات پر دلیل ہے کہ خالہ کو حقِ پرورش میں پھوپھی پر ترجیح حاصل ہے کیونکہ اس وقت بچی کی پھوپھی صفیہ بنتِ عبد المطلب موجود تھیں اور جب خالہ کو پھوپھی پر ترجیح دی گئی کہ جو عورتوں میں بچے سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہے تو پھر خالہ کو دیگر عورتوں پر بھی ترجیح دی جائے گی۔ نیز اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ والدہ کے قرابت داروں کو والد کے قرابت داروں پر مُقَدَّم کیا جائے گا۔"[3]

"حرم" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) خالہ ماں کی طرح ہی شفیق و مہربان ہوتی ہے۔

(2) ماں اور نانی کے بعد بچے کی پرورش کا حق خالہ کا ہے۔

(3) والدہ کے قرابت داروں کو والد کے قرابت داروں پر مقدم کیا گیا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام رشتہ داروں بالخصوص خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . بخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء۔۔۔الخ، ۳/۹۴، حدیث: ۴۲۵۱ ملخصًا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۱۷۶۔

3 . . . ارشاد الساری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا ما صالح۔۔۔الخ، ۶/۱۷۷، تحت الحدیث: ۲۶۹۹۔

باب سے متعلق چند وضاحتی اُمور:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس باب سے متعلق صحیح بخاری میں بہت سی مشہور احادیث ہیں، ان میں غار والوں کی حدیث[1] اور جُرَیج کی حدیث[2] گزر چکی ہیں اور صحیح بخاری میں موجود کچھ مشہور احادیث میں نے اختصار ملحوظ ہونے کی وجہ سے (ریاض الصالحین میں) درج نہیں کیں اور اس باب سے متعلق مسلم شریف میں مذکور ایک اہم حدیث حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عَبَسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث ہے جو کہ طویل اور اسلامی قواعد وآداب کے کثیر جملوں پر مشتمل ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں عنقریب ”بَابُ الرَّجَاء“ میں یہ حدیث مکمل ذکر کروں گا۔

(یہاں اس کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ) حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عَبَسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت کے ابتدائی زمانے میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو عرض کی: ”آپ کون ہیں؟“ ارشاد فرمایا: ”نبی ہوں۔“ میں نے عرض کی: ”نبی کون ہوتا ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”مجھے اللہ تعالٰی نے بھیجا ہے۔“ میں نے عرض کی: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو کسی چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟“ ارشاد فرمایا: ”صلہ رحمی کرنے، بتوں کو توڑ دینے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایک ماننے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دینے کے ساتھ بھیجا ہے۔“[3] اس کے بعد آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مکمل حدیثِ پاک بیان کی۔“[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ...اس حدیث پاک کا تفصیلی شرح کے ساتھ مطالعہ کرنے کیلئے فیضان ریاض الصالحین، جلد اول، باب نمبر 1، حدیث نمبر 12، صفحہ 138 ملاحظہ کیجئے۔

2 ...اس حدیث پاک کا تفصیلی شرح کے ساتھ مطالعہ کرنے کیلئے اسی جلد یعنی فیضان ریاض الصالحین، جلد سوم، باب نمبر 32، حدیث نمبر 259، صفحہ 409 ملاحظہ کیجئے۔

3 ... مسلم، کتاب صلاۃ المسافر وقصرھا، باب اسلام عمرو بن عبسۃ، ص ۴۱۵، حدیث: ۸۳۲۔

4 ... ریاض الصالحین، باب بر الوالدین وصلۃ الرحم، ص ۱۰۷۔

تفصیلی فہرست

ماخذ و مراجع

قرآن مجید	کلامِ الٰہی	****
کتاب کا نام	**مصنف / مؤلف / متوفی**	**مطبوعات**
کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
کتب التفسیر		
تفسیر الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
احکام القرآن	امام ابو بکر احمد بن علی جصاص، متوفی ۳۷۰ھ	دار الکتب العلمیہ
تفسیر البغوی	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر البیضاوی	امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۸۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر مدارک	امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	دار المعرفہ بیروت
تفسیر الخازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱۳۱۷ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
التفسیرات الاحمدیۃ	علامہ احمد بن ابو سعید جونپوری المعروف ملّا جیون متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور پاکستان
روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث بیروت
حاشیۃ الصاوی علی الجلالین	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	باب المدینہ کراچی ۱۴۲۱ھ
خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی لاہور
تفسیر صراط الجنان	مفتی ابو الصالح محمد قاسم القادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۴ھ
کتب الحدیث		
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار المغنی عرب شریف ۱۴۱۹ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
سنن الدارقطنی	امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۲۸۵ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
مسند ابی یعلی	شیخ الاسلام ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ

مسند الشاميين	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
الاحاديث المختارة	شیخ الامام ضیاء الدین ابو عبد اللہ حنبلی مقدسی متوفی ۳۹۶ھ	دار خضر بیروت ۱۴۱۲ھ
المستدرك على الصحيحين	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
حلية الاولياء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
مسند الشهاب	امام ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ قضاعی ۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
شعب الإيمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
السنن الكبرى	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
مسند الفردوس	حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
الترغيب والترهيب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
المتجر الرابح	حافظ محمد شرف الدین عبد المؤمن بن خلف دمیاطی، متوفی ۷۰۵ھ	دار خضر بیروت ۱۴۲۲ھ
الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
الجامع الصغير	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
جمع الجوامع	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
كنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
شعب الايمان للصاغرجي	مولانا شیخ اسعد محمد سعید صاغرجی	دار الکلم الطیب بیروت

کتب شروح الحدیث

شرح صحيح البخاري لابن بطال	علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک، متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
شرح السنة	امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
عارضة الاحوذي	حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف ابن عربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
اكمال المعلم شرح مسلم	امام ابو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض یحصبی، متوفی ۵۴۴ھ	دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ
شرح النووي على المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
شرح الطيبي	امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طیبی، متوفی ۷۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
فتح الباري	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
عمدة القاري	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
الديباج على مسلم	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار ابن عفان ۱۴۱۶ھ
ارشاد الساري	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
مرقاة المفاتيح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
فيض القدير	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
التيسير شرح الجامع الصغير	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی
اشعة اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ ۱۳۳۲ھ
دليل الفالحين	علامہ محمد علی بن محمد علان بن ابراہیم شافعی، متوفی ۱۰۵۷ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۳۱ھ
مرآة المناجيح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
نزهة القاري	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	فرید بک سٹال لاہور

تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی	تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد
فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان داتا دربار روڈ لاہور
کتب العقائد		
الیواقیت والجواھر	امام عبد الوہاب بن احمد بن علی بن احمد شعرانی متوفی ۹۷۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
نبراس شرح شرح العقائد	علامہ محمد عبد العزیز فَرہاری متوفی ۱۲۳۹ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
دس عقیدے	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
کتب الفقه		
فتاوی قاضی خان	علامہ حسن بن منصور قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ	پشاور پاکستان
ردالمحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
الدرالمختار	علامہ محمد بن علی المعروف بعلاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ
الفتاوی الهندية	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی ۱۱۶۱ھ وجماعۃ من علماء الہند	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
تكملة البحر الرائق	علامہ محمد بن حسین بن علی طوری متوفی بعد از ۱۱۳۸ھ	کوئٹہ پاکستان
فتاویٰ رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
ملفوظات اعلی حضرت	مفتی اعظم ہند محمد مصطفے رضا خان، متوفی ۱۴۰۲ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
فتاوی اہلسنت (کتاب الزکوۃ)	دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
کتب التصوف		
موسوعۃ امام ابن ابی الدنیا	امام عبد اللہ بن محمد ابو بکر بن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت
تنبیہ الغافلین	امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ۳۷۳ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۰ھ
نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں	امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ۳۷۳ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
الرسالة القشيرية	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
احياء علوم الدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۱۴۲۰ھ
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
مجموعہ رسائل امام غزالی	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۴ھ
مكاشفة القلوب	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
الكبائر	امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۷۴۸ھ	اشاعت اسلام کتب خانہ
نزهة المجالس	علامہ عبد الرحمن بن عبد السلام صفوری شافعی متوفی ۸۹۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
شرح الصدور	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ
تنبيه المغترين	امام عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ	دار البشائر
الزواجر عن اقتراف الكبائر	امام ابن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الحديقة الندية	سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی، متوفی ۱۱۴۱ھ	پشاور پاکستان
کتب السيرة		
السيرة النبوية	علامہ ابو محمد عبد الملک بن ہشام، متوفی ۲۱۳ھ	دار المعرفہ بیروت

دلائل النبوۃ لابی نعیم	امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
الشفابتعریف حقوق المصطفی	امام قاضی ابو الفضل عیاض مالکی، متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱۴۲۳ھ
مناقب امام اعظم	الموفق بن احمد مکی، متوفی ۵۶۸ھ	کوئٹہ پاکستان
السیرۃ الحلبیۃ	علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
سیرت سید الانبیاء	شیخ کبیر مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی، متوفی ۱۱۷۴ھ	مظہر علم کالا خطائی روڈ لاہور ۱۴۲۱ھ
شرح الزرقانی علی المواھب	محمد زرقانی بن عبد الباقی بن یوسف، متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
سیرتِ مصطفٰے	علامہ عبد المصطفٰے اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
فیضان صدیق اکبر	مجلس **المدینۃ العلمیۃ** (شعبہ فیضان صحابہ واہلبیت)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
تعارف امیر اہلسنت	مجلس **المدینۃ العلمیۃ** (شعبہ اصلاحی کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
101 مدنی پھول	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
بیاناتِ عطاریہ (حصہ دوم)	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
الکتب المتفرقة		
قرۃ العیون مع الروض الفائق	امام فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی، متوفی ۳۷۳ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۶ھ
جامع بیان العلم وفضلہ	حافظ ابو عمر یوسف بن **عبد اللّٰہ** بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ
مفردات الفاظ القرآن	امام راغب ابو قاسم حسین بن محمد اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ	دار القلم دمشق ۱۴۱۶ھ
تاریخ ابن عساکر	امام ابن عساکر علی بن حسن شافعی متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
المنتظم فی تاریخ الملوک والامم	امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
عیون الحکایات	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
عیون الحکایات	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
آنسوؤں کا دریا	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
النھایۃ	امام مبارک بن محمد المعروف ابن اثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۸ھ
تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین عطار متوفی ۶۰۶/۶۱۶ھ	انتشارات گنجینہ
حکایتیں اور نصیحتیں	مبلغ اسلام شیخ شعیب حریفیش، متوفی ۸۱۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
سایہ عرش کس کس کو ملے گا؟	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
والدین زوجین اور اساتذہ کے حقوق	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۷ھ
اسلامی زندگی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۷ھ
زندہ جاوید خوشبوئیں	علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، متوفی ۱۴۲۸ھ	ممتاز پبلی کیشنز لاہور
نیکی کی دعوت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
احترام مسلم	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
احساس ذمہ داری	مرکزی مجلس شوریٰ (دعوت اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۶ھ
کتب اللغات		
لسان العرب	علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ	مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت
التعریفات	سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی، متوفی ۸۱۶ھ	دار المنار للطباعۃ والنشر

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ 318 کُتُب ورسائل

شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت

اُردو کُتُب

(1) راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء) (کل صفحات: 40)

(2) کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم) (کل صفحات: 199)

(3) فضائل دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاء لِآدَابِ الدُّعَاء مَعَه ذَيْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء) (کل صفحات: 326)

(4) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْد فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد) (کل صفحات: 55)

(5) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوق لِطَرْحِ الْعُقُوْق) (کل صفحات: 125)

(6) الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات: 561)

(7) شریعت وطریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَّعُلَمَاء) (کل صفحات: 57)

(8) ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَة) (کل صفحات: 60)

(9) معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات: 41)

(10) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي) (کل صفحات: 100)

(11) حقوق العباد کیسے معاف ہوں؟ (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات: 47)

(12) ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَال) (کل صفحات: 63)

(13) اولاد کے حقوق (مَشْعَلَةُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات 31)

(14) ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات: 74)

(15) اَلْوَظِيْفَةُ الْكَرِيْمَة (کل صفحات: 46)

(16) کنزالایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات: 1185)

(17) حدائق بخشش (کل صفحات: 446)

(18) بیاض پاک حجۃ الاسلام (کل صفحات:37)

(19) تفسیر صراط الجنان جلد اول (کل صفحات:524)

(20) تفسیر صراط الجنان جلد دوم (کل صفحات:495)

(21) تفسیر صراط الجنان جلد سوم (کل صفحات:573)

(22) تفسیر صراط الجنان جلد چہارم (کل صفحات:592)

(23) تفسیر صراط الجنان جلد پنجم (کل صفحات:617)

(24) تفسیر صراط الجنان جلد ششم (کل صفحات:717)

(25) تفسیر صراط الجنان جلد ہفتم (کل صفحات:619)

(26) تفسیر صراط الجنان جلد ہشتم (کل صفحات:674)

(27) تفسیر صراط الجنان جلد نہم (کل صفحات:777)

(28) تفسیر صراط الجنان جلد دہم (کل صفحات:899)

(29) اعتقاد الاحباب (دس عقیدے) (کل صفحات:200)

عربی کُتُب

(30) **جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار** (سات جلدیں)) کل صفحات:4000)

(31) **اَلتَّعْلِيْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِيْحِ الْبُخَارِی** (کل صفحات:458)

(32) **كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِم** (کل صفحات:74)

(33) **اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَة** (کل صفحات:62)

(34) **اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّة** (کل صفحات:93)

(35) **اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِی** (کل صفحات:46)

(36) **تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان** (کل صفحات:77)

(37) **اَجْلَى الْاِعْلَام** (کل صفحات:70)

(38) اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃ (کل صفحات:60)

شعبۂ تراجمِ کُتُب

(1) اللّٰہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) پہلی جلد (کل صفحات:896)

(2) اللّٰہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) دوسری جلد (کل صفحات:625)

(3) اللّٰہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) تیسری جلد (کل صفحات:580)

(4) اللّٰہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) چوتھی جلد (کل صفحات:510)

(5) اللّٰہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) پانچویں جلد (کل صفحات:574)

(6) مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِر فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر) (کل صفحات:112)

(7) سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:28)

(8) نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:142)

(9) نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّۃ) (کل صفحات:54)

(10) جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِح فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح) (کل صفحات:743)

(11) امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کی وصیتیں (وَصَایَا اِمَام اَعْظَم عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ) (کل صفحات:46)

(12) جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد اول) (اَلزَّوَاجِر عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:853)

(13) نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْف وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَر) (کل صفحات:98)

(14) فیضانِ مزاراتِ اولیاء (کَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر) (کل صفحات:144)

(15) دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّھْد وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)

(16) راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)

(17) **عُیُوْنُ الْحِکَایَات** (مترجم، حصہ اول) (کل صفحات:412)

(18) **عُیُوْنُ الْحِکَایَات** (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)

(19) احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْیَاء) (کل صفحات:641)

(20) حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق)(کل صفحات:649)

(21) اچھے بُرے عمل (رِسَالَۃُ الْمُذَاکَرَۃ)(کل صفحات:122)

(22) شکر کے فضائل (اَلشُّکْرُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ)(کل صفحات:122)

(23) حسنِ اخلاق (مَکَارِمُ الْاَخْلَاق)(کل صفحات:102)

(24) آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع)(کل صفحات:300)

(25) آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن)(کل صفحات:63)

(26) شاہراہ اولیا (مِنْھَاجُ الْعَارِفِیْن)(کل صفحات:36)

(27) بیٹے کو نصیحت (اَیُّھَا الْوَلَد)(کل صفحات:64)

(28) **اَلدَّعْوَۃ اِلَی الْفِکْر** (کل صفحات:148)

(29) اصلاحِ اعمال جلد اول (اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃ شَرْحُ طَرِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃ)(کل صفحات:866)

(30) جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد دوم)(اَلزَّوَاجِر عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر)(کل صفحات:1012)

(31) عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَۃ فِی طَلَبِ الْحَدِیْث)(کل صفحات:105)

(32) احیاء العلوم جلد اول (احیاء علوم الدین)(کل صفحات:1124)

(33) احیاء العلوم جلد دوم (احیاء علوم الدین)(کل صفحات:1400)

(34) احیاء العلوم جلد سوم (احیاء علوم الدین)(کل صفحات:1286)

(35) احیاء العلوم جلد چہارم (احیاء علوم الدین)(کل صفحات:911)

(36) احیاء العلوم جلد پنجم (احیاء علوم الدین)(کل صفحات:814)

(37) قوت القلوب (اردو)(کل صفحات:826)

(38) 76 کبیرہ گناہ (کل صفحات:264)

شعبۂ درسی کُتُب

(1) مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

(2)الاربعین النوویۃ فی الأحادیث النبویۃ (کل صفحات:155)

(3)اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ (کل صفحات:325)

(4)اصول الشاشی مع احسن الحواشی (کل صفحات:299)

(5)نورالایضاح مع حاشیۃ النور والضیاء (کل صفحات:392)

(6)شرح العقائد مع حاشیۃ جمع الفرائد (کل صفحات:384)

(7)الفرح الکامل علی شرح مئۃ عامل (کل صفحات:158)

(8)عنایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو (کل صفحات:280)

(9)صرف بہائی مع حاشیۃ صرف بنائی (کل صفحات:55)

(10)دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ (کل صفحات:241)

(11)مقدمۃ الشیخ مع التحفۃ المرضیۃ (کل صفحات:119)

(12)نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (کل صفحات:175)

(13)نحو میر مع حاشیۃ نحو منیر (کل صفحات:203)

(14)تلخیص اصول الشاشی (کل صفحات:144)

(15)نصاب النحو (کل صفحات:288)

(16)نصاب اصولِ حدیث (کل صفحات:95)

(17)فیضان تجوید (کل صفحات:112)

(18)**المحادثۃ العربیۃ** (کل صفحات:101)

(19)تعریفاتِ نحویۃ (کل صفحات:45)

(20)خاصیات ابواب (کل صفحات:141)

(21)شرح مئۃ عامل (کل صفحات:44)

(22)نصاب الصرف (کل صفحات:343)

(23)نصاب المنطق (کل صفحات:168)

(24)انوارالحدیث(کل صفحات:466)

(25)نصاب الادب(کل صفحات:184)

(26)تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوارالحرمین(کل صفحات:364)

(27)خلفائے راشدین(کل صفحات:341)

(28)قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی(کل صفحات:317)

(29)فیض الادب(مکمل حصہ اوّل، دوم)(کل صفحات:228)

(30)منتخب الابواب من احیاءعلوم الدین(عربی)(کل صفحات:173)

(31)کافیہ مع شرح ناجیہ(کل صفحات:252)

(32)الحق المبین(کل صفحات:128)

(33)تیسیر مصطلح الحدیث(کل صفحات:188)

(34)شرح الجامی مع حاشیۃ الفرح النامی(کل صفحات:419)

(35)شرح الفقہ الاکبر(کل صفحات:213)

(36)خلاصۃ النحو(حصہ اوّل)(کل صفحات:107)

(37)خلاصۃ النحو(حصہ دوم)(کل صفحات:108)

(38)ریاض الصالحین(عربی)(کل صفحات: 108)

(39)المرقاۃ(کل صفحات:91)

شعبۂ تخریج

(1)صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا عشق رسول(کل صفحات:274)

(2)بہار شریعت، جلد اوّل(حصہ اول تا ششم، کل صفحات:1360)

(3)بہار شریعت جلد دوم(حصہ 7تا13)(کل صفحات:1304)

(4)اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُنَّ (کل صفحات:59)

(5)عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422)

(6)گلدستہ عقائد واعمال (کل صفحات:244)

(7)بہار شریعت (سولہواں حصہ، کل صفحات312)

(8)تحقیقات (کل صفحات:142)

(9)اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)

(10)جنتی زیور (کل صفحات:679)

(11)علم القرآن (کل صفحات244:)

(12)سوانح کربلا (کل صفحات:192)

(13)اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)

(14)کتاب العقائد (کل صفحات:64)

(15)منتخب حدیثیں (کل صفحات:246)

(16)اسلامی زندگی (کل صفحات:170)

(17)آئینہ قیامت (کل صفحات:108)

(18تا24)فتاویٰ اہل سنت (سات حصے)

(25)حق وباطل کا فرق (کل صفحات:50)

(26)بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)

(27)جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)

(28)کراماتِ صحابہ (کل صفحات:346)

(29)اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)

(30)سیرت مصطفٰی (کل صفحات:875)

(31) آئینہ عبرت (کل صفحات:133)

(32) بہار شریعت جلد سوم (3) (کل صفحات:1332)

(33) جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ (کل صفحات:470)

(34) فیضانِ نماز (کل صفحات:49)

(35) 19 دُرُود و سلام (کل صفحات:16)

(36) فیضان یٰس شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم (کل صفحات:20)

(37) مکاشفۃ القلوب (کل صفحات:692)

(38) سرمایہ آخرت (کل صفحات:200)

(39) سیرتِ رسولِ عربی (کل صفحات:758)

شعبۂ فیضانِ صحابہ و اہل بیت

(1) حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللّٰہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:56)

(2) حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:72)

(3) حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:89)

(4) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:60)

(5) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:132)

(6) فیضانِ سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:32)

(7) فیضانِ صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:720)

(8) فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جلد اوّل) (کل صفحات:864)

(9) فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جلد دوم) (کل صفحات:856)

شعبۂ فیضانِ صحابیات

(1) شانِ خاتونِ جنّت (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:501)

(2) فیضانِ عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:608)

(3) فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:84)

(4) فیضانِ امہات المؤمنین (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:367)

شعبۂ اِصلاحی کُتُب

(1) غوثِ پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حالات (کل صفحات:106)

(2) تکبر (کل صفحات:97)

(3) 40 فرامین مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)

(4) بدگُمانی (کل صفحات:57)

(5) قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)

(6) نور کا کھلونا (کل صفحات:32)

(7) اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)

(8) فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

(9) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)

(10) ریاکاری (کل صفحات:170)

(11) قوم جِنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)

(12) عشر کے احکام (کل صفحات:48)

(13) توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)

(14) فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)

(15) احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

(16) تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)

(17) کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)

(18)ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)

(19)طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)

(20)مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)

(21)فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)

(22)شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)

(23)نماز میں لقمہ دینے کے مسائل (کل صفحات:39)

(24)خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ (کل صفحات:160)

(25)تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)

(26)انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

(27)آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)

(28)نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)

(29)فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)

(30)ضیائے صدقات (کل صفحات:408)

(31)جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)

(32)کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)

(33)تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)

(34)حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)

(35)حج و عمرہ کا مختصر طریقہ (کل صفحات:48)

(36)جلد بازی کے نقصانات (کل صفحات:168)

(37)قصیدۂ بردہ سے روحانی علاج (کل صفحات:22)

(38)تذکرہ صدر الافاضل (کل صفحات:25)

(39)سنتیں اورآداب(کل صفحات:125)

(40)بغض وکینہ(کل صفحات:83)

(41)اسلام کی بنیادی باتیں(حصہ 1)(سابقہ نام:مدنی نصاب برائے مدنی قاعدہ)(کل صفحات:60)

(42)اسلام کی بنیادی باتیں(حصہ 2)(سابقہ نام:مدنی نصاب برائے ناظرہ)(کل صفحات:104)

(43)اسلام کی بنیادی باتیں(حصہ 3)(کل صفحات:352)

(44)مزارات اولیاء کی حکایات(کل صفحات:48)

(45)فیضانِ اسلام کورس حصہ اوّل(کل صفحات:79)

(46)فیضانِ اسلام کورس حصہ دوم(کل صفحات:102)

(47)محبوبِ عطار کی 122 حکایات(کل صفحات:208)

(48)بدشگونی(کل صفحات:128)

(49)فیضانِ معراج(کل صفحات:134)

(50)نام کے احکام(کل صفحات:180)

شعبۂ امیر اہلسنت

(1)سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام(کل صفحات:49)

(2)مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب(کل صفحات:48)

(3)اصلاح کا راز(مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم)(کل صفحات:32)

(4)25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام(کل صفحات:33)

(5)دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات(کل صفحات:24)

(6)وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج(کل صفحات:48)

(7)تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط سوم(سنّت نکاح)(کل صفحات:86)

(8)آدابِ مرشدِ کامل(مکمل پانچ حصے)(کل صفحات:275)

(9) بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)

(10) قبر کھل گئی (کل صفحات:48)

(11) پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48)

(12) گونگا مبلغ (کل صفحات:55)

(13) دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)

(14) گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)

(15) میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)

(16) جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)

(17) تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (2) (کل صفحات:48)

(18) غافل درزی (کل صفحات:36)

(19) مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)

(20) مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)

(21) تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (1) (کل صفحات:49)

(22) کفن کی سلامتی (کل صفحات:32)

(23) تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4) (کل صفحات:49)

(24) میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)

(25) چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)

(26) بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)

(27) معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)

(28) بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)

(29) عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)

(30) ہیرو ئنچی کی توبہ (کل صفحات:32)

(31) نومسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)

(32) مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)

(33) خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)

(34) فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)

(35) ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)

(36) قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)

(37) فیضان امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)

(38) حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)

(39) ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32)

(40) کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)

(41) صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)

(42) کرسچین مسلمان ہو گیا (کل صفحات:32)

(43) میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32)

(44) نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)

(45) آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32)

(46) ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)

(47) بابرکت روٹی (کل صفحات:32)

(48) اغواشدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)

(49) میں نیک کیسے بنا (کل صفحات:32)

(50) شرابی، مؤذن کیسے بنا (کل صفحات:32)

(51)بدکردار کی توبہ(کل صفحات:32)

(52)خوش نصیبی کی کرنیں(کل صفحات:32)

(53)ناکام عاشق(کل صفحات:32)

(54)میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟(کل صفحات:32)

(55)چمکتی آنکھوں والے بزرگ(کل صفحات:32)

(56)علم وحکمت کے 125 مدنی پھول(تذکرہ امیر اہلسنت قسط5)(کل صفحات:102)

(57)حقوق العباد کی احتیاطیں(تذکرہ امیر اہلسنت قسط6)(کل صفحات:47)

(58)نادان عاشق(کل صفحات:32)

(59)سینما گھر کا شیدائی(کل صفحات:32)

(60)گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب قسط پنجم(5)(کل صفحات:23)

(61)ڈانسر نعت خوان بن گیا(کل صفحات:32)

(62)گلوکا کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32)

(63)نشے باز کی اصلاح کاراز(کل صفحات:32)

(64)کالے بچھو کا خوف(کل صفحات:32)

(65)بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32)

(66)عجیب الخلقت بچی(کل صفحات:32)

(67)شرابی کی توبہ(کل صفحات:33)

(68)قاتل امامت کے مصلے پر(کل صفحات:32)

(69)چند گھڑیوں کا سودا(کل صفحات:32)

(70)سینگوں والی دلہن(کل صفحات:32)

(71)بھیانک حادثہ(کل صفحات:30)

(72)خوفناک بلا(کل صفحات:33)

(73)پراسرار کتا(کل صفحات:27)

(74)شادی خانہ بربادی کے اسباب اوران کا حل(کل صفحات:16)

(75)چمکدار کفن(کل صفحات:32)

(76)اسلحے کا سوداگر(کل صفحات:32)

(77)بھنگڑے باز سدھر گیا(کل صفحات:32)

(78)جرائم کی دنیا سے واپسی(کل صفحات:32)

(79)کینسر کا علاج(کل صفحات:32)

(80)اجنبی کا تحفہ(کل صفحات:32)

(81)رسائل مدنی بہار(کل صفحات:368)

(82)انوکھی کمائی(کل صفحات:32)

(83)بری سنگت کا وبال(کل صفحات:32)

(84)بد چلن کیسے تائب ہوا؟(کل صفحات:32)

(85)عمامہ کے فضائل(کل صفحات:517)

(86)بداطوار شخص عالم کیسے بنا؟(کل صفحات:32)

(87)جھگڑالو کیسے سدھرا؟(کل صفحات:32)

(88)پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں؟(کل صفحات:32)

(89)باکردار عطاری(کل صفحات:32)

(90)سنگر کی توبہ(کل صفحات:32)

(91)مفلوج کی شفایابی کا راز(کل صفحات:32)

(92)ڈانسر بن گیا سنتوں کا پیکر(کل صفحات:32)

(93)خوشبودار قبر(کل صفحات:32)

(94)والدین کے نافرمان کی توبہ(کل صفحات:32)

(95)میٹھے بول کی برکتیں(کل صفحات:32)

(96)جنتیوں کی زبان(کل صفحات:31)

(97)اصلاح امت میں دعوت اسلامی کا کردار(کل صفحات:28)

(98)غریب فائدے میں ہے(بیان 1)(کل صفحات:30)

(99)جوانی کیسے گزاریں؟(بیان 2)(کل صفحات:44)

(100)اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟(کل صفحات:32)

(101)ڈاکوؤں کی واپسی(کل صفحات:32)

شعبۂ اولیاء و عُلماء

(1)فیضانِ داتا گنج بخش(کل صفحات:20)

(2)فیضانِ پیر مہر علی شاہ(کل صفحات:33)

(3)فیضان سید احمد کبیر رفاعی(کل صفحات:33)

(4)فیضانِ حافظِ ملت(کل صفحات:32)

(5)فیضانِ سلطان باہو(کل صفحات:32)

(6)فیضانِ خواجہ غریب نواز(کل صفحات:32)

(7)فیضانِ محدث اعظم پاکستان(کل صفحات:62)

(8)فیضانِ عثمان مروندی(کل صفحات:43)

(9)فیضانِ علامہ کاظمی(کل صفحات:70)

شعبۂ بیاناتِ دعوتِ اسلامی

(1)باطنی بیماریوں کی معلومات(کل صفحات:352)

(2)گلدستۂ درود و سلام(کل صفحات:660)

نیک اعمال کے فضائل پر مشتمل 2000 سے زائد احادیث مبارکہ کا مستند مجموعہ

اَلْمُتْجَرُ الرَّابِح فِی ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح

ترجمہ بنام

جنّت میں لے جانے والے اعمال
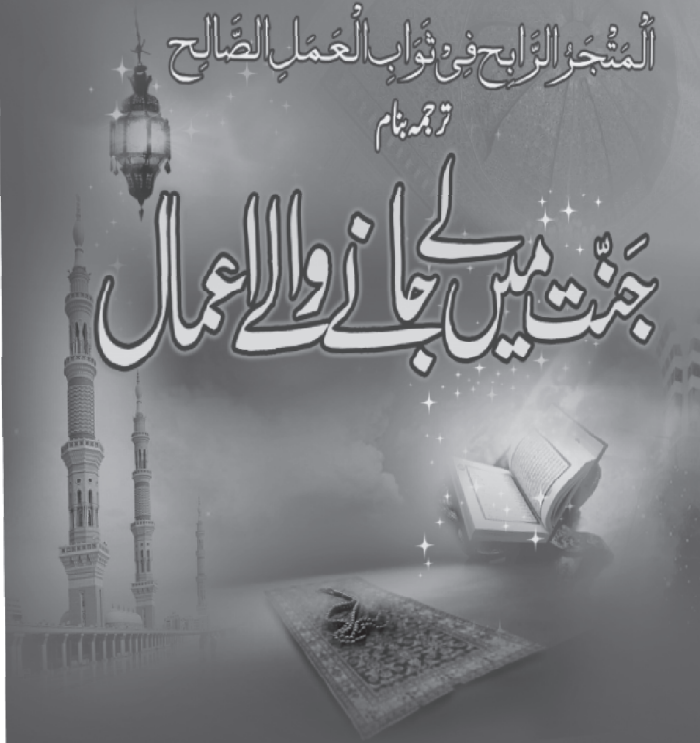
مؤلف

حافظ محمد شرفُ الدین عبدالمومن بن خلف دِمیاطی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی

متوفی ۷۰۵ھ

المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک نمازی بننے کیلئے

ہر جُمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کیلئے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ❁ سنّتوں کی تربیت کے لئے مَدَنی قافلے میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ ''فکرِ مدینہ'' کے ذریعے مَدَنی اِنعامات کا رسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے۔

میرا مَدَنی مقصد: ''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔'' اِنْ شَآءَ اللہ عزوجل۔ اپنی اصلاح کے لیے ''مَدَنی اِنعامات'' پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے ''مَدَنی قافلوں'' میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عزوجل

ISBN 978-969-631-815-6
0126237
فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Web: www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
Email: feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net